

مناظر اسلام حضرت ابنا محمد علی حسب

المعروف

جلد دوم

مکتبہ انور حیدرآباد

مناظر اسلام حضرت ابنا محمد علی حسب

مکتبہ انور حیدرآباد

لالہ ساجد، لاہور

عن علي بن ابي طالب قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم لعمري اني انا النبي الامية ونكاح المتعة

(الاستبصار ج ١ ص ١٣٢ الباب المتع)

حضرت علی رضی فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر بیرون
یا ترکہ سے کا گوشت اور نکاح متعہ دونوں کو
حرام فرمایا۔



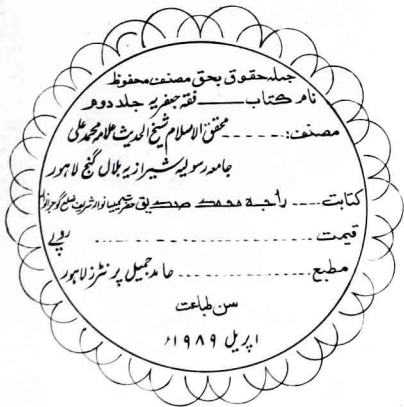
جلد دوم

مندرجات

- کتاب النکاح ○ کتاب المتعہ
- کتاب الحدود ○ کتاب النکاح والاباحۃ

تالیف، منظر اسلام، شیخ الحدیث مولانا محمد علی متفکر مدظلہ العالی

مکتبہ نورانیہ حسنیہ، مبارک پورہ، میرٹھ، اتر پردیش، لاہور فون ۲۷۷۲۲۸



ملاحظہ: فقہ جعفریہ جلد اول کے آخر میں دیئے جانے والے تعارف نامہ میں فقہ جعفریہ کی جلدوں کے مضامین کے متعلق دیا جانے والا خاکہ چونکہ قبل از کتابت تھا۔ اس لیے کتاب کی موجودہ ترتیب اس سے قطعی مختلف ہے۔

ایسی پیلیگ لائبریری
 کوئٹہ (پنجاب)
 زیاد اللہ جاسوہ (کجرات)
 دارالعلوم جاسوہ
 رجسٹرڈ سٹادیو لہ

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین
 پیری و مرشدی حضرت قیلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ
 اللہ علیہ سرکار کیدیا نوالہ شریف اور نگمدار ناموس اصحاب رسول
 محبت اولاد بتول سپر طریقت زاہد شریعت حضرت قبلہ
 پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیدیا نوالہ شریف
 کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف
 نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے
 ذریعہ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد

محمد علی معاذ اللہ عنہ

الْأَهْدَاءُ

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین جتہ الکاملین، مہربان
 بھانان رحمۃ اللعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب
 ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب العجم حضرت
 قبلہ مولانا غیبی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع
 مدینہ طیبہ، خلیفہ اعلیٰ حضرت امام المسند مولانا احمد رضا
 صاحب فیصل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں
 حدیث فقہیت پیش کرتا ہوں جن کی دعائے نفعی نے اس
 کتاب کی تحریر کا ثناء کیا۔

۱۱۔ گرتبول افتہ زب سے حادوثرف

محمد علی عارف



صفحہ	مضمرن	نمبر شمار
۲۷	کتاب النکاح	۱
۲۷	فصل اول	۲
۲۷	نکاح کی حقیقت اور اس میں اختلافات	۳
۲۷	اہل سنت و جماعت کا عقیدہ	۴
۲۸	اہل تشیع کا عقیدہ	۵
۲۸	نکاح اور زنا میں فرق ہونا چاہیے	۶
۳۰	گواہوں کے بغیر نکاح ہو جانے کا ثبوت کتب شیعہ سے	۷
۳۴	فصل دوم	۸
۳۴	اہل تشیع اہل سنت سے نکاح کو حرام کہتے ہیں۔	۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۸	اہل سنت، یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدتر ہیں۔	۱۰
۴۰	نامہبی (سنی) حرام زادے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔	۱۱
۴۱	نامہبی (سنی) کتے سے بھی بدتر ہے۔ (معاذ اللہ)	۱۲
۴۵	اہل سنت کو شیعوں سے رشتہ کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔	۱۳
۴۸	فرقہ شیعوں میں تفرقہ ہے، کتب اہل سنت سے	۱۴
۵۲	<u>فصل سوہ</u>	۱۵
۱۱	فقہ جعفریہ سے مسائل نکاح،	۱۶
۱۱	(۱) عورت کی شرمگاہ چومنا اور حصول لذت کے لیے اس میں انگلی پھیرنا جائز ہے۔	۱۷
۵۵	بیوی کی خواہش نفسانی پوری کرنے کے لیے انوکھی ترکیب	۱۸
۵۷	(۳) بوقتِ جماع "بِسْمِ اللّٰهِ" نہ پڑھنے سے شیطان بھی اپنا آگناں آگناں عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیتا ہے۔	۱۹
۶۰	وطی فی الدبر جائز ہے۔	۲۰
۶۳	ایک بکت : وطی فی الدبر کے جواز پر اہل تشیع کے دلائل۔	۲۱
۱۱	دلیل اول : امام باقر کی طرف منسوب فتویٰ	۲۲
۶۴	دلیل دوم : امام رضا کی طرف منسوب فتویٰ	۲۳
۶۶	نوٹ : وطی فی الدبر کی حرمت پر کتب اہل سنت سے احادیث	۲۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۷۱	مسئلہ ششم؛	۲۵
۷۱	جب تک عورت کی غلیظ شرکاء نہ دیکھی جائے۔ جماع کی پوری لذت نہیں آتی۔	۲۶
۷۲	مسئلہ ہفتم؛	۲۷
۷۱	جماع میں مرد کی نسبت عورت ننانوے فی صد زیادہ لطف اندوز ہوتی ہے۔	۲۸
۷۳	مسئلہ ہشتم؛	۲۹
۷۱	خوبصورت عورت مل جائے تو عورت کی بلغم ختم ہو جاتی ہے۔	۳۰
۷۴	مسئلہ نہم؛	۳۱
۷	مرد کے آلت تناسل کے بڑا ہونے کی حکایت۔	۳۲
۷۹	مسئلہ دہم؛	۳۳
۷۱	مسجد میں پہنچ کر تن پاک کے لیے جنبی ہونا (و طہی کرنا) جائز ہے۔	۳۴
۸۳	مسئلہ یازدہم؛	۳۵
۷۱	سیدہ فاطمہ کے زفاف پر ستر ہزار فرشتوں نے تلکبیر کہی۔	۳۶
۸۷	مسئلہ دوازدہم؛	۳۷
۷۱	کثرت سے جماع کرنا انبیاء کی سنت ہے۔	۳۸
۹۱	مسئلہ سیزدہم؛	۳۹
۷۱	مرغ میں پیغمبروں کی پانچ فصلتیں موجود ہیں۔ اس سے تم بھی یہ عادتیں سیکھو۔ ان میں سے ایک عادت کثرتِ جماع بھی ہے۔	۴۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۹۶	مسئلہ چہارم:	۴۱
//	جنت میں سب سے زیادہ لذیذ نعمت جماع ہے۔	۴۲
۹۶	مسئلہ پنجم:	۴۳
//	جماع کے لیے لونڈی ادھار پر دینا جائز ہے۔	۴۴
۹۸	مسئلہ ششم:	۴۵
//	محرم عورتوں سے کے ساتھ لطف حریر کی صورت میں جائز ہے۔	۴۶
۱۰۰	لطف حریر کا مسئلہ ابوحنیفہ شیعہ کا ہے امام اعظم ابوحنیفہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔	۴۷
۱۰۰	ابوحنیفہ شیعہ کا فقہی مقام، شبیہ کتب کے حوالے سے	۴۸
۱۰۱	مسئلہ ہفتم:	۴۹
۱۱۱	ماں بہن وغیرہ محارم سے وطی کرنا ایک وجہ سے جائز ہے۔	۵۰
۱۱۴	مسئلہ ہشتم:	۵۱
//	باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے جماع کریں یا ساس سے وطی کی جائے تو اپنی بیوی کی زوجیت میں فرق نہیں آتا۔	۵۲
۱۱۸	مسئلہ نہم:	۵۳
//	اجنبی مرد کا لطف اگر عورت اپنے رحم میں ڈال لے تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ شرعی اولاد ہے۔	۵۴
۱۱۹	مسئلہ دہم:	۵۵
//	بھانجی کے ساتھ اس کی خالہ کی موجودگی میں اور بھتیجی کے ساتھ اس کی چچی کی موجودگی میں نکاح کرنا درست ہے۔	۵۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۲۰	مذکورہ دونوں نکاح عند الاحناف باطل و حرام ہیں (حوالہ جات)	۵۷
۱۲۴	سئلہ ۲۱:	۵۸
//	غلات سے مناکحت جائز نہیں۔	۵۹
۱۲۷	علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مالک یوم الدین وغیرہ صفات البیہ کے مالک تھے۔	۶۰
۱۲۹	حضرت علی المرتضیٰ میں نبوت رسالت اور خلت کے مناصب عظمیٰ موجود تھے۔	۶۱
۱۳۲	سئلہ ۲۲:	۶۲
//	میاں بیوی کے درمیان کفو ضروری نہیں۔	۶۳
۱۳۷	نکاح میں اسلام کے سوا دوسری باتوں میں کفو نہ ہونے پر علامہ حائری شیعہ کے دلائل۔	۶۴
۱۵۲	احناف کے نزدیک غیر سید کا سیدزادی سے نکاح خلافت کفو ہے۔	۶۵
۱۵۷	سئلہ ۲۳:	۶۶
//	عدم وطی کی شرط پر نکاح۔	۶۷
۱۶۱	سئلہ ۲۴:	۶۸
//	بعض شیعہ فرقے یہ کہتے ہیں کہ امام کو مان پھر ہر حرام حلال ہو جائے گا۔	۶۹
۱۶۲	سئلہ ۲۵:	۷۰
	ایک شیعہ فرقہ کہتا ہے کہ امام جعفر خدا اور الوالی الخلیف ان کا رسول ہے۔	۷۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۴۵	مسئلہ ۲۶:	۷۲
//	ایک شیعہ فرقہ "معمریہ" تفریح کا قائل ہے۔	۷۳
۱۴۸	مسئلہ ۲۷:	۷۴
//	علی بن موسیٰ اور ان کے ماننے والے کافر ہیں۔	۷۵
۱۴۳	کتاب المتعہ	۷۶
۱۶۶	فصل اول	۷۷
//	حقیقت متعہ کتب اہل سنت سے۔	۷۸
//	عقد متعہ اور عقد موقت میں فرق۔	۷۹
//	عقد موقت	۸۰
۱۴۹	عقد متعہ	۸۱
//	حدیث علت	۸۲
۱۸۰	حدیث حرمت	۸۳
۱۸۱	حدیث علت و حرمت و	۸۴
//	حدیث علت و حرمت و	۸۵
۱۸۲	حدیث حرمت	۸۶
//	حدیث حرمت	۸۷
۱۸۳	حاصل کلام	۸۸
۱۸۵	فصل دوم:	۸۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۸۵	کتب شیعہ کے آئینہ میں تعارف متعہ	۹۰
"	عبارت تحفۃ العوام: "متعہ کے الفاظ کیا ہوتے ہیں؟"	۹۱
۱۸۶	عبارت استبصار: "متعہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں اولاد حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا"	۹۲
۱۸۷	عبارت فروع کافی: متعہ کردہ عورت کو طلاق دینے کی ضرورت نہیں	۹۳
"	عبارت فروع کافی: ایک مرد بیک وقت ہزار عورتوں کی متعہ کے لیے بنگلہ کر سکتا ہے۔	۹۴
۱۸۸	عبارت فروع کافی: عورت سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ آیا تم شادی شدہ ہو؟ بس فوراً متعہ کرو اور چلتے بنو۔	۹۵
۱۸۹	عبارت تہذیب الاحکام: کنجری سے متعہ کیا جاسکتا ہے۔	۹۶
۱۹۱	عبارت من لایحضرہ الفقیہ: متعہ والی عورت کا اگر کہیں پکا نکاح ہو جائے تو بھی متعہ کی مقررہ مدت تک اس سے متعہ ہوتا ہے گا۔	۹۷
۱۹۲	عبارت فروع کافی: متعہ میں حرمتِ غلیظہ کا کوئی سوال نہیں۔	۹۸
۱۹۳	عبارت فروع کافی: متعہ کردہ عورت پر کوئی عدت نہیں فوراً دوسرا مرد متعہ کر سکتا ہے	۹۹
۱۹۴	عبارت فروع کافی: متعہ صرف یہ ہے کہ کتنی دیر اور کتنے پیسے؟	۱۰۰
۱۹۵	عبارت فروع کافی: مٹھی بھر گندم پر بھی متعہ ہو سکتا ہے۔	۱۰۱
"	عبارت تہذیب الاحکام: سید زادیوں سے بھی شیعہ ہو سکتا ہے۔ (معاذ اللہ)	۱۰۲
۱۹۶	عبارت تہذیب الاحکام: متعہ میں کسی کو تبتلانے کی ضرورت نہیں (چکے چکے)	۱۰۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۹۶	مذکورہ عبارات سے متعہ کے متعلق فقہ جعفریہ کے کیا مسائل ثابت ہوئے۔	۱۰۴
۱۹۹	<u>فصل سوہ</u>	۱۰۵
//	حلت متعہ پر شعی دلائل اور ان کے جوابات۔	۱۰۶
//	<u>دلیل اول</u>	۱۰۷
//	آیت قرآنیہ فما استمتعتم الخ۔	۱۰۸
۲۰۰	جواب اول: پوری آیت پر غور کرو۔	۱۰۹
۲۰۲	جواب دوم: آیت مذکورہ کی ترکیب سے کیا معنی پیدا ہوتا ہے۔	۱۱۰
۲۰۳	جواب سوم: استمتعتم سے مراد مطلق نفع اٹھانا ہے۔ قرآنی تراہد	۱۱۱
۲۰۷	قرابت ابی بن کعب کا جائزہ	
۲۱۲	ایک بنیادی اعتراض اور اس کے جوابات۔	۱۱۲
۲۱۳	حلت متعہ پر شیعوں کی دوسری دلیل	۱۱۳
//	(حلت متعہ پر مسلم شریف کی حدیث)	۱۱۴
۲۱۸	حلت متعہ پر شیعوں کی تیسری دلیل:	۱۱۵
//	آیت استمتاع سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حلت متعہ پر استدلال	۱۱۶
۲۱۹	از تفسیر طبری	
	جواب عا	۱۱۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۷	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پروردار زید کی ادرا نہیں سمجھایا (مسلم)	۲۱۹
۱۱۸	ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جواز متعہ سے رجوع، بحوالہ ترمذی و بیہقی	۲۲۲
۱۱۹	جواب ۱:	۲۲۶
۱۲۰	تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت استمتاع کی تفسیر	//
۱۲۱	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے رجوع پر تفسیر کبیر کی صاف عبارت	۲۲۸
۱۲۲	حلت متعہ پر شیعہ حضرات کی چوتھی دلیل	۲۲۹
۱۲۳	(اعلان عمر فاروق، دور نبوی میں ہونے والے متعہ کو میں حرام قرار دے رہا ہوں)	//
۱۲۴	جواب اول:	۲۳۱
۱۲۴	(عمر فاروق کا تحریم متعہ کو اپنی طرف منسوب کرنا مجازاً ہے۔)	//
۱۲۵	جواب دوم:	۲۳۶
۱۲۶	(صحابہ کا حرمت متعہ پر اجماع)	//
۱۲۷	ایک اعتراض	۲۳۹
۱۲۸	ابو بکر صدیق کی بیٹی اسما کہتی ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کیا کرتی تھیں (نسائی طحاوی)	//
۱۲۹	جواب:	۲۴۰
۱۳۰	جو اس حدیث کی سند کہیں سے دکھا دے میں ہزار روپے انعام لے۔	//

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۴۱	تفسیر مظہری میں اس کے بجائے حرمت متعہ پر اجماع مذکور ہے۔	۱۳۱
۲۴۲	مذکورہ اعتراض کی تائید میں ایک روایت اور اس کا جواب۔	۱۳۲
۲۴۳	مجمع البیان کی عبارت اور اس کی توفیح۔	۱۳۳
۲۴۴	حلت متعہ پر اہل تشیع کی پانچویں دلیل۔	۱۳۴
۱۱	دشیموں کا اپنی کتب سے متعہ کو سنت رسول ثابت کرنے کی (کوشش)	۱۳۵
۱۱	حلت متعہ پر سنتِ قولی از وسائل الشیعہ	۱۳۶
۲۴۹	جواب اول تا سوم۔	۱۳۷
۲۵۱	حلت متعہ پر سنتِ فعلی۔ از وسائل الشیعہ	۱۳۸
۲۵۳	جواب ہے:	۱۳۹
۲۵۵	لمنفکر یہ:	۱۴۰
۲۶۰	مسئلہ متعہ پر اہل تشیع کی دو رنگی۔	۱۴۱
۱۱	متعہ کے بغیر ایمان مکمل نہیں۔ (امام باقر)	۱۴۲
۲۶۱	عراق لبنان اور شام میں شیعہ متعہ کو دین کے چہرے پر بد نما داغ سمجھتے ہیں۔	۱۴۳
۲۶۳	متعہ زنا کی حد ختم کر دیتا ہے۔	۱۴۴
۲۶۴	فصل چہارم:	۱۴۵
۱۱	حرمت متعہ پر قرآن مجید اور کتب شیعہ سے دلائل۔	۱۴۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۶۶	دلیل ۱۱ آیت ۱۱:	۱۴۷
//	و لیستعفف الذین الخ	۱۴۸
//	دلیل ۱۱ آیت ۱۱:	۱۴۹
//	ومن لم یستطع منکم طویلاً الخ	۱۵۰
۲۶۷	دلیل ۱۱ آیت ۱۱:	۱۵۱
//	والذین هم لفرد وجہم الخ	۱۵۲
۲۶۸	حاصل کلام:	۱۵۳
۲۶۹	روایت علی اور اس کی شیعہ تاویل کا رد	۱۵۴
۲۷۰	آیت ۱۱ کی تشریح، تفسیر منہج الصادقین اور مجمع البیان سے	۱۵۵
۲۷۱	دلیل ۱۱ آیت ۱۱:	۱۵۶
//	یا ایہا النبی انا احلنا لک الخ	۱۵۷
۲۷۳	دلائل کتب شیعہ بر حرمت متعہ	۱۵۸
//	دلیل ۱۱ فروع کافی:	۱۵۹
//	متعہ کر کے ملعون نہ بنو۔ حضرت علی کا ارشاد	۱۶۰
۲۷۵	دلیل ۱۱ فروع کافی ۱	۱۶۲
//	متعہ کے بارہ میں ایک عام شخص نے امام باقر کو لاجواب کر دیا۔	۱۶۳
۲۷۷	کیا امام باقر رضی نے واقعی مباہرہ سے فرار اختیار کیا تھا؟	۱۶۴
۲۷۹	دلیل ۱۱ فروع کافی:	۱۶۵
//	امام جعفر رضی نے فرمایا متعہ سے باز آ جاؤ یہ بے حیائی ہے۔	۱۶۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۸۰	دلیل ۱۱ استبصار:	۱۶۷
//	حضرت علی کا فرمان۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کا گوشت اور متعہ حرام قرار دیا تھا۔	۱۶۸
۲۸۳	فصل پنجم: از صفحہ ۲۸۳ تا ۳۱۶ صفحہ	۱۶۹
//	شیعہ حضرات کے نزدیک بے حیائی کے انوکھے طریقے	۱۷۰
//	بے حیائی کی حد ہوگی۔	۱۷۱
۳۱۷	فصل ششم:	۱۷۲
//	شیعہ کتب سے متعہ کی تفصیلات اور برکتیں	۱۷۳
//	متعہ کرنے والے کی مغفرت ہو چکی ہے۔	۱۷۴
۳۲۰	آیت فما استمتعتم کے تحت تفسیر منبع الصادقین میں مذکور فضائل متعہ کی روایات۔	۱۷۵
۳۲۴	متعہ میں ہر برس سے پرچ اور عمرہ کا ثواب اور ہر حرکت پر پہاڑوں جتنا اجر۔	۱۷۶
۳۲۸	متعہ سے پیدا شدہ بچہ دوسرے بچوں سے افضل ہے۔	۱۷۷
۳۳۱	متعہ کرنے والے کے تمام گناہ معاف اور غسل کے ہر قطرے کے برابر درجات کی بندی حاصل ہوتی ہے۔	۱۷۸
۳۳۲	متعہ کرنے کے بعد غسل کرنے پر ہر قطرہ سے ستر فرشتے پیدا ہوں گے جو اس کے لیے تا قیامت مغفرت مانگیں گے۔	۱۷۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۳۳	لمسکریہ۔	۱۸۰
۳۳۵	فصل ہفتم:	۱۸۱
//	اشیر جاڑوی شیمی کی تصنیف "جواز متعہ" کی کذب بیانیوں اور ان کا رد۔	۱۸۲
۳۳۷	کذب بیانی اور دھوکہ ۱:	۱۸۳
//	اشیر جاڑوی ص ۱۰ سے ص ۷۷ قرآنی آیات سے جواز متعہ پر پانچ دلائل اور ان کے جوابات۔	۱۸۴
۳۴۷	دھوکہ اور کذب بیانی ۲:	۱۸۵
//	تفسیر طبری کی عبارت سے جواز متعہ ثابت کرنے کی کوشش۔	۱۸۶
۳۵۳	جواب تین امور۔	۱۸۷
۳۶۰	دھوکہ اور کذب بیانی ۳:	۱۸۸
//	حرمت متعہ والی سنی روایات پر بے جا تنقید	۱۸۹
۳۶۱	جواب:	۱۹۰
۳۶۳	میزان الاعتدال سے معاویہ بن صالح کی شخصیت۔	۱۹۱
۳۶۹	دھوکہ اور کذب بیانی ۴:	۱۹۲
۳۷۶	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۱۹۳
//	حرمت متعہ والی روایات متواتر نہیں۔	۱۹۴
۳۷۷	ابن رشد کی سیرت۔	۱۹۵
۳۷۸	حدیث متواتر کی بحث۔	۱۹۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۸۲	دھوکہ اور کذب بیانی ۷:	۱۹۷
۱۱	حرمت متعدی حضرت علی کی روایت کا ایک راوی سفیان بن عیینہ مدلس ہے۔	۱۹۸
۳۸۴	جواب:	۱۹۹
۱۱	سفیان بن عیینہ کے بارے میں حقیقتِ حال۔	۲۰۰
۳۸۶	تدلیس کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے۔	۲۰۱
۳۹۱	دھوکہ اور کذب بیانی ۷:	۲۰۲
۱۱	جواز متعدی پر طبری کی ایک عبارت۔	۲۰۳
۳۹۳	جواب - چیلنج۔	۲۰۴
۱۱	دھوکہ اور کذب بیانی ۸:	۲۰۵
۳۹۶	حرمت متعدی والی حدیث صحیحین میں تضاد اور حضرت علی سے حرمت متعدی پر کسی بھی قول کے نہ ہونے کا دعویٰ۔	۲۰۶
۴۰۴	دھوکہ اور کذب بیانی ۹:	۲۰۷
۱۱	حرمت متعدی والی حدیث مسلم پر تنقید۔	۲۰۸
۴۱۰	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۰:	۲۰۹
۱۱	حرمت متعدی والی حدیث مسلم پر تنقید۔	۲۱۰
۴۱۸	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۱:	۲۱۱
۱۱	امام نووی اور امام فخر الدین کی آراء میں تناقض ثبوت کرنے کی کوشش	۲۱۲
۴۲۴	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۲:	۲۱۳
۱۱	آیت استمتاع سے استنباط۔	۲۱۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۳۲	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۳:	۲۱۵
"	دعوای کی منسوختیت آیت۔	۲۱۶
۲۳۷	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۴:	۲۱۷
"	حرمت متہ کب تک	۲۱۸
۲۷۱	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۵:	۲۱۹
۲۸۱	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۶:	۲۲۰
۲۹۳	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۷:	۲۲۱
"	سکوت صحابہ۔	۲۲۲
۵۰۰	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۸:	۲۲۳
"	بابر بن عبداللہ صحابی نے جواز متہ کا اعلان کیا۔	۲۲۴
۵۰۴	بابر بن عبداللہ اور متہ کی منسوخی۔	۲۲۵
۵۰۵	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور متہ کی منسوخی۔	۲۲۶
۵۰۶	ابن کعب رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت شاذہ ہے۔	۲۲۷
۵۰۸	ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کی جواز متہ والی روایت مجروح ہے۔	۲۲۸
۵۱۰	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۹:	۲۲۹
"	عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی پیداوار تھے۔ راعب اصفہانی۔	۲۳۰
۵۱۲	راعب اصفہانی غالی شیعہ ہے۔ بحوالہ کتب شیعہ۔	۲۳۱
۵۲۰	سلم بن امیہ، معبد بن امیہ اور عمرو بن حریس کے دعویٰ صلت متہ	۲۳۲
۵۲۶	کی حقیقت۔	
"	دھوکہ اور کذب بیانی ۲۰: حرمت متہ والی روایات باہم متضاد ہیں۔	۲۳۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۳۳	دھوکہ اور کذب بیانی ۲۱:	۲۳۲
"	حاصل مطالعہ	۲۳۵
۵۳۸	دھوکہ اور کذب بیانی ۲۲:	۲۳۶
"	ابن نووی کے ساتھ شیخ مفید کا جوازِ متعہ پر مناظرہ۔	۲۳۷
۵۴۳	دھوکہ اور کذب بیانی ۲۳:	۲۳۸
"	متعہ والی عورت کو میراث نہ ملنے کی بھونڈی بحث۔	۲۳۹
۵۵۱	کتاب الحدود	
	شرعی حدود کے متعلق فقہ جعفریہ کے ان کے مسائل	۲۴۰
"	حد زنا:	۲۴۱
۵۵۳	مسئلہ ۱: گواہی کے بغیر بھی نکاح شرعی ہو جاتا ہے۔	۲۴۲
۵۵۴	مسئلہ ۲: عقد نکاح کیے بغیر بھول کر عورت سے وطی کر لی جائے تو کوئی حد نہیں۔	۲۴۳
۵۵۶	مسئلہ ۳: ایجاب و قبول اور گواہی کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے۔	۲۴۴
۵۶۰	حد سرقت:	۲۴۵
"	صرف چار انگلیاں کاٹی جائیں۔	۲۴۶
۵۶۱	چوری پر صرف انگلیاں کاٹنے کے دلائل اور ان کے جوابات۔	۲۴۷
"	دلیل اول:	۲۴۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۶۸	دوسری دلیل۔	۲۴۹
۵۶۲	تیسری دلیل۔	۲۵۰
۵۷۸	پجوری کے جرم پر کلائی سے ہاتھ کاٹنے پر اہل سنت کے دلائل۔	۲۵۱
۵۸۶	زند کا کتب لغت سے معنی۔	۲۵۲
۵۸۸	رُسخ کی تحقیق۔	۲۵۳
۵۸۹	دو اشکال اور ان کا جواب۔	۲۵۴
۵۹۲	قطع ید کی حکمت۔	۲۵۵
۵۹۷	کتاب المحظور والاباحۃ	
	ملت و حرمت سے متعلق فقہ جعفریہ کی خصوصی رعایتیں۔	۲۵۶
۵۹۸	فقہ جعفریہ میں گدھا حلال ہے۔	۲۵۷
۶۰۰	گھوڑے کا گوشت کھانا سنت رسول ہے۔	۲۵۸
۶۰۲	فقہ حنفی میں گدھے کا گوشت کھانا حرام ہے۔	۲۵۹
۶۰۵	فقہ جعفریہ میں کوا بھی حلال ہے۔	۲۶۰
۶۰۷	ساڑھے گیارہ تو خون اگر ہنڈیا میں گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتی۔	۲۶۱
۶۱۰	ہنڈیا میں چر ہاگر جانے سے نجاست نہیں آتی۔	۲۶۲
۶۱۲	سنی کی دوکان سے خسریدا ہوا حلال گوشت خنزیر سے زیادہ حرام ہے۔	۲۶۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۱۷	ایک بحث	۲۶۴
۴۱۸	مچھلی کے حلال و حرام ہونے کے بارہ میں شیعہ سنی نظریہ۔	۲۶۵
۴۱۹	ہر قسم کی مچھلی حلال ہے۔ (سنی)	۲۶۶
۴۲۰	صرف چھلکے دار مچھلی حلال ہے۔ باقی سب حرام ہیں (شیعہ)	۲۶۷
۴۲۱	ضروری نوٹ:	۲۶۸
۴۲۲	نبی شرعی مسائل میں تفسیر نہیں کرتا۔	۲۶۹
۴۲۳	مچھلی کے حلال و حرام ہونے کے بارے میں ائمہ اہل بیت کے مختلف فتوے۔	۲۷۰
۴۲۴	علا حضرت علی کے نزدیک مچھلی کی بہت سی اقسام حرام ہیں صرف چھلکے دار مچھلی حلال ہے۔	۲۷۱
۴۲۵	ع: امام جعفر کے نزدیک جری مچھلی کے علاوہ کوئی مچھلی مکروہ نہیں	۲۷۲
۴۲۶	ع: جریث نامی مچھلی مکروہ ہے، امام جعفر،	۲۷۳
۴۲۷	ع: سب مچھلیاں حلال ہیں۔ امام جعفر،	۲۷۴
۴۲۸	لمؤسکر یہ:	۲۷۵
۴۲۹	مچھلی کی تمام اقسام کی حلت پر اہل سنت کے دلائل۔	۲۷۶
۴۳۰	دلیل اول:	۲۷۷
۴۳۱	حدیث پاک کی عمومیت	۲۷۸
۴۳۲	دلیل دوم:	۲۷۹
۴۳۳	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جریث کو حلال فرمایا۔	۲۸۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۶۳۳	لمنکرہ:	۲۸۱
۶۳۴	دوسری بحث:	۲۸۲
۶۳۴	زرگوش کی علت و حرمت میں شیوہ سنی اختلاف،	۲۸۳
۶۳۴	زرگوش کے حرام ہونے پر شیعوں کی طرف سے تین وجوہ - (دساکل اشید کی عبارت)	۲۸۴
۶۳۵	جواب وجہ اول:	۲۸۵
۶۳۶	جواب وجہ ثانی:	۲۸۶
۶۳۶	جواب وجہ ثالث:	۲۸۷
۶۳۷	زرگوش کی علت پر اہل سنت کے دلائل -	۲۸۸
۶۳۷	تأخذ و مراجع	۲۸۹





کتاب النکاح

اس بحث میں بہترین فصلیں لکھیں گے تاکہ نکاح اور اس کے متعلقات کی تفصیلی گفتگو ہو سکے۔ فصل اول میں ”حقیقت نکاح“، موضوع ہوگا۔ پھر اسی ضمن میں شیعہ سنی اختلافات، مجروحہ جات مذکور ہوگا۔ دوسری فصل میں اہل سنت اور اہل تشیع کی باہمی مناہکت کی بحث ہوگی۔ رانشارا (شدا) اور فصل سوم میں مسائل نکاح ہیں۔

فصل اول

نکاح کی حقیقت اور اس میں اختلافات

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

ہر دو مسلمان (جن میں ایک مرد اور دوسری عورت ہو) کہ جن کے بائین رشتہ ازدواجیت کے انعقاد کی شرعی رکاوٹ نہ ہو خود وہ یا ان کے ولی کم از کم

دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کریں۔ اور اس ایجاب و قبول میں کسی مقررہ معیار کا دخل نہ ہو۔ عقد شرعی، کھلتا ہے۔ جس کے بعد مرد کی حیثیت خاوند کی اور عورت کی حیثیت اس کی زوجہ کی ہو جاتی ہے۔

اہل تشیع کا عقیدہ

مرد اور عورت آپس میں ایجاب و قبول کر لیں۔ تو عقد ہو گیا۔ دو گواہ ہوں تب بھی درست اور نہ ہوں تب بھی کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر ایجاب و قبول مخصوص وقت تک کے لیے کیا۔ تو بھی عقد صحیح ہو گا۔ لیکن اس کو دو عقد متعہ، کہیں گے۔ اور اگر وقت و معیار سے کوئی پابندی نہیں۔ تو بھی صحیح لیکن اس قسم کے نکاح کو دو عقد دائمی کہا جائے گا۔

زنا اور نکاح میں فرق ہونا چاہیے

ایک مرد اور ایک عورت اگر تنہائی میں اپنی منسی خواہشات پوری کرتے ہیں تو اس کی عام طور پر دو صورتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں کا پہلے سے عقد شرعی ہو چکا ہے۔ اور دوسری صورت یہ کہ وہ اس سے قبل وہ عقد شرعی، کے بندھن سے آزاد ہیں۔ یہ پہلی صورت میں نہ شرعاً مجرم اور نہ عرفاً و عادتاً و عقلاً ناجائز، دوسری صورت میں اگرچہ باہمی رضامندی سے ہو یا اکراہ و جبر سے بہر حال شرعاً زنا ہے۔ اور عرفاً و عادتاً اس کو ناجائز و حرام کہا جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ دونوں صورتوں میں خواہشات نفسانیہ کی تکمیل ہے۔ پھر ایک کو واجب الحداد دوسرے کو ادائیگی حتی کیوں قرار دیا گیا؟ اگر سوچا جائے۔ تو حقیقت یوں سامنے آئے گی۔ کہ ان دونوں میں صدقاً اور باہم امتیاز دینے والی اگر کوئی چیز ہے۔ تو وہ دو شہادت، اور پابندی وقت

سے آزادی،“ اسی دو چیزیں ہیں۔

اسی لیے اگر دو گواہوں (شہادت) کو ضروری نہ سمجھا جائے۔ بلکہ ایک مرد اور ایک عورت آپس میں ایجاب و قبول کر لیں۔ تو تنہائی میں وطی سے قبل دونوں ایسا کر سکتے ہیں۔ پھر اس پر کوئی لمن لعن نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ ”عقد“، جو جانے کے بعد جو کچھ ہوا سو ہوا۔ یونہی اگر مخصوص وقت تک نکاح جائز ہو۔ تو پھر بھی ایسے جوڑے کو کسی قسم کی سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔

لہذا معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے طریقہ نکاح میں اور زنا میں کوئی خاص امتیاز نہیں۔ بلکہ صرف نیت ہی ماہم الاقربا ہے۔ یعنی وطی اور بد معاشی سے قبل دونوں نے نیت ایجاب و قبول کر لی۔ (جو ہو ہی جاتی ہے) تو کوئی جرم نہ ہوا۔ نہ گواہوں کی ضرورت اور نہ ہمیشہ کے لیے بیوی بنانا ضروری۔ یہی وجہ ہے۔ کہ کوئی شیعہ اس حقیقت نکاح کے پیش نظر نہ زانی ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی اس کو زنا کی حد دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ وہ جواب دعویٰ میں کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہمارے نزدیک نہ گواہ ضروری۔ نہ علی الدوام زوجیت کی قید۔ اس لیے ہم دونوں نے گواہوں کے بغیر چند لمحوں کے لیے چند لمحوں کے عوض ایجاب و قبول کر لیا تھا۔ لہذا ہم زنا کے مرتکب نہیں ہوئے اس لیے اس کی حد ہم پر جاری نہیں ہو سکتی۔

یہ جو کچھ ہم نے لکھا محض عقلی صغریٰ کبریٰ بنا کر دلیل پیش نہیں کی۔ بلکہ اس کے بہت سے شراہ موجود ہیں۔ بد قسمتی سے ہمارے ملک (پاکستان) میں بہت سے شہروں میں اسی قسم کے نکاح ہوتے ہیں۔ اور ان میں نیسے والی بیویاں اپنی دوکانیں سما مئے نت نئے نادند کے انتظار میں گھڑیاں بسر کرتی ہیں۔ ان کو اس کا روبرو کے لیے باقاعدہ لائسنس جاری ہوتے ہیں۔ جن میں ایک شرط یہ بھی لکھنا پڑتی ہے۔ کہ ہم اس دھندے کو اپنے مذہب میں جائز سمجھتی ہیں۔ تبھی تو

ان اڈوں کی رونق بننے والی کسی عورت کو حد زنا نہیں لگائی جاتی۔ لہذا معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے نکاح اور زنا میں کوئی خاص فرق نہیں۔ اگر ہو بھی تو سچ سمجھنے کے بجائے موجود ہیں۔

ہم یہ بھی واضح کر دیتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ بغیر گواہوں کے ہم نکاح کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ یہ محض ہم پر الزام ہے۔ مسلک شیعہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور نہ ہی ائمہ اہل بیت سے اس قسم کی کوئی روایت موجود ہے۔ کہ ہم خود ان کی کتب سے دو چار روایات ایسی پیش کر دیتے ہیں۔ جن سے یہ پتہ چل جائے گا۔ کہ یہ الزام ہے یا حقیقت حال؟

”گواہوں کے بغیر نکاح ہو جانے کا ثبوت“

کتب شیعہ سے

فروع کافی؛

عَنْ زُرَّارَةَ ابْنِ أَعْيُنٍ قَالَ سَأَلَ أَبُوعَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ
امْرَأَةً يَغْيِرُ شُهُودَ فَقَالَ لَا بَأْسَ
بِتَزْوِيجِ ابْنَةِ أَبِي بَكْرٍ وَ
بَيْنَ اللَّهِ إِتْمَانًا جَعَلَ الشُّهُودَ فِي
تَزْوِيجِ ابْنَةِ مَنْ أَجَدَ الْوَلَدِ
لَوْلَا ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ بِهِ

بأس۔

دفعہ کافی جلد ۵ صفحہ نمبر ۲۸
کتاب النکاح باب التزویم
بغیر بینة۔ مطبوعہ تتران
طبع جدید

ترجمہ:

زرارہ بن اعین کہتا ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
پوچھا گیا۔ کہ ایک مرد کسی عورت سے گواہوں کے بغیر نکاح کر لیتا ہے
(کیا یہ نکاح جائز ہے؟) فرمایا۔ اللہ اور اس کے نکاح کرنے والے کے
درمیان اس نکاح کے منقہ ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ نکاح یقیناً
ہو گیا۔ گواہوں کو تو نکاح میں صرت اولاد کی خاطر ضروری رکھا گیا ہے۔
اگر اولاد کا معاملہ درمیان میں نہ ہو۔ تو گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

من لایحضرہ الفقیہہ:

عَنْ مُسْلِمِ بْنِ بَشِيرٍ عَنْ
أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ امْرَأَةٍ
وَلَمْ يُشْهَدْ فَقَالَ أَمَّا فِيمَا
بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَلَكِنْ
إِنْ أَخَذَهُ سُلْطَانٌ جَائِرٌ

عاقبہ۔

ذکر لایحضرة الفقیہ۔ جلد ۵ ص ۳۵۱

باب النولی والشہود والنظیة
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

مسلم بن بشیر حضرت امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے
کہتا ہے۔ کہ میں نے امام موصوف سے ایک ایسے مرد کے متعلق
پوچھا۔ جس نے ایک عورت سے شادی رچائی۔ لیکن کوئی گواہ نہ بنایا
دیا اس کا نکاح ہو گیا؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اور اس نکاح کرنے والے کے
ماہین کوئی حرج نہیں ہے۔ (کیونکہ عند اللہ یہ نکاح درست ہے۔)
لیکن اگر یہ شخص کسی ظالم حکمران کے ہتھے چڑھ گیا۔ تو وہ اسے ضرور سزا
دے گا۔

تمذیب الاحکام:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِشْمَا جُعِلَتْ
الْبَيْتَةُ فِي النِّكَاحِ لِأَجْلِ التَّمَوَّارِثِ.

(تمذیب الاحکام جلد ۵ ص ۲۴۸)

باب تفصیل احکام النکاح مطبوعہ
تہران طبع جدید

ترجمہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا
نکاح میں گواہ تو اس لیے رکھے گئے ہیں۔ تاکہ اولاد کی وراثت میں

کوئی جھگڑا نہ پڑے۔ (ورنہ گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے)

ملحدہ فکریہ:

مذکورہ تین مددحوالہ جات سے ثبوت ہوا کہ

- ۱۔ مسلک شیعہ میں نکاح کے لیے گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔
- ۲۔ ضرورت صرف اس صورت میں پڑے گی۔ جب اولاد کے لیے میراث کا معاملہ حل کرنا مقصود ہو۔

۳۔ گواہوں کے بغیر نکاح کرنے والا اللہ کے نزدیک مجرم نہیں

۴۔ اگر کوئی حاکم وقت اس کو سزا دے۔ تو وہ ظلم ہوگا۔

آپ ان امور کو بار بار پڑھیں۔ پھر موازنہ کریں۔ کہ زنا اور شیمی نکاح میں کیا فرق ہے یہ ایک بڑی ہی امر ہے۔ کہ زانی اور مزنیہ کے پیش نظر صرف شہوت رانی ہوتی ہے حصول اولاد کا تصور تک نہیں ہوتا۔ جب اولاد مقصود ہی نہیں۔ تو ان کی میراث کا مسئلہ کہاں سے آئے گا۔ یہی اولاد تھی۔ کہ جس کی خاطر گواہوں کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا۔ لہذا یہ (زنا اور شیمی) ان کے ہاں عند اللہ نکاح ہو گیا۔ پھر نکاح کرنے والے جوڑے پر حد لگانے والا واقعی ظالم ہوگا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فصل دوم

اہل تشیع "اہل سنت" سے نکاح کو حرام کہتے ہیں

اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ کہ اہل سنت و جماعت دائرہ اسلام سے خارج (یعنی کافر) ہیں۔ اور یہود و نصاریٰ سے بھی کہیں بدتر ہیں۔ لہذا انہیں رشتہ دینا یا ان کا رشتہ لینا قطعاً حرام ہے۔ اس کے علاوہ نہ اہل سنت کا ذبیحہ کھایا جائے اور نہ ہی ان کے ساتھ مشرک یا ہمسائیگی کے طور پر رہائش رکھی جائے۔ اس عقیدہ کے ثبوت میں ان کی کتب سے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

الاستبصار:

عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْمَرْأَةِ الْعَارِفَةِ
هَلْ أَوْجِبُهَا النَّاصِبَ فَقَالَ لَا لِأَنَّ
النَّاصِبَ كَافِرٌ فَقَالَ فَإِنَّ وَجْهَهَا الرَّجُلَ
غَيْرَ النَّاصِبِ وَلَا الْعَارِفِ فَقَالَ

غَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ -

(الاستبصار جلد ۲ ص ۸۴ باب
تحريم النكاح الناصبة
المشهوره بذا لك مطبوعه تهران
طبع جديد)

ترجمہ:

فضیل بن یسار نے کہا میں نے امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا
کسی جانی یا بیچانی شیعہ عورت کا نکاح کسی ناصب (سنی) سے کر دوں فرمایا
نہیں۔ کیونکہ ناصبی (سنی) کافر ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کیا ایسی عورت کا نکاح
کسی نیز ناصب (غیر سنی) یا ان جان سے کر دوں۔ فرمایا۔ ناصب (سنی)
کے علاوہ ہر آدمی مجھے اس سے بہتر نظر آتا ہے۔ (لہذا اس سے بیاہنے
میں کوئی حرج نہیں ہے)

تہذیب الاحکام:

عَنْ فَضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قَالَ لَا يَتَوَقَّعُ الْمُؤْمِنُ
التَّاصِبِيَّةَ الْمَعْرُوفَةَ -

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۲ ص ۲۰۲
فیمن یحرم نکاحہن الخ۔ مطبوعہ تهران
طبع جدید)

دو حوالے الگے صفحہ پر ہیں۔

(۲۔ فروع کافی جلد ۵ ص ۳۴۸)

کتاب النکاح باب

مناکحة النصاب -

مطبوعہ تہران طبع جدید

(۳۔ الاستبصار جلد ۳ ص ۱۸۳)

باب تحریر النکاح

الناسبة - مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

فضیل بن یسار نے امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے

ہوئے کہا۔ کہ امام نے فرمایا۔ کوئی صاحبِ ایمان (شیعہ مرد) کسی ایسی

سورت سے ہرگز شادی نہ چائے۔ جو ناصبہ (سنیہ) ہونے میں

مشہور ہو۔

فروع کافی:

عَنْ فَضِيلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ

اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ تَيْكَاحِ النَّاصِبِ

ذَمَّالَ لَا وَاللَّهِ مَا يُجِلُّ.

(فروع کافی جلد ۵ ص ۲۵۰ کتاب

النکاح باب مناکحة النصاب

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: فضیل بن یسار کہتا ہے۔ کہ میں نے ابو عبد اللہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

سے پوچھا۔ کیا نامب (سنی) امر دشمن عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ خدا کی قسم! یہ ہرگز حلال نہیں ہے۔

الاستبصار:

عَنْ فَضِيلِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ ذُكِرَ النَّاصِبُ فَقَالَ لَا تُنَّاكِحُهُمْ
وَلَا تَأْكُلْ ذَبِيحَتَهُمْ وَلَا تَسْكُنْ
مَعَهُمْ۔

۱۔ الاستبصار جلد سوم صفحہ نمبر ۱۸۴

باب تحريم نكاح الناصبة

مطبوعہ تہران طبع جدید

۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۳ ص ۳۰۳

فی من یحرم نکاحہن الخ

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

فضیل بن یسار روایت کرتا ہے۔ کہ امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ کے سامنے نامب (اہل سنت) کی بات حیت، ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان سے نہ نکاح کرو۔ نہ انہیں نکاح دو۔ اور نہ ان کا ذبح کیا ہو جانور کھاؤ۔ اور نہ ہی ان کے ساتھ رہائش اختیار کرو۔

”اہل سنت، یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی

بدتر ہیں

فروع کافی؛

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلَهُ أَبِي وَأَنَا أَسْمَعُ عَنْ تِنَاجِ الْيَهُودِيَّةِ وَالتَّصْرَانِيَّةِ فَقَالَ نِكَاحُهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ تِنَاجِ النَّاصِبِيَّةِ وَمَا أَحَبُّ لِلتَّرَجُلِ الْمُسْلِمِ أَنْ يَتَنَزَّ وَجَّحَ الْيَهُودِيَّةَ وَلَا النَّصْرَانِيَّةَ مَخَافَةَ أَنْ يُتَهَمَ وَلَدَهُ أَوْ يُتَنَصَّرَ.

(فروع کافی جلد پنجم صفحہ نمبر ۳۵۱)

کتاب النکاح باب

مناکحة النصاب مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ؛

عبد اللہ بن سعدان حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے والد نے حضرت امام موصوت سے یہودی اور عیسائی عورت سے شادی کرنے کے متعلق پوچھا اور میں اس وقت یہ سوال و جواب سن رہا تھا۔ امام موصوت نے فرمایا۔

ان دونوں قسم کی عورتوں سے شادی کرنا میرے نزدیک نامصیبہ (منیہ) سے
 شادی کرنے کی نسبت کہیں بہتر ہے۔ لیکن میں کسی مسلمان مرد کے لیے
 یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ کسی یہودی یا نصرانی عورت سے شادی کرتے۔
 کیونکہ اس شادی کے سراسر انجام پانے اور پھر ان
 کے ہاں اولاد ہونے کے بعد مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے کہیں ایسا
 نہ ہو کہ وہ نصرانی یا یہودی عورت اس مسلمان کی اولاد کو زبردستی یہودی
 یا عیسائی بنا دے۔

ایضاً:

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ تَزْوُجُ الْيَهُودِيَّةَ وَ
 النَّصْرَانِيَّةَ أَفْضَلُ أَوْ قَالَ خَيْرٌ مِنْ تَزْوُجِ النَّاصِبِ
 وَالنَّاصِبَةِ۔

(فروغ کافی جلد: پنجم صفحہ نمبر ۳۵۱)

کتاب النکاح باب

هنا كحة النصاب لم يطوئ تفران

لمع بدير

ترجمہ:

ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے راوی کہ امام موصوف نے
 فرمایا کسی یہودی اور عیسائی عورت سے شادی کرنا افضل ہے۔ یا فرمایا کسی
 سنی مرد یا عورت سے شادی کرنے سے یہودی اور نصرانی سے شادی
 کرنا اچھا ہے۔

ناصر (سُنی) احرام زادے سے بھی
زیادہ بُرا ہے۔

جامع الاخبار:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ نُوْحًا أَدْخَلَ
فِي السَّفِينَةِ الْكَلْبَ وَالْحَنْزِيرَ وَلَمْ يَدْخُلْ
فِيهَا وَلَدَ الزَّانَا وَالنَّاصِبِ أَشَدُّ مِنْ
وَلَدِ الزَّانَا.

(جامع الاخبار صفحہ نمبر ۱۸۵)

الفصل السابع والعشرين

والمائة في التعصب الخ

مطبوعہ نجف اشرف

ترجمہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی
میں کتا اور خنزیر کو سوار کر لیا۔ لیکن حوا کی اوپر بڑبڑو حایہ ناصر (سُنی) تو
احرام زادے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

ناصب (سنی) کتے سے بھی بدتر

ہے معاذ اللہ

المعۃ المشتقیۃ:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَعْفُورَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَإِيَّاكَ أَنْ تَغْسِلَ مِنْ
غَسَالَةِ الْحَقَامِ وَفِيهَا تَسْتَجْمِعُ غَسَالَةَ
الْيَهُودِيِّ وَالتَّصْرَانِيِّ وَالْمَجُوسِ وَالتَّاصِبِ
لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَهُوَ شَرُّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى
لَمْ يَخْلُقْ خَلْقًا أَنْجَسَ مِنَ الْكَلْبِ وَآرَبِ
التَّاصِبِ لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ لَأَنْجَسَ مِنْهُ -

(المعۃ المشتقیۃ جلد پنجم ص ۲۶۲ تا ۲۵۶)

(۲۳۲ مشکوٰۃ کفات)

ترجمہ:

عبد اللہ بن یعفور نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت
کی کہ امام موصوف نے فرمایا۔ خبردار! اپنے آپ کو حمام کے پانی سے
دور رکھنا۔ کہ جس میں یہودی، نصرانی اور مجوسی کے غسل کا پانی جمع ہوتا ہو
اور ہمارے ناصب (سنی) کا غسل تو ان سے بھی کہیں زیادہ ناپاک اور
گندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے کتے سے زیادہ نجس
(ناپاک) کوئی دوسرا پیدا نہیں کیا۔ اور ہم اہل بیت کا ناصب (سنی) تو کتے
سے بھی زیادہ نجس ہے۔

ناصر کون ہے؟

ہم نے مذکورہ حوالہ جات میں جہاں کہیں بھی لفظ "ناصر" یا "ناصری" آیا، اس کا ترجمہ "اہل سنت یا سنی" کیا ہے۔ اس پر بعض بھولے بھالے اہل سنت کو اہل تشیع پر کہہ کر دھوکہ دے دیتے ہیں۔ کہ ہماری کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ ناصبی کے لیے ہے۔ اہل سنت تو ناصبی نہیں۔ اس لیے اُن کو اس سے جُرا نہیں منانا چاہیے اور ناصبی وہی لوگ ہیں جن کو خوارج یا فارجی بھی کہتے ہیں۔ ان فارجیوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں تھے (معاذ اللہ)

ہم نے جو ترجمہ کرتے وقت لفظ ناصر سے مراد سنی لیا۔ یہ اپنی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ شیعوں کی کتب میں صاف صاف موجود ہے۔ کہ ناصبی سے مراد "اہل سنت" ہی ہیں۔ لہذا کسی شیعوں کے مذکور بالا دھوکہ میں نہ آیا جائے۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

انوار نعمانیہ:

نعمت اللہ جزائری شیبی نے "انوار نعمانیہ" میں "ناصری" کی تعریف میں لکھا۔ "وہ لوگ جو اہل بیت رسول سے عداوت رکھیں۔ ان کو "ناصری" کہنا غلط ہے۔ بلکہ "ناصری" وہ لوگ ہیں۔ من نصیب العداوة لشیعۃ اہل البیت علیہم السلام جو شیعیان اہل بیت سے عداوت رکھیں۔ "ناصری" کے یہ معنی بیان کرنے کے بعد مصنف نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں ایک تائیدی قول بھی پیش کیا۔ جو یہ ہے۔

يَا سُنَادِ مُعْتَبِرٍ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ لَيْسَ النَّاصِبُ مِنْ نَصَبِ لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ

لَا تَكَ لَا تَجِدُ رَجُلًا يَقُولُ أَنَا بُغِيضٌ مُحَمَّدًا
 وَالْمُحَمَّدِ وَلَكِنَّ النَّاصِبَ مَنْ نَصَبَ لَكُمْ
 وَهُوَ يَكْفُرُ بِكُمْ تَتَوَلَّوْنَا وَأَنْكُمْ مِنْ شَيْعَتِنَا
 وَفِي مَعْنَاهُ أَحْبَابٌ كَثِيرَةٌ وَفَدْرُ رِوَايَ عَنِ
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَنَّ عَلَامَةَ النَّوَاصِبِ
 تَقْدِيمُ غَيْرِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ
 وَيُؤَيِّدُهَا الْمَعْنَى أَنَّ الْأَيْمَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
 وَخَوَاصَّهُمْ أَطْلَقُوا لَفْظَ النَّاصِبِ عَلَى
 أَبِي حَنِيفَةَ وَأَمْثَالِهِ مَعَ أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ لَمْ
 يَكُنْ يَمُنُّ بِنَصَبِ الْعَدَاوَةِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ
 عَلَيْهِمُ السَّلَامُ -

دانوار نماز تصنیف نعمت الجزائر

اشیعی جلد ۱ ص ۳۰۰ ظلمہ فی

احوال الصوفیہ والنواصب

مطبوعہ تبریز جدید

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جید سند کے ساتھ روایت ہے
 کہ آپ نے فرمایا۔ نا صبی وہ نہیں۔ جو ہم اہل بیت کو بُرا بھلا کہے۔ یا عداوت
 رکھے۔ کیونکہ ہمیں ایک بھی آدمی ایسا نہ ملے گا۔ جو یہ کہے۔ کہ میں محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم اور آلِ محمد سے بغض و عداوت رکھتا ہوں۔ بلکہ نا صبی وہ ہے۔ جو
 اسے شیعوں! تمہیں اچھا نہ سمجھتا ہو۔ اور تمہارے بارے میں یہ جاننے

ہوئے کہ تم ہم اہل بیت سے محبت کرتے ہو۔ اور تم ہمارے
شیعہ ہو۔ بغض و عداوت رکھنا ہو۔ اس بارے میں بہت سی روایات
موجود ہیں۔ جن سے نا صبی کا یہی معنی مفہوم ہوتا ہے۔ خود حضور سرور
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا: نا صبی کی
نشانی یہ ہے۔ کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دوسروں کو
افضل کہے۔

نا صبی کے اسی معنی کی تائید یوں بھی ہو جاتی ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت نے اور ان
کے خاص معتقدین نے ابوحنیفہ اور ان جیسے دوسرے یعنی یقینوں کے اماموں پر لفظ
"دنا صبی" بولا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی اہل بیت سے بغض و عداوت نہ
رکھتا تھا بلکہ ان کی شیعان اہل بیت سے عداوت کی وجہ سے انہیں نا صبی
کہا گیا

خلاصہ کلام:

انوار تہمانیہ کے مصنف نعمت اللہ جزائری شعی نے دو لوگ الفاظ سے یہ
شہادت کیا ہے۔ کہ "دنا صبی" سے مراد دو خارجی ہیں، بلکہ شیعان اہل بیت کے
مخالف ہیں۔ اور اس مفہوم و تعریف کی تصدیق و توثیق میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
کا قول بھی پیش کیا۔ بلکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث
بھی اس کی تائید میں ذکر کی گئی۔

اہل سنت کے متعلق نعمت اللہ جزائری نے مسلک شیعہ کی ترجمانی کرتے
ہوئے جو گندے الفاظ بطور عقائد شیعہ ذکر کیے۔ ان میں سے چند کا تو مذکورہ
حوالہ جاتا ہے۔ ان کے علاوہ یہ بھی مذکور ہے۔ کہ اگر اہل تشیع اس

امر کی قدرت پائیں۔ کہ وہ سینوں کا خون بہا سکیں۔ تو انہیں دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ ان کا مال لٹنا، ان پر دیوار گر کر اور دینا اور انہیں پانی میں ڈبونا سب کچھ روا ہے۔

لمحہ فکریہ:

اہل تشیع کے مسلک و عقیدہ کو آپ نے جانا۔ اہل سنت کے متعلق ان کا یہ نظریہ ہے۔ کہ اکتا، خنزیر اور حرام زادہ ان سے کہیں بہتر ہے۔ قدرت پانے پر سینوں کو ہر طرح سے اذیت دینا جائز ہے۔ انہیں رشتہ دینے اور ان سے رشتہ لینے سے یہودی اور عیسائی کہیں اچھے ہیں۔ ان عقائد کے ہوتے ہوئے کسی سستی پر یہ بات مغضی نہ رہنی چاہیے۔ کہ اہل تشیع کو اپنی مستورات کے رشتے دینے کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔ کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق اور ہم اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق یہ نکاح نہیں ہوا۔ اس لیے اس قسم کے نکاح کو پھر ”حرام ہی کہا جائے گا۔ اور اگر ذرا نرم لہجے میں کہیں۔ تو یہ ”نکاح متعہ“ ہوگا۔

اہل سنت کو شیعوں سے رشتہ کرتے ہوئے

شرم آنی چاہیے

اہل سنت کو غیرت و حمیت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ جب شیعہ ہمیں کفار سے بھی بدتر سمجھیں۔ اور جس لعین خنزیر کو بھی ہم سے اچھا کہیں تو پھر اس کے بعد باہم مناکحت کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اسی پر بس نہیں۔ بلکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک کو (معاذ اللہ) دائرہ اسلام سے خارج گردانیں۔ خصوصاً خلفائے ثلاثہ پر ہر نماز کے بعد لعن طعن کرنا عقیدہ رکھیں۔ تو ان حالات میں کسی سنی کی غیرت

یہ اجازت دیتی ہے کہ ان سے رشتہ کے معاملہ میں بین دین کر کے حضرات خلفائے
نظامت کی ذات پر نماز کے بعد تیرہ بازی کا تفصیلی ذکر ہم نے لکھا لیکن سر دست یہاں
بھی ایک دو حوالہ پیش کر دیتے ہیں۔

فروع کافی:

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ تُوَيْرٍ وَ ابْنِ سَلَمَةَ
السَّرَاحِ فَتَا لَا سَمِعْنَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ هُوَ يَلْعَنُ فِي دُبُرِ كُلِّ
مَكْتُوبَةٍ أَنْبَعَةً مِنَ الرِّجَالِ وَ أَرْبَعًا مِنَ
النِّسَاءِ فَلَانٌ وَ فُلَانٌ وَ مَعَاوِيَةٌ وَ
يَسْمِيَهُمْ وَ هُلَانَةٌ وَ هُنْدٌ وَ أُمَّ الْحَكَمِ
أُحْتِ مَعَاوِيَةَ۔

دفعہ کافی جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۴۲

کتاب الصلوٰۃ باب التعصبات

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

حسین بن تویر اور ابو سلمہ سراج دونوں کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ کو ہر فرض نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت
بھیجا کرتے تھے۔ چار مرد یہ تھے۔ تینوں خلفاء ابو بکر عدی، عمر بن
الخطاب، عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم۔ اور چار عورتیں یہ
تھیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ خندہ، ہندہ اور امیر معاویہ
کی ہمیشہ ام الحکم۔

تحفة العوام:

دور کمت نماز پڑھے۔ اور یہ کہے۔

اللَّهُمَّ حُصِّنْ أَوَّلَ طَلَابِ بِاللَّعْنِ مِنِّي وَأَبْدَأْ بِهِ
أَوْلَاثَرَّ الشَّرِّ ثُمَّ الثَّلَاثُ ثُمَّ الرَّابِعَ اللَّهُمَّ الْعَنْ
بِرِيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ خَائِمًا۔

(تحفۃ العوام حصہ اول صفحہ نمبر ۱۷۷)

باب: بیسواں ماہ محرم کے اعمال میں
مطبوعہ مکتبہ طبع قدیم

ترجمہ:

دور کمت نماز پڑھ کر اللہ کے حضور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اور
کہے۔ اے اللہ! پہلے ظالم کو میری طرف سے لعنت کے لیے
فائل کر دے۔ اس طرح پہلے ظالم سے لعنت کی ابتدا کرے۔
پھر دوسرے، تیسرے اور چوتھے پر لعنت ڈالنے کے پانچویں نمبر
پر یزید بن معاویہ پر لعنت کی دعا کرے۔

تنبیہ:

مذکورہ بالا حوالہ جات میں اول سے مراد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، دوم سے
حضرت بن الخطاب، سوم سے حضرت عثمان غنی اور چوتھے سے مراد حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان حضرات کی عظمت و تعظیم چونکہ اہل سنت کے اہل
مسلم ہے۔ اس لیے اگر کوئی ضمیث ان کے اسماء گرامی ذکر کرتا۔ تو اس کے سانس
کے خاتمہ کا سبب بن جاتا۔ اس لیے اپنے مکروہ اور ضمیث عقیدہ و توفیقہ کا

سہارا لے کر اول ثنائی ثالث اور رابع لکھ دیا۔ یہ زیادہ کوچو کہ اہل سنت بھی قابل تحریم و تعظیم نہیں سمجھتے۔ اس لیے اس کا صراحت کے نام ذکر کر دیا۔ اور تقیہ کی ضرورت نہ پڑی۔ ان نظریات پر مطلع ہونے کے بعد بھی اگر کوئی سنی و دہا اہل تشیع، اسے رشتہ کا لین دین کرتا ہے۔ تو اس سے یہی نتیجہ نکلے گا۔ کہ ایسے شخص کو حضرات علفائے ثلاثہ اور امامات المؤمنین رضی اللہ عنہم سے کوئی دینی و روحانی رشتہ نہیں۔ بلکہ اسے "اہل سنت"، کہلانے کا قطعاً حق نہیں پہنچتا۔ لہذا اسے اہل سنت! خبردار خبردار! خبردار!

یہاں تک ہم نے جو کچھ لکھا۔ وہ اہل تشیع کا ہم اہل سنت کے متعلق عقیدہ تھا۔ جس سے آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہو گی۔ کہ ان تمام خرافات کا سبب صرف ایک ہے۔ وہ یہ کہ وہ اہل سنت و جماعت "شیعان اہلبیت" کو اچھا نہیں سمجھتے، اس مقام پر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ذکر کر دیا جائے کہ ہمارے سلف و خلف نے یہ تصور کیوں کیا؟ کیا ہمیں ان سے کوئی ذاتی عداوت تھی؟ کیا ہم نے ان کی جائیداد غصب کی؟ آخر کوئی تو وجہ ہو گی۔ ایسے! ہم اس تصور کی ذمہ داری اٹھاتے ہوئے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

فرقہ شیعہ متذفر قہ ہے۔ کتب اہلسنت

در مختار و رد المختار:

الْكَافِرُ بِسَبِّ الشَّيْخَيْنِ أَوْ بِسَبِّ أَحَدِهِمَا
فِي الْبَحْرِ عَنِ الْجَوْهَرَةِ مَعْنِيًّا لِلشَّهِيدِ مَنْ
سَبَّ الشَّيْخَيْنِ أَوْ طَعَنَ فِيهِمَا كَفَرًا وَلَا

تَقْبَلُ تَوْبَتَهُ وَبِهِ أَخَذَ الذَّبُوسِيَّ
 وَ آيُو اللَّيْثِ وَ هُوَ الْمُخْتَارُ لِقَتَاوَى ---
 --- نَقِلَ فِي السَّبْزِ اِرْتِيَعِ عَنِ الْخَلَّاصَةِ
 أَنَّ التَّرَافِضِيَّ إِذَا كَانَ يَسُبُّ الشَّيْخَيْنِ
 وَ يَلْعَنُهُمَا فَهُوَ كَافِرٌ.

در مختار و در المنتار جلد ۱ ص ۲۳۴

۲۳۸ - باب المر - مطبوع مصر

ترجمہ:

سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو یاد دوزوں کو گالی دینے والا اور ان پر لعن طعن کرنے والا کافر ہے۔ اس کی توجہ قبول نہیں ہوتی۔ علامہ دبووسی اور ابواللیث رحمۃ اللہ علیہما کا یہی فتویٰ ہے۔ اور قول مختار بھی یہی..... اور خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔ کہ رافضی (شیعہ) جب صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو گالی گوتج دے۔ یا لعن طعن کرے۔ وہ کافر ہے۔

فتاویٰ عالمگیری:

التَّرَافِضِيُّ إِذَا كَانَ يَسُبُّ الشَّيْخَيْنِ وَ
 يَلْعَنُهُمَا وَ الْعِيَاذُ بِاللَّهِ فَهُوَ كَافِرٌ ---
 --- مَنْ أَثَكَرَ إِمَامَةَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَهُوَ كَافِرٌ وَ عَلَى قَوْلِ
 بَعْضِهِمْ هُوَ مُبْتَدِعٌ وَ لَيْسَ بِكَافِرٍ

وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ كَافِرٌ..... وَهُوَ لَا إِقْوَمُ
خَارِجُونَ عَنِ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ وَ
أَحْكَامُهُمْ أَحْكَامُ الْمُرْتَدِّينَ كَذَا
فِي الظَّهِيرِيَّةِ۔

(فتاویٰ عالمگیری - جلد ۲ ص ۲۹۲)

الباب التاسع في احكام

المرتدين - مطبوع مصر - طبع تقديم

ترجمہ:

جوراضی (شیعہ) سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو کالی
کہے۔ وہ کافر ہے۔ جس نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت
و خلافت کے برحق ہونے کا انکار کیا۔ وہ بھی کافر ہے بعض نے
کہا۔ کہ ایسا شخص بدعتی ہے۔ کافر نہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ بدعتی
نہیں بلکہ کافر ہے۔ یہ لوگ ملت اسلامیہ سے خارج ہیں اور ان کے
احکامات وہی ہیں جو مرتدین کے ہیں۔ ظہیر یہ میں یہی مذکور ہے۔

خلاصہ کلام:

حنفی فقہ کی دو مستند کتب فتاویٰ کی عبارات سے بات واضح ہو گئی
کہ ہم کسی رافضی (شیعہ) کو محض ذاتی عناد کی وجہ سے برا بھلا نہیں کہتے۔ بلکہ اس
کی اس وجہ حضرت شیعین رضی اللہ عنہما کی توہین اور ان کی ذات اقدسہ پر ناجائز
حرف زنی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر وہ دائرہ اسلام سے خارج
ہونے کی بنا پر مرتد ٹھہرے۔

انہی کتب میں یہ بھی تصریح موجود ہے۔ کہ کسی مسلمان مرد و عورت کا نکاح کسی بھی مرد یا مرد سے ہرگز نہ ہو جائز نہیں۔ تصریح ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ مالگیریہ:

وَمِنْهَا مَا هُوَ بَاطِلٌ بِالْإِتِّفَاقِ نَحْوَ النِّكَاحِ
فَلَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَأَةً مُسْلِمَةً
وَلَا مُرْتَدَّةً وَلَا ذِمِّيَّةً وَلَا حُرَّةً وَلَا مَمْلُوكَةً
وَتَحْدُمُ ذَبْحَتَهُ وَحَيْدُهُ بِالْكَتَبِ وَ
الْبَازِي وَالرَّحْمِي -

فتاویٰ مالگیریہ جلد دوم صفحہ ۲۸۳

الباب التاسع في احكام المرتدين

مطبوعہ مصر

ترجمہ:

مرتدین کے ان احکامات میں کہ جن کے بطلان پر تمام علماء کا اتفاق ہے ایک یہ ہے کہ ان سے نکاح کالین دین بالکل باطل ہے۔ لہذا کسی مرتد کو اس بات کی قطعاً اجازت نہیں۔ کہ وہ کسی مسلمان عورت، مرتدہ، ذمیہ، آزاد اور باندی سے نکاح رچائے۔ اس کا ذبح کیا ہوا حرام ہے۔ اور شکاری کتے، باز اور تیر سے اس کا شکار کیا ہوا بھی قطعاً حرام ہے۔

فتاویٰ مالگیری اور دیگر کتب فتویٰ سے واضح ہو گیا۔ کہ شہینین پر لعن طعن کی وجہ سے دو شیعہ، اسلام سے خارج اور مرتدین کے حکم میں ہے۔ اور ہر مرتد کے متعلق امت کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ ان کو نکاح دینا یا ان سے رشتہ لینا دونوں حرام ہیں۔

اسے نام نہاؤ سنو! ان تصریحات کے بعد تمہاری آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور تمہیں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سابقہ طریقہ سے توبہ کرنی چاہیے! ورنہ اُندہ کے لیے گستاخانِ شیعین رضی اللہ عنہما سے کسی قسم کی مناکحت روادار کھنے سے اجتناب برتنا چاہیے۔ ورنہ اپنے آپ کو اہل سنت شمار نہ کرو۔ آخر اللہ کے ہاں جاننا ہے اس کے محبوب کی شفاعت چاہنی ہے۔ تو شیعیں کے بکواسی کے ساتھ رشتہ گانٹھنے والا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کس منہ سے جائے گا۔ اور کس زبان سے شفاعت کی التجا کرے گا؟

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فصل سوم

فقہ جعفریہ سے مسائل نکاح -

«فقہ جعفریہ» کے بارے میں خیال یہ تھا کہ اسلام کے صرف چار ارکان پر ہی اتکفا کیا جائے گا۔ لیکن جب کچھ دوسرے موضوعات کے مسائل سامنے آئے۔ تو انہیں دیکھ کر تعجب ہوا۔ لہذا نکاح کے بارے میں چند ضروری اختلافی مسائل کے علاوہ کچھ ایسے مسائل کا بھی ذکر ہو گا جنہیں پڑھ کر آپ یقیناً یہ کہہ اٹھیں گے کہ وہ فقہ جعفریہ، ان روایات و احادیث کا مجموعہ ہے۔ جو حقیقت و صداقت سے کوسوں دور ہیں۔ بلحاظ ترتیب چند مسائل ملاحظہ ہوں۔

مسئلہ ۱:

عورت کی شرمگاہ چومنا اور حصول لذت کے لیے اس میں انگلی وغیرہ پھیرنا جائز ہے

وسائل الشیعہ وغیرہ:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ مُعْرَسِي
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يُقْتَلُ قَبْلَ

اَمْرًا آتِيهِ قَالَ لَا بَأْسَ -

- (۱- وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۷۷ کتاب النکاح،
باب جواز تقبیل الرجل قبل زوجته)
(۲- تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۴۱۳ باب السنۃ
فی عقد النساء الخ)
(۳- فروع کافی جلد پنجم ص ۵۰۲ / القول عند الباء
ويعصر من مشاركتہ الشیطن -)

ترجمہ:

علی بن جعفر کہتے ہیں۔ میں نے ابو الحسن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے اس شخص
کے بارے میں پوچھا جو اپنی بیوی کی اگلی شرمگاہ کو چومتا ہے۔ فرمایا۔ کوئی
حرج نہیں ہے۔

توضیح

فقہین کرام:

یہ سب اور اس طرح کے دوسرے مسائل جو سراسر بے حیائی کا درس دیتے
ہیں۔ حضرات ائمہ اہل بیت کے ساتھ ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ اہل تشیع کے
ہاں ہر وہ عمل جو خواہشات نفسانیہ کو ابھارنے میں مدد و معاون ہو۔ اُسے اپنایا جاتا
ہے۔ عورت کی شرمگاہ کا چومنا اور اس کے بوسے لینا آخر کس بنا پر جائز قرار دیا گیا ہے
وہ کوئی پیروم شدہ ہے۔ یا قابل صدا احترام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اُسے دحرث، فرما کر
اس کا مقصد بیان فرمادیا۔ وہ یہ کہ مرد خواہشات نفسانی پورا کرنے کے لیے اسے کام میں
لا سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ اللہ نے اُسے چومنے چلٹنے کے لیے بنایا ہے۔

بیوی کی خواہش نفسانی پورا کرنے کی انوکھی ترکیب

وسائل الشیعہ

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ زُرَّارَةَ قَالَ كَانَ لَنَا جَارٌ شَيْخٌ لَهُ
جَارِيَةٌ فَارَاهُ قَدْ آتَى بِمَا تَلَا ثَيْنَ أَلْفِ دَرَمٍ
وَكَانَ لَا يَبْلَعُ مِنْهَا مَا يُرِيدُ وَكَانَتْ تَقُولُ
إِجْعَلْ يَدَكَ كَذَا بَيْنَ شَفْرَيْهِ فَإِنِّي آجِدُ لِيذًا لَكَ
لَذَّةً وَكَانَ يَمُرُّهُ أَنْ يَفْعَلَ ذَلِكَ فَقَالَ لِيُزَادَكَ
سَلْ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ هَذَا فَسَأَلَهُ
فَقَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَسْتَعِينَ بِكُلِّ شَيْءٍ مِنْ جَسَدِهِ
عَلَيْهَا وَ لَكِنَّ لَا يَسْتَعِينُ بِغَيْرِ جَسَدِهِ عَلَيْهَا -
(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۱۱۱ کتاب النکاح)

باب جواز تقبیل الرجل قبل

اصراتہ - مطبوعہ تہران - طبع جدید

ترجمہ:

عبید ابن زرارہ کہتا ہے کہ ہمارا ایک پڑوسی عمر رسیدہ تھا۔ وہ میں ہزار
درہم کی ایک لوزجان لوٹڈی خرید لایا۔ لیکن اُس سے جو وہ چاہتا تھا۔

وہ حاصل نہ کر پاتا۔ وہ لونڈی اُسے کہتی۔ کہ اپنی انگلیوں کو میری شرمگاہ میں ڈال دو۔ میں اس سے لطف اندوز ہو جاؤں گی۔ لیکن وہ آدمی اس فعل کو پسند نہیں کرتا تھا۔ لہذا اس نے زرارہ سے کہا۔ کہ تم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھو۔ زرارہ نے پوچھا۔ تو امام صاحب نے فرمایا۔ اگر وہ آدمی اپنے جسم کے کسی حصہ سے اس کام میں مدد دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں جائز ہے۔ لیکن اگر جسم کے علاوہ کسی چیز کو استعمال کیا۔ تو درست نہ ہوگا۔

لمح کریمہ:

جب ایک مرد عمر کے اُس حصے میں داخل ہو چکا ہو۔ یا جسمانی طور پر وہ کمزور ہو اور حقوق زوجیت پر سے نہ کر سکتا ہو۔ تو ایسے شخص کا ایک نوجوان عورت کے ساتھ زندگی گزارنے کا کیا ہی طریقہ ہے جو زرارہ نے امام صاحب سے پوچھا۔ اور انہوں نے اس کی تشریح کر دی؟ ہر شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ ایسے بوڑھے اور کمزور کو چاہیے کہ وہ اس عورت کو فارغ کر دے۔ یعنی طلاق دیدے۔ اور اگر لونڈی ہے تو کسی صحت مند سے اس کی شادی کر دے۔

یہ کیا طریقہ ہے۔ کہ اس کی شرمگاہ میں تادم آخر انگلیاں پھیر کر اسے ٹھنڈا کرتا ہے۔؟

ع

بے حیاباش ہرچہ خواہی کن

بوقتِ جماع "بِسْمِ اللّٰهِ" نہ پڑھنے سے شیطان بھی اپنا آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیتا ہے

وسائل الشیعہ

فاذا ادخلت عليه فليضع يده على ناصيتها ويقول اللهم على كتابك تزوجتها وفي امانتك اخذتها وبكلماتك استحلتت فرجها فان قضيت في رحمها شيئا فاجعله مسلما سويا ولا تجعل شركته شريكه شيطان قلت فكيف يكون شركته شيطان فقال ان الرجل اذا دنى من المرأة وجلس مجلسه حضره الشيطان فان هو ذكر اسم الله تنسح الشيطان عنه فان فعل ولم يسم اذ دخل الشيطان ذكره فكان العمل منها جميعا والنطفة واحدة قلت قباي شي يعرف هذا جعلت فداك قال - بحبنا وبغضنا -

(۱) - وسائل الشیعہ جلد ۱۳ ص ۹۷ کتاب النکاح ۱

(۲) - تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۰۴ باب الاستحارة

النکاح الخ

(۳) - فروع کا فی جلد ۵ ص ۵۰۱ / القول عن رسول الرحمن

ترجمہ:

پھر جب عورت کو اس کے خاوند کے پاس تنہائی میں بھیجا جائے۔ تو خاوند کو چاہیے کہ اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھ کر یہ پڑھے۔ دو اسے اللہ تیری کتاب پر میں نے اس سے شادی کی۔ اور تیری امانت میں میں نے اسے رکھا ہے۔ اور تیرے کلمات کے سبب میں نے اس کی شرمگاہ کو استمال کرنا حلال پایا ہے۔ پھر اگر اس کے رحم میں کچھ ٹھہر جائے۔ تو اسے سیدھا مسلمان بنا دے اور شیطان کا اس میں حصہ نہ شامل کرنا، میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ شیطان کی شرکت کیسے ہوتی ہے؟ فرمانے لگے۔ جب مرد اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا چاہتا ہے اور اسے اپنے بستر پر لے آتا ہے۔ تو اس وقت شیطان بھی آجاتا ہے۔ اب اگر مرد نے جماع کرنے سے تھوڑے پہلے ”بِسْمِ اللّٰهِ“ پڑھی۔ تو شیطان دور ہو جاتا ہے۔ اور اگر جماع کرتا ہے۔ لیکن بِسْمِ اللّٰهِ، نہیں کہتا۔ تو شیطان بھی اپنا آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیتا ہے۔ یہ جماع دونوں کر رہے ہوتے ہیں۔ اور نطفہ ایک ہی ہوتا ہے۔ (راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا) کس طرح پتہ چلے گا۔ کہ مرد نے بوقت جماع اللہ کا نام لیا تھا یا نہ۔ امام صاحب نے فرمایا ہمارے ساتھ محبت اور نفیض کے سبب (یعنی جو ہم اہل بیت سے رکھے گا۔ وہ اس مرد کا نطفہ ہوگا جس نے بوقت جماع اللہ کا نام لیا۔ اور جو ہم سے نفیض رکھے گا وہ دوسرے کا نطفہ ہوگا۔)

توضیح:

روایت مذکورہ میں لفظ شیطان اور لفظ خداوند سے پیدا ہونے کی علامت یہ بیان ہوئی۔ کہ محمد آل رسول، لفظ خداوند سے ہوتا ہے یعنی بوقتِ جماع جس مرد نے اللہ کا نام لیا۔ یہ اس سے پیدا ہوا ہے۔ اور جسے ”اہل بیت رسول“ سے بغض ہو سمجھو وہ لفظ شیطان ہے۔ یہ علامت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیش کی گئی۔ معلوم ہونا چاہیے۔ کہ اہل تشیع اپنے تئیں ”محمد آل رسول“ اور ہم اہل سنت کو ”دشمنانِ اہل بیت“ کہتے ہیں۔ لہذا مذکورہ علامت کے پیش نظر ہم اہل سنت ان کے نزدیک اس لفظ سے پیدا ہوئے ہیں۔ جس کے علوق کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا۔ اور یہ (اہل تشیع) اس لفظ کی پیداوار ہیں۔ جو ”بِسْمِ اللّٰهِ“ کہہ کر جماع کرتے ہوئے رحم میں ٹھہر گیا تھا۔ ہم اس بات کی تفصیل کسی اور مقام پر لکھیں گے۔ کہ اہل بیت کا دشمن کون ہے اور دوست کون؟ یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ لفظ شیطان اور لفظ خداوند سے پیدا ہونے والے کے مابین امتیاز اس وقت ہوتا ہے۔ جب وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ اگر کلمہ طیبہ پڑھتے پڑھتے روح پر دروازہ کھلی تو یہ اس بات کی علامت ہوگی۔ کہ مرنے والے کا اصل صحیح اور عند اللہ درست تھا۔ اور شیطان کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن اگر کلمہ کی بجائے منہ اور زبان سے منی نکلی۔ تو یہ علامت اس بات کی ہوگی۔ کہ بوقتِ علوق شیطان کی شرکت تھی۔ بہر حال یہ جواب الزام ہے۔ ورنہ روایت مذکورہ اصل میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ہے ہی نہیں بلکہ اس سے تو ان کی توہین ٹپکتی ہے۔ اور یہی ”فقہ جعفریہ“ کا طرہ امتیاز ہے۔

وطی فی الدبر جائز ہے جن امم نے

اسے ناجائز کہا وہ بطور نقیۃ کہا

وسائل الشیعہ

عَنْ مَعْمَرِ بْنِ خَلَادٍ قَالَ قَالَ لِي أَبُو الْحَسَنِ
أَتَى شَيْئًا يَقُولُونَ فِي إِثْمَانَ النِّسَاءِ فِي إِعْجَازٍ مِنْ
قُلْتُمْ إِنَّهُ بَلَّغَنِي أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ لَا يَرَوْنَ بِهِ بَأْسًا
فَقَالَ إِنَّ الْيَهُودَ كَانَتْ تَقُولُ إِذَا أَتَى الرَّجُلُ
الْمَرْأَةَ مِنْ خَلْفِهَا خَرَجَ وَلَدُهُ أَحْوَلُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ نِسَاءً كُمْ حَزُونٌ لَكُمْ فَأَتَوْا حَرِثَ كُمْ أَتَى شَيْئًا
مِنْ خَلْفِ أَوْ قَدَّ امْرُؤًا فَالِقَوْلِ الْيَهُودِ وَلَمْ يَعْينِ
وَأَدْبَارِهِمْ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ يَقُولُ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَحَاشِ النِّسَاءِ عَلَى
أُمَّتِي حَرَامٌ أَقُولُ حَمَلَهُ الشَّيْخُ وَغَيْرُهُ لِمَا يَأْتِي
عَلَى الْكُرَاهِيَّةِ وَجَوْرُؤُ حَمَلَهُ عَلَى التَّقِيَّةِ

(۱- وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۱۰۱ کتاب النکاح)

دہلیزیا لامحکم جلد ۱ ص ۱۱۵ فی السنۃ فی عمود النکاح

ترجمہ:

معمربن خلاد کہتا ہے۔ کہ مجھے ابوالحسن نے کہا۔ لوگ عورتوں کے ساتھ وطی فی الدبر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ مدینہ والے اس میں کوئی گناہ نہ سمجھتے تھے۔ ابوالحسن نے کہا۔ یہودی یہ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر عورت کی دُبر کی طرف سے وطی کی جائے۔ تو بچہ بھیںگا پیدا ہوتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔ وہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ تم اپنی کھیتوں میں اگے پیچھے جہاں سے چاہو آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے خلاف یہ آیت نازل فرمائی۔ اور ان کی دُبروں کو مراد نہیں لیا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ عورتوں کے ساتھ وطی فی الدبر میری امت کے لیے حرام ہے میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو شیخ وعیز نے تفسیر پر محمول کیا ہے۔ کیونکہ آئندہ روایات میں وطی فی الدبر پر کھواڑ آ رہا ہے۔

وسائل الشیعہ

سَمِعْتُ صَفْوَانَ يَقُولُ قُلْتُ لِرِضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ
 إِنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِيكَ أَمَرَ فِي أَنْ أَسْأَلَكَ
 عَنْ مَسْئَلَةٍ فَلَمَّا بَكَ وَاسْتَجَبَا مِنْكَ أَنْ
 يَسْأَلَكَ عَنْهَا قَالَ مَا هِيَ قَالَ قُلْتُ
 الرَّجُلُ يَأْتِي امْرَأَةً فِي دُبرِهَا
 قَالَ نَعَمْ ذَلِكَ لَكَ قُلْتُ
 وَأَنْتَ تَفْعَلُ ذَلِكَ قَالَ لَا

إِنَّا لَا نَفْعَلُ ذَٰلِكَ -

۱- وسائل الشیعہ جلد ۱۴

ص ۱۰۲ کتاب النکاح

۲- تلخیص الاحکام جلد ۱

ص ۲۱۵

۳- فروع کافی جلد ۵ ص ۵۲۰

باب محاش النساء الخ

ترجمہ:

صفوان نے امام رضا سے پوچھا کہ آپ کے موالی میں سے ایک مرد نے مجھے کہا کہ میں آپ سے ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھوں لیکن آپ کا رعب اور حیاء اڑے آرہی ہے۔ فرمایا۔ وہ کیا مسئلہ ہے؟ میں نے کہا۔ ایک شخص اپنی بیوی کی دُبر میں دھی کرتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ یہ اس کا حق بنتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا آپ بھی یہ کام کرتے ہیں؟ فرمانے لگے۔ نہیں۔ ہم ایسا کام نہیں کیا کرتے۔

❖

”وطی فی الدبر“ کے جواز پر اہل تشیع کے دلائل

دلیل اول

وسائل الشیعہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَعْفُرٍ قَالَ سَأَلْتُ
 أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يَأْتِي
 الْمَرْأَةَ فِي دُبُرِهَا قَالَ لَا بَأْسَ إِذَا رَضِيَتْ
 قُلْتُ فَأَيْنَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأَتَوْهُنَّ
 مِنْ حَيْثُ أَمَرَ كَرَّمَ اللَّهُ قَالَ هَذَا فِي طَلَبِ الْوَلَدِ
 فَأَطْلُبُ الْوَلَدَ مِنْ حَيْثُ أَمَرَ كَرَّمَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ
 عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ نِسَاءُ كَرَّمَحَرَّتْ لَكُمْ فَأَتُوا
 حَرَّتُكُمْ أَنِّي شِئْتُمْ۔

(۱- وسائل الشیعہ جلد ۴ کتاب النکاح باب عدم
 تحریم وطی الزوجة الخ)

(۲- تہذیب الاحکام جلد ۶ ص ۴۱۴ باب السنۃ
 فی عقود النکاح الخ)

ترجمہ:

عبداللہ بن ابی لیفور نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے مرد کے بارے میں پوچھا۔ جو عورت کی پچھلی طرف سے وطی کرتا ہے۔ امام نے فرمایا۔ جب عورت راضی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر یہ درست ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے کیا مطلب ہو گا۔ ”عورتوں کے پاس اس مقام سے اُو جس سے اُنے کا متہیں اللہ نے حکم دیا ہے“ فرمانے لگے۔ یہ ارشاد اولاد کی طلب کے لیے ہے۔ یعنی اولاد اس جگہ اور اس طریقہ سے طلب کرو جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ پس اپنی کھیتیوں میں جدھر سے چاہو اُو۔ (اس آیت سے وطی فی الدرہجہ ثابت ہو رہی ہے۔)

دلیل دوم

وسائل الشیعہ

عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ زَجَلٍ قَالَ
سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ الرَّضَاءَ عَنْ إِثْمَانِ الرَّجُلِ
الْمَرْأَةِ مِنْ خَلْفِهَا فَقَالَ أَحْكَمْتُهَا آيَةً مِنْ
كِتَابِ اللَّهِ قَوْلُ تَوَطَّطِ هُوَ لَاءِ بِنَاتِي هُنَّ
أَطْلَعْنَ لَكُمْ وَقَدْ عَلِمَ أَنَّهُمْ لَا يَرِيدُونَ الْفَرْجَ

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۲۰۲ کتاب النکاح۔)

ترجمہ:

موسٰی بن عبد الملک ایک شخص سے بیان کرتا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے۔
 کہ میں نے ابوالحسن امام رضا سے پوچھا کہ مرد، عورت کی پھلی طرف سے
 وٹھی کرتا ہے (کیا یہ درست ہے) فرمایا۔ اس فعل کو کتاب اللہ کی
 ایک آیت حلال قرار دیتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت لوط علیہ السلام نے
 کہا تھا۔ یہ میری (قوم کی) بنیاں ہیں۔ وہ تمہارے لیے پاک ہیں۔
 ادر یہ بات یقیناً معلوم ہے۔ کہ جن لوگوں کو حضرت لوط نے یہ کہا تھا۔
 وہ عورت کی اگلی شرمگاہ چاہتے ہی نہ تھے۔

توضیح:

اہل تشیع کے عقیدہ وٹھی فی الدبر کے جواز پر دو وعد وحوالہ جات آپ نے ملاحظہ
 کیے۔ امام جعفر صادق کے حوالہ سے یہ کہا گیا۔ کہ اگر عورت اس طرح راضی ہے تو کوئی
 گناہ نہیں۔ ہاں اگر اولاد کی طلب ہو۔ تو پھر وٹھی فی الدبر سے یہ حاصل نہیں ہوگی۔
 وٹھی فی الدبر کے جواز پر آیت فأتوا احدنکم انی شئتم فیہن منکم کہ در
 حوالہ میں امام رضا نے لوط علیہ السلام کے قول سے وٹھی فی الدبر کو ثابت کیا۔ لیکن
 دونوں استدلال ناقابل قبول ہیں کیونکہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت
 کو کہتی ہے، فرما کر یہ اشارہ کیا۔ کہ مقام کھستی میں آؤ۔ لیکن اس کے ایسے کوئی خاص حالت
 مقرر نہیں۔ سیدھی طرف سے یا الٹھی طرف سے، جیٹھ کر یا لیٹ کر۔ جیسے نساری
 مرنی لیکن مقام مخصوص میں وٹھی ہوئی چاہیے۔ اس مفہوم کو غلط طریقہ سے بیان
 کر کے حضرت امام اہل بیت کی طرف منسوب کرنا نہایت دیدہ دلیری ہے۔

اسی طرح امام رضا کا استدلال جس آیت سے پیش کیا گیا۔ اگر وہ اسی طرح مفہوم لیے ہوئے ہوتے جو اد پر بیان کیا گیا ہے۔ تو حضرت لوطیوں کہتے قوم کے بیٹے اور نوجوان چھو کرے تمہارے لیے موجود ہیں۔ اُن سے جاؤ اپنی خواہش پوری کر دو۔ میرے مہمانوں کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ اور یہ کہنا کہ حضرت لوط نے انہیں قوم کی بیٹیوں سے لواطت کا حکم دیا۔ اللہ کے پیغمبر پر عظیم بہتان ہے قوم لوط پر عذاب اسی وجہ سے آیا۔ کہ وہ لواطت کرتے تھے۔ اگر لواطت عورتوں سے جائز تھی۔ تو پھر عذاب کس بات کا؟ اس لیے امام رضا کی طرف بھی یہ مفہوم غلط طور پر منسوب کیا گیا ہے۔ بالفرض اگر وہی مطلب تسلیم کر لیا جائے۔ جو امام رضا کے حوالہ سے صاحب وسائل الشیعہ نے بیان کیا۔ تو پھر بھی ہمارے لیے حجت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ قعل پہلی امتوں کا تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ فرما کر منسوخ کر دیا۔ وہ محاش النساء علی رجال امتی حرام ہے، اب یہ کیسے ممکن کہ ان حضرات کو جو فیض نبوت سے مستفیض ہوں۔ وہ اس ارشاد کے خلاف حکم دیں۔ لہذا یہی کہنا پڑے گا۔ کہ اہل تشیع نے اپنے مذموم ارادوں کو برحق ثابت کرنے کے لیے حضرات ائمہ اہل بیت کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جب وطی فی الدبر کو ناجائز فرمایا۔ تو بناوٹی مجتہدوں نے اُسے ان کے تفتیحہ پر محمول کیا۔ اس طرح اُن کی تنقیص شان کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان سے محفوظ فرمائے۔

نوٹ

عورت کے ساتھ وطی فی الدبر میں اگرچہ علمائے اہل سنت میں سے چند

بیان کرتے ہیں۔ کہ اس نے حضرت ابن عباس سے پوچھا۔ کہ عورت کی ڈبر میں وطی کرنا کیسا ہے؟ تو اسے ابن عباس نے فرمایا کہ تو نے کفر کے بارے میں مجھ سے سوال کیا ہے۔ (یعنی ایسا کرنا کفر ہے)

حدیث ۳

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوْ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا فَقَالَ كَفَرَ بِمَا أُنزِلَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ -
(احکام القرآن جلد اول صفحہ نمبر ۳۵۳)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص حیض والی عورت سے یا عورت کی ڈبر میں وطی کرتا ہے۔ وہ ان تمام احکام کا انکار کر بیٹھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے۔

حدیث ۴

رَوَى عِكْرَمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى رَجُلٍ أَتَى امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا -

(احکام القرآن جلد اول

ص ۳۵۳)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جناب مکرمہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا۔ جو عورت کی قبر میں دھکی کرے۔

حدیث ۵

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده ؛ يلفظ سئل
رسول الله صلى الله عليه وسلم سأل عن الرجل
يأتي المرأة في قبرها فقال هي كواطة
الصغرى۔

(تفسیر مظہری پارہ ۲ جلد اول
ص ۲۶۲ زیر آیت نساء کمر حرت
لکم فأتوا النح)

(ترجمہ)

عمرو بن شعیب اپنے باپ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں۔ کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ عورت کے ساتھ دھکی فی الدبر کیسی ہے۔؟ آپ نے فرمایا۔ یہ چھوٹی لواطت ہے۔

تبصرہ:

مذکورہ پانچ عدد حوالہ جات سے ثابت ہوا۔ کہ دھکی فی الدبر کا مرتکب ملعون ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم ہے۔ لواطت صغریٰ کا عامل

ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرنے والا ہے۔

ان شدید وعیدات کے ہوتے ہوئے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کا جواز عجیب سا لگتا ہے۔ اور پھر اس سے بڑھ کر تعجب اس بات پر کہ قرآن کریم سے اس کے جواز پر دلائل پیش کیے جا رہے ہیں۔ اور پھر اتہمائے تعجب یہ کہ ایسی باتیں حضرات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر کے کہی جا رہی ہیں۔ بخدا! یہ فعل، اتہمائی قبیح ہے۔ اور اسے طبع سلیم ہرگز جائز قرار نہیں دیتی۔ کیونکہ دُبر، گندگی کے اخراج کا مقام ہے۔ لہذا یہ فعل بالکل ناجائز اور نعلاتِ طبع ہے۔

فَاَحْتَدِرُوا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

مشتم

جب تک عورت کی غلیظ شرمگاہ نہ دیکھی

جائے۔ جماع کی پوری لذت نہیں آتی

تہذیب الاحکام

اسحاق بن عمار بن ابی عبد اللہ علیہ السلام
فی الرَّجُلِ يَنْظُرُ إِلَى امْرَأَتِهِ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ
قَالَ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ وَهَلِ اللَّذَّةُ إِلَّا ذَالِكِ

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۱۳ فی

سنة زفاف النساء الخ)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا۔
جو اپنی عورت کو برہنہ حالت میں دیکھتا ہے۔ کہ اس میں کوئی گناہ
نہیں ہے۔ اور درحقیقت (جماع کی) لذت اسی سے ہی مکمل

حاصل ہوتی ہے۔

لمف کریہ:

مذکورہ حوالہ میں سوال و جواب کا انداز بتلاتا ہے۔ کہ یہ ڈرامہ کسی شیعہ نے گھڑا ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ کسی نے امام سے یہ پوچھا ہی لیا۔ کہ کیا عورت کو برہنہ حالت میں دیکھنا جائز ہے؟ تو اس کا جواب اتنا ہی کافی تھا۔ ہاں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بڑھانا کہ اس طرح سے جماع کی لذت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کا سوال سے کیا تعلق ہے؟ اس طرح کی روایات محض شہرت پرستی کے لیے بنائی گئی ہیں۔ لیکن ان میں جان ڈالنے کے لیے امام کی طرف نسبت کر دی گئی ہے۔

مفہم

جماع میں مرد کی نسبت عورت ننانوے فیصد زیادہ لطف اندوز ہوتی ہے۔

ورائل الشیعہ

عن زرعد عن سماعة بن مهران عن ابی بصیر
قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول

فَضَّلَتِ الْمَرْأَةُ عَلَى الرَّجُلِ بِتَمَعَةٍ وَتَسْعِينِ
مِنَ اللَّذَّةِ وَالْحِكْمَ اللَّهُ أَلْفَى عَلَيْهَا الْحَيَاءَ۔

۱۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۱

ص ۱۱۲ / کتاب النکاح

۲۔ فروع کافی جلد پنجم

ص ۳۳۹، کتاب النکاح

ترجمہ:

ابو بصیر سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ عورت نسبت مرد کے برکتِ جماع
ننانوے درجے زیادہ لذت پاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس
کو جیاد کے نیچے دبا دیا۔ (اس لیے وہ باوجود ننانوے درجے
زیادہ لذت اندوز ہونے کے پہل نہیں کرتی)

حاشیہ
مستم

خوبصورت عورت مل جائے تو مرد کی بلغم ختم ہو
جاتی ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

آپ نے بغور دیکھا ہو گا۔ کہ اہل تشیع کسی اپنے فقہی مسئلہ پر ایسی حدیث پیش نہیں کرتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو۔ و جہ یہ ہے۔ کہ ایسی روایات کسی نہ کسی صحابی کے واسطے سے بیان ہوں گی۔ اور صحابی کوئی بھی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو ”عدول“ فرما دیا ہے۔ اس لیے ان سے ایسی وہی تباہی روایات کا ملنا ناممکن ہے۔ اسی لیے اہل تشیع ایسی روایات کو بیان کرنے وقت جن راویان کا نام سند میں لاتے ہیں۔ یعنی ابوبصیر، زرارہ وغیرہ تو یہ وہ لوگ ہیں۔ جن پر خود ائمہ اہل بیت نے لعن طعن کیا۔ کیونکہ ان کے کثرت سامنے اچکے تھے۔ یہاں تک فرما دیا۔ کہ صرف ان کے کہنے پر ہماری کسی بات کو تسلیم نہ کرنا۔ جب تک وہ قرآن کریم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کے مطابق نہ ہوں۔ اگر اسی پر والی روایت کو لیا جائے۔ تو ہر ذی نہم ہی کہے گا۔ کہ اس قسم کی گری ہوئی بات امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسی شخصیت نہیں کرتی۔ کیونکہ عورت کی خوبصورتی کوئی کشتہ یا جو شانہ نہیں جس سے مرد کی بے نغم ختم ہو جاتی ہو۔ اگر ایسا ہی ہوتا۔ تو خوبصورت عورت کے خاوند کو کبھی بھی بے نغم کی شکایت نہ ہوتی۔ اور یہ بات خلافت مشاہدہ ہے۔ اس لیے یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ایسی روایات زرارہ، ابوبصیر وغیرہ کی بنائی ہوئی ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ

قَالَ فَانصَرَكَ الرَّجُلُ فَلَمْ يَلْبِثْ أَنْ عَادَ فَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ
أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا إِنِّي قَدْ طَلَبْتُ مِنْ أَمْرَتِي
بِهِ فَوَقَعْتَ عَلَيَّ شَكْلِي مِمَّا يَحْتَمِلُنِي وَقَدْ أَقْنَعَنِي
ذَلِكَ-

(وسائل الشيعه جلد ۱۳ ص ۳۸)
کتاب النکاح

ترجمہ :

برید بن معاویہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے
کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ
میرا لڑتنا سل بہ نسبت اور مردوں کے بہت بڑا ہے۔ کیا میرے لیے
یہ جائز ہے۔ کہ میں کسی چوپائے مثلاً اونٹنی یا گدھی کے ساتھ وطی
کروں۔ کیونکہ عورتیں اس کے برداشت کی طاقت نہیں رکھتیں؟ یہ
سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے پیدا
کرتے وقت کوئی ایسی عورت بھی پیدا کی ہوگی۔ جو اس کو برداشت
کر سکے گی۔ یہ سن کر وہ آدمی چلا گیا۔ پھر جلد ہی ہی آپ کے پاس واپس
آگیا۔ آپ نے اسے دوسری مرتبہ بھی وہی کچھ کہا جو آپ اسے
پہلی مرتبہ فرما چکے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تجھے کالے رنگ کی
عورت نہیں ملی۔؟ یہ سن کر وہ لوٹا۔ تھوڑی دیر بعد پھر آپ کے
پاس آگیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ
اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میں نے آپ کے حکم کے مطابق عورت

ڈھونڈی۔ تو مجھے ایسی مل گئی۔ اور وہ واقعی کلمے رنگ کی تھی۔ اور
اُس نے مجھے برداشت کر لیا ہے

تبصرہ

قارئین کرام! روایت بالا بے حیائی اور بے غیرتی کا مجموعہ نظر آتی ہے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا فحش سوال؟ غالباً یہ اولادِ آدم میں صرف ایک ہی مرد ہو
گا۔ جس نے یہ شکایت کی۔ اور اُس کی قبیل و قال بھی صرف اہل تشیع کے راویوں
کو دستیاب ہو سکی۔

کنڈ ہم جنس با ہم جنس پرواز

کتوبر با کتوبر باز با باز!

جیسے راوی تھے، ویسا سائل مل گیا۔ اور جیسی ذہنیت تھی ویسی اس
سے باتیں مل گئیں۔ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ائمہ اہل بیت
اس قسم کی لغو باتیں نہ سنتے تھے۔ نہ کسی کو ان کے حضور ایسی باتیں کرنے کی ہمت
ہوتی تھی۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ شیطان نے اس قسم کی روایات کہاں بیٹھ
کر ان کو سنائیں۔ انہوں نے بڑے شوق سے انہیں اپنی کتابوں کی زینت
بنا کر اپنا مذہب بنا لیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

مسئلہ

مسجد میں ”پنج تن پاک“ کے لیے جنبی ہونا (وطی کرنا) جائز ہے (استغفر اللہ منہ)

یہ بات سبھی لوگ جانتے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے تمام مسائل کی جڑ اور بنیاد مسئلہ خلافت و امامت ہے۔ اس منصب کے لیے انہوں نے ایسی شرائط گھڑ رکھی ہیں۔ جو مکمل طور پر نبوت میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کا نادر عمرو میں پڑنا، آدم علیہ السلام کا جنت سے اخراج اور یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں مقید ہو جانا یہ سب مصائب انہیں اس بنا پر آن پڑے کہ ان حضرات نے امامت کے تسلیم کرنے میں پس و پیش کی۔ اسی طرح ائمہ کے لیے اور بہت سی خصوصیات ان کے نزدیک ایسی ہیں۔ جو پیغمبروں میں نہیں۔ ایک عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ معصوم کا مسجد میں جنبی ہونا جائز ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ

النَّبِيِّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَجْتَنِبَ
فِي هَذَا الْمَسْجِدِ إِلَّا أَنَا وَعَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ
وَالْحُسَيْنُ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِهِ فَإِنَّهُ مِنِّي۔

(وسائل الشیخ جلد ۱ ص ۱۹۲ نمبر ۱۹۲)

(کتاب النکاح)

ترجمہ:

امام زین العابدین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ کہ اس مسجد (مسجد نبوی)
میں جنبی ہونا ہمارے سوا کسی کے لیے حلال نہیں ہے۔ میں، علی،
فاطمہ، حسن اور حسین۔ اور ان کی اولاد۔ کیونکہ وہ مجھ سے ہیں۔

ملفوظ

اس روایت کو جس عنوان کے تحت درج کیا گیا۔ وہ یہ ہے۔ تحریر
الجماع و الانزال فی المسجد لغير المعصوم۔ یعنی معصومین کے
سوا تمام لوگوں کے لیے مسجد میں جماع کرنا اور انزال ہونا حرام ہے۔
عنوان مذکورہ اور قرآن کریم کی یہ آیت دونوں کا تقابل کریں۔ وَعَبِدْنَا
إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ ۚ إِنَّ طَهَرَٰ بَيْتِي لِلطَّاهِرِينَ وَالطَّاهِرِينَ
وَالتَّكْوِيْنِ السَّجُوْدِ۔

ہم نے ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) سے یہ عہد لیا کہ وہ دونوں میرے
گھر (کعبہ مکرمہ) کو طواف کرنے اور اعتکاف۔ بیٹھنے اور رکوع و سجد کرنے والوں
کے لیے صاف ستھرا رکھیں۔ اللہ تعالیٰ دوا دوا العزم پیغمبروں کو مسجد کی طہارت

کا حکم فرما رہا ہے۔ جو بالاتفاق معصوم ہیں۔ لیکن اہل تشیع مختلف فی المعصومیت حضرت کے لیے مسجد میں جنبی ہونے کی اجازت دے رہے ہیں۔ گویا مسجد نہیں کوئی امام باڑہ ہے۔ اور پھر اس اجازت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت کی طرف کو دی گئی۔ اور اپنے زعم فاسد میں یہ لوگ ائمہ اہل بیت کی فضیلت بیان کر رہے ہیں۔ کیا قرآن کریم کے احکام کی مخالفت کرنے کو فضیلت کہا جاتا ہے۔ یہ تو ان سے نہ جانے کس بات کا بدلہ لیا جا رہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔
خوٹ:

روایت مذکورہ کی اگر کوئی شیعہ یہ تاویل کرے۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حالت جنابت میں ائمہ معصومین کے سوا کسی دوسرے کا مسجد سے گزرنا منع ہے، مسجد میں جنبی ہونا اس کا مفہوم نہیں ہے۔ تو اس تاویل کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس سے معصومین کی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔ اور اگر شیعہ اس بربد کی کہ یہ کہہ دے۔ کہ اہل سنت کی کتب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں موجود ہے۔ کہ وہ بحالت جنابت مسجد سے گزر سکتے ہیں۔ تو اس کا بھی اہل تشیع کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اول اس وجہ سے کہ اس روایت پر جرح کی گئی ہے۔ دوم اس وجہ سے بھی کہ اس روایت میں گزرنے کا لفظ موجود ہے۔ لیکن تمہاری روایت اپنے عنوان سے ثابت کرتی ہے۔ کہ اس سے مراد مسجد میں جماع کرنا ہے۔ حالت جنابت اتفاقاً ہو جائے۔ جیسا کہ مسافر یا معتکف کو سونے میں انزال ہو گیا۔ اسے مسجد سے گزر کر باہر نکلنا پڑے گا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ لیکن یہ دو جماع کرنا، تو نہیں معصومین کے لیے اگر یہی مسئلہ ثابت کر رہے ہو۔ تو اس میں ان کی کون سی فضیلت بیان ہوئی۔ یہ تو غیروں کے لیے بھی ہے۔ اس لیے عنوان بانگِ دہل کہہ رہا ہے۔ کہ اہل تشیع

کے نزدیک معصومین کی فضیلت اسی طرح مانی جائے گی، کہ وہ مسجد میں جماع، دیدہ و استہکری اور انہیں انزال ہو۔ تو ان کے لیے جائز اور دوسروں کے لیے حرام۔ ظالموں کو یہ فضیلت بیان کرتے ہوئے شرم نہ آئی۔ اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو بھی شامل کر لیا۔ جن کی طہارت اور پاکدامنی فریب الغفل ہے۔ اور بروزِ حشر جب ان کا گزر ہوگا۔ تو حکم ہوگا۔ لوگو! اپنی اپنی نگاہیں مجھ کا لو۔ کیونکہ سیدہ فاطمہ الزہرا کا گزر ہونے والا ہے۔ ایک طرف ان کی یہ عظمت اور دوسری طرف مسجد میں ان کا جماع کرانا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خدا کی قسم! اس تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دل گواہی دیتا ہے کہ ان پانچ مقدس ہستیوں کے بارے میں اہل تشیع نے جو بکواس کی۔ اس کے باعث ان کی گرفت یقیناً ہوگی۔ اور رب ذوالجلال کے حضور ان، ”بناوٹی محبتوں“ کی وہ گت بنے گی۔ کہ قارون و فرعون بھی دیکھتے رہ جائیں گے اور بڑی سے بڑی سزا اور عقاب پانے والا ان پر تھو کے گا۔ انہیں دھتکا سے گا، ان پر پھٹکا رکھے گا۔

ۛ

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنة اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیت

(مولانا حسن رضا خاں)

❖

مَسْئَلَةٌ

سیدہ فاطمہ کے زنا فک کے وقت ستر ہزار شتوں

نے تکبیر بلبل کی (معاذ اللہ)

وسائل الشیعہ

محمد بن علی بن الحسین باسنادہ عن جابر بن عبد اللہ
 قَالَ لَمَّا زَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ آتَاهُ النَّاسُ فَقَالُوا
 لَكَ إِنَّكَ قَدْ زَوَّجْتَ عَلِيًّا بِمَلَبٍ خَسِيسٍ فَقَالَ مَا
 أَنَا زَوَّجْتُهُ وَلَكِنَّ اللَّهَ زَوَّجَهُ إِلَيَّ أَنْ قَالَ فَلَمَّا كَانَ
 لَيْلَةَ الزُّفَاةِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 بِبَغْلَتِ الشَّهْبَاءِ وَشَنَى عَلَيْهَا قَطِيفَةً وَقَالَ لِفَاطِمَةَ
 إِرْكَبِي وَأَمْرٌ سَلْمَانَ أَنْ يَنْفُو دَهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسُوقُهَا فَبَيْنَمَا هُوَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ
 إِذَا سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجِبَةً فَأَذَا

جِبْرَائِيلُ فِي سَبْعِينَ أَلْفًا وَمِائَتَيْكَائِيلُ فِي سَبْعِينَ أَلْفًا
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَهْبَطَكُمْ
إِلَى الْأَرْضِ فَقَالُوا اجْتَنَانَا نَزَفَتْ فَاطِمَةُ إِلَى زَوْجِهَا
وَكَبَّرَ جِبْرَائِيلُ وَكَبَّرَ مِائَتَيْكَائِيلُ وَكَبَّرَتِ
الْمَلَائِكَةُ وَكَبَّرَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَوَضِعَ التَّكْوِيْمَ عَلَى الْعَرَائِسِ مِنْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ -

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ ص ۴۲-۴۳)

(کتاب النکاح)

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں
کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ
سے کر دیا۔ تو لوگوں نے آپ سے کہا۔ آپ نے اپنی بیٹی کی شادی
علی کے ساتھ معمولی سے حتی مہر پر کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں
نے یہ شادی نہیں کرائی بلکہ اللہ تعالیٰ نے کرائی ہے۔ یہاں تک کہ
جب شب زفاف آئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغلہ شہباز کے
ساتھ تشریف لائے۔ اس پر ایک چادر آپ نے ڈالی ہوئی تھی۔
سیدہ فاطمہ کو فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ۔ سلمان فارسی اس کو آگے سے
پکڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے ہانکتے جا رہے تھے
راستہ میں اچانک آپ نے فرشتوں کے پروں کی آواز سنی۔ دیکھا کہ
جبرائیل اور میکائیل دونوں ستر ستر ہزار فرشتے لیے ساتھ آرہے ہیں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ زمین کی طرف آنے کی

کیا وجہ ہوئی؟ کہنے لگے۔ ہم سیدہ فاطمہ کے زفات کی تقریب پر آئے ہیں۔ اور جبرئیل و میکائیل اور تمام فرشتوں نے تکبیر کہی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تکبیر کہی۔ اس وجہ سے (شیعہ) دلہن پر تکبیر کہنا سنت ہو گئی۔

جلاء العیون:

جب شب زفات آئی۔ تو جبرئیل و میکائیل و اسرافیل مع ستر ہزار فرشتوں کے زمین پر آئے۔ اور دلدل جناب فاطمہ کے لیے لائے۔ جبرئیل نے لگام اس کی پکڑی اور اسرافیل نے رقاب تھامی۔ اور میکائیل پہلو سے دلدل میں تھے اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جاہ لائے فاطمہ دست مبارک سے منہ مٹا رہے تھے۔ پس جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و جمیع ملائکہ نے تکبیر کہی۔ اور تکبیر کہنا سنت شب زفات ہوا۔

(جلاد العیون ترجمہ اردو۔ جلد اول ص۔ ۲۵)

مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی

جلاد العیون:

ایضاً بسند حسن جناب صادق سے روایت کی ہے۔ کہ حلال چیز بیان کرنے میں غیرت نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب زفات جناب علی اور جناب فاطمہ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں کام نہ کرنا۔

(جلاد العیون جلد اول ص ۲۵۱) (اردو ترجمہ)

لمحکمہ:

حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے بارے میں نجس روایات لکھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن ”فقہ جعفریہ“ میں مسائل نکاح کے ضمن میں جب اہل تشیع نے ذکر کیا۔ تو قارئین کرام کی اطلاع کے لیے اسے تحریر کر دیا گیا۔ تاکہ اسے پڑھ کر فیصلہ کرنا آسان ہو جائے۔ کہ ان کی فقہ کو عقل و نقل سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اس لیے بھی تاکہ ان کی فقہ کے مانفج بھی آپ کے سامنے آجائیں۔

جلال الیوم کی دوسری روایت کہ جس میں یہ درج ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب زفاف جناب علی اور جناب فاطمہ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں کام نہ کرنا، کس قدر بے حیائی اور بے شرمی بیان کی جا رہی! ایسی غلیظ عبارت کسی غلیظ ذہن کی پیداوار ہو سکتی ہے۔ پھر کون ہے وہ شیعہ جو ان روایات پر عمل کر دکھائے۔ اپنی کچی کی شادی رچائے۔ اور جب اس کی بچتی اور داماد بستر زفاف پر جائیں۔ تو پوری برادری لے کر ان کی طرف روانہ ہو پڑے۔ اور پیغام بھجوادے۔ کہ جب تک میں نہ آؤں۔ صبر کرنا، خبردار کوئی حرکت نہ ہونے پائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض اہل تشیع جب یہ انوکھی بات سنتے ہیں۔ تو کہہ اٹھتے ہیں۔ کہ ایسی کوئی روایت ہماری کتابوں میں نہیں ہے۔ ان کا انکار اگرچہ ناقابلِ قبول ہے۔ پھر بھی کچھ شرم آتی ہے۔ اور ایسی بات کو بے غیرتی سمجھا جاتا ہے۔ تبھی تو انکار پر اتر آتے ہیں۔ ورنہ دھڑلے سے کہہ دیں۔ کہ ہاں۔ یہ روایت ہے۔ اور ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ بہر حال اس پر عمل کے پیش نظر ہم نے مذکورہ حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ اور وہ بھی ان کی کتب مشہورہ سے تاکہ بطور نمونہ سند رہیں۔ ان میں سے کوئی ایک حوالہ بھی

غلط ثابت ہو جائے۔ تو بیس ہزار نقد انعام ملے گا۔ دو محبت اہل بیت، کا شور اور ان پاکیزہ حضرات کے بارے میں ایسی غلیظ اور لہجہ عبارات۔ خدا عقل دے۔
توراہ ہدایت اپنائیں۔ اور جھوٹے دعویوں سے نکل کر حقیقی محبت و اطاعت میں
آجائیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

مہم مسئلہ دو از دہ

جماع کثرت سے کرنا پیغمبروں کی سنت سے (معنا اللہ)

وسائل الشیعہ

عن معمر بن خلاد قال سمعت علی بن موسی
الرضا علیہ السلام یقول ثلاثاً من سنن المرسلین
العطر و اِحفاء الشعر و کثرة الطر و قة۔

وسائل الشیعہ جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۷۹

باب استحباب کثرت الزوجات الخ

ترجمہ:

معمر بن خلاد کہتا ہے۔ کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے سنا
فرمایا۔ تین باتیں رسولوں کی سنتوں میں سے ہیں۔ (۱) خوشبو
لگانا۔ (۲) بالوں کا ہلکا رکھنا۔ (۳) بہت زیادہ جماع کرنا۔

وسائل الشیعہ

عن الحسن بن الجهم قال رايت ابا الحسن
 اختضب الى ان قال ثم قال ان من اخلاق
 الانبياء التبتلف والتطيب وحلق الشعر
 وكثرة الطروقة ثم قال كان لسليمان
 ابن داود الف امرأة في قصر واحد ثلث
 مائة مهيبة وسبع مائة سرية وكان
 رسول الله صلى الله عليه وسلم به بعض
 اربعين رجلا وكان عنده تسع نسوة وكان
 يطوف عليهن في كل يوم و ليلة -

وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۸۱

کتاب النکاح

ترجمہ:

حسن بن جهم کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوالحسن کو خضاب لگاتے دیکھا۔
 پھر آپ نے یہ فرمایا۔ کہ انبیائے کرام کے اخلاق میں سے یہ باتیں
 بھی ہیں۔ صاف ستھرا ہونا، خوشبو لگانا، بال مونڈنا اور کثرت
 سے جماع کرنا۔ پھر ابوالحسن یعنی علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ کہ حضرت سلیمان
 علیہ السلام کی ایک محل میں ایک ہزار بیویاں تھیں۔ جن میں سے
 تین سو آزاد اور سات سو لونڈیاں تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کو چالیس مردوں سے زائد کی طاقت عطا فرمائی گئی۔ آپ کے

نکاح میں فریویاں تھیں۔ اور آپ ہر دن رات ان سب کے پاس جایا کرتے تھے۔ (یعنی جماع کیا کرتے تھے)

وسائل الشیعہ

عن هشام بن سالم عن ابي عبد الله عليه السلام قال ان ابا بكر وعمر اتيا امرسلة فقالا لها يا امرسلة انك قد كنت عند رجل فكيقت رسول الله صلى الله عليه وسلم من ذاك فقالت ما هو الا كسائر الرجال الى ان قال فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال فلما كان من السحر هبط جبرئيل بصفحة من الجنة كان فيها مريسة فقال يا محمد هذه عملها لك الحور العين فاكلها انت وعلی وذریتكما فاته لا يصلح ان ياكلها غیرکم فجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلی وفاطمة وحسن وحسين فاكلوا منها فاعطى رسول الله صلى الله عليه وسلم فی المبدأ صخرة من تلك الاكلة قوّة اربعین رجلاً فكان اذا شاء غشى نساءه كلهن فی ليلة واحدة

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ ۱۸۰ کتاب النکاح)

ترجمہ:

ہشام بن سالم جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتا ہے۔ کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق ایک مرتبہ ام سلمہ کے پاس آئے اور پوچھا۔ اے ام سلمہ! تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوت میں کیسا پایا؟ کہنے لگیں۔ آپ بھی عام مردوں کی طرح ہیں۔ یہاں تک امام جعفر نے بیان کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے۔ پھر کہا کہ جب سعی کا وقت ہوا۔ تو جبرئیل جنت سے ایک پیار لے کر حاضر ہوئے۔ جس میں ہر لہرہ تھا اور کہا کہ عنتی حورالعین نے آپ کے لیے تیار کیا ہے کہ آپ اور علی المرتضیٰ اور ان کی اولاد سے تناؤ فرمائیں۔ تمہارے بغیر کسی دوسرے کے لیے اس کا کھانا اچھا نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور علی فاطمہ حسن حسین بیٹھ گئے۔ اور اس میں سے کھایا۔ لہذا اس خوراک کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس مردوں کی طاقت عطا کی گئی تھی۔ اور آپ جب چاہتے ایک ہی رات میں اپنی تمام بیویوں سے ہم بستری کر لیتے۔

ملحہ فکریہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دو کثرتِ جماع، کو انبیائے کرام کا خلق بتایا گیا۔ کوئی بھلا مانس بتائے کہ کثرتِ جماع اور اچھے اخلاق ان دونوں کا کیا تعلق ہے۔ اور پھر اسے اخلاقِ پیغمبرانہ میں سے شمار کرنا کس قدر گھٹیلین ہے۔ روایت مذکورہ میں دے الفاظ میں حضرت شیخین کے ساتھ بغض و عداوت کا بھی اظہار کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب ان دونوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی طاقت کے بارے میں پوچھا۔ تو اس کو سن کر حضور ان پر غصے ہوئے۔ یہ کوڑھ باطنی کا اظہار ہے۔ کیونکہ دونوں حضرات نے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تھا۔ اس سے زائد کی باتیں اسی باطنی کورپن کی منظر میں پھر قصہ جس طرح گھڑا گیا اس پر بھی عقل ماتم کرتی ہے۔ کہ حضور ﷺ علی اور آپ کی اولاد کے لیے ہر جبرئیل لائے۔ جب اس کے کھانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت مردمی چالیس اشخاص کے برابر ہو گئی۔ تو بقیہ حضرات میں اس ہر ایسہ نے کیوں اثر نہ کیا۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے۔ تو اس میں سیدہ خاتون جنت کی انتہائی گت خنی اور توہین موجود ہے۔ چالیس گنا طاقت کا فارمولہ ان پر بھی لاگو کیا جائے۔ تو لازم ائے گا۔ کہ انہیں (معاذ اللہ) چالیس مردوں کی ضرورت تھی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جناب سیدہ خاتون جنت کی ذات کے بارے میں بازاری واقعات اور دیے لفظوں میں ان کی توہین ”عبداللہ بن سبا“ کی تعلیم کا اثر ہے۔ اور کچھ نہیں۔

مشہور مسئلہ سینہ و دم

مرغ میں پیغمبروں کی پانچ خصلتیں موجود ہیں
اس سے یہ عادتیں تم بھی سیکھو

وسائل الشیعہ

عن ابی الحسن علیہ السلام قال فی الدیک

خَمْسٌ خِصَالٍ مِنْ خِصَالِ الْأَنْبِيَاءِ السَّخَاوَةِ الْقَنَاعَةِ
وَالْمَعْرِفَةِ بِأَوْقَاتِ الصَّلَاةِ وَكَثْرَةِ الطَّرِيقَةِ
وَالْغَيْرَةِ۔

دو سائل الشیعہ جلد ۱ ص ۳۸۳

کتاب الحج ابواب احکام

(الدواب)

ترجمہ:

ابو الحسن کہتے ہیں۔ کہ مرغ میں پانچ عادتیں، پیغمبروں کی پانچ عادتوں کی
طرح ہیں۔ سخاوت، صبر، اوقات نماز کی پہچان، کثرت سے جہان
کرنا اور غیرت۔

وسائل الشیعہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا
مِنَ الدِّيْنِ خَمْسَ خِصَالٍ مُحَافَظَةُ عَلَيَّ اَوْقَاتِ
الصَّلَاةِ وَالْغَيْرَةُ وَالسَّخَاوَةُ وَالشَّجَاعَةُ وَكَثْرَةُ
الطَّرِيقَةِ۔

دو سائل الشیعہ جلد ۱ ص ۱۷۹

کتاب النکاح

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! مرغ سے پانچ عادتیں تم بھی
سیکھو۔ ۱۔ اوقات نماز پر محافظت۔ ۲۔ غیرت۔ ۳۔ سخاوت

۴۔ بہاوری۔ ۵۔ بکثرت جماع کرنا۔

تبصرہ:

”جماع بکثرت کرنا، چونکہ اہل تشیع کے نزدیک خلقِ پیغمبرانہ ہے اس لیے اس کو اپنانا ہر دو مومن، کے لیے ضروری ہے اس کے علاوہ چار اخلاق تو ان پر عمل کرنا اور انہیں اپنانا گھائے کا سودا ہے۔ نمازوں کے اوقات کی پابندی کی کیا ضرورت ہے۔ بس سال میں ایک آدھ مرتبہ ماتم کر لیا۔ کمی پوری ہو گئی۔ غیرت کا جنازہ منقہ نے نکال دیا ستمناوت ذوالجناب کے سر چڑھ گئی۔

شجاعت، زنجیر زنی میں چلی گئی۔ اب مرغ بننے کے لیے کثرت جماع کی دو مومن، کو ضرورت تھی۔ وہ بڑی پسند آئی۔ دو فقہ جعفریہ، کیا ہوئی۔ خواہشات نفسانیہ کے حصول کا ہی ایک بہانہ ٹھہرا اور بدنام حضرات ائمہ اہل بیت کو کیا جا رہا ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

مسئلہ چہارم

جنت میں سب سے زیادہ پر لطف اور

لذیذ بات "جماع" ہے۔

وسائل الشیعہ

عن جمیل بن دراج قال قال أبو عبد الله
عليه السلام ما تكدّ ذالنا في الدنيا والآخرة
بلذة أكثر للمؤمن لذة النساء وهو قول
الله عز وجل زين لنا من حبب الشهووات
من النساء والبنين الخ ثم قال وإت أهل الجنة
ما يتلذذون بشي من الجنة أشلى عندهم
من النكاح لا طعام ولا شراب۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ نمبر ۱۰)

(۲۔ فردع کافی جلد ۵ صفحہ ۲۲ کتاب النکاح)

ترجمہ :

جمیل بن دراج کہتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

دنیا و آخرت میں جو بھی لذتیں لوگ پاتے ہیں۔ (یا پائیں گے) ان سب میں سے عورتوں کے ساتھ جماع کی لذت بڑھ کر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول بہت پردلات کرنا ہے۔ دو لوگوں کے لیے عورتوں کے ساتھ شہوات پورا کرنا خوبصورت کر دیا گیا ہے، پھر فرمایا۔ کہ صنتی لوگ نہ کسی خوردنی شئی اور نہ کسی پینے والی چیز سے اتنی لذت حاصل کر پائیں گے۔ جو انہیں نکاح کے ساتھ حاصل ہوگی۔

وسائل الشیعہ

عن علی بن حسان عن بعض اصحابنا قال سَأَلْنَا
أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَّ مَرَّ شَيْئًا أَلَذُّهُ قَالَ
فَقُلْنَا غَيْرُ شَيْئٍ فَقَالَ هُوَ أَلَذُّ الْأَشْيَاءِ مَبَاضَعَةُ
النِّسَاءِ-

(وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۱۰)

کتاب النکاح باب استحباب

حب النساء مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

علی بن حسان اپنے بعض اصحاب سے بیان کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق سے ہم نے پوچھا۔ کون سی چیز سب سے زیادہ لذت دینے والی ہے؟ ہم نے مختلف چیزوں کے نام لیے۔ آپ نے فرمایا۔ سب سے زیادہ لذت دینے والی چیز عورت کا فرج ہے۔ (یعنی عورت سے جماع کرنا)

مسئلہ پنجم

جماع کے لیے لونڈی ادھار دینی جائز ہے

فروع کافی

عن ابی العباس البقیاق قال قال رجل ابا عبد اللہ
علیہ السلام و نحن عندہ عن عمار ینت الفرج
فقال حرًا ثم مکث قلیلًا ثم قال لکن لا بأس
ان یتعل الرجل الجار ینتہ لا ینتہ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۷۰، کتاب النکاح)

ترجمہ:

ابوالعباس بقیاق کہتا ہے۔ کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق سے
پوچھا۔ ہم اس وقت امام کے پاس موجود تھے۔ کیا عورت کی شرمگاہ
ادھار دینی جائز ہے۔؟ آپ نے فرمایا۔ حرام ہے۔ پھر کچھ دیر
ٹھہر کر فرمانے لگے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی لونڈی اپنے کسی بھائی
کو ادھار دے دے۔ دتا کہ وہ اس کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھا
سکے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مفہم کریمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف سے مذکورہ اباحت و اجازت کو ذکر کرنا، بہت بڑی دیدہ دلیری ہے۔ لونڈی کو بغیر نکاح کیے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو دہلی کے لیے ادھار دینا اور ایک عام بازاری عورت جس کا دہلی کرنا پیشہ ہو۔ ان دونوں میں پھر کیا فرق ہے۔ بلکہ بازاری عورت کچھ نہ کچھ معاوضہ طلب کرے گی۔ جسے متعہ کہہ لیں گے۔ لیکن بے چاری لونڈی کو جب اس کے مولیٰ نے مفت میں دے دیا۔ تو اسے کیٹے گا۔ روایت مذکورہ کی اگر کوئی شیعہ یہ تاویل کرے۔ کہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ مولیٰ اپنی لونڈی کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ مفت میں کر دے۔ تو یہ جائز ہے۔ یہ تاویل قطعاً مقام و محل کے مطابق نہیں۔ کیونکہ اگر بذریعہ نکاح اباحت و جواز ثابت کرنا تھا۔ تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔ اور اسے ہر مسلمان جانتا ہے۔ اس کے لیے امام صاحب سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی اس لیے امام جعفر نے پہلے اسے حرام فرمایا۔ کیا کسی شخص کو اپنی بیٹی یا دیگر رشتہ دار خواتین کا نکاح کر دینا آپ نے حرام کہا تھا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ حرام اسے کہا کہ مفت میں بطور ادھار کوئی عورت اپنی شرمگاہ یا اس عورت کا والی کسی کے لیے مباح کر دے۔ اس لیے یہ تاویل غلط ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ وہ فقہ جعفریہ، میں بے حیائی اور بے غیرتی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ ایسی باتوں کی نہ انما اہل بیت اجازت دے سکتے ہیں۔ اور نہ قرآن و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ سب ابوبصیر زرارہ وغیرہ کی اختراعات ہیں۔

مسئلہ شدہ نم

محرم عورتوں کے ساتھ لطفِ حریر کی صورت

میں جماع کی اجازت

دو لطفِ حریر، فقہ جعفریہ کا ایک ماہر الاقتیاز قبیح مسئلہ ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر کوئی مرد اپنے آلاتِ تناسل پر کوئی ریشمی کپڑا لپیٹ لے۔ اور پھر اپنی ماں بہن اور بیٹی وغیرہ سے جماع کرے۔ تو اس کی گنجائش ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اس مسئلہ کے بارے میں سن کر کوئی یقین نہ کرے۔ اور اسے اہل سنت کی طرف سے اہل تشیع پر الزام کہے۔ اس لیے ہم اس احتمال کو دور کرتے ہوئے فقہ جعفریہ کی پسندیدہ اور معتبر کتب سے چند حوالہ جات درج کرتے ہیں۔ حوالہ غلط ہونے کی صورت میں فی حوالہ بیس ہزار روپے نقد انعام ملے گا۔

ذخیرۃ المعاد

سوال۔ اگر شخص آلت خود بہ پیچیدہ بہت مال حریر و نحواں کماست حاصل نشود در زمان جماع وہم جنیں کماست حاصل نشود بہت کثرت و قریح یا باریک آلت آیا غسل واجب است یا نہ۔

- جواب۔ لازم

غسل قالی از قوت نیست و اذا بر حنیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم
بلغ حریر جائز است۔

(ذخیرہ المعاد مصنفہ شیخ زین العابدین

ص ۹۵ باب طہارت غسل جنابت،

مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

سوال۔ اگر کوئی شخص (مرد) اپنے آلت تناسل پر ریشمی رومال وغیرہ،
پلیٹ لے۔ کہ جس سے آلت تناسل اور عورت کی شرمگاہ آپس میں چھونے
نہ پائیں۔ اس طرح مرد عورت جماع کریں۔ یا مرد اور عورت کی شرمگاہ
باہم اس لیے نہ چھوئیں۔ کہ عورت کی شرمگاہ بہت فراخ اور کھلی
ہو۔ یا مرد کا آلت تناسل بہت زیادہ باریک ہو۔ تو کیا اس کے بعد غسل
واجب ہوگا۔ یا نہیں؟ جواب۔ غسل کا لازم ہونا زیادہ قوی نظر آتا
ہے۔ اور ابو حنیفہ سے منقول ہے۔ کہ محرم عورت کے ساتھ جماع
کرنا جائز ہے۔ جبکہ مرد نے اپنے آلت تناسل پر ریشمی کپڑا پٹیا
ہوا ہو۔

لفِ حریر کا مسئلہ ابو حنیفہ شیعہ کا ہے

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا اس کو ٹی تعلق نہیں

مذکورہ حوالہ میں آپ نے لفِ حریر کے ساتھ اپنی محارم سے وطی کے جواز کا قائل ابو حنیفہ کینیت کا ایک شخص پڑھا۔ بدحواسی کے عالم میں اس سے جان چھڑانے کے لیے اہل تشیع یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ مسئلہ ہمارا نہیں۔ بلکہ ابو حنیفہ کا ہے۔ اور ابو حنیفہ وہی ہے جو اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک امام ہو گا۔ ہمارے بزرگوں میں اس کینیت کا کوئی مجتہد یا عالم نہیں ہوا۔ یہی بات اسماعیل گوجر وی نے ۱۹۵۷ء میں علامہ محمود احمد رضوی کے ساتھ مناظرہ کے دوران کہی۔ اور اس پر شیعہ رسائل و اخبارات نے بڑا زور لگایا۔ اب ان حالات میں ہم لفِ حریر والے ابو حنیفہ کا شجرہ نسب اور اس کی علمی و عملی زندگی کا کچھ تذکرہ کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اہل تشیع کی معتبر کتابوں سے۔ تاکہ واضح ہو جائے۔ کہ ابو حنیفہ، کینیت والا مذہب شیعہ میں ایک عالم تھا۔ اس سے انکار کرنا محض فریب اور دھوکہ ہے۔

مجالس المؤمنین

القاضی ابو حنیفہ نعمان بن محمد بن منصور بن جسون المقرنی درتایخ

ابن خلکان و ابن کثیر شام مسطورا سمت اویکی از فضلاء مے مشارالیه بود
در علم فقہ و دین و بزرگی و مرتبہ رسید بود کہ مزید برآں متصور نہ بود۔۔
و در اصل مالکی مذہب بود و بعد از آن بمذہب امامیہ انتقال نمود و
اور اصنفات بسیار است مانند کتاب اختلاف اصول مذہب
و کتاب اختیار در فقہ و کتاب الدعوة للعبدین میں و از ابن بوقلاق روایت
نمودہ کہ نعمان ابن محمد القاضی در قایت فضل و از اہل قرآن و عالم بمعانی
آن بود در عالم بود بوجہ فقیہہ و اختلاف فقہاء و عارف بود بوجہ لغت
و شعر و تاریخ و علیہ عقل و انصاف آراستہ بود و در مناقب اہل بیت
چندی ہزار ورق تا لیسٹ نمودہ بود و اورا کتابت بہات کہ در آن جا رد
برا بوحیفہ کوفی، و مالک و شافعی و ابن شریح و غیر ایشان از مخالفت
نمودہ و از مصنفات او کتاب اختلاف الفقہاء است در آن جا
نصرت مذہب اہل بیت نمودہ و اورا تصیوہ است در علم فقہہ و ابو
حنیفہ مذکور ہمراہ معز الدین اللہ خلیفہ فاطمی از مغرب در مصر آمدہ در ماہ
رجب سنہ ثلاث سنین و ثلاثاۃ در مصروفات یافت و اورا اولاد
امجاد پنجائے فضلاء مے بود۔

(مجالس المؤمنین جلد اول ص ۳۹ تذکرہ)

القاضی ابو حنیفہ نعمان بن محمد الح۔ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ:

قاضی ابو حنیفہ نعمان بن منصور بن جبون المغربی۔ تاریخ ابن خلکان
اور ابن کثیر میں لکھا ہوا ہے۔ کہ یہ ان فضلاء میں سے ایک تھا۔ جو

جانے پہچانے شہرت رکھنے والے تھے۔ علم فقہ، دین اور بزرگی میں انتہائی مرتبہ پر فائز تھا۔ دراصل امام مالک کے مذہب پر کاربند تھا۔ لیکن بعد میں مذہب امامیہ (شیعہ) قبول کر لیا۔ اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔ مثلاً کتاب اختلاف اصول مذاہب، کتاب اختیار در فقہ، کتاب الدعوة وغیرہ۔ ابن ہولاق سے منقول ہے کہ یہ شخص (نعمان بن محمد القاضی) انتہائی فاضل اور قرآن کریم کے معانی کا بہت بڑا عالم تھا۔ اور فقہی اختلاف پر اسے یرطولی حاصل تھا۔ نعت، شعر اور تاریخ میں ماہر تھا۔ اور عقل و انصاف سے مزین تھا۔ اہل بیت کے مناقب میں کئی ہزار اوراق لکھے۔ اور اس کی کئی کتابوں میں امام ابوحنیفہ کوئی، امام شافعی، امام مالک اور قاضی شریح وغیرہ کا رد وجود ہے۔ اس کی تصانیف میں سے اختلاف الفقہاء نامی کتاب بھی ہے۔ اس میں اس نے مذہب اہل بیت کی ڈٹ کر تائید کی علم فقہ میں اس کا ایک تصدیق بھی ہے۔ یہ ابوحنیفہ معز الدین اللہ، فاطمی خلیفہ کے ہمراہ مصر آیا۔ اور یہ واقعہ ۳۶۲ھ رجب کا ہے بمصر میں ہی اس کا انتقال ہوا۔ اور اس کی اولاد میں سے بھی عالم نائل پیدا ہوئے۔

توضیح:

مذکورہ عمالہ جس مصنف کا ہے۔ وہ اہل تشیع میں ”شہید ثانی“ کے نام سے مشہور ہے۔ اور مذہب امامیہ میں اس کا بہت اونچا مقام و مرتبہ ہے اس (یعنی نور اللہ شومتری) نے اپنی مذکورہ تصنیف میں ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے

ہوان کے ہاں مسلمہ شخصیات تھے۔ اس میں ابوحنیفہ نعمان کا ذکر کیا اور لکھا کہ۔

۱۔ اس کا ابتداء مسلک مالکی تھا۔ پھر یہ مذہب امامیہ میں آگیا۔

۲۔ اس کی تصانیف بکثرت ہیں۔ جن میں اہل سنت کے ائمہ اربعہ اور دیگر حضرات کی سنت تردید کی۔

۳۔ خلیفہ معز لدین ائمہ فاطمی کا چہیتا تھا۔ یہی اسے اپنے ساتھ مصر لایا۔ اور مصر میں ہی اس کا انتقال ہوا۔

۴۔ اس کا انتقال ۳۶۳ھ میں ہوا۔

۵۔ اس نے اپنی کتب میں مستقل طور پر مذہب امامیہ کی تائید میں دلائل دیئے۔

یہ تھا مختصر خاکہ ابوحنیفہ نعمان شیعہ کا جس کے بارے میں اہل تشیعہ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ہمارا اس نام کا کوئی عالم نہیں گزرا۔ اب تقابلی طور پر اس ابوحنیفہ کا سوانحی خاکہ بھی ملاحظہ ہو جائے۔ جو ابوحنیفہ نعمان بن ثابت اہل سنت کا عظیم امام ہوا ہے۔

یہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ہیں۔ یعنی ان دونوں کی ولایت جدا

جدا ہے۔

ان کا سن ولادت ۸۸ھ اور وصال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ دہنذا شیعہ ،

ابوحنیفہ ان کے تقریباً دو سو سال بعد انتقال کرتا ہے۔

ان کا رد ابوحنیفہ شیعہ نے لکھا۔ وہ قاضی تھا یہ اس عہدہ کو ٹھکانے والے

تھے۔

ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا انتقال بغداد میں ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔

لیکن شیعہ ابوحنیفہ مصر میں وصال کرتا ہے۔ اور وہیں دفن کیا جاتا ہے۔

آخری بات یہ ہے۔ کہ ہم نے "ولفتِ حریر" کا مسئلہ جس کتاب سے ذکر کیا۔ وہ شیخ زین العابدین شیبی کی تصنیف ہے۔ اور اس کا اصل موضوع مسلک شیعہ کے مطابق سوال اور پھر اس کا جواب لکھنا ہے۔ سوال و جواب مسمیٰ بہ ذخیرۃ المعاد۔ جب اس کتاب میں امامیہ مسلک کے سوال و جواب مذکور ہیں۔ تو پھر یہ جواب ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سنی کی طرف سے اس میں درج کرنے کا کیا تک ہو سکتا ہے؟ ان تمام باتوں سے معلوم ہوا۔ کہ "ولفتِ حریر" کا مسئلہ گھڑنے والا ابو حنیفہ نامی ایک شیعہ عالم ہے۔ اور یہ اہل تشیع کے ہاں جائز ہے۔

تنقیح المقال

نعمان ابن محمد ابن منصور ابو حنیفہ مغربی
 ذَكَرَ ابْنُ خَلْكَانَ وَ ابْنُ كَثِيرِ الشَّامِيِّ أَنَّهُ كَانَ
 مِنَ الْفَضْلَاءِ الْمَشْهُورِينَ وَ كَانَ مَا لِكِتَابَتِهِ
 اسْتَقْلَالًا إِلَى مَدِينَةِ الْإِمَامِيَّةِ وَ لَهُ تَصَانِيفٌ مِنْهَا
 دَعَا يُرْوَى فِيهَا مِنْ مَنَاقِبِ أَهْلِ بَيْتِ عَلَيْهِمُ
 السَّلَامُ وَ مِنْهَا لِبِ أَعْدَائِهِمْ وَ كَانَ أَوْلَادُهُ مِنَ
 الْأَفْضَالِ أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ نَعْمَانَ وَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
 مُحَمَّدُ بْنُ نَعْمَانَ وَ قَالَ صَاحِبُ تَارِيخِ مِصْرٍ
 إِنَّ الْقَاضِي نَعْمَانَ كَانَ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْفُقَهَاءِ
 وَ الدِّينِ وَ النَّبْلِ عَلَى مَا لَا مَزِيدَ عَلَيْهِ وَ كِتَابُ
 الدَّعَا يُرْوَى فِيهَا حَسَنٌ جَيِّدٌ يُصَدَّقُ مَا قِيلَ
 فِيهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَرَوْهُ وَ عَمَّنْ بَعْدَ صَادِقٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنَ الْأَئِمَّةِ حَوْ قَامِنَ الْخُلَفَاءِ الْأَسْمَاعِيَّةِ حَيْثُ
 كَانَ قَاضِيًا مَسْرُوبًا مِنْ قِبَلِمُرِّبِصْرِ الْكِنْدِ
 عَبْدَ مِنْ وَرَاءِ سِتْرِ التَّقِيَّةِ مَذْهَبًا بِمَا لَا
 يَخْفَى عَلَى اللَّيِّبِ وَمَا فِي مَعَالِمِ ابْنِ شَلْهَرَأَشُوبِ
 مِنْ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ إِمَامِيًّا إِشْتِبَاهًا قَطْعًا فَإِنَّ أَهْلَ
 الْبَيْتِ وَهُمْ مُؤَرِّخُونَ الْمَذْكَورُونَ أَذْرَى بِمَا
 فِي الْبَيْتِ ثُمَّ لَا مَعْنَى لِتَصْنِيفِ غَيْرِ الْأَمَامِيِّ كِتَابًا
 فِي مَنَالِبِ الْأَقَاصِبِيِّنَ لِلْحَقِّ وَكِتَابًا الْخَرَفِيِّ فِضَائِلِ
 الْأَئِمَّةِ الْأَطْلَهَارِ وَكِتَابًا ثَالِثًا فِي الْإِمَامَةِ كَمَا
 اعْتَرَفَ بِهِ هُوَ بِقَوْلِهِ -

رتنحیح المقال جلد سوم ص ۲۷۳

باب النون من ابواب النون -

مطبوعہ طهران طبع جدید -

ترجمہ:

نعمان ابن محمد بن منصور مغربی - ابن خلکان اور ابن کثیر نے لکھا کہ یہ
 شخص مشہور فضلاء میں سے تھا۔ شروع میں مالکی مذہب پر تھا۔ پھر
 مذہب امامیہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس کی بہت سی تصانیف
 ہیں۔ ایک کا نام دعائم الاسلام فی مناقب اہل بیت ہے۔ اس
 میں اہل بیت کے دشمنوں کے مظالم بھی بیان ہوئے ہیں۔ اس
 کی اولاد میں بھی قابل لوگ تھے۔ مثلاً ابوالحسن علی بن نعمان اور
 ابو عبد اللہ محمد ابن نعمان۔ صاحب تاریخ مصر نے کہا ہے۔ کہ قاضی

نعمان مذکور صاحبان علم و فقہ و دین میں سے تھا۔ اور ان علوم میں حساب کمال تھا۔ اس کی کتاب ”دعائم الاسلام“ بہت اچھی کتاب ہے۔ اور اس میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کی تصدیق کی گئی ہے۔ ہاں اتنی بات ہے۔ کہ اس نے کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے ائمہ کی روایات کو درج نہیں کیا۔ لیکن یہ بھی اس لیے کہ وقت کے خلفاء اسماعیلیہ سے اسے خوف تھا۔ کیونکہ ان کی طرف سے یہ مصر کا قاضی مقرر ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی تقیہ کے رنگ میں اس نے اپنا مذہب بیان کر ہی دیا۔ جسے ہر عقلمند جانتا ہے اور اس بارے میں جو معالم ابن شہر آشوب میں لکھا ہے۔ کہ یہ ابو ضیفہ امامی نہ تھا۔ یہ محض اشتباہ ہے۔ کیونکہ گھر کے حالات گھر والوں سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ اور ہمارے مورخین نے اس کو امامی ہی کہا ہے۔ اس لیے ان کی گواہی ابن شہر آشوب سے قوی ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص مذہب امامیہ نہ رکھتا ہو۔ اور اس کے باوجود وہ ائمہ اطہار کے فضائل، حق کے غاصبوں کے مظالم اور مسئلہ امامت پر کتابیں لکھے؟ اس بات کا وہ خود بھی اقرار کرتا ہے۔

الکئی واللقاب

أَبُو حَنِيفَةَ شَيْعَةٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ الْمَغْرِبِيُّ
 هَذَا الْقَاضِيُ اللَّعْمَانُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ
 مَتَسُورٍ الْقَاضِيُ بِمَرْكَانَ مَا لِكَيْتَا أَوْلَا ثَمَرَ

اھتدی و صار امامیاً و صنف علی طریق الشیعۃ
 کتبا منہاد عا ئم الامتلا م و کان کما قال ابن
 خلکان نقلاً من ابن زولاق فی غایۃ الفضل
 من اهل القرآن و العلم بمعانیہ عالم بوجودہ
 الفقہ و عالم اختلاف الفقہاء و اللغہ و الشعر
 و المعرفۃ بایام الناس مع عقل و انصاف و الع
 لاهل البیت من الکتب الاف اوراق باحسن
 التالیف و لہ رد و رد علی المخالفین و لہ رد علی
 ابی حنیفہ و علی مالک و شافعی و علی ابن شریح
 و کتاب اختلاف الفقہاء و ینتصر فیہ لاهل
 البیت و لہ القصیدۃ الفقہیۃ لقبہا بالمنتخبۃ
 و کان ملازم صاحبۃ المعز ابی تمیم معد بن
 منصور و لقا و صل من افریقہ الی الدیار المصریۃ
 کان معہ لم تطل مدتہ و فات فی مستحل
 رجب بمصر ۳۶۳ھ۔

راکنی و الالقاب جلد اول ص ۵۷

تذکرہ ابو حنیفہ

ترجمہ :

ابو حنیفہ شیعہ۔ اسے ابو حنیفہ مغربی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قاضی
 نعمان بن ابی عبد اللہ محمد بن منصور ہے جو مصر کا قاضی تھا۔ مالکی
 مذہب تھا۔ پھر ہدایت ملی اور امامی بن گیا۔ شیعہ طریقہ (مذہب)

پراس نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک دعائم الاسلام ہے۔ بقول ابن خلدان یہ بہت فصیلت والا تھا۔ اور قرآنی علوم و معانی کا عالم، وجوہ فقہ اور اختلاف فقہاء کے علاوہ لغت، شعر اور لوگوں کے نسب کا بھی بہت بڑا عالم تھا۔ صاحب عقل و انصاف تھا۔ اہل بیت کی نشان میں ہزاروں اوراق پر مشتمل کتابیں لکھیں۔ مخالفین کا رد بھی لکھا۔ اور ابو حنیفہ امام اعظم کا رد بھی لکھا۔ امام شافعی مالک اور قاضی شریح کی ڈٹ کر تردید کی۔ کتاب اختلاف الفقہاء میں اہل بیت کے مسلک کو سچا ثابت کرنے پر بہت لٹال ذکر کیے۔ اس کا ایک تصدیقہ علم فقہ پر ہے۔ جس کا نام "دال المنقبہ" رکھا۔ یہ شخص مغز ابو تیمم معدن منصور کی ملازمت میں تھا۔ جب معد بن منصور افریقیہ سے مصر آیا۔ تو ابو حنیفہ شیعہ بھی اس کے ساتھ تھا یہاں زیادہ دیر زندہ نہ رہا۔ اور ۳۶۳ھ ہجری رجب کے مہینہ میں فوت ہو گیا۔

تبصرہ:

صاحب کتاب الکنی واللقاب شیخ قمی نے بھی وہی کچھ کہا۔ جو تنقیح المقال اور مجالس المؤمنین کے حوالہ جات میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ یہ سچی شیعہ مصنف اور شیعہ برادری کے ستون اس بات کی گواہی دے رہے ہیں۔ کہ ہمارے مسلک میں بھی ایک ابو حنیفہ نعمان نامی شخص گزرا ہے۔ بڑا صاحب فضل و علم تھا۔ اور کتب کثیرہ کا مصنف تھا۔ پہلے مالکی تھا پھر وایت ملی تو شیعہ ہو گیا۔ اور ایسا ہوا۔ کہ سنیوں کے ائمہ کی خوب تردید کی۔ اور اہل بیت

کے حق میں مسلک شیعہ کے مطابق بہت دلائل ذکر کیے۔ اب بھی کہتے ہو کہ ابوحنیفہ نامی شخص ہمارے اندر نہیں ہوا جس کا ہم ابھی تذکرہ کر چکے یہ کن میں سے تھا؟ تو معلوم ہوا کہ دہلیت حریرہ کے مسئلہ کا موجود شیعہ ہے۔ اور اس کا نام نعمان بن محمد اور کنیت ابوحنیفہ ہے۔ ۳۶۳ھ میں مصر کے اندر انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوا۔

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ

الاخبار الطوال مطبوعہ۔ لابی حنیفہ الدینوری
احمد ابن داود من اهل الدینور۔ و من
تصریح ابن ندیم بتوثیقہ وات اکثر اخذہ
من یعقوب بن اسحاق اسکیت النحوی
الشہید لتشیعہ و هو من ابنائے الفارس
امامیتہ۔

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ
جلد اول ص ۳۸۱ مطبوعہ بیروت

ترجمہ:

الاخبار الطوال نامی کتاب ابوحنیفہ دینوری احمد بن داؤد کی تصانیف
ہے۔ جو دینور کارہنے والا تھا۔ ابن ندیم کی تصریح ہے کہ یہ قابل اعتبار
ہے۔ اور یہ کہ اس نے اکثر علم یعقوب بن اسحاق اسکیت
نحوی سے پڑھا۔ جو شیعہ تھا۔ ابوحنیفہ دینوری امامی شیعہ ہونا ظاہر
کرتا تھا۔ اور یہ ایران کارہنے والا تھا۔

نوٹ: وہ الذریعہ کی مکمل عبارت ہم نے ذکر نہیں کی۔ اس میں بھی وہی

باتیں تھیں۔ جو کچھ تلے مین حوالہ جات میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ یعنی یہ بہت بڑا عالم، فاضل اور صاحب تصانیف کثیرہ اور عالم علوم متعددہ تھا۔ اور امامی شیعہ تھا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے دو لغتِ حریر، سے کوئی شیعہ انکار نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ابتدائاً سن کر ہر شیعہ کانوں کو ہاتھ لگائے گا۔ ان کے ذکر میں اس مسئلہ سے بالکل انکار کر دیں گے۔ لیکن جب مذکورہ حوالہ جات پیش کیے جائیں تو پھر اور پسو بدلتے ہیں۔ یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ وہ ذخیرۃ المعاد، کتاب کہ جس میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ وہ ہماری کتاب نہیں۔ بلکہ اہل سنت کے ایک الم کی تصنیف ہے۔ تو اس کا جواب بھی ملاحظہ ہو۔ کہ ہمیں تسلیم ہے کہ اس کی کتاب ایک سنی عالم یعنی شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ لیکن اس میں ”لغتِ حریر“ کے مسئلہ کا وجود تک نہیں۔ اور جس ”ذخیرۃ المعاد“ میں یہ مسئلہ بقید حوالہ ہم نے ذکر کیا۔ وہ ایک شیعہ مصنف شیخ زین العابدین کی تصنیف ہے۔ سو یہ بات تحقیق کو پہنچی۔ کہ اہل تشیع کے ہاں مرد اپنے آرتناسل پر رشیم یا اس جیسا کوئی اور کپڑا لپیٹے۔ تو اس کا پھر اپنی محرم عورتوں کے ساتھ دہلی کرنا جائز ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

مسئلہ نمبر ۶

ماں اور بہن وغیرہ محارم سے طمی کرنا ایک وجہ سے جائز اور دوسری وجہ سے ناجائز ہے

فقہی اصطلاح میں بدکاری کے لیے زنا اور سفاح کے دو الفاظ ذکر ہوتے ہیں اہل تشیع کے ہاں ان دونوں میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر زانی کو سفاح ضرور کہیں گے۔ لیکن اس کا عکس نہیں۔ دونوں کی تعریف کچھ اس طرح کرتے ہیں۔ کہ زنا وہ فعل حرام ہے۔ جس میں علت کی کوئی بھی وجہ موجود نہ ہو۔ اور سفاح وہ حرام فعل ہے۔ جس میں کوئی وجہ علت کی بھی موجود ہو۔ مثلاً ایک شخص اپنی ماں، بیٹی وغیرہ سے نکاح کیے بغیر طمی کرتا ہے۔ تو یہ زنا ہوگا۔ اور اگر نکاح کے طمی کرے تو سفاح ہوگا۔ اب اس فرق کو مد نظر رکھ کر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ سفاح سے پیدا ہونے والا بچہ حرام زادہ نہیں کہلائے گا۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فروع کافی:

فَاَمَّا مِنْ سَفَاحِ الَّذِي هُوَ غَيْرُ الرَّثَا وَهُوَ مُسْتَحَقُّ

لِاسْمِ سَفَاحٍ وَمَعْنَاهُ قَالَ ذِي هُوْمٍ مِنْ وَجْهِ
النِّكَاحِ مَشْرُوبٌ بِالْحَرَامِ وَإِنَّمَا صَارَ سَفَاحًا
لِأَنَّهُ نِكَاحٌ حَرَامٌ مَشْرُوبٌ إِلَى الْحَلَالِ وَمَوْ
مِنْ وَجْهِ الْحَرَامِ فَلَمَّا كَانَ وَجْهُ مِنْهُ حَلَالًا
وَوَجْهُ حَرَامًا كَانَ إِسْمُهُ سَفَاحًا لِأَنَّ
الْغَالِبَ عَلَيْهِ نِكَاحٌ تَزْوِيجٌ إِلَّا أَنَّهُ مَشْرُوبٌ
ذَلِكَ التَّزْوِيجُ بِوَجْهِ مِنْ وَجْهِ الْحَرَامِ
غَيْرُ خَالِصٍ فِي مَعْنَى الْحَرَامِ بِالْكُلِّ وَلَا خَالِصٍ
فِي وَجْهِ الْحَلَالِ بِالْكُلِّ أَمَا أَنْ يَكُونَ الْفِعْلُ
بِوَجْهِ الْفَسَادِ وَالْقَصْدِ إِلَى غَيْرِ مَا أَمَرَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ مِنْ وَجْهِ التَّأْوِيلِ وَالْخَطَأِ ،
وَالِإِسْتِحْلَالِ بِجِهَةِ التَّأْوِيلِ وَالتَّقْلِيدِ
تَطْيِيرُ الَّذِي يَنْزَوْجُ ذَاتِ الْمَحَارِمِ الَّتِي ذَكَرَهَا
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ تَحْرِيمِهَا فِي الْقُرْآنِ
مِنَ الْأُمَّهَاتِ وَالْبَنَاتِ إِلَى الْإِخْرَاقِ كَلِّ ذَٰلِكَ
حَلَالٌ فِي جِهَةِ التَّزْوِيجِ حَرَامٌ مِنْ جِهَةِ مَا
نَهَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ وَكَذَٰلِكَ..... فَلَوْ لَأَنَّ
كُلُّهُمْ تَزْوِيجٌ وَيُجِبُهُمْ مِنْ جِهَةِ التَّزْوِيجِ حَلَالٌ
حَرَامٌ فَاسِدٌ مِنْ وَجْهِ الْإِخْرَاقِ لَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَنْبَغِي
لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ إِلَّا مِنَ التَّوَجِّهِ الَّذِي أَمَرَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ وَذَٰلِكَ صَارَ سَفَاحًا مَرْدُودًا وَذَٰلِكَ

كَلِّهُ خَيْرٌ جَائِزِ الْمَقَامِ عَلَيْهِ فَلَا تَأْتِيَتْ لَسْمُ
 التَّرْوِيجِ بَلْ يُفَرِّقُ الْأَمَامُ بَيْنَهُمْ وَلَا يَكُونُ
 النِّكَاحُ الزَّانَا وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ
 أَوْلَادَ زَنَا وَمَنْ قَذَفَ الْمَوْلُودَ مِنْ هُوَ لَا
 الَّذِينَ وُلِدُوا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ جَلِيدُ الْحَدِّ
 لِأَنَّ مَوْلُودَهُ بِتَرْوِيجِ رُشْدَةٍ وَإِنْ كَانَ
 مُفْسِدًا لَمْ يَجْهَلِهِ مِنْ جِهَاتِ الْمُحْتَرَمَاتِ
 وَالْوَلَدُ مَسْرُوبٌ إِلَى الْأَبِ مَوْلُودٌ بِتَرْوِيجِ
 رُشْدَةٍ عَلَى نِكَاحِ مِلَّةٍ مِنَ الْمِلَلِ خَارِجٍ مِنْ
 حَوْرِنَا الْكِتَابِ مُعَاقِبَةٌ عَقُوبَتُهُ الْفُرْقَةُ -
 (ذمیع کافی جلد پنجم، ۵۴۰-۵۴۱،

کتاب النکاح باب تفسیر ما یحل

من النکاح الخ)

ترجمہ:

معنی سفاح کا جو زنا کا غیر ہے۔ اسے صرف سفاح ہی کہا جائے گا۔ جس
 کا معنی یہ ہے۔ کہ نکاح کے ذریعہ جس میں حرام ملا ہوا ہو۔ یہ سفاح اس
 لیے ہوا۔ کہ یہ نکاح حرام ہے اور اس میں حلت کا شائبہ بھی موجود ہے
 لہذا ان دونوں احتمالات کی وجہ سے اسے سفاح کہیں گے کیونکہ
 اس میں غلبہ وجہ نکاح کو ہے۔ مگر یہ نکاح حرام کے ساتھ مشابہت بہت کم
 ہے۔ لیکن یہ مشابہت ہونے ہوئے یہ خالص حرام نہ بنے گا۔ اور نہ
 ہی خالص حلال کہلائے گا۔ حرام کی مشابہت اس طرح کہ ایسا کرنے

والا دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کا قصد کرتا ہے۔ اور ملت اس لیے کہ وہ اس کی تاویل یا اس کو غلطی سے کر بیٹھتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ کوئی شخص ان محرمات سے نکاح کرتا ہے۔ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں فرمایا۔ حرمت علیکم اہما تمک الخ۔ یہ سب عورتیں اگر ان سے نکاح کر لیا جائے۔ تو بوجہ نکاح کے حلال ہو گئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے منع فرمانے کی وجہ سے حرام ہوئیں۔۔۔ پس یہ عورتیں (محرمات) بوجہ نکاح کے حلال اور حرام فاسد دوسری وجہ سے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمانے کے بعد آدمی کو اسی طرح نکاح کرنا چاہیے تھا۔ جس طرح نکاح کی وہ اجازت دیتا ہے۔ چونکہ محرمات سے نکاح کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہ دی۔ اس لیے یہ سفاح ہو گا اور مرد ہو گا۔ لہذا اسی نکاح پر قائم نہیں رہنے دیا جائے گا۔ بلکہ امام ان کے درمیان تفریق کر دے گا۔ لیکن ان کا نکاح کر کے دہلی کرنا و زنا، بھی نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی اس دہلی سے پیدا ہونے والی اولاد حرامی ہوگی۔ سو جو شخص اس طرح پیدا ہونے والے کسی بچے کی ماں یا باپ پر زنا کی تہمت لگائے گا۔ اس کو قذف کی حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ یہ بچے صحیح، نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔ اگرچہ اس نکاح میں فساد تھا اور وہ بوجہ محرمات ہونے کے تھا۔ بچہ بچتی اس صورت میں اپنے باپ کی طرف ہی منسوب ہوں گے۔ کیونکہ وہ درست شادی سے پیدا ہوئے۔ اور یہ نکاح ایک مذہب کے مطابق پڑھا گیا۔ لہذا زنا سے خارج ہو گا۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ ایسے شخص کو سزا ملنی چاہیے اور اس کی سزا یہ ہے۔ کہ ان دونوں نکاح کرنے والوں کو جہاداً

کر دیا جائے۔

لمحکمہ:

”فقہ جعفریہ“ میں محرمات کے ساتھ نکاح اور اس کے متعلق چند مسائل حوالہ مذکورہ کی روشنی میں آپ نے ملاحظہ کیے۔ اس سلسلہ میں یہ شبہ تو شاید قابل سماعت ہو۔ کہ وطی کرنے والا کہے کہ میں نے نکاح کر کے ایسا کیا ہے۔ اور اس شبہ کی بنا پر اس وطی پر حد جاری نہ ہو۔ لیکن جو یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ محرمات سے وطی کرنا من وجہ حلال ہے۔ یہ کون سی نص کا مطلب ہے۔ بلکہ یہ تو نص صریح کی مخالفت ہے۔ اور اس بنا پر یہ کفر و ارتداد بنتا ہے پھر اس بد بخت کو فقہ جعفریہ پر رعایت دے رہی ہے۔ کہ تمہاری اس طرح سے پیدا ہونے والی اولاد کو حرامی نہیں کہا جائے گا۔ ایسا کہنے والا کذب کی حد کھائے گا۔ جب ایسی رعایت عام شیعوں کو بتلا دی جائے۔ کہ تم اپنی ماں، بہن، بیٹی وغیرہ محرمات سے نکاح کر کے وطی کرو۔ تو اس میں کوئی حد نہیں لگے گی۔ ہونے والی اولاد تمہاری ہوگی۔ جو ان کو حرامی کہے گا۔ سو کوڑے کھائے گا۔ ہاں اگر سزا ہوگی۔ تو صرف یہ وطی کرنے کے بعد امام تم دونوں کو ایک ساتھ نہ رہنے دے گا۔ پھر دیکھئے کہ شیعہ مسلک والے کتنے خوش ہوتے ہیں۔ ابو حنیفہ نے ریشم پیٹ کر اجازت دی تھی۔ اور اس پر شیعہ تڑپ اٹھے تھے۔ اب فروع کافی والا تو پیٹے پیٹے بغیر سیدھا راستہ دکھا رہا ہے۔ بغلیں بجاؤ مجالس منعقد کرو۔ اور خوب داد دو۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

نوٹ: غلام حسین نجفی نے اپنی تصنیف ”حقیقت فقہ حنفیہ“ کے ص ۱۲۵

پراخانات پر محرمات کے ساتھ نکاح کے بارے میں خرافات کہے ہیں۔ ہم نے اس کے تمام اعتراضات کا تفصیلی جواب دے دیا ہے۔

آپ حضرات سے التماس ہے کہ دونوں طرف کے مسائل فقہیہ کا تقابل کر کے دیکھیں۔ کہ فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ میں سے کس کے مسائل عقل و نقل کے موافق اور کس کے مخالف ہیں۔ غلام حسین نجفی نے شاید یہ سمجھا ہو گا کہ میں ادھر ادھر کی ہانک کر اہل سنت کو اپنی فقہ سے متنفر کر اسکوں گا۔ لیکن اسے کیا خبر تھی کہ اٹنی مصیبت ان کی اپنی فقہ پر اڑے گی۔ حقیقت، حقیقت ہی ہوتی ہے اور جھوٹ بہر حال جھوٹ ہی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

مسئلہ ہشتم

باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے وطی کریں یا سائل سے وطی کی جائے تو اپنی بیوی کی زوجیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا

مذاہب خمسہ

فَمَنْ زَانَا بِأَقْرَبِ زَوْجَتِهِ أَوْ بِنْتِهَا تَبَغَى الزَّوْجِيَّةَ
عَلَى حَالِهَا وَكَذَلِكَ زَانَا الْأَبُ بِزَوْجَةِ
ابْنِهِ أَوْ الْوَالِدُ بِزَوْجَةِ ابْنِهِ لَمْ تُحْرَمِ

الرَّوَجَةُ عَلَى زَوْجِهَا الشَّرْعِيَّةِ -

(مذاہب خمسہ ص ۳۱۱ باب المحرمات)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جو شخص اپنی بیوی کی ماں یا اس کی بیٹی سے زنا کرتا ہے۔ اس کی زوجیت اپنے حال پر باقی رہتی ہے۔ اور اسی طرح اگر باپ اپنے بیٹے کی بیوی یا بیٹا اپنے باپ کی بیوی سے زنا کرے۔ تو بھی زوج شرعی کی زوجیت حرام نہیں ہوتی۔

توضیح

احناف کے ہاں صورت مذکورہ میں مسئلہ یہ ہے۔ کہ باپ اگر بیٹے کی بیوی سے وطی کرتا ہے۔ تو ان کی اپنی زوجیت ٹوٹ جاتی ہے۔ اسی طرح ساس سے وطی کرنے پر بھی بیوی ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ لیکن اہل تشیع نے یہ سب کچھ گوارا کر لیا۔ اور ان کی فطرت جمشید نے حرمت ثابت نہ کی۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ کے اس صریح ارشاد کا بھی پاس نہیں۔ حرمت علیکم اہاتکم و بنا تکم۔۔۔۔۔ و حلائل ابناءکم الذین من اصلا بکم۔

یعنی مومنو! تم پر تمہاری ماںیں (بطور نکاح) حرام کر دی گئیں۔ تمہاری بیٹیاں حرام کر دی گئیں۔ تمہارے بیٹیوں کی بیویاں حرام کر دی گئیں۔ جو بیٹے تمہاری پشت سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پس پشت لگا لگیا۔ اور خواہشات نفسانیہ کی عبادت کی گئی۔ کیا یہی ایمان ہے؟

منہج ۱۹ مرد

اجنبی مرد کا نطفہ اگر عورت اپنے رحم میں ڈال لے تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ وہ شرعی اولاد ہے

مذہبِ خمسہ

وَعَلَىٰ آيَةِ حَالٍ فَإِنَّ التَّلْقِيحَ الصَّنَاعِيَّ حَرَامًا وَلَا يَجْرَأُ
عَلَى التَّوَلَّى بِحِلِّيَّتِهِ مُسْلِمًا وَ لَكِنَّ التَّحْرِيمَ لَا يَسْتَلْزِمُ
أَنْ يَكُونَ الْحَمْلُ بِسَبَبِهِ وَلَدَرْنَا وَقَدْ تَحَدَّرَ
الْمُقَارَبَةُ وَمَا ذَٰلِكَ يَكُونُ الْوَلَدُ شَرْعِيًّا۔

(مذہبِ خمسہ ص ۳۷۶ / تنقیح الصنائع محرم الخ)

(مطبوعہ تہران مطبع جدید)

ترجمہ:

بہر حال تلیقح صناعی حرام ہے۔ (تلیقح صناعی یہ کہ کسی غیر محرم مرد کا مادہ منویہ کسی عورت کے رحم میں کسی آلہ کے ذریعہ منتقل کر دیا جائے) لیکن اس کا حرام ہونا یہ لازم نہیں کرتا کہ اس طرح سے پیدا ہونے والا بچہ ولد شرعی ہے۔ یعنی ولد الزنا نہیں۔

نوٹ:

”تلقیح مناعی“ بہر حال حرام ہے۔ لیکن اس کے ذریعہ پیدا ہونے والا بچہ ولدِ شرعی ہے۔ یعنی ولد الزنا نہیں۔ ان دونوں باتوں کا باہم کیا ربط ہے۔ یہ تو ظاہراً اجتماعِ ضدین کا قول کیا جا رہا ہے۔ جواز روئے عقل ممنوع ہے۔

ممنوعہ

بھانجی کے ساتھ اس کی خالہ موجودگی میں اور بیٹی کے ساتھ
اس کی پھوپھی کی موجودگی میں نکاح درست ہے

ان دونوں رشتوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا کہ بھانجی اور خالہ کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اسی طرح بھتیجی کی پھوپھی کے ساتھ نکاح میں شریعت بھی حرام فرمائی۔ لیکن فقہ جعفریہ کی گنگا ہی اٹھی بہتی ہے ان دونوں میں سے ایک رشتہ کے لیے اجازت اور دوسرے کے لیے اجازت کے جائز قرار دے دیا۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ لَا تَزْوِجِ ابْنَتَهُ الْأَخِ وَلَا ابْنَتَهُ
الْأُخْتِ عَلَى الْعَمَّةِ وَلَا عَلَى الْخَالَاتِ إِلَّا بِإِذْنِهَا
وَتَزْوِجِ الْعَمَّةَ وَالْخَالَاتِ عَلَى ابْنَةِ الْأَخِ وَابْنَةِ
الْأُخْتِ بِعَيْنِ إِذْنِهَا۔ (زور کافی جلد ۲ ص ۲۲۲ کتاب النکاح باب المرأة تزوج علی اھلہا)

ترجمہ :

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بھتیجی کے ساتھ اور بھانجی کے ساتھ
 پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں نکاح ان کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے
 اور اگر پہلے سے بھتیجی یا بھانجی نکاح میں آئے اور پھر پھوپھی یا خالہ کے ساتھ
 نکاح کرنا پڑے۔ تو اجازت کی بھی ضرورت نہیں۔ بغیر اجازت ہو جائے گا

یہ دونوں نکاح عند الاحناف باطل و
 حرام ہیں

فتح القدیر

وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا أَوْ ابْنَتِهَا أَخِيهَا
 أَوْ ابْنَتِهَا أُخْتِهَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تُنْكَحُ
 الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا وَلَا عَلَى ابْنَتِهَا أَخِيهَا وَلَا عَلَى
 ابْنَتِهَا أُخْتِهَا وَهَذَا مَشْهُورٌ تَجَوُّزُ الزِّيَادَةِ
 عَلَى الْكِتَابِ بِمِثْلِهِ.... (قوله وهذا مشهور)
 اعْنِي الْحَدِيثُ الْمَذْكُورُ ثَابِتٌ فِي صَحِيحِي مُسْلِمٍ
 وَابْنِ حِبَّانَ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ
 وَالنَّسَائِيُّ وَتَلَقَّاهُ الصَّدْرُ الْأَوَّلُ بِالْقَبُولِ
 مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَرَوَاهُ الْجَمْعُ الْخَفِيرُ
 مِنْهُمْ أَبُو هُرَيْرَةَ وَجَابِرٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ مَسْعُودٍ
 وَابُو سَعِيدٍ الْخَدْرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ (فتح القدیر جلد ۲ ص ۲۶۲ کتاب النکاح جلد ۲ ص ۲۶۲)

ترجمہ:

عورت اس کی چھو بھی یا اس کی فالہ یا بھتیجی یا بھانجی ایک نکاح میں
 دونوں اکٹھی نہ کی جائیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
 چھو بھی اور فالہ کے ہوتے ہوئے اس کی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح نہ
 کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مشہور کا درجہ رکھتی ہے
 لہذا اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے۔۔۔۔۔ (دیہ حدیث مشہور
 ہے۔) یہ مذکورہ حدیث صحیح مسلم، ابن حبان میں ثابت ہے۔ اور
 اس کو ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور صدرا قول
 نے اسے قبولیت بخشی۔ یعنی حضرت صحابہ کرام اور تابعین کرام نے اسے
 قبول کیا۔ اور ایک بہت بڑی جماعت نے اس کی روایت بھی کی ہے
 جن میں سے حضرت ابو ہریرہ، جابر، ابن عباس، ابن عمر، ابن مسعود اور
 ابو سعید خدری ایسے صحابہ کرام کے اسماء گرامی بھی ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

البنایہ فی شرح الہدایہ

عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً لا تنکح
 المرأۃ علی بنت الاخ ولا بنت الاخت علی
 الخالۃ وروی عن علی رضی اللہ عنہ اخرجہ
 احمد فی مسندہ من النصف الا قول من
 الحدیث الذی ذکرہ المصنف حیث قال
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 لا تنکح المرأۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا

و كذا رواه ابن ماجه من حديث ابي موسى
 مثله سواء وكذا يعقوب رواه الطبراني في الكبير
 من حديث الحسن عن سمرة بن جندب وكذلك
 رواه الطبراني من حديث ايوب بن خالد عن
 عتاب بن اسيد بن سلمة (وهذا مشهور) اكي
 هذا الحديث مشهور وتلقته الامّة بالقبول
 واشتهر بين التابعين واتباع التابعين مع رواية
 كبار صحابة رضي الله تعالى عنهم وقد رواه من
 الصحابة ابن عباس وابو هريرة وعلي وابن عمر
 وابن سعيد و امامة وجابر وعائشة وابو موسى
 و سمرة ابن جندب وعبد الله بن مسعود وانس
 بن مالك و عتاب بن اسيد قال ابن عبد البر اجمع
 العلماء القول بهذا الحديث قال ولا يجوز عند
 جميعهم نكاح المرأة على عمتها وان علت
 ولا على ابنة اختها وان سفلت ولا على خالتها
 وان علت ولا على ابنة اختها وان سفلت -
 (البنائير في شرح الهداية تصنيف
 علامہ بدر الدین عینی جلد ۱ ص ۵۴
 کتاب النکاح)

ترجمہ:

ابو سلمہ ابی ہریرہ سے مرفوعاً روایت کرتا ہے۔ کہ نبی کے

ہوتے ہوئے خالہ سے نکاح نہ کیا جائے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت امام احمد نے اپنی مسند کے نصف اول میں ذکر کی۔ جو حدیث مصنف ہدایہ نے ذکر کی۔ وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کی بھتیجی کے ہوتے ہوئے اس سے نکاح نہ کیا جائے۔ اور نہ بھانجی کے ہوتے ہوئے خالہ سے نکاح کیا جائے۔ اسی طرح کی ایک حدیث ابن ماجہ نے ابو موسیٰ اشعری سے نقل کی ہے۔ اور بعینہ ہی حدیث طبرانی نے محمد البکیر میں دو ذریعوں سے ذکر کی ہے (وہ حدیث مشہور ہے) یعنی جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا۔ وہ مشہور ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین نے اسے قبولیت بخشی اس کے ساتھ ساتھ اس کی روایت کرنے والے اکابر صحابہ کرام بھی ہیں مثلاً ابن عباس، ابو ہریرہ، علی المرتضیٰ، ابن عمر، ابن سعید، ابوامامہ، جابر، عائشہ صدیقہ، ابو موسیٰ اشعری، سمرۃ ابن جندب، عبداللہ بن مسعود، انس بن مالک اور عتاب بن سعید رضی اللہ عنہم۔ ابن عبداللہ نے کہا۔ کہ تمام علماء نے اس حدیث پر اجماع کیا ہے۔ اور کہا۔ کہ تمام علماء کے نزدیک کسی عورت کی چھو پھٹی کے نکاح میں ہوتے ہوئے بھتیجی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ چھو پھٹی رشتہ میں کتنی ہی ڈور کی کیوں نہ ہو۔ اور نہ ہی بھانجی سے خالہ کی موجودگی میں نکاح جائز ہے۔ اگرچہ وہ بھانجی کتنی ہی نچلے درجہ کی ہو۔ اور خالہ اور پھر درجہ کی ہو۔

تبصرہ :

فائزین کرام! متعدد احادیث سے جو سند، مرفوع اور مشہورہ ہیں یہ

مسئلہ بالتصريح موجود ہے۔ کچھو کچھ بھی کہتے ہوتے ہوئے جتنی بھی یا اس کے برعکس اور،
بجائے ہوتے ہوئے خالص اس کے برعکس نکاح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز
فرمایا۔ ان حضرات صحابہ کرام میں سے کون سے یہ روایات مذکور ہیں۔ حضرت علی
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ تمام صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا اس پر اجماع بھی
ہے۔ ان شواہد و دلائل کے بعد اہل تشیع کا ان رشتوں کو جائز قرار دینا دراصل ان
لوگوں کی شرارت ہے۔ جن پر ائمہ اہل بیت نے پھنکار کی ہے۔ یہ بھی ان خرافات
میں سے ایک ہے۔ جو انہوں نے خواہشات نفسانیہ کی تمکین کے لیے
گھڑی ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

نمبر ۲۱
مذہب علمہ

»غلات،، سے مناکحت جائز نہیں

»غلات،، کون لوگ ہیں۔ اور ان کے عقائد کیا ہیں۔ جن کی بنا پر اہل تشیع
ان کو رشتہ دینا یا ان سے لینا جائز نہیں کہتے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

مذہب خمسہ

فَقَدْ صَرَحَ عُلَمَاءُ الْإِمَامِيَّةِ فِي كِتَابِ الْعَقَائِدِ
وَالْفِقْهِ بِمُكْفَرِ الْغُلَاةِ - مِنْ ذَالِكَ مَا جَاءَ فِي كِتَابِ

(شرح عقائد الصدوق) (للشیخ المفید ص ۴۳ طبع ۱۲۰۲ء)
 قال « الغلاة المتظاهرون بالاسلام هم الذين تسبوا
 علينا اميرا للمومنين والائمة من ذريتهم الى الالهية
 والنبوة ووضعوا من الفضل في الدين والدنيا
 الى ماتجاوزوا فيه الحد وخرجوا عن القصد
 وهم ضلال كفار حكم فيهم امير المومنين بالقتل
 والتحريق بالنار. وقضت عليهم الائمة بالكفر
 والخروج عن الاسلام، وذكر وهم في كتب
 الفقه في باب الطهارة حيث حكموا بنجاستهم
 وذكر وهم ايضا في باب الزواج حيث قالوا
 بعد رجواز تزويجهم والزواج منهم مع
 ائمتهم اجازوا الزواج بالكتابات وذكر وهم
 في باب الجهاد حيث جعلوهم من المشركين في
 حالة الحرب. كيف اتفق كالتقاء النار عليهم
 وقد فهم بها وذكر وهم في باب الارث حيث منعوهم
 من ميراث المسلمين.

(مذاہب خمسہ ص ۵۰۱-۵۰۲ میراث اہل الملل)

ترجمہ:

امامی مسلک کے علمائے کتب عقائد اور کتب فقہ میں "غلات" کے کفر کی تصریح کی ہے۔ ان میں سے ایک کتاب "شرح عقائد الصدوق" ہے جو شیخ مفید کی تصنیف ہے۔ مطبوعہ ۱۳۷۱ھ

کے ص ۶۳ پر ہے۔ غلات وہ لوگ ہیں۔ جو خود بخود اسلام ظاہر کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد میں سے ائمہ کرام کے متعلق الوہیت اور نبوت کی نسبت کی اور دین و دنیا میں ان کی ایسی فضیلتیں بتائیں۔ کہ جن کے ذریعہ وہ حد سے تجاوز کر گئے۔ یہ لوگ کافر اور گمراہ ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں قتل اور آگ میں جلانے کا حکم دیا ہے۔ اور تمام ائمہ نے ان کے کفر کا فیصلہ فرماتے ہوئے انہیں اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ کتب فقہ میں ان کا ذکر باب طہارت میں یوں ہے۔ کہ یہ لوگ نجاست بھرے ہیں۔ باب الزواج میں ہے کہ ان سے رشتہ لینا اور انہیں دینا جائز نہیں۔ حالانکہ علماء امامیہ نے اہل کتاب عورتوں سے شادی کی اجازت دی ہے۔ باب جہاد میں ان کا ذکر اس طرح ہے۔ کہ یہ لوگ لڑائی کے دوران مشرک سمجھے جائیں گے۔ جیسے بھی بن پڑے انہیں نہ چھوڑا جائے۔ ان پر آگ برسائی جائے۔ انہیں آگ میں ڈالا جائے۔ اور دراشت کے باب میں ان کے متعلق لکھا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں کی میراث سے یہ محروم ہوں گے۔

لمحکم کریہ !

قارئین کرام! صاحب مذاہب خمسہ ایک بہت بڑے مجتہد شیعہ عالم ہیں۔ جن کا نام محمد حواذی ہے۔ انہوں نے بڑی وضاحت کے ساتھ فرقہ «غلات» کے عقائد اور ان کے بارے میں شیعہ فقہاء اور علماء کے فتاویٰ بھی ملاحظہ

کے۔ مختصر یہ کہ ان لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ اور ائمہ اہل بیت میں الوہیت و بلوہیت ثابت کی۔ جس کی بنا پر یہ بالاتفاق کافر اور مشرک ٹھہرے۔ اب ہم ان غلات کو کافر کہنے والوں کے ایک در عقیدے آپ کو دکھاتے ہیں۔ اس کے بعد فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ پہلا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مالک یوم الدین

وغیرہ صفات الہیہ کے مالک تھے

جلاء العیون

جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں وہ ہوں کہ جس کے پاس غائب کی گنجیاں ہیں۔ جنہیں بعد از رسول میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ ذوالقرنین ہوں جس کا ذکر صحف اولیٰ میں ہے۔ میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں یوم حساب کا مالک ہوں۔ میں مراطا اور میدان حشر کا مالک ہوں۔ میں قاسم جنت و نار ہوں۔ میں اول آدم ہوں اول نوح ہوں۔ میں جبار کی آیت ہوں میں اسرار کی حقیقت ہوں۔ میں درختوں کو پتوں کا لباس دینے والا ہوں۔ میں پھولوں کا پرکھانے والا ہوں۔ میں چشموں کو جاری کرنے والا ہوں۔ میں نہروں کو بہانے والا ہوں۔ میں علم کا خزانہ ہوں۔ میں علم کا پہاڑ ہوں۔ میں امیر المؤمنین ہوں۔ میں سرچشمہ یقین ہوں۔ میں زمین و آسمان میں مجتہد ہوں۔ میں منتر لزل کرنے والا ہوں۔ میں

صاعقہ ہوں۔ میں حقانی آواز ہوں۔ میں قیامت ہوں ان کے لیے جو قیامت کی تکذیب کریں۔ میں وہ کتاب ہوں جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ اسمائے حسنہ ہوں جن کے ذریعہ خدا نے دعا قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰ نے ہدایت کا اقتباس کیا۔ میں صور کا مالک ہوں۔ میں تیزوں سے مُردوں کو نکلانے اور زندہ کرنے والا ہوں۔ میں یوم نشور کا مالک ہوں۔ فوج کا ساتھی اور اس کو نجات دینے والا ہوں۔ میں ایوب بلار سیدہ کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحب ابراہیم ہوں۔ میں حکیم کا بھید ہوں میں ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ جی ہوں جسے موت نہیں۔ میں تمام مخلوق پر ولی حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی۔ مخلوق کا حساب میری طرف سے ہے۔ میں وہ ہوں جس سے امر مخلوق تفریبیض کیا گیا۔ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔

رجلہ الدیون جلد دوم ص ۶۰ - ۶۱ مطبوعہ

شعبہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس لاہور

اہل تشیع کے ہاں ان کا قرآن کریم کا میاری ترجمہ مقبول احمد مولوی شبیبی کا ہے۔ مترجم نے ترجمہ کو اپنے نام سے متعارف کرایا۔ اس ترجمہ میں آیت -
 واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات الخ اور آیت اتی جا علی فی الارض خلیفۃ الخ کے تحت لکھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں نبوہ رسالت

اور غلت کے مناصب عظمیٰ موجود تھے۔

ترجمہ مقبول

حاشیہ عا بِكَلِمَاتٍ. کتاب النخصال میں جناب امام جعفر صادق
علیہ السلام سے روایت ہے کہ ان کلمات سے وہی کلمات مراد ہیں
جو آدم علیہ السلام کو ان کے رب کی طرف سے ملے تھے۔ جن سے
ان کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ وہ یہ تھے۔ يَا رَبِّ اسْئَلْكَ بِحَقِّي
مُحَمَّدٌ وَ قَاتِلْمَةٌ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ الْاَبْنَتَا عَلِيٍّ
اسے پروردگار میرے میں تجھ سے محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین کا واسطہ
دے کر سوال کرتا ہوں۔ کہ تو میری توبہ قبول فرما۔ چنانچہ خدا نے توبہ
قبول فرمائی۔ اسی اثنا میں کسی نے دریافت کیا یا ابن رسول اللہ
خدا کے اس قول فَا تَمْتَهِنُ کا کیا مطلب ہے، فرمایا اس کا مطلب
یہ ہے کہ قائم آل محمد اور کل اوصیاء رسول کی بزرگی تسلیم کر لی۔ کتاب
کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پروردگار
عالم نے جناب ابراہیم کو نبی مقرر کرنے سے پہلے اپنا عبد مقرر کیا اور
رسول مقرر کرنے سے پہلے نبی بنایا۔ اور خلیل کا درجہ عطا کرنے سے پہلے

نہ ۲۲ سئلہ

میاں بیوی کے درمیان ”کفو“ ضروری نہیں

دیگر مسائل عجیبہ کی طرح ایک مسئلہ اہل تشیع کا یہ بھی ہے۔ کہ عورت اور مرد کے مابین ”کفو“ ضروری نہیں۔ یعنی اگر عورت ہاشمی، قریشی گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تو اس کا نکاح دیانت و اخلاق کے اعتبار سے ذلیل آدمی سے کرنا جائز ہے۔

فروع کافی

الحسین ابن الحسن الهاشمی عن ابراہیم ابن اسحاق
ابن الاحمر و علی بن محمد بن بندار عن السیاری
عن بعض البغدادیین عن علی بن بلال قال لقی
هشام بن الحکم بعض الخوارج فقال یا هشام
ما تقول فی العجم یجوز ان یتزوج فی العرب
قال فالعرب یتزوج من قریش قال نعم قال
فقریش یتزوج فی بئی ما شیم قال نعم قال همن

أَخَذْتُ هَذَا قَالِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُهُ يَقُولُ
تَنَكَّأَهُ دَمَاءُ كَرْمٍ وَلَا تَنَكَّأَهُ قَرٌّ وَجَعْمٌ -

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵ کتاب النکاح)

(۲- تہذیب الاحکام جلد ۲ ص ۳۹
با لکھارہ)

ترجمہ:

(بذات اسناد) ہشام بن الحکم کی ملاقات ایک خارجی سے ہوئی
اس نے ہشام سے پوچھا - تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ کہ ایک غیر
عرب عربی عورت سے شادی کرے؟ کہا ہاں درست ہے۔ اس
نے پھر پوچھا - ایک عرب اگر قریش میں شادی کرے؟ کہا یہ بھی جائز
ہے۔ پوچھا - قریش اگر بنی ہاشم میں نکاح کرے؟ کہا - یہ بھی درست
ہے۔ پوچھا - تم نے یہ بات کس سے سیکھے ہیں؟ کہا - جعفر بن محمد سے
میں نے ان سے سنا۔ کہ تمہاری کفو تمہارے خون میں ہے۔ تمہارے
فروج (شرنگا ہوں) میں نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ

عن علی ابن حسن بن فضال عن محمد بن عبد الله
بن زرارة عن عيسى بن عبيد الله عن ابي عبد الله
عن علي عليه السلام قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم اذا جاءكم من ترضون خلقه ودينه
فزوجوه قلت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

وَإِنْ كَانَ دَنِيًّا فِي نَسَبِهِ قَالَ إِذَا جَاءَ كَرَمٌ مِّن تَرَكُونِ
خَلْقَهُ وَدِينَهُ فَزَوْجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنَّ فِتْنَةٌ
فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۱ اصل کتاب النکاح)

باب ۱ نہہ يستحب المسراة

واهلها الخ)

ترجمہ :

(بحدف اسناد) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارے پاس درشتہ
کے لیے ایسا شخص آئے۔ جسے تم پسند کرتے ہو۔ اور اس کے
اخلاق اور اس کا دین تمہیں اچھا نظر آئے۔ تو اسے رشتہ دے دیا کہ
میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگرچہ وہ نسب کے اعتبار سے کم درجہ
کا ہو۔ فرمایا۔ جب تمہارے پاس ایسا شخص رشتہ کے لیے آجائے
جس کا خلیق اور دین تمہیں اچھا لگے۔ تو اس کو رشتہ دے دو۔ اگر ایسا
نہ کر دو گے۔ تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو جائے گا۔

توضیح

روایت بالا میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے۔ کہ نسب کے اعتبار سے
اگرچہ کوئی شخص کتنا کیا گزرا ہو۔ اس کی پرواہ نہیں۔ اس کا خلیق اور دین اچھا ہونا
ضروری ہے۔ گویا ایک سید زادی کے ساتھ شادی کی خواہش رکھنے والا اگرچہ
خاندانی اعتبار سے کتنا ہی نکمٹا اور گرا ہوا ہو۔ اگر اچھے اخلاق اور اچھے دین والا

توضیح

”مسائلک الافہام“ میں اس مسئلہ کی وضاحت میں یہ مثالیں پیش کی گئی ہیں کہ
 ”کفو“ صرف اسلام کا ہوتا ہے۔ باقی خاندانی اور بیچ بیچ کوئی اہمیت نہیں رکھتی
 اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اپنی صاحبزادی بیباہ دی۔ حضرت
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام حسین نے بھی ایسا ہی کیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ سید اور
 غیر سید کا فرق نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے سیدزادی کی غیر سید شادی ہو سکتی ہے۔

مَبْسُوط

زَوْجٍ فَاطِمَةَ عَلِيًّا وَهُوَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
 صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَأُمَّهَا
 خَدِيجَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ وَزَوْجِ بَنِيهِ رُقَيْةَ
 وَأَقْرَبُكُمْ هُثَمَانَ لَمَّا مَاتَتِ الثَّانِيَةَ قَالَ
 لَوْ كَانَتْ ثَالِثَةً لَزَوَّجْنَا هُثَمَانَ أَيَّهَا.

(مبسوط جلد ۲ ص ۱۵۹ کتاب النکاح)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کی شادی حضرت علی المرتضیٰ
 رضی اللہ عنہ سے کی۔ ان کی والدہ ام المومنین خدیجہ بکھڑی رضی اللہ عنہا ہیں
 اور آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں رقیہ اور کلثوم کا یکے بعد دیگرے
 حضرت عثمان سے نکاح کیا۔ جب دوسری بھی انتقال کر گئیں۔ تو فرمایا
 اگر تیسری بھی ہوتی۔ تو ہم اس کی شادی عثمان سے کر دیتے۔

نوٹ:

صاحبِ موسط علامہ طوسی نے یہ عبارت اس موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔ یہ رشتہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ وہ حقیقی مائیں نہیں۔ اگر حقیقی مراد ہوتیں۔ تو پھر ان کی اولاد امتیوں کے بہن بھائی ہوتے۔ اور بہن بھائی کی شادی نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ازواج کی اولاد کی شادیاں امتیوں سے کی ہیں لیکن اس کے ساتھ عبارت مذکورہ سے دو مسئلے اور بھی ثابت ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نہیں زیادہ صاحبزادیاں تھیں۔ اور دوسرا یہ کہ شادی میں صرف اسلام کا خیال ہوتا ہے۔ سید اور غیر سید کو نہیں دیکھا جاتا۔

نکاح میں اسلام کے سوا دوسری باتوں میں کفو

نہ ہونے پر علامہ حائری شیبلی کے دلائل

صاحبِ اواع التفسیر علامہ حائری شیبلی نے نکاح میں عدم کفو پر ایک ملاحظہ نقل کیا۔ پھر اس کے اپنی طرف سے چند جوابات ذکر کیے جن سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ سید اور غیر سید ایک، کفو ہیں۔ جب کہ مسلمان ہوں۔ اسلام کے سوا اور کوئی بات و کفو، نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

لوامح التنزیل:

اشکال

در این جادالات می کنند که دختر را لانسب و عالی حسب و جلیل منصب بدنی ذات اگر چه در اصل غلام زنگی و حبشی باشد دادن جائز است، این احدی مطاعن اسلام است چنانچه خود اعزہ اہل اسلام این قبیح و منکر می دانند بل میگویند کہ در اصل غلام زنگی تجویز کرده اند کہ بتکاح سے دہند دختر سادات بن فاطمہ را کہ اولاد رسول باشد بعام آدمی اگر چه شرابی، قمار باز کم ذات و غلام حبشی رذیل صفات ابا و جد باشد، در این عقل تنفر میکنند۔

جواب اول:

عندالعقل و مجموع نقل بل بانزورۃ ثابت و مقطوع است کہ ہمہ آدمیاں من حیث الذات متحد اند پس بقطعی بودن این کفایت مماثلت ذاتی در ایشان ثابت و ثبوت این مناکح در بین خود ایشان لازم و ثابت باشد۔ و از این جا در حدیث مرتضیٰ علیہ السلام آمد
 إِنَّ النَّاسَ مِنْ جِهَتَيْ التَّمَاثُلِ كَقَفَاءِ آبِدْنَا أَدْرُ
 وَالْأَمْحَقَاءِ وَسَعْدَى تَرْجَمَهُ هَبْنِ كَرْدَه۔

۵

بنی آدم اعضاءے یکدیگر اند
 کہ در آفرینش نزدیک جو ہر اند۔

تنبیہ:

عجیب کہ سائل نکاح دختر عالی را بدنی از مطاعن اسلام شمرده از جهل
و منف عقل او باطل باشد۔

جواب ثانی:

رفعت و ذلت اضافی است و نیائی و دینی۔ اما دنیائی نزد عقلاء و
سیلم حکماء اعتبار نہ دارد زیرا آنکہ دنی نانی است۔ و اکثر رفعت و
عزت دنیائی با آدمی است کہ بہ نراز و خوش و گاؤ و خربہ بیاعت
محض اند۔ و الا لازم بود کہ ہیچ حزب لے اہل دنیا لباس دولت آدمی و
ہیچ عاقلہ و حکیمے و عالمے لباس خواری و پریشانی خراں و گاواں۔
نہی پوشیدہ۔ و عال آنکہ نادر و نادر باشد کہ در دنیا عاقلہ و حکیمے و بدر لٹائے
محتاج و پریشان نہ باشد پس معلوم شد کہ رفعت و ذلت دنیا اعتباری،
ندارد۔ در کتاب اللہ چند جا چنین مارج و منازل و اقباب نفی و
سلب فرمود۔ ان ہی الا اسماء سمیتموہا انتم و اباکم
ما انزل اللہ بہا من سلطان ان یتبعون الا الظن و ما
قلوخی الا نفس۔ لکن ای نیست مگر اسائیت با خود
لا خود شما و ابا شما تا مبدہ اند خدا آنها را با جتنے برہن بشما نفرستادہ این
نیست مگر متابعت گمان و خواہش نفس خود شما۔ پس دختر عالی
دنیا با نفل مومن این وجہ ہم جائز شد و آیت فاذا نفع فی الصدق
فلا انساب بینہم یومئذ ولا یتساءلون۔ یعنی بعد نفع

مورث اسباب و القاب در خلق باقی نمی ماند و نہ از آل پرشش شود پس ثابت شد کہ ہمہ این گمان بے مغز است۔

جواب ثالث

آنچہ در ملت اعتبار دارد اتحاد دین تو حید بین الناس و منکوح چہ اعتبار دارد چہ کفر و ایمان ضدین اند با ہم جمع عند العقل و النقل نمی شود و از نقل ہمیں۔ و لا تنکحوا المشرکات کافی است پس عند اللہ ہمہ عباد در عبدیت مساوی چنانچہ نزد آقا ہمہ غلام و کنیز بحیثیت غلامی مساوی اند و بانسبتہ دنیا خلق ارفع و اخفض متفاوت می شوند و آل اضافی است اعتبار نہ دارد پس ایرات آقا کنیز ہائے مطیعہ خود را با غلامی حاطیع خود بغیر متمر و آل نکاح بند در نعمت و ذلت عالی حسب و دانی نسبت بالکل در این جا اطلاق نمی شود۔

جواب رابع:

در اصل دین غرض تحصیل معرفت رب العالمین و اطاعت و احکام دین است ہر کہ عارف مطیع باشد رفیع و ہر کہ متمر و از ذلیل نزر رب و مالک سلاطین است۔ تنبیہ۔ ہر گاہ این ثابت شد پس در شرع امام نبی و شریعت و رفیع و وضع بانسبتہ تخمین و اطاعت الہی و عبادت و احکام او مساوی است بلی در مدارج آخرتہ متفاوتہ اند و آنچه در دنیا برائے نظم عبادت قانون و قاعدہ مقرر کردہ تا ہر ج و

مرج و فساد و قبیح و منکر با عمل در بین نیاید۔ و قطع معاصر و معاذرا ایشاں
شود تا فردا نگویند بی در رسول کہ مارا زنی یا زن بگوید مارا مرد سے از بنی نوع
خود پیدا نہ شد۔ ہذا شہوت زدہ آورده بے اختیار ساختہ زنا کردیم حجت
الہی منقطع می شد تعالیٰ عنہ۔

جواب خامس

سید بشر باین کہ در فرزند بنی بنت جحش را کہ دختر عمہ سقہ آل حضرت بود
برائے ارتفاع و ازالہ این سوسے نطن و جہالت غلام خود زید را آزاد
کرده بعقد زید داد تا آنکہ زوال جہالت و شریعت تا قیامت مقرر شد
و در زیمست کہ بوجہی دانستہ باشد در آئندہ کہ جمع انکار خواہند کرد
پس بنی فاطمہ پنجاب انکار و استبعاد کرده نتوانند حالانکہ اعمام و
عمات و احوال و حالات اصول شخص می باشد بہ نسبت فروع کہ،
اولاد و ذریت اند۔

دوام التنزیل جلد دوم۔ ص ۴۴ مطبوعہ
رناہ عامہ سٹیم پریس لاہور۔ زیر آیت
» ولا تتصح المشرکات حتی
یومن؛ پارہ ۲)

ترجمہ:

احادیث مذکورہ کی بنا پر اس جگہ یہ دلالت ہے کہ اعلیٰ حسب و
نسب کی رٹ کی اور جلیل القدر و دختر کی شادی ادنیٰ مرد کے ساتھ
کرنی جائز ہے اگرچہ وہ حبشی غلام ہو۔ اسلام پر کیے گئے مطاعن

میں سے یہ ایک مطاعن ہے۔ جسے معزز اور باوقار مسلمان جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ علماء اسلام نے سادات بنی قاطمہ کی لڑکی جو اولاد رسول ہے۔ کی عام آدمی سے شادی کر دینا جائز کہا ہے۔ اگرچہ وہ عامی شرابی، جو باز، کم ذات اور حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ اس بات سے عقل نفرت کرتی ہے؟

جواب اول:

عقل و نقل اور بالفردہ یہ بات ثابت ہے۔ کہ تمام آدمی باعتبار ذات متحد ہیں۔ ان کی یہ مماثلت اور کفایت ذاتی ثابت ہے۔ اس وجہ سے ہی ان کے درمیان رشتہ کا بین دین ثابت ہے اسی بات کی وضاحت میں حضرت علی المرتضیٰ کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ تمام لوگ مماثلت کے اعتبار سے ایک دوسرے کے کفو ہیں ہمارا باپ آدم اور ہماری ماں حوا ہیں۔ شیخ سعدی نے اسی کا ترجمہ شعر میں کیا ہے۔ آدمی، ایک دوسرے کے اعضاء ہیں۔ کیونکہ اپنی پیدائش میں وہ ایک ہی جوہر سے پیدا ہوئے ہیں۔ تنبیہ۔ مقام تعجب ہے کہ معترض اعلیٰ حسب کی دوشیزہ کی شادی ایک کم ذات مرد کے ساتھ ہونے کو اسلام کے مطاعن میں سے شمار کرتا ہے۔ یہ سب معترض کی جہالت اور عقل کی کمزوری کی وجہ سے باطل ہے۔

جواب دوم:

اعلیٰ دادنی مرتبہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک دنیاوی اور دوسرا دینی

لیکن دنیاوی اعلیٰ مرتبہ، عقل مندوں، اور حکما کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔ اس لیے کہ یہ فانی ہے۔ اور اکثر یہ رفعت ایسے آدمیوں کو ملتی ہے جو ڈھوڑ ڈھنگوں اور گاڈ خوسے بڑے اور نالائق ہوتے ہیں۔ ورنہ لازم ہوتا۔ کہ کوئی دنیا دار گدھا دولتِ اُدیمیت کا لباس اور کوئی عاقل دانا گاڈ خوسے کا لباس ذلیل نہ پہنتا۔ حالانکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ کہ کوئی عاقل دانا پیریشان زندگی میں نہ پڑا ہوا ہو۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ دینرسی عزت و دولت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر ایسے مارج و منازل کی نفعی اور سلب کیا گیا ہے۔ ترجمہ ”نہیں ہیں یہ مگر وہ نام جو رکھے ہیں تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ کوئی حجت نازل نہیں فرمائی۔ نہیں دھوڑتے تم مگر ظن کو اور جو کچھ تمہارے نفس چاہتے ہیں، پس اعلیٰ نسب مینا دار لڑکی، ادنیٰ ذات مومن مرد کو اپنا اہل وجہ سے بھی جائز ہے۔ کہ آیت فاذا انفج فی الصور الخ یعنی صور پھونکے جانے کے بعد مخلوق کے انساب اور القاب باقی نہ رہیں گے۔ اور نہ ہی ان کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ گمان بے اصل ہے۔ یعنی یہ گمان کہ اعلیٰ نسب کی لڑکی کی شادی ادنیٰ نسب کے مرد کے ساتھ کرنی جائز نہیں۔

جواب سوہ

ناکج اور منکوج کے درمیان ملت میں جو چیز معتبر ہے۔ وہ ہے دین توحید میں اتحاد۔ کیونکہ ایمان و کفر دو باہم ضد ہیں۔

عقلاً اور نقلاً جمع نہیں ہو سکتیں۔ اور نقل کے اعتبار سے ولا تنكحوا
 المشركات الخ کافی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہدیت
 کے اعتبار سے تمام آدمی برابر ہیں۔ جس طرح ایک اُتاق کے نزدیک
 اس کے تمام غلام اور باندیاں بحیثیت غلامی برابر ہوتے ہیں نسبت
 میں اعلیٰ و ادنیٰ کا اختلاف ہوتا ہے۔ اور یہ نسبت ایک اضافی امر
 ہے۔ جس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ لہذا اُتاق اپنے فرمانبردار غلاموں کا اپنی
 فرمانبردار لونڈیوں سے نکاح کر دیتا ہے۔ تو اس پر کوئی اعتراض نہیں
 کرتا۔ اسی طرح اعلیٰ حسب و نسب کی عورت کی شادی اگر ادنیٰ حسب
 نسب کے مرد کے ساتھ ہو گئی۔ تو عزت و ذلت کا یہاں اطلاق کیسے
 ہو گیا۔

جواب چہارہ

دین دراصل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے احکام کی اطاعت
 کا نام ہے۔ اس لیے جو اللہ تعالیٰ کا مطیع اور عارف ہے۔ وہ
 اس کے نزدیک اُس سے اچھا ہے۔ جو سرکش اور نافرمان ہو۔



جب یہ ثابت ہو گیا۔ تو پھر ماننا پڑے گا۔ کہ امام، نبی، شریف
 اور اعلیٰ ادنیٰ تخلیق کے اعتبار سے اور اطاعت الہی کے
 اعتبار سے سبھی برابر ہیں۔ ہاں اُخروی درجات میں فرق ہو گا
 دنیا میں فرق مراتب اس لیے تاکہ انتظامی امور اور مقررہ قوانین

کافرق ہمیش نظر رہے۔ جس کی وجہ سے حرج و فساد اور آپس میں قح و منکر پیدا نہ ہو۔ اور ان کی مشکلات اور عذر خواہیاں پیدا نہ ہوں۔ تاکہ کل یہ نہ کہیں کہ نبی اور رسول نے ہمیں تکلیف دی ہے۔ یا عورت کہے کہ میرے لیے اپنے قبیلہ کا آدمی پیدا نہ ہوا۔ لہذا میں نے شہوت کے غلبہ کی وجہ سے رنا کیا۔ تو اس سے حمت الہی نہ رہے گی۔

جواب پنجم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش جو حضور کی سگی پھوپھی زاد بہن تھیں ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید سے اسی لیے کیا۔ تاکہ اس بدگمانی اور جہالت کی رنفت و ذلت کو ختم کر دیا جائے۔ اور تا قیامت جہالت مٹ جائے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ نے بذریعہ وحی جان لیا ہو۔ کہ کچھ لوگ بعد میں اس کا انکار کریں گے۔ پس پنجاب کے بنی فاطمہ سادات اس کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ چچے پھوپھیوں، ماموں اور خالائیں آدمی کے اصول ہوتے ہیں۔ اور اولاد ان کی نسبت فروغ ہوتی ہے۔

لمحکریہ

یہ سوال و جواب اس مفسر اور مجتہد کے ہیں۔ جس پر دنیا نے شیعیت کو لازم جس نے تم میں جلدوں میں تفسیر لکھی۔ اس کا دلائل کے ساتھ یہ عقیدہ ہے کہ کھواگہ ہے۔ تو صرف اسلام کا عقیدہ توحید اور اطاعت رب العالمین۔ اس کے سوا تمام امتیازات خود ساختہ

بُت ہیں۔ جن کے نام ہم نے خود گھڑ لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 اُن پر کوئی حجت نہیں ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں علامہ حائری صاحب لوامع
 التنزیل نے کفو کے بارے میں اپنے مسلک کی ترجمانی کر دی۔ اب یہ کہنا سختی بجانب
 ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک ایک سید زادی کی شادی کیلئے ذیل اور بچے وقت
 آدمی سے جائز ہے۔ یہ ہے ان مہمان اہل بیت کا عقیدہ اور یہ ہے۔ ان کے
 نزدیک آل محمد کی عزت و وقعت ؟

خوط

جب مذکورہ عقیدہ کسی شیعہ کے سامنے بیان کیا جائے۔ تو وہ اس کو تسلیم
 کرنے سے صاف انکار کر دیتا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف وہ کہتا ہے۔ کہ ہمارے
 نزدیک سید کا غیر سید کے ساتھ نکاح کرنا درست نہیں۔ کیونکہ ہمارے اس
 عقیدے کی ترجمانی درج ذیل عبارت کرتی ہے۔

وسائل الشیعہ

وَنظَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَوْلَادِ
 عَلِيٍّ وَجَعْفَرَ فَقَالَ بَنَاتُنَا لِبَنَاتِنَا وَبَنَاتُنَا لِبَنَاتِنَا

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۲۹ کتاب النکاح)

اللہ یجوز للرجل الشریف البلیل

القدراں یتزوج امرأة

دونہ الخ)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور جعفر رضی اللہ عنہما کی اولاد کو دیکھ کر فرمایا۔ ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹیوں کے لیے اور ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں کے لیے ہیں۔

ہزار تمہاری دس ہماری

اسلامی شریعت میں قرمیت نسل پرستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے عفت اور تقویٰ ہی میاں شرافت ہے۔ یہ شرف سیادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و اہل بیت و اقرباء کے لیے مخصوص ہے کہ ان کا کفو غیر نہیں ہے۔ یہ قدرتی فضیلت ہے۔ (ہزار تمہاری دس ہماری ص ۳۹۴)

جواب:

یہ دونوں عبارتیں اگرچہ ڈوبتے کوٹھکے کا سہارا دینے کے مترادف ہیں لیکن کیا کریں۔ خود بڑے بڑے شیعوں نے ان عبارتوں کے جواب اپنی کتب میں تحریر کیے۔ جس کی بنا پر ان پر سہارا کرنا حاصل ہے۔ ہم اپنی طرف سے کوئی جواب نہیں ذکر کریں گے۔ صرف ان کے علماء اور مجتہدین کے جواب پر اکتفا کرتے ہیں۔

لوامع التفریغ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَ أَحَدٌكُمْ مِنْ تَرَضُّرٍ خُلِقَ لَهُ وَدِينُهُ فَرَّوْجُوهُ إِلَّا تَفَعَّلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةً وَفَسَادًا كَبِيرًا. وَرَأَدُوا

فِي بَعْضِهَا قُلْتُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَإِنْ كَانَ دَنِيًّا فِي نَسَبِهِ قَالَ إِذَا جَاءَ كُمْ مَنْ تَرَضَّوْنَ
خُلِقْتَهُ وَوَيْسَتْهُ فَزَكَّوْجُوهُ۔

(لوامع التنزیل جلد دوم صفحہ نمبر ۴۷۶)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارے پاس رشتہ کے لیے ایسا شخص آئے۔ جس کا خلق اور دین تمہیں اچھا لگے۔ تو اس کو رشتہ دے دو۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو گے۔ تو زمین میں فساد کبیرا اور فتنہ اٹھ کھڑا ہو گا۔ بعض نے اس روایت میں یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں۔ میں نے عرض کیا جعفر! اگرچہ وہ رشتہ مانگنے والا نسب کے اعتبار سے ذلیل اور نیچا ہو؟ آپ نے پھر وہی کلمات ارشاد فرمائے۔

لوامع التنزیل

مروئی شیعوں نے سنی است کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود
من زوجنی و تزوج منی من الامة احد لا
یدخل النار لانی سئلت اللہ عنہ و وعدنی ذالک۔
وایں جا صریح است کہ ہر کس از امت بن دختر بدہد یا از من بگردد
در مطلب ہمیں کافی است اشکال در کتاب مستطاب من لایحضرہ الفقیہ
آیا مروئی نیست لقا نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
و سلم الی اولاد علی و جعفر و فی اخری ضم و مظهر
و اولاد عقیل فقال صلی اللہ علیہ وسلم بنا تمنا

لبینا و بنونا لبنا نسا۔ یعنی پتھیر صلی اللہ علیہ وسلم وقت کہ نظر باولا دی
 علی و جعفر و عقیل کر دیں فرمود دختران ما برائے پسران ما و پسران ما برائے
 دختران ما می باشند ایں حصہ خصوصاً لام تخصیص و ملت دلالت می
 کند کہ اولاد رسول حلال برائے غیر از امت در نکاح نمی باشند۔
 جواب۔ چونکہ غایت مانی الحدیث قطع النظر از قبل و قال اشعار
 براد ولویت باشد چه از اں احدے مکر نیست کہ مہما مکن تو سل ارقام
 اولی از تو سل غیر ارقام می باشد پس عقد با ہم در بنی فاطمہ مع ،
 التیسر و الامکان اولی و احسن و افید باشد و الا لازم می آید تخصیص عموم قرآن
 بخبر و احد بلا ضرورت چوں و انکھ الا یامی و چوں فانکھ حوا ما طالب
 لکسر من النساء و غیر اں و مرادے عام امت است و با جماع
 بنی فاطمہ داخل در امت اند۔ پس در حکم عام داخل اند۔ و از حکم
 عام قطعی بر نمی مانند تا وقتیکہ مثل اں حکم خاص قطعی الثبوت نباشد۔
 (روایع التنزیل جلد دوم ص ۶۰۶ م زیر آیت
 ولا تنکھوا المشرکین۔)

ترجمہ :

شیدہ اور سنی دونوں کے ہاں متفقہ روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔ جس نے مجھے رشتہ دیا۔ اور جس کسی نے مجھ سے رشتہ
 یا وہ آگ میں نہیں جائے گا۔ کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ مانگا
 تھا۔ تو اس نے مجھ سے اس کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس حدیث میں
 صریحاً موجود ہے۔ کہ میری امت میں سے جو بھی مجھے رشتہ دے گا۔ یا مجھ
 سے لے گا۔ ہمارے مقصد اور مطلب کے لیے اتنا ہی جملہ کافی ہے

اشکال :- من لایحضرہ الفقیہہ میں مذکور ہے۔ کیا یہ روایت نہیں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، جعفر اور عقیل کی اولاد کی طرف دیکھا تو فرمایا ہمارے لڑکے ہمارے لڑکیوں کے لیے اور ہماری لڑکیاں ہمارے لڑکوں کے لیے ہیں۔ آپ کا یہ فرمانا مخصوص رشتہ داری اور حصر کا اظہار کر رہا ہے۔ کیونکہ دو لام، تخصیص اور علت کا فائدہ دے رہا ہے۔ یعنی اولاد رسول امت میں سے غیر کے لیے حلال نہیں۔

جواب

قطع نظر قبیل و قال کے جو کچھ حدیث مذکورہ میں موجود ہے۔ اس کی غرض

غایت یہ ہے۔ کہ ایسا کرنا اولیٰ ہے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کرتا

کہ جب کسی طرح رشتہ کے لیے اولاد عام میں سے کوئی معقول

ادمی مل جائے۔ تو اس سے انکار کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ لہذا اولاد

فاطمہ کا عقد آپس میں کرنا اولیٰ ہے۔ جب آسانی کے ساتھ مناسب

رشتہ مل جائے۔ یہ اچھا، مفید اور بہتر ہے۔ اگر اس روایت کو ادویت

پر محمول نہ کیا جائے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ بلا ضرورت خبر واحد کے ساتھ

قرآن کریم کے عموم کو مخصوص کر دیا جائے۔ جیسا کہ دینکھو الایامی اور فائز

مطالب حکم آیات تمام امت کو عام حکم دے رہی ہیں۔ اور بلا جماع،

بنی فاطمہ امت میں داخل و شامل ہیں۔ لہذا اس عام حکم سے باہر نہیں ہو

سکتے۔ جب تک کہ اسی قسم کی قطعی الثبوت خاص حکم والی کوئی آیت

نہ ہو۔

مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل امور

ثابت ہوئے

- ۱- جب اچھے اطلاق والا ذیندار مرد مل جائے۔ تو نسب کی پرواہ کیے بغیر اس کو رشتہ دے دو۔
- ۲- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے رشتہ دیا۔ یا جس نے مجھ سے یا وہ بموجب عہد الہی جنتی ہے۔
- ۳- حضرت علی، جعفر اور عقیل رضی اللہ عنہم کی اولاد کے بارے میں حضور کے فرمان کا مطلب یہ ہے۔ کہ نبی فاطمہ کا باہم رشتہ کرنا کرنا اولیٰ و احسن ہے۔
- ۴- قرآن کریم میں رشتہ کرنے کے متعلق آیات اپنے عموم پر ہیں۔ ان میں سید اور غیر سید کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔
- ۵- من لایحضرہ الفقیہہ میں مذکور حدیث (اولاد علی، جعفر، عقیل کے متعلق) خبر واحد ہے۔ اور اس سے بلا ضرورت عموم قرآن کو مخصوص نہیں کیا جاسکتا۔

نوٹ:

مندرجہ بالا روایت سے کچھ فوائد بھی حاصل ہوئے اور وہ یہ ہیں کہ:-

- ۱- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کہ جس کا خلق اور دین اچھا ہو۔ اس کو رشتہ دے دو۔ آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں حضرت ام کلثوم اور رقیہ کی شادی حضرت عثمان سے کی۔ تو یقیناً آپ کے نزدیک حضرت عثمان خلق و دین کے اعتبار سے ممتاز تھے۔ اسی طرح آپ نے فرمایا۔ اگر تیسری بھی ہوتی تو اس کا

نکاح عثمان سے کر دیتا۔ اسی قانون اور ضابطہ کے مدنظر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عقد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ماسک الافہام جلد سوم ص ۲۲۲ پر درج ہے۔

ان عمر متزوج ام کلثوم بنت علی فاصدقہا ربیعین الف درہم۔ حضرت عمر نے ام کلثوم دختر علی المرتضیٰ سے چالیس ہزار درہم حق مہر پر شادی کی۔

۲۔ اپنے فرمایا۔ کہ مجھے رشتہ دینی والا اور مجھ سے لینے والا بموجب عہد خداوندی جنتی ہے۔ لہذا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنی اپنی صاحبزادیوں کے رشتے دے کر جنتی ہوئے۔ اور عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں سے نکاح کر کے جنتی ہوئے

فاعتبروا یا اولی الابصار

احناف کے نزدیک بیہزادی کا غیر یہ ہے

نکاح قلان کفو ہے

فتاویٰ عالمگیریہ

فَقَرَّيْنُ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ كَيْفَ كَانُوا
حَتَّىٰ إِنَّ الْقَرَشِيَّ الَّذِي لَيْسَ بِلِهَا شَيْئًا يَكُونُ
كُفُوًا لِلِّهَا شَيْئًا وَغَيْرُهَا شَيْئًا مِنَ الْعَرَبِ لَا
يَكُونُ كُفُوًا لِلْقَرَشِيَّ وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ

بَعْضِ الْأَنْصَارِ حَىٰ وَالْمَعَا حِرْفِيهِ سَوَاعِدَ كَذَا فِي
 فِتَاوَى قَاضِي خَانَ..... فِي الْبِنَائِيَةِ الْعَالِمِ
 كَفَرًا لِلْعَرَبِيَّةِ وَالْعَلَوِيَّةِ وَالْأَصْحَاحِ أَنَّ
 لَا يَكُونُ كَفَرًا لِلْعَلَوِيَّةِ.

(فتاویٰ عالمگیریہ جلد اول صفحہ نمبر ۳۰۸)

الباب الخاص في الاكفاء

مطبوعه مصر قدیم

ترجمہ:

قریش باہم کفر ہیں۔ ان کی کوئی بھی شاخ ہو۔ یہاں تک کہ وہ قریشی جو
 ہاشمی نہیں وہ بھی ہاشمی کا کفر ہوگا۔ عرب کا غیر ہاشمی، ہاشمی کا کفر نہیں ہوگا۔
 اور عرب بعض، بعض کے کفر ہیں۔ ان میں انصار اور مہاجرین برابر ہیں
 اسی طرح فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ بنایع میں ہے۔ کہ عالم دین
 عربی اور علوی فاندان کا کفر ہے۔ اور صحیح تو ان میں ہے۔ کہ عالم دین،
 علوی کا کفر نہیں ہوگا۔

فتح القدیر

إِذَا كَانَتْ الْكُفَاءُ مُعْتَبَرَةً فِي الْحَرْبِ وَذَلِكَ
 فِي سَاعَةِ وَفِي الذِّكَا حِ وَهُوَ لِلْعُمَرِ أَوْ لِي
 وَذَكَرَ مَا وَقَعَ فِي غَزْوَةِ بَدْرٍ أَنَّ لَعْمَابَرَّ
 عَثْبَةَ بِنَ رَ بَيْعَةَ وَسَيْبَةَ بِنَ رَ بَيْعَةَ وَالْعُرَيْدِ
 بِنَ عَثْبَةَ وَخَرَجَ إِلَيْهِمْ عَوْفٌ وَمَعْوَدٌ أَبْنَاءُ

عَمْرَاءَ وَعَبَدَ اللّٰهَ بِنُورٍ وَاحِدَةٍ قَالُوا ارَاهُ
 مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالُوا اَبْسَاءُ قَدَرٍ كِرَامٍ وَالْكَثَاثُ بِيَدِ
 اَكْفَاءِ نَا مِنَ الْقُرَيْشِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 صَدَقُوا اِنَّ اَمْرًا حَمْرَةً وَعَلِيًّا وَعُبَيْدَةَ
 بِنَ الْحَارِثِ -

رفع القدر جلد دوم ص ۷۷۲ فی الکفارات
 مطبوعہ مصر قدیم

ترجمہ:

جب کفر کا دوران جنگ اختیار ہے۔ حالانکہ وہ چند لمحوں کی بات
 ہوتی ہے۔ تو نکاح میں وہ بطریقہ ادنیٰ ہوگا کیونکہ وہ عمر بھر کا رشتہ
 ہے۔ اور اس سلسلہ میں غزوہ بدر کا ذکر کیا۔ جب عقبہ بن ربیعہ تیبہ
 بن ربیعہ اور ولید بن عقبہ نے اپنا مقابل مانگا۔ تو حضرت عوف ہموذ
 جو عفراس کے صاحبزادے ہیں۔ اور عبد اللہ بن رواحہ نکلے۔ انہوں نے
 پوچھا۔ تم کون ہو؟ کہنے لگے ہم قبیلہ انصار کے افراد ہیں کہنے لگے
 ٹھیک ہے تم باعزت قوم ہو لیکن ہم قریش میں سے مقابل چاہتے
 ہیں۔ جو ہمارے خاندان کے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 ٹھیک کہتے ہیں۔ پھر آپ نے حمزہ، علی المرتضیٰ اور عبیدہ بن حارث
 رضی اللہ عنہم کو حکم دیا۔ کہ تم ان کے مقابلہ کے لیے نکلو۔ لہذا تینوں
 نکلے۔ اور ان تینوں کو تزیین کر دیا۔

فتح القدین

عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنِ عُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَا مَنَعَنَ فَرُوحَ ذَاتِ الْأَحْسَابِ
 إِلَّا مِنَ الْأَكْفَاءِ وَمِنْ ذَلِكَ مَا رَوَى الْحَاكِمُ
 وَصَحَّحَهُ مِنْ حَدِيثِ هِلِي أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
 وَالسَّلَامُ قَالَ لَهُ يَا عَلِيُّ ثَلَاثٌ لَا تَوَخَّرَهَا الصَّلَاةُ
 إِذَا آتَتْ وَالْجَنَازَةُ إِذَا أَحْضَرْتَ وَالْأَيُّمُ إِذَا
 وَجَدْتَ كُفْرًا وَقَوْلُ التِّرْمِذِيِّ فِيهِ لَا أَرَى
 أَسَادَةً مُتَّصِلًا مُنْتَفِعًا بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ تَصْحِيحِ الْحَاكِمِ
 وَقَالَ فِي سَنَدِهِ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْجَلْبِيُّ
 مَكَانَ قَوْلِ الْحَاكِمِ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 الْجَلْبِيُّ فَلْيَنْظُرْ فِيهِ وَمَا عَنِ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخَيَّرُوا النِّطْفَةَ وَأَنْعَمُوا
 الْأَكْفَاءَ رَوَى ذَلِكَ مِنْ حَدِيثِ هَائِشَةَ وَأَنْسِ
 وَعُمَرَ وَمِنْ طَرِيقٍ عَدِيدَةٍ فَوَجَبَ إِرْتِفَاعُهُ
 إِلَى الْجَبِّيَّةِ بِالْحَسَنِ لِحُضْرِهِ النَّظْمِ بِصِحَّتِهِ
 الْمَعْنَى وَثُبُوتِهِ عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَفِي هَذَا كِفَايَةٌ ثُمَّ وَجَدْنَا فِي شَرْحِ الْبُخَارِيِّ
 لِلشَّيْخِ بْرُهَانَ الدِّينِ حَلْبِيِّ ذَكَرَ أَنَّ الْبَغَوِيَّ قَالَ
 إِنَّهُ حَسَنٌ۔

(فتح القدیر جلد دوم ص ۳۱۷ مطبوعہ مطبع قدیم نعل فی الاکفاء)

ترجمہ:

امام ابو حنیفہ نے ایک شخص کے واسطے سے حضرت فاروق اعظمؓ سے

روایت کی۔ فرمایا۔ میں لازماً کفو کے بغیر ذات حسب کے نکاح سے منع کروں گا۔ اور اسی قبیلہ سے وہ روایت ہے جسے حاکم نے ذکر کر کے اس کی صحت حضرت علی المرتضیٰ کے حوالے سے کی۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ کو فرمایا۔ اے علی! تین باتوں میں تاخیر نہ کرنا۔ نماز جب اس کا وقت آجائے۔ جنازہ جب تیار ہو جائے۔ اور کنواری کا جب کفو میں رشتہ مل جائے۔ اور امام ترمذی کا اس میں یہ کہنا کہ میں اس کی اسناد میں اتصال نہیں پاتا، امام حاکم کی تصحیح سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ اس کی سند میں سعید بن عبد اللہ جبئی سعید بن عبد الرحمن جبئی کی جگہ ہے۔ لہذا تو بھی اس میں اچھی طرح دیکھ۔ اور یہ اس روایت کے بھی خلاف ہے۔ جو حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمائی وہ یہ کہ اپنے رشتہ کے لیے اپنا کفو تلاش کرو۔ اور اسے ہی پسند کرو۔ یہ روایت حضرت عائشہ، انس اور عمر رضی اللہ عنہم سے اور متعدد طریقوں سے روایت ہوئی ہے۔ لہذا اس کا مقام حجیت تک بلند ہونا لازم ہے۔ اس لیے کہ معنی کی صحت کے اعتبار سے ظن غالب حاصل ہو رہا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہونا بھی حاصل ہو رہا ہے۔ یہی بات کافی ہے۔ پھر ہمیں شرع بخاری شریف جو شیخ برہان الدین علی کی ہے۔ میں یہ ملا۔ کہ علامہ بغوی نے کہا۔ کہ یہ حسن ہے۔

خلاصہ کلام

احناف کے فتاویٰ اور کلام سے یہ ثابت ہوا ہے کہ ہمارے ہاں کفو کا اعتبار

ہے۔ اور اس کی تائید کے لیے صاحب فتح القدر نے دو احادیث پیش کیں۔ ایک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسری حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پھر جب کہ ہمارے نزدیک ہاشمی اور قریشی باہم کفو ہیں۔ تو وہ سب رشتے جو اہل تشیع کے علماء نے عدم کفو پر پیش کیے تھے۔ وہ کفو میں منعقد ہوئے۔ عدم کفو کے اعتبار سے ہی اہل تشیع نے یہ ثابت کیا کہ نیکو زادی کا کہے ادنیٰ ذلیل آدمی سے رشتہ جائز ہے۔ امید ہے۔ کہ قارئین کرام دلائل مذکورہ کی روشنی میں اصلیت تک باسانی پہنچ جائیں گے۔

منہ
۲۳
م
ع
مکہ

عدم وطی کی شرط پر نکاح

فروع کافی

علی عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن عمار بن مروان
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لہ رجل
جاء الی امرأۃ فسألتها ان تزوجہا فقالت
ان زوجک نفسی علی ان تلتمس منی ما شئت
من نظری او لیتامس منی ما یسال الرجل
من اہلبہ الا انک لا تدخل فرجک فی فرجی
وتتلد ذیما شئت فای احواف الفصیحۃ قال

لَيْسَ كُنْ إِلَّا مَا اسْتَرَطَّ

(فروع کافی جلد ۵، ص ۶۷، کتاب نکاح)

باب النوادر

ترجمہ:

عمار بن مروان نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔
ایک مرد کسی عورت کے پاس جا کر یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے شادی
کرنا چاہتا ہوں۔ عورت نے کہا۔ میں تم سے شادی کرتی ہوں۔ لیکن
شرط یہ ہے۔ کہ تو مجھے دیکھنے کا یا اور ایسا اتفاقاً کر سکتا ہے۔ جو کوئی مرد
اپنی بیوی سے کرتا ہے۔ لیکن تو اپنا آلتناسل میری شرمگاہ میں داخل
نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس سے مجھے رسوائی کا خطرہ ہے۔ اس کے بارے
میں آپ کا کیا خیال ہے؟ امام جعفر نے فرمایا۔ اس مرد کے لیے وہی کچھ
کرنا جائز ہوگا۔ جو اس نے شرط میں مان لیا تھا۔

لمن کریہ

”وطی“ میں عورت کی رسوائی کا کونسا پہلو ہے؟ اگر دخول سے رطوبت یا لڑکی پیدا
ہو جائیں۔ تو اس پر لوگ خوشیاں مناتے ہیں۔ یہ بات باعث رسوائی نہیں ہو سکتی
رسوائی تو اس صورت میں ہوگی۔ کہ اگر بغیر نکاح، وطی کرنے سے اولاد ہو گئی۔ تو
لوگ ایسی اولاد کو دلورجن کے فعل سے یہ پیدا ہوئی۔ ان کو لعن طعن کریں گے۔ معلوم
ہوتا ہے۔ کہ یہ نکاح بھی کچھ ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ جب اہل تشیع متعہ کو کارثواب
اور حصول درجات عالیہ کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ اس کے لیے کوئی لمبا چڑاؤ وقت
نہیں۔ صرف خواہشات نفس پورا کرنے تک کا عقد ہوتا ہے۔ لہذا اگر اس وقتی

ایجاب و قبول سے کسی عورت کے ہاں بچہ یا بچی کا مسئلہ بن گیا۔ تو وہ لوگوں کو کیا منہ دکھائے گی۔ لوگ اس سے پوچھیں گے۔ یہ کس کا ہے؟ تو کیا کہنے گی۔ آیا تھا۔ چلا گیا۔ نہ جانے اب کہاں ہے۔ وہاں تھا۔ جاتے ہوئے چند ٹکٹوں کے عوض یہ سوائی چھوڑ گیا۔ اگر یہی بات ہے۔ تو متعہ کی اجازت مل رہی ہے۔ لیکن اگر دوسری طرف دیکھا جائے۔ تو اس سے مدوٹی فی القبل،، چونکہ منع ہو گئی۔ اس لیے مدوٹی فی الذکر،، کا راستہ کھلا ہے۔ خود عورت کہہ رہی ہے۔ کہ ”جماع“ نہ کرنا اور جس طرح لذت حاصل کر سکتے ہو۔ تمہیں کھلی چھٹی ہے۔ تو اس میں ”لواطت“ کی اجازت نظر آرہی ہے۔ اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے ہاں عورت کے ساتھ لواطت کرنا جائز ہے۔ بلکہ یہ تو مردوں کے ساتھ بھی لواطت کے جواز کے قائل ہیں جو لہذا ملاحظہ ہو۔

فرق الشیعہ

(محمد بن علی بن موسیٰ رضا کا ایک خادم محمد بن نصیر نمبر ہی کہتا ہے۔)
 وَيَقُولُ يَا لِبَاحِدٍ يَلْمَحَارِهِ وَيَحِلُّ نِكَاحُ
 الرِّجَالِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي أَدْبَارِهِمْ وَيَزْعَمُ
 أَنَّ ذَلِكَ مِنَ الشَّوَاضِعِ وَتَذَلُّلِ وَأَنَّ اللَّهَ إِحْدَى
 الشَّلَمَاتِ وَالطَّلِبَاتِ وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَجْعَلْهُ
 شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ.

(فرق الشیعہ ص ۹۳ مولف ابو محمد الحسن بن

موسیٰ النوبختی مطبوعہ مطبع حیدرآباد

نجف اشرف)

ترجمہ ۱

امام موسیٰ رضا کا ایک خادم بیان کرتا ہے۔ کہ محرم عورتوں (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ اور مرد کا مرد کے ساتھ نکاح کرنا۔ بھی جائز ہے۔ وہ ایک دوسرے کی دُبرا استعمال کریں گے۔ اور اس کا گمان ہے۔ کہ اس فعل میں تواضع اور انکساری پائی جاتی ہے اور یہ فعل خواہشات اور طیبات میں سے ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ان باتوں میں سے کوئی بھی حرام قرار نہیں دی۔

ملحہ فکریہ:

مذکورہ مسئلہ جس کتاب یعنی فرق الشیعہ سے پیش کیا گیا اس کا مؤلف علامہ نو بختی ہے۔ نور اللہ شہرستری نے مجالس المؤمنین جلد اول ص ۲۲۶ پر اس کے متعلق لکھا۔ ”در کتاب نجاشی مذکور است کہ در علم کلام بر جمیع امثال دنظار فائق بود یعنی نو بختی اپنے دور کے تمام علماء کلام سے ممتاز و منفرد تھا۔ صاحب کتاب الکتبی، والاقاب نے اسی کے متعلق کہا۔ ”در بہت بڑا عالم اور کثیر کتب کا مصنف ہونے کے ساتھ ثقہ اور مضبوط تھا، تو ایسے عالم بے مثال، رافضی اور ثقہ آدمی کی بات اور وہ بھی اپنے گھر کے متعلق کب غلط ہو سکتی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کچھ شیعہ ایسے بھی ہیں۔ جو ماں، بہن اور بیٹی کے نکاح کو حلال کہتے ہیں۔ اور مردوں کے ساتھ وطی فی الدبر کے لیے نکاح کو بھی جائز کہتے ہیں۔ ان حالات و واقعات کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں عیاشی اور بد معاشی صرف الفاظ کی حد تک ہے۔ بلکہ اس کی عملی صورت بھی موجود ہے اور یہ سب کچھ ان کے ہاں اس لیے حلال و جائز ہو گیا۔ کہ انہوں نے ائمہ کی امامت تسلیم کر لی۔ جس کی بنا پر حلال و حرام

سب جائز ہو گئے۔ خود اپنی زبانی اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ حوالہ مسئلہ نمبر ۲۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

نہم ۲۲ مسئلہ ۲۲

بعض شیعہ فرقتے یہ کہتے ہیں۔ کہ امام کو مان لو۔ پھر ہر
حرام، حلال ہو جائے گا۔

فرق الشیعہ

كَانَ حَمْرَةَ بْنِ عَمَّارَةَ نَكَحَ ابْنَتَهُ وَ أَحْلَى
جَمِيعَ الْمُحَارِمِ وَقَالَ مَنْ عَرَفَ الْإِمَامَ فَلْيَضْحَعْ
مَا شَاءَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ۔

دفرق الشیعہ ص ۲۸ مطبع حیدرآباد شرف
سن طباعت ۱۳۵۵ھ

ترجمہ:

حمزہ بن عمارہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ نکاح کر رکھا تھا۔ اور وہ تمام
محرم عورتوں کے ساتھ شادی کرنا حلال کہتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ جس
نے امام کو پہچان لیا۔ وہ جو چاہے کرنا پھرے۔ اسے کوئی
گناہ نہیں۔

لمحہ فکریہ !

قارئین کرام! غور طلب بات ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں حلت و حرمت کا معیار کیا ہے۔ وہ یہ کہ امام کو مان لو۔ پھر حرمت کہیں نظر نہ آئے گی۔ ”ذوق الشیعہ“ کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ جو شیعہ مطبع میں چھپی اور اس کی عبارات انہی کی تحریر کردہ ہیں۔ بصورت دیگر اگر ان کتابوں میں مذکورہ حوالہ جات موجود نہ ہوں۔ تو فی حوالہ میں ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اور صرف ان کے نزدیک مسئلہ امامت پر قائم ہے۔ مان لو تو سب جائز اور نہ مانو تو بخشش کی کوئی امید نہ رکھو۔ امامت تسلیم کرنے پر ماں، بہن اور بیٹی سے جماع اور مردوں سے لواطت کر کے عجز و انکساری کا اظہار کرو۔ سب درست ہے لاجل و لا قوۃ الا باللہ۔



ایک شیعہ فرقہ کا عقیدہ ہے۔ کہ امام جعفر خدا اور ابوالخطاب ان کا رسول ہے۔ ارکان اسلام میں کسی کو فرض نہیں سمجھتے

فرق الشیعہ

قَالَتْ إِنَّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ جَعْفَرَ ابْنَ مُحَمَّدٍ هُوَ اللَّهُ

جَلَّ وَعَزَّ وَتَعَالَى اللَّهُ عَن ذَاكَ عَمَلًا كَبِيرًا
 وَإِنَّ أَبَا الْخَطَّابِ نَبِيٌّ مَّرْسَلٌ أَرْسَلَهُ جَعْفَرٌ
 وَأَمَرَ بِطَاعَتِهِ وَأَحْلَى الْمُحَارِمِينَ الرِّزَا وَالسَّرِيقَةَ
 وَشَرِبَ الْخَمْرَ وَتَرَكَوا الزَّكَاةَ وَالصَّلَاةَ
 وَالصِّيَامَ وَالْحَجَّ وَأَبَا حُوًّا الشَّهَوَاتِ بَعْضُهُمْ
 لِبَعْضٍ وَقَالُوا مَنْ سَأَلَهُ أَخُوهُ لِيَشْهَدَ لَهُ أَخُوهُ
 مُحَالِفِيهِ فَلْيُصَدِّقْهُ وَيَشْهَدْ لَهُ فَإِنَّ ذَاكَ
 قَرْضٌ عَلَيْهِ وَاجِبٌ وَجَعَلُوا الْفِرَاكِيضَ رِجَالًا
 سَتَرَهُمْ وَالْفَوَاحِشَ وَالْمَعَاصِيَ رِجَالًا
 وَتَأْتُوا عَلَى مَا سَتَحَلُّوا قَوْلَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
 يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَقَالُوا خُفِّفَ عَنَّا
 يَا بِي الْخَطَّابِ وَوَضِعَ عَنَّا الْأَعْلَالَ يُعْتَمُونَ الصَّلَاةَ
 وَالزَّكَاةَ وَالصِّيَامَ وَالْحَجَّ فَمَنْ عَرَفَ الرَّسُولَ
 بِالنَّبِيِّ الْإِمَامِ وَلْيُصْنَعْ مَا أَحَبَّ -

(فرق الشیعہ ص ۴۲ مذکورہ فرقہ خطابیہ)

ترجمہ:

فرقہ خطابیہ ایسا فرقہ ہے۔ جو امام جعفر صادق کے بارے میں ”فدا“
 ہونے کا معتقد ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بڑا اور بلند وبال
 ہے۔ اور ابو الخطاب کو امام جعفر کا بنی مرسل مانتے ہیں۔ اس نے حرام
 باتوں کو حلال کر دیا۔ مثلاً زنا، چوری، شراب پینا۔ اور ان لوگوں نے
 زکوٰۃ دینا بند کر دی۔ نماز پڑھنا چھوڑ دی۔ روزہ رکھنا ختم کر دیا۔

اور حج کی فرضیت کا اٹکار کر دیا۔ اور تمام شہوتیں مباح کر دیں حتیٰ کہ مرد کامرد کے ساتھ خواہش پوری کرنا بھی جائز ہو گیا۔ اور ان کا کہنا ہے کہ اگر کوئی بھائی اپنے مخالفوں کے خلاف اپنے بھائی سے گواہی دینے کا کہے۔ تو اس کی بات مان کر گواہی دینی ضروری ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تمام برائیاں اور فواحش، مردوں کے نام ہیں۔ (فعل نہیں) اور ان تمام چیزوں کو حرام حلال قرار دینے کے لیے بہانہ یہ بناتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ دُوَّهٖ تَهْمَارِے سَاتِهٖ تَخْفِیْفِے كَا اِرَادِهٖ رَکْهَتَاہٖے کہتے ہیں کہ ابوالخطاب کے ذریعہ ہم پر تخفیف کی گئی اور ہم سے طوق، اتار کر رکھ دیئے گئے۔ طوق سے مراد نمازیں، روزے، زکوٰۃ اور حج ہے۔ لہذا جس نے رسول اور امام کو پہچان لیا۔ وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

ملفوظ

فرقہ خطا بیس کے امام جعفر صادق کے بارے میں ”والا“ ہونے کے عقیدہ سے تو صاحب فرقہ الشیعہ نے بیزاری کا اظہار کیا۔ لیکن دیگر بکواسات کو صرف نقل کرنے پر اکتفا کیا۔ بہر حال فرقہ خطا بیہ دوسرے شیعہ فرقوں کے نزدیک میعوب ہی سہی لیکن ہے تو یہ بھی شیعہ۔ اس قسم کی جراتیں ان اہل تشیع میں نہ جانے کہاں سے آگئیں۔ یہ فرقہ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ کہ تمام حرام اشیاء کو امام جعفر نے بوا سطر اپنے پیغمبر ابوالخطاب حلال کیا۔ حالانکہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کا ایسا کہنا محال ہے۔ اسی فرقہ کی طرح دوسرے شیعہ فرقے بھی آجاکر ہر مسئلہ کی نسبت امام جعفر یا امام محمد باقر کی طرف کرتے ہیں۔ نہ ان کے پاس قرآن کی کوئی دلیل و آیت۔ نہ احیثا

مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی تائید نہ اقرار ائمہ سے کوئی سروکار۔ صرف اور صرف مسئلہ امامت کو تسلیم کرنا ہے۔ اور پھر لگائیں اُتار کر پھینک دی جاتی ہیں۔ کسی نے تھوڑی دوڑ لگائی تو متنبہ آفتیہ اور دیگر محرمات کو حلال قرار دیا۔ اور کسی نے زیادہ دوڑ لگائی۔ تو سب حرام کو حلال کرتا چلا گیا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ -

نمبر ۲۶
۶
۵

ایک شیعہ فرقہ "معمریہ" نسخ کا قائل ہے

"نسخ" کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک روح نکل کر دوسرے میں منتقل ہو جائے۔ پھر اس سے تیسرے چوتھے کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ حالہ ملاحظہ ہو۔

فرق الشیعہ

فَرَقَهُ قَالَتْ جَعْفَرُ ابْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ وَتَعَالَى اللَّهُ عَنْ ذَلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا
إِنَّمَا هُوَ نُورٌ يَدْخُلُ فِي أَبْدَانِ الْكُوفِيِّاءِ فَيَحِلُّ
فِيهَا وَكَانَ ذَلِكَ النُّورُ فِي جَعْفَرٍ ثُمَّ خَرَجَ مِنْهُ
فَدَخَلَ فِي أَبِي الْخَطَّابِ فَصَارَ جَعْفَرٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ ثُمَّ

خَرَجَ مِنْ أَبِي الْخَطَّابِ فَدَخَلَ فِي مَعْمَرٍ وَصَارَ
 أَبِي الْخَطَّابِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَمَعْمَرٌ هُوَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
 فَخَرَجَ ابْنُ اللَّبَّانِ يَدُ عُمُو إِلَى مَعْمَرٍ وَقَالَ إِنَّهُ
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى لَهُ وَصَامَ وَحَلَّ الشَّهَوَاتِ
 كُلَّهَا مَعَ مَا حَلَّ مِنْهَا وَمَا حَرَّمَ وَكَسَّ عِنْدَهُ
 شَيْئٌ مُحَرَّمٌ وَقَالَ لَمْ يَخْلُقِ اللَّهُ هَذَا إِلَّا لِيَخْلُقَهُ
 فَكَيْفَ يَكُونُ مُحَرَّمًا وَحَلَّ الزَّيْنَةَ وَالسَّرْقَةَ
 وَشَرِبَ الْخَمْرَ وَالْمَيْتَةَ وَالذَّمَّ وَلَحْمَ الْخَيْزُرِيِّ
 وَزِيكَاخَ الْأُمَّهَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْأَخْوَاتِ وَنِكَاحَ
 الرِّجَالِ وَوَضَعَ عَنْ أَصْحَابِهِ هُسْلَ الْجَنَابَةِ
 وَقَالَ كَيْفَ اغْتَسَلُ مِنْ نُطْفَةٍ خُلِقَتْ مِنْهَا
 وَزَعَمَ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ أَحَلَّ اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ وَحَرَّمَ
 نِائِمًا هُوَ أَسْمَاءُ رِجَالٍ -

(فرق الشیعہ ص ۴۴ تذکرہ فرقہ جعفریہ،

مطبوعہ حیدرآباد)

ترجمہ:

فرقہ جعفریہ کہتا ہے۔ کہ جعفر بن محمد "اللہ" ہے۔ وہ ایک نور ہے
 جو ادویا کے بدن میں داخل ہوتا ہے۔ اور ان میں حلول کر جاتا ہے
 وہ نور امام جعفر میں تھا۔ پھر ان سے نکل کر ابو الخطاب میں داخل ہو
 گیا۔ لہذا امام جعفر فرشتوں میں سے ہو گئے۔ پھر وہ نور ابو الخطاب نکل
 کر عمر میں داخل ہو گیا۔ تو ابو الخطاب فرشتوں میں سے ہو گیا پس معمر اللہ

بن گیا۔ پھر ابن ابان آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ ممبرا شہ ہے۔ اس نے اس کی نماز پڑھی۔ روزہ رکھا۔ اور تمام شہوات کو حلال کر دیا۔ جو حلال تھیں وہ بھی اور جو حرام تھیں وہ بھی۔ اس کے نزدیک کوئی چیز حرام ہے ہی نہیں۔ اور کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ اپنی مخلوق کے لیے بنایا ہے۔ پس یہ کیسے حرام ہو سکتا ہے۔ اس نے زنا، چوری، شراب نوشی، مردار، خون، خنزیر کا گوشت، اڈوں بیٹیوں بہنوں کے ساتھ نکاح اور مرد کا مرد کے ساتھ نکاح حلال کر دیا۔ اور اپنے مننے والوں سے غسل جنابت ختم کر دیا۔ اور کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ میں اس نطفہ کے نکلنے کی وجہ سے غسل کروں جس سے میں پیدا کیا گیا ہوں۔ اس کا زعم تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو حلال و حرام قرآن میں شمار کیے ہیں وہ مردوں کے نام ہیں۔

لمفکر یہ

دیگر فرقوں سے یہ فرقہ چار قدم آگے بڑھ گیا۔ اللہ تعالیٰ کے محرمات کو محرمات سمجھا ہی نہیں۔ بلکہ انہیں مردوں کے نام سے تعبیر کیا۔ اور دلیل یہ دی کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کے استعمال کے لیے جب سب کچھ پیدا کیا۔ تو پھر ممانعت کس بات کی؟ نہ کوئی خوردنی نوشیدنی چیز حرام اور نہ ہی کوئی رشتہ ناجائز۔ ماں بہن بیٹی سب سے خواہش نفس پوری کی جا سکتی ہے۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصیاء میں حلول کیا۔ جب تک وہ اندر رہا وہ خدا ہو گئے۔ جب نکل گیا۔ تو فرشتے بن گئے۔ گویا کفر و شرک ایمان و عدم ایمان کی کوئی تفریق نہیں۔ اچھے بڑے کا امتیاز ختم۔ یہ عقائد ہم نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ فرقہ الشیعہ، سے بقید صغرہ ذکر کیے

ہیں۔ اگر کوئی ایک حوالہ غلط ثابت ہو جائے۔ تو بیس ہزار روپیہ نقد انعام۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



علی بن موسیٰ اور ان کے ماننے والے کا قرینہ

فرق الشیعہ

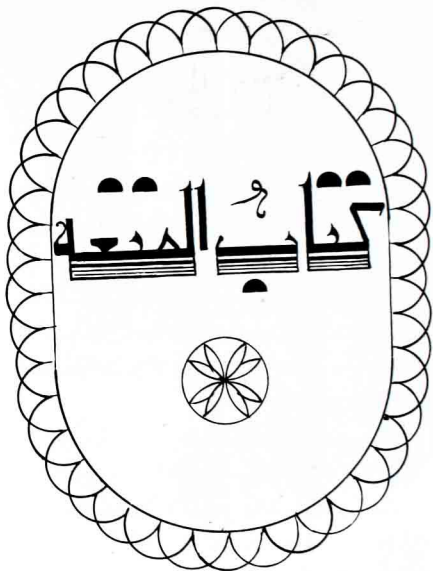
و زعموا ان علی بن موسیٰ ومن ادعیء الامامة
من ولد موسیٰ بعده فغیر طیب الولادۃ
ونفوسهم عن انسابہم وکفر و اہم فی
دعواہم الامامة وکفر و القائلین بامامتہم
واستحلوا دماءہم و اموالہم و زعموا ان
القرض من اللہ علیہم اقامة الصلوة الخمس
و دو م شہر رمضان و انکر و الزکوٰۃ و الحج
و سائر الفرائض و قالوا باباحۃ المحارم
من الفروج و الغلمان و اعتلوا ذالک
بقول اللہ عز و جل او یزق جہم ذکرانا
و قالو بتناسخ و ان الائمة عندہم

کردے۔ وہ مسیح بن محمد اور ان کے اوصیاء کی ہو جائے گی۔

ملحہ فکر یہ

جیسا کہ آپ قارئین حضرات جانتے ہیں۔ کہ اہل تشیع کا کوئی فرقہ ہو سدا امت ان کا روح رواں ہے۔ اسی کو ثابت کرنے اور ثابت ہو جانے کے بعد پھر اپنے لیے کھلی چھٹی پاتے ہیں۔ حرام و حلال جائز و ناجائز سب ختم۔ یہی فرقہ بشیر یہ کہ جس نے امام موسیٰ بن جعفر تک تو دوسرے شیعہ فرقوں کی موافقت کی۔ لیکن ان کے وصال کے بعد پھر گیا۔ اور محمد بن بشیر کو تاج امامت پہنایا۔ ان کے مقابلہ میں موسیٰ بن جعفر کو دوسرے لوگوں نے امام مقرر کیا۔ تو آپس میں کفر و شرک اور حرامی ہونے کے فتوے شروع ہو گئے۔ ان کم بختوں کو نہ اہل بیت کا احترام رہا۔ نہ ان کی ذاتی شرافت اور خوبیاں نظر آئیں۔ ان پر اور ان کے ماننے والوں پر کفر تک کا فتویٰ لگا دیا۔ کچھ اسی قسم کی باتیں ان اہل تشیع کے دیگر فرقوں میں بھی ہیں۔ ہم اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ یہ چند باتیں اگرچہ شیعہ فرقوں اور ان کے عقائد کے ہی متعلق تھیں۔ لیکن ان میں ان کی فقہ کی کچھ باتیں بھی تھیں۔ اس لیے ہم نے یہاں ذکر کر دی۔ اب آپ اندازہ فرمائیں کہ اسلام کا اور ان لوگوں کے مذہب کا کیا اتصال ہے؟ احکام الہی اور فرمودات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ائمہ اہل بیت کے معمولات و مقولات میں سے کسی کے ساتھ بھی ان کی بن نہیں آتی۔ ان لوگوں کی اول و آخر فقہ یہی ہے۔ کہ خواہشات نفسانیہ کے پورا کرنے کا کیا طریقہ ہو نا چاہیے۔ بس وہ جہاں سے جیسے حاصل ہو۔ وہ جائز ہے۔ لیکن باقی سب کچھ ناجائز۔ اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ عطا فرمائے آمین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔



کتاب المتعہ

صورتِ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے قبل دورِ جاہلیت میں تعلیماتِ عیسوی و موسوی میں بہت زیادہ تحریف و تغیر ہو چکا تھا۔ اور اس دور کے علماء زر پرست نے خود اپنی غرض کی خاطر بہت سی حلال اشیاء حرام ٹھہرا دی تھیں۔ اور بہت سی حرام چیزوں کو حلال کر دیا تھا۔ لیکن اس کے ہوتے ہوئے سابقہ شرائع میں بہت سی تلامیم و تسبیح کی بھی ضرورت تھی۔ تاکہ تکمیلِ انسانیت کے ساتھ ساتھ تکمیلِ شریعت بھی ہو جائے۔ لیکن ہر دور کے احکام شرعیہ اس وقت کے مخاطبین کے اعتبار سے اپنے طور پر ایک بہترین اصول و ضوابط تھے۔

جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوئے۔ تو بچا کچھ دین عیسوی کہیں کہیں نظر آتا تھا۔ اس وقت شراب، خنزیر کا گوشت وغیرہ بہت سی اشیاء لوگوں میں حلال اشیاء کے طور پر معروف و قابلِ عمل تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے وقت بھی کچھ اس قسم کی چیزوں کی حلت کا ثبوت قرآن و حدیث میں سے ملتا ہے۔ انہی اشیاء میں سے ایک متعہ بھی تھا۔ جو ابتدائی دورِ نبوت میں بعض مخصوص حالات اور مجبوریوں کے تحت مختصر وقت کے لیے قابلِ عمل ہونا جائز سمجھا گیا۔ لیکن اس متعہ کے علاوہ اور بھی بہت سے دیگر احکامات

کو تدریجاً مسوخ کر دیا گیا۔ اور تیسخ کے بعد یہ اعمال بھی ان اعمال میں داخل ہو گئے۔ جو اس وقت سے قیامت تک کے لیے حرام ہو چکے ہیں۔ لہذا ان کے حرام قرار دیئے جانے کے بعد اب اگر کوئی ہٹ دھرم اور بے دین شخص ان کو دور جاہلیت کی طرح جائز اور حلال گردانے تو وہ دائرہ اسلام سے خود کو خارج جانے۔ اسی ضمن میں متعہ جو بامعہ مجبوسی جائز ہوا تھا۔ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے تیسرے دن اللہ رب العزت کے حکم سے حرام قرار دے دیا جو تا قیامت حرام ہی رہے گا۔

اس کی حرمت کا ذکر قرآن پاک میں سورہ مومن میں یوں ارشاد ہوا: **و اب ہتھارے لیے صرف دو قسم کی عورتیں حلال ہیں۔ ایک تو وہ کہ جن کے ساتھ تم دائمی نکاح کرو۔ اور دوسری وہ جو تمہاری ملک میں ہوں۔** (یعنی تمہاری ملک کو نوٹریاں جو اب ناپید ہیں۔) ان کے سوا کوئی اور عورت کسی طریقہ سے حلال نہیں۔ اگر تم نے ان (دو قسم کی عورتوں) کے سوا کسی اور عورت سے وطی کی۔ تو تم حدود اللہ کو پامال کرنے والے اور حرام کے مرتکب ہو گے۔

(پہلا سورت مومنون ع ۱۷)

اب چاہیے تو یہ تھا۔ کہ جس طرح شراب نوشی اور خنزیر کا گوشت کھانے کو تمام امت متفقہ طور پر حرام کہتی ہے۔ جمیع مسلمانوں کی طرح شیعہ لوگ بھی اس کی حرمت کے قائل ہوتے۔ اور اسے حلال کہنے والوں کو اسلام سے خارج سمجھتے۔ لیکن ان کی شہوت پرستی اور فحاشی نے اللہ رب العزت کی حدود کو پامال کرنا تو برداشت کیا۔ لیکن اسے حرام کہنے کی جرأت نہ کی بلکہ حقیقت تو یوں دکھائی دیتی ہے۔ کہ ان لوگوں نے نکاح متعہ کو اپنے مذمب کا اہم ستون قرار دیا۔ اور اس قبیح امر اور شہوت پرستانہ فعل کی اشاعت میں غایت درجہ کوشاں

رہے۔ اور اب بھی سر توڑ کوششوں سے اسے حلال کرنے کی ٹھان رکھی ہے یہاں تک کہ اس متعہ کے حلال ہونے کے بارے میں شیعہ لوگوں کی بہت سی کتابوں میں موجود ہیں اور اس کے صرف حلال ہونے پر ہی اکتفا نہ کیا گیا۔ بلکہ جو شخص ریفعل خبیث (متعہ) نہیں کرتا۔ اس کے بارے میں اپنی طرف سے سخت سزائیں اور بہت بڑی وعیدیں گھڑی گئی ہیں۔ جن میں سے بطور نمونہ ایک وعید ملاحظہ ہو۔

”ومتعہ کے بغیر جو آدمی مر جائے۔ وہ قیامت کو کان اور ناک کے بغیر اٹھایا جائے گا“

اور جو اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے یہ لوگ زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ اور یوں اس فعل شنیع پر ابھارتے ہیں۔ کہ گویا متعہ کرنے والا صرف یہی ایک کام کرے۔ تو جنت میں اعلیٰ مقام پائے گا۔ مثلاً ”جو ایک دفعہ متعہ کرے۔ اس کا مرتبہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی مثل ہے۔ الخ وغیرہ وغیرہ (العیاذ باللہ) حقیقت امر یہ ہے۔ کہ شیعہ مذہب کی بنیاد ہی خواہشات نفسانیہ کی تکمیل اور شہوت پرستی پر ہے۔ یہ مقصد چاہے کسی حرام یا حلال طریقہ سے حاصل ہو۔ اس کی قطعاً پرواہ نہیں۔ جو شخص بھی اس مذہب کا بغور مطالعہ کرے گا۔ اور تعصب سے ہٹ کر ان کی کتب کی ورق گردانی کرے گا۔ وہ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ ایک شریف النفس اور صاحب علم و حیاء یہ کیسے کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ مٹھی بھر جو کے عوض کسی بھی عورت کو راضی کر لو۔ اور پھر اسے جس طرح چاہو۔ اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرو“

اس لیے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ مفتی شرم و حیاء پر اس قسم کے شہوت پرستوں اور حیاء سے عاری لوگوں نے من گھڑت روایات کے ذریعہ جو سیاہ بادل اور بے غیرتی و بے حیائی کا گرد و غبار چڑھا ہے کی کوشش کی۔ اس کو قرآن و حدیث کے

آفتاب تابدار اور اقوال ائمہ کے روشن چراغوں سے اس قدر دور دکھیل دوں۔ جس طرح کہ
فَاخْرُجْ کے حکم سے شیطان کو سوں دور جا پڑا۔

لہذا میں ان کے اس عقیدہ واہمیہ اور مسلکِ فاحشہ کا قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ
سے مدلل اور مفصل رد لکھتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ متقدمین شیعہ ارجن کے اقوال
اس مسلک کی بنیاد بنتے ہیں اگے تمام استدلالات کی مجھ پورا اور پرزور تردید پیش کرتا
ہوں۔ نہ کہ حق و صداقت کے خواہاں سے، حق و باطل کے درمیان باحسن وجہ امتیاز کر
سکیں۔ اور حق کو سینے سے لگائیں۔ اور قبول کریں۔ اور باطل سے بچیں۔ اور اسے
اپنے نزدیک آنے کی راہ تک نہ دیں۔ میں پختہ امید اور یقین کامل سے کہتا ہوں
کہ میں نے اس باب میں جتنے دلائل پیش کئے ہیں۔ انہیں پڑھ کر ہر وہ غیر متعصب
آدمی جس کے دل میں ایمان کی روشنی ہے۔ اور جس کی طبیعت انصاف پسند ہے۔
وہ اس بات کو ماننے پر مجبور ہو جائے گا۔ کہ

دو متعہ ایک منسوخ اور حرام فعل ہے۔ اور اس کو حرام ہونے کے بعد جائز اور
حلال سمجھنے والا اور اس کے عامل کو مختلف درجات کے عدلے اور غیر عامل کو سخت
وعیدیں سنانے والا دراصل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہلبیت
رضوان اللہ علیہم کا اتہامی گستاخ اور ان پر افسر اور باندھنے والا ہے۔ اور دینِ اسلام
سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ



جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ ابتدائے اسلام میں حسب سابق عقد موقتہ اور نکاح موقتہ جائز تھے۔ لیکن جب عدت طلاق وغیرہ کے احکام نازل ہوئے۔ تو ان کو منسوخ کر دیا گیا۔ لیکن بعض ائمہ کے نزدیک عقد موقتہ اب بھی جائز ہے۔ جس کی وضاحت عنقریب آرہی ہے۔

عقد موقتہ اور عقد موقت میں فرق!

عقد موقتہ: نکاح اور تزویج کے الفاظ سے انعقاد پذیر ہوتا ہے۔ جس کے لیے شہادت شرط ہے۔ لیکن نکاح عام سے یہ مختلف ہے۔ کیونکہ عام نکاح میں میاں بیوی یا ان کے والیان کے درمیان اس نکاح کے لیے کوئی معین وقت یا زمانہ نہیں ہوتا۔ بلکہ زندگی ایک خاوند اور دوسری اس کی بیوی قرار پاتی ہے۔

بخلاف عقد موقت کے کہ اس میں بوقت نکاح، وقت کی تعیین ہوتی ہے۔ اسی امتیاز اور مخصوص وصف کی وجہ سے اس کو عقد موقت کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے منسوخ ہونے کی وجہ بھی دراصل یہی تعیین وقت ہے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد عالی نقل فرماتے ہیں ثلاث جده من جده و هزلهن جده۔ النكاح و الطلاق و العتاق۔ ترجمہ: نکاح، طلاق اور غلام لونڈی کو آزاد کرنا ایسے تین امور ہیں۔ کہ ان الفاظ سے ان کا معنی بہر حال مراد اور واجب العمل ہو جاتا ہے۔ چاہے از روئے مذاق و لہو لہب کے ہوں۔ یا ان کے معانی کی نیت بھی ساتھ ہو۔ یعنی ان تین الفاظ کے بولنے والے کی نیت ہو یا نہ ہو۔ یہ واقع ہو جاتے ہیں۔ لہذا اگر کسی شخص نے لفظ نکاح یا تزویج کے الفاظ سے عقد کیا۔ اور بوقت عقد گواہوں کی موجودگی بھی متحقق تھی۔ تو عقد ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی شخص نے ایسے منعقد ہونے والے عقد میں، وقت کی تعیین کی شرط رکھی۔ یعنی ایجاب و قبول اور گواہوں کی موجودگی کے ساتھ ساتھ وہ اس نکاح کو ایک مخصوص زمین وقت تک کرنے کی شرط لگاتے ہیں۔ تو اس شرط کو امام زفر رحمۃ اللہ علیہ شرط فاسد کہتے ہیں۔ اور شرط فاسد سے نکاح تو ہو جاتا ہے۔ لیکن خود شرط فاسد باطل ہو کر ملحوظ نہیں رہے گی۔ لہذا نکاح درست ہو گیا۔ اور تعیین وقت کی شرط کے بطلان پر وہ نکاح عام نکاح کی طرح تازہ زندگی رہے گا۔ یہ شرط اسی طرح باطل ہو جائے گی۔ جس طرح نکاح شغار میں مہر نہ ہونے کی شرط باطل ہو جاتی ہے۔

نکاح شغار یہ ہے۔ کہ ایک شخص اپنی بیٹی کسی دوسرے شخص کے بیٹے کو اور دوسرا شخص اپنی بیٹی اس کے بیٹے کو اس طرح نکاح میں دیتے ہیں۔ کہ ان کے درمیان یہ شرط طے پاتی ہے۔ کہ نہ میں اپنی بیٹی کا حق مہر تجھ سے لیتا ہوں۔ اور نہ تو ہی اپنی

بیٹی کا حق مہر مجھ سے طلب کرے۔ بلکہ وٹے سٹے کا نکاح کر لیتے ہیں۔ تو اس صورت میں نفس نکاح تو منعقد ہو جائے گا۔ اور عدم مہر کی شرط باطل ہو جائے گی۔ اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

عقد متعہ

یہ عقد اَتَمَّتَعْتُ بِهَا اسْتَمْتَعْتُ سے منعقد ہوتا ہے۔ اور اس نکاح میں شہادت شرط نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اسے ختم کرنے کے لیے طلاق اور پھر عدت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اس نکاح کے بعد خاوند پر نان و نفقہ اور رہائش کا بندوبست کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور بوقت نکاح اس کی مدت بھی شامل عقد ہوتی ہے۔ یعنی بالکل مختصر مدت کے لیے اسے بروئے کار لایا جاتا ہے۔ اور مذکورہ طے شدہ مدت گزرنے پر خود بخود نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اس مدت کے اختتام پر اگر یہی عورت بغیر عدت و طلاق کے اگر پھر عقد ثانی کرنا چاہیے۔ تو کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس قسم کا عقد ابتدائے اسلام میں دو دفعہ جائز اور حلال ہوا۔ اور دو دفعہ ہی ناجائز اور حرام ہوا۔ آخر جب اللہ رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ عطا فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا۔ جس کی وضاحت مندرجہ ذیل احادیث میں مذکور ہوئی۔

حدیثِ حلت

عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ كُنَّا نَعْرُؤُا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْسَ لَنَا نِسَاءٌ فَقُنَّا إِلَّا

نَسْتَخْصِيْ فَتَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ شَمَّ رَحَّصَ لَنَا اَنْ
تَنْكَحَ الْمَرْءَةَ بِالشُّوْبِ اِلَى اَجَلٍ -

(صحیح مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتعدہ)

ص ۴۵۰ مطبوعہ نور محمد دہلی

ترجمہ:

قیس روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا کرتے تھے۔ اور ہمارے ساتھ (اپنی اپنی منکوحہ) عورتیں نہیں ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمیں خصمی ہونے کی اجازت عطا فرمائیں۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کی اجازت نہ دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی رخصت دے دی۔ کہ ہم کسی عورت سے کپڑے کے عوض (مہر کے طور پر) ایک مختصر مدت کے لیے نکاح کر لیں۔

حدیث حرمت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيٍّ
عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتَعَةِ
النِّسَاءِ يَوْمَ تَخْيَبَ وَعَنْ أَكْلِ لَحْمِ
الْحِمْرِ إِلَى نِسِيَّةٍ -

(مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتعدہ ص ۴۵۲ مطبوعہ نور محمد دہلی)

ترجمہ:

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے نکاح متعہ کرنے سے خیمبر کے دن منع فرمادیا اور اس کے ساتھ گھریلو پالتو اگدھوں کا گوشت کھانا بھی منع کر دیا۔

حدیثِ حلت وحرمت ع

عَنْ أَيَّاسِ بْنِ سَكَمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ أَوْطَاسٍ فِي الْمُتَعَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ نَهَى عَنْهَا.

(اسلم شریف جلد اول باب نکاح المتعہ ص ۴۵۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی)

ترجمہ:

ابن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اوطاس (فتح مکہ کے دن) صرف تین دن نکاح متعہ کی اجازت عطا فرمائی۔ پھر اپنے اس سے منع فرما دیا تھا۔

حدیثِ حلت وحرمت ع

قَالَ حَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَدْنْتُ لَكُمْ فِي الْأَسْتِمَاعِ مِنْ

الْقِسَاءِ وَأَنَّ اللَّهَ قَدَحَرَّمَ ذَلِكَ إِلَى يَوْمِ
الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ
شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهَا وَلَا تَأْخُذُوا بِمَا
آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا -

(مسلم شریف جلد اول باب التتبع ۱۵۱)
مطبوعہ اصح المطابع دہلی

ترجمہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت ربیع بن سبرہ جہنی سے روایت
بیان فرمائی۔ اور ان سے ان کے باپ نے روایت کیا کہ وہ سبرہ جہنی
فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ تو اپنے لوگوں کو
مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے نکاح منع
کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ (لیکن اب) اللہ تعالیٰ نے اس کو
قیامت تک حرام کر دیا۔ لہذا جس کے پاس اس طرح کے نکاح سے کوئی
عورت ہو۔ وہ اس کو چھوڑ دے۔ اور اس سے (وطی کا) عوض نہ واپس
دے۔

حدیث حرمت

قَالَ حَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ
عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَقَالَ
أَلَّا إِسْهَاءَ حَرَامًا مِّنْ يَوْمِكُمْ هَذَا إِلَى

يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كَانَ اعْطَى شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ۔

(مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتعہ
ص ۴۵۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی)

ترجمہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز کوزین بن بسر و جہنی نے اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے منع فرما دیا۔ اور ارشاد فرمایا: خب دار! یہ (نکاح متعہ) آج کے دن سے تاقیامت حرام ہے۔ اور جس کسی نے اس نکاح کے عوض کسی عورت کو کوئی عوضانہ دیا ہو۔ وہ اس سے واپس نہ لے۔

حاصل کلام

نکاح متعہ دراصل زمانہ جاہلیت میں ایک مروجہ عقد تھا۔ اور ابتداء سے اسلام میں جاری رہا۔ لیکن فتح خیبر کے موقع پر آپ نے اس کو حرام قرار دے دیا۔ اور اس کے بعد چند مجبور یوں کے پیش نظر اسے وقتی طور پر جائز قرار دیا۔ جس طرح مردار اور خنزیر کا گوشت کھانا اور شراب نوشی بھی مباح ہوئی تھی۔

لیکن ان مجبور یوں کے اختتام پر جو فتح مکہ کے زمانہ میں صرف تین دنوں تک پیش نظر تھیں۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تاقیامت اللہ تعالیٰ کے حکم سے حرام فرما دیا۔ اور جب دائمی نکاح (جو فی زمانہ اہل سنت میں رائج ہے) کے احکام نازل ہوئے۔ تو اس عقد متعہ کو زنا کا حکم دے دیا گیا۔

ہذا اب اگر کوئی متفقہ کتاب لکھتا ہے۔ اور اسے ابتدائے اسلام کی طرح
 جائز اور مباح سمجھتا ہے۔ تو ایسا کرنے والا مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں زنا کا
 مرتکب ہوگا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

فصل دوم

باب فی التعلیم کے اہلیتہ میں تعارف

تحفہ العلوم

عزت ہے۔

مَتَّعْتُكَ نَفْسِي فِي الْمُدَّةِ الْمَعْلُومَةِ بِالْمَبْلَغِ الْمَعْلُومِ

مرد ہے۔

قَبِلْتُ الْمَتْعَةَ لِنَفْسِي فِي الْمُدَّةِ بِالْمَبْلَغِ الْمَعْلُومِ۔

(تحفہ العوام مصنفہ سید ابوالحسن الموسوی

الاصفا فی شیبی حصہ دوم صفحہ نمبر ۳۰۲

مطبوعہ لکھنؤ)

ترجمہ:

عورت مرد کو یوں کہے۔ کہ میں نے اپنے آپ کو مدت معلوم کے لیے چند
مہینوں کے عوض تیرے متعہ میں دیا۔ اور مرد اس کے جواب میں کہے
کہ میں نے اس متعہ کو اپنی ذات کے لیے چند ٹکوں کے عوض مہینوں کے
لیے قبول کیا۔

الاستبصار

عَنْ زُرَّادَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ مُتَّعَةً بِغَيْرِ شُهُودٍ فَقَالَ لَا
بَأْسَ بِالسُّزُوجِ الْبَتَّةَ بِغَيْرِ شُهُودٍ فِيمَا
بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنَّمَا جَعَلَ
الشُّهُودَ فِي تَزْوِيجِ الْبَتَّةِ مِنْ أَجْلِ الْوَلَدِ
وَلَوْ لَا ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ بِهِ بَأْسٌ .

(الاستبصار جلد سوم ص ۴۸۱ فی جواز العقد،

علی المرأة متعہ بغیر شہود مطبوعہ تہران

طبع جدید)

ترجمہ:

زارہ نے کہا۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
ایسے شخص کا حکم پوچھا۔ جس نے بغیر گواہوں کے عقد متعہ کیا۔ تو آپ نے
ارشاد فرمایا۔ کہ اس آدمی اور اللہ تعالیٰ کا مین انعقاد کے لیے گواہوں کی کوئی
ضرورت نہیں۔ ہاں ایسے نکاح میں گواہوں کی ضرورت لازمی ہوتی
ہے۔ جس میں اولاد کی تمنا ہو۔ اور اگر خواہش اولاد نہ ہو۔ دمحض شہوت
کو ٹھنڈا کرنا ہو تو پھر گواہوں کے بغیر بھی نکاح درست ہے۔ (متعہ میں
چونکہ صرف خواہشات اور شہوت نفس کو پورا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اولاد
مقصود نہیں ہوتی۔ اور اگر بھولے سے صورت متعہ میں عورت حاملہ ہو جائے
تو اس سے پیدا شدہ بچہ کا نسب متعہ کرنے والے سے نہیں ہوتا۔ لہذا اس

میں گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔)

فروع کافی

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمُتَعَةِ قَالَتْ
كَيْسَتْ مِنَ الْأَرْبَعِ لَا تَطْلُقُ وَلَا تَرْتُكُ
وَإِنَّمَا هِيَ مُسْتَأْجِرَةٌ.

(فروع کافی جلد: پنجم ص ۴۵۱ کتاب النکاح
باب النہن بمنزلة الاماء وليست
من الاربع مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے متعہ کے متعلق روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے۔ وہ ان چار عورتوں میں شامل نہیں۔ جن کی شریعت نے بیک وقت نکاح میں رکھنے کی اجازت دی۔ (اگر چار بیویاں کسی کے ہاں پہلے سے موجود ہوں۔ تو بطریق متعہ پانچویں چھٹی سے وطی کرنا جائز ہے۔ اور قرآن کے احکام کے خلاف نہ ہوگا۔) کیونکہ بطور متعہ نکاح میں آئی ہوئی عورت کو نہ طلاق کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ ہی وہ متعہ کرنے والے خاوند کی وارث بن سکتی ہے۔ وہ تو صرف ایک گواہ پر لی گئی عورت ہے

فروع کافی

زُرَّارَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَ ذَكَرْتُ لَهُ الْمُتَعَةَ أَهِيَ مِنَ الْأَرْبَعِ؟ فَقَالَ
تَزَوُّجٌ مِنْهُنَّ أَلْفًا فَإِنَّهُنَّ مُسْتَأْجِرَاتٌ -

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵۲ کتاب النکاح
باب انہن بمنزلة الاماء وليست
من الاربع مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ:

زرارہ کا باپ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے
کہ میں نے امام موصوف سے متعہ کے متعلق دریافت کیا۔ کہ متعہ
سے نکاح میں آنے والی عورت چار عورتوں میں سے ہے؟ (جن کی
شریعت نے بیک وقت نکاح میں لانے کی اجازت دی) تو اچھے
فرمایا۔ تو ایسی ہزار عورتوں سے نکاح کر لے (تو بھی وہ کسی شمار میں
نہیں کیونکہ) وہ تو کرایہ پر لی گئی عورتیں ہیں۔

فروع کافی

عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ اَبَانَ بْنِ تَغْلِبٍ قَالَ
قُلْتُ لِابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنِّي اَكُونُ فِي
بَعْضِ الطَّرْفَاتِ فَأَرَى الْمَرْأَةَ الْحَسَنَاءَ
وَلَا اَمْنٌ اَنْ تَكُونَ ذَاتَ بَعْلِ اَوْ مِنَ الْعَوَا هِرِ قَالَ
لَيْسَ هَذَا عَلَيْكَ اِتِّمَاعُكَ اَنْ تَصَدَّقَهَا فِي نَفْسِهَا -

(فروع کافی جلد پنجم کتاب النکاح ص ۴۲۲ باب انہا صدقہ
علی نفسہا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابان ابن تغلب نے کہا۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ میں ایک مرتبہ حالت سفر میں تھا۔ تو میں نے ایک خوبصورت عورت دیکھی۔ لیکن مجھے اس بارے میں کوئی یقین نہ تھا۔ کہ وہ شادی شدہ عورت ہے۔ یا بدکار ہے۔ (لیکن میں اس سے جسسی تعلقات کا خواہش مند تھا۔ تو کیا اس عورت کے بیان پر مجھے یقین کر لینا چاہیے اور اس سے متعہ کر لینا چاہیے۔ اگر وہ کنواری یا بے عاوند ہونا ظاہر کرے اور امام جعفر نے فرمایا۔ تجھے اس بارے میں چھان بین کرنے کی کیا پڑی ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ کہ تو اس کے کہنے پر اس کی تصدیق کرے۔ (اور اس سے متعہ کر لے)۔

تہذیب الاحکام

مُحَمَّدٌ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قِيلَ لَهُ إِنَّ فُلَانًا
تَزَوَّجَ امْرَأَةً مُتَعَةً فَقِيلَ لَهُ إِنَّ لَهَا
زَوْجًا فَسَأَلَهَا فَتَعَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَلِمَ سَأَلَهَا۔

تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۲ فی تفصیل احکام النکاح
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔

کہ فلاں آدمی نے ایک عورت سے نکاح متعہ کیا۔ تو اس آدمی کو بتایا گیا۔ کہ اس عورت کا تو فاؤنڈ موجود ہے۔ (اور یہ اس کے نکاح میں ہے) تو متعہ کے طور پر عقد کرنے والے نے اس عورت سے اس بارے میں پوچھا۔ یہ سن کر حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا۔ اُس آدمی نے اُس عورت سے کیوں پوچھا۔؟ (یعنی عقد متعہ کے لیے جب یہ کوئی شرط نہیں۔ کہ عورت کنواری ہو۔ یا فاؤنڈ کے بغیر ہو۔ یا فاؤنڈ والی ہو۔ تو پھر اس کی تحقیق کی کیا ضرورت تھی۔)

تہذیب الاحکام

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ سَأَلَ عَمَّارًا وَآنَاعِمَةَ عَنِ الرَّجُلِ
الَّذِي يَتَزَوَّجُ الْفَاجِرَةَ مُتَّعَةً قَالَ لَا بَأْسَ -

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۲ فی
تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ میری موجودگی میں عمار نے امام جعفر رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا۔ کہ جس نے عقد متعہ کے طور پر ایک اوباش (کنجری) عورت سے نکاح کر رکھا ہے۔ (اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا۔ اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ

وَرَوَى عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ
سَأَلْتُ الرَّصَّاءَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ رَجُلٍ
تَزَوَّجَ امْرَأَةً مُتَعَةً فَعَلِمَ بِهَا أَهْلُهَا
فَزَوَّجُوا مِنْ رَجُلٍ فِي الْعِلَانِيَةِ وَهِيَ امْرَأَةٌ
صَدَقٌ. قَالَ لَا تُمْكِنُ رُؤُوسُهُمَا مِنْ نَفْسِهَا
حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا وَشَرَطُهَا قُلْتُ إِنْ
كَانَ شَرَطُهَا سَنَةً وَلَا يَصْبِرُ لَهَا زَوْجُهَا
قَالَ فَلْيَسِّقِ اللَّهُ رُؤُوسَهُمَا وَلْيَتَّصِدُقْ عَلَيْهَا
بِمَا بَقِيَ لَهَا.

(من لایحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۴۲۹ باب التمتع)

مطبوعہ تہران لمع جدید

ترجمہ:

یونس بن عبدالرحمن کہتا ہے۔ کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے
ایک ایسے آدمی کے بارے میں دریافت کیا۔ کہ جس نے ایک عورت
سے عقد متعہ کر لیا تھا۔ پھر جب اس عورت کے خاوند یا گھر والوں
کو اس عقد کا علم ہوا تو انہوں نے اس عورت کا نکاح صحیح کسی اور آدمی سے
کر دیا۔ اور علی الاعلان یہ نکاح کیا۔ لیکن ابھی اس عورت کو عقد متعہ کا
حق مہر لینا تھا۔ (اس سوال کے جواب میں امام موصوف نے فرمایا) وہ
عورت اپنے صحیح اور نئے خاوند کو اپنے ساتھ اس وقت تک ہم بستری

نہ کرنے دے۔ جب تک عقد متعہ کی عدت اور شرط پوری نہ ہو جائے
 راوی کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر اس عقد متعہ کی شرط ایک سال کی
 ہو؟ (تو پھر بھی یہ شرط پوری کرنا چاہیے) اور ادھر خاوند کی یہ حالت
 ہو۔ کہ وہ اتنی مدت تک صبر نہ کر سکتا ہو؟ تو اس پر امام موصوف نے فرمایا۔
 کہ اس کے خاوند کو خوف خدا کرنا چاہیے۔ اور بقیہ مدت متعہ کا اس پر
 صدقہ کر دے (یعنی متعہ میں ہی گزارنے دے۔)

فروع کافی

عَنْ زُرَّارَةَ عَنِ ابْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
 قُلْتُ لَهُ جَعَلْتُ وَفَدَاكَ الرَّجُلُ وَيَتَزَوَّجُ
 الْمُتَعَةَ وَيَنْقِضِي شَرْطَهَا ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا
 رَجُلًا آخَرَ حَتَّى بَانَتْ مِنْهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا
 الْأَوَّلُ حَتَّى بَانَتْ مِنْهُ ثَلَاثًا وَتَزَوَّجَتْ
 ثَلَاثَةَ أَزْوَاجٍ يُحِلُّ لِأَوَّلِ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا
 قَالَ نَعَمْ كَمَا شَاءَ كَيْسَ هَذَا مِثْلُ الْكُفْرَةِ
 هَذَا مُسْتَأْجَرَةٌ وَهِيَ بِمَنْزِلَةِ الْإِمَاءِ -

(فروع کافی جلد پنجم ص ۶۰ کتاب نکاح)

باب الرجل يتمتع بالمرأة

مراداً کثیرہ مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

زرارہ نے کہا۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا میں آپ پر قربان، کوئی آدمی کسی عورت سے جس شرط پر متعہ کرے۔ وہ پوری ہو جائے۔ پھر اسی عورت سے کوئی دوسرا شخص متعہ کرے۔ حتیٰ کہ وہ عورت اس سے بھی جدا ہو جائے۔ اور پھر وہی پہلا آدمی اس سے متعہ کرے۔ یہاں تک کہ وہ عورت اس سے تین دفعہ جدا ہوئی۔ اور تین مردوں نے اس سے نکاح متعہ کیا۔ تو کیا اسی عورت کا پہلے مرد سے ایک مرتبہ پھر عقد متعہ کرنا جائز ہے؟

آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں۔ جتنی دفعہ چاہے متعہ کرے۔ کیونکہ یہ محرمہ (آزاد) عورت کی طرح نہیں۔ بلکہ یہ تو اجرت پر لی گئی ہے۔ اور اس کا حکم لونڈیوں جیسا ہے۔

فروع کافی

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يَتَزَوَّجُ الْمُتَعَّةُ
قَالَ تَقُولُ يَا أُمَّةَ اللَّهِ اتَّزَوَّجْ كَذَا وَكَذَا
يَوْمًا بِكَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا فَإِذَا مَضَتْ تِلْكَ
الْأَيَّامُ كَانَ طَلَاقُهَا مِنْ شَرْطِهَا وَلَا عِدَّةَ
لَهَا عَلَيْكَ أَمْ يَجُوزُ لَكَ تَزْوِيجُ الْأُخْتِ
فِي عِدَّتِهَا.

دفعہ کافی ماشیہ و فروع کافی جلد پنجم کتاب النکاح
باب شروط المتعہ ۴۵۴ تا ۴۵۶ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

ہشام بن سالم سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت! نکاحِ متعہ کیونکر کیا جاتا ہے؟ تو آپ نے اس کا طریقہ یوں ارشاد فرمایا کہ نکاحِ متعہ کرنے والا مطلوبہ عورت کو کہے۔ اے اللہ کی بندی! میں تجھ سے چند دنوں کے لیے چند درہموں کے عوض نکاح کرتا ہوں۔ سو جب مذکورہ دن گزر جائیں۔ تو طلاق خود بخود ہو جائے گی۔ اور ایسی عورت کی کوئی عدت نہیں یعنی نکاحِ متعہ کرنے والے کو اسی متمتع عورت کی سگی بہن سے دورانِ عدت (جو عام طور پر طلاق کے بعد ہوتی ہے) نکاح کرنا جائز ہے۔

فروع کافی

عَنْ زَرَّارَةَ عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَكُونُ مُتَعَةً إِلَّا بِأَمْرَيْنِ - أَحَبِّهِ مُسْمًى وَ أَحَبِّهِ مُسْمًى -

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵۵ کتاب النکاح
باب شروط المتعہ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے زرارہ روایت کرتا ہے کہ امام موصوف نے فرمایا۔ متعہ کے دو رکن ہیں۔ مدت مقررہ اور اجرت مقررہ۔

فروع کافی

عَنِ الْأَحْوَالِ قَالَ قُلْتُ لِأَيِّ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَدْفَى مَا يُكْتَزَبُ بِهَذَا الْمُتَعَدِّ؟ قَالَ كَفْتٌ مِّنْ مِّزٍ -

(۱- فروع کافی جلد ۱، پنجم ص ۵۵، کتاب النکاح

باب ما یجزی من المهر فیہا
مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲- تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۶۰
فی تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران،
طبع جدید)

ترجمہ:

احوال کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ
متعد کی کم از کم اجرت کتنی ہے؟ تو وہ فرمانے لگے۔ مٹھی بھر گندم
(کافی ہے)

تہذیب الاحکام

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
تَمْتَعُ بِالْمَا شِمِيَّةٍ - (أَيْضًا) وَلَا بَأْسَ بِالتَّمْتَعِ
بِالْمَا شِمِيَّةِ -

(تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۷۱ فی تفصیل احکام النکاح
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاشمی عورت سے متہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

تہذیب الاحکام

وَلَيْسَ فِي الْمُتَعَتِّ إِشْلَاءٌ وَلَا إِعْلَانٌ -

تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۶۱
تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران طبع ہوئی

ترجمہ:

نکاح متہ میں نہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی اعلان ہے۔ (مرد
عورت دونوں تنہا چپکے چپکے یہ نکاح کر لیں۔ تو بھی درست ہے۔)

مذکورہ سوالہ جاہل سے فقہ جعفری کے مندرجہ ذیل

مسائل فقہیہ ثابت ہوئے

① نکاح متہ کے لیے نہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی اعلان کی۔

② متہ کے بعد چھوڑی گئی عورت پر نہ کسی قسم کی عدت لازم ہے اور نہ اسے
جدا کرنے کے لیے طلاق کی ضرورت۔

③ اس عقد میں ذاولاد کی جستجو ہوتی ہے۔ اور نہ ہی میراث مقصود۔ بلکہ یہ
مرد و زن کا مخصوص رقم کے عوض مخصوص وقت تک خواہشات نفسانی کی

تخلیل کا ایک باہمی ذریعہ ہے۔ (جو شہوت رانی کا آسان طریقہ ہے)۔
 ۴ اس عقد میں عورتوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی مرد بیک وقت
 ستر عورتوں سے عقد متعہ کرے۔ اور باری باری ان سے لطف اندوز ہو
 تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی عجیب نہیں اور کوئی بے حیائی نہیں۔

۵ ایک عورت سے بیسیوں مرتبہ متعہ ہو سکتا ہے۔ اور ہزار مردوں
 سے ایک عورت متعہ کر سکتی ہے۔ اور سینکڑوں مرتبہ متعہ کرنے والے
 سے جدا ہونے کے بعد پھر بھی اجرت مقررہ پر جب چاہے وہ مرد
 اسے نکاح متعہ میں لاسکتا ہے۔ اس میں حرمتِ غلیظہ کا سوال ہی پیدا
 نہیں ہوتا۔

۶ قرآن کریم میں جن محرمات سے عقد کرنا ناجائز اور حرام قرار دیا گیا۔
 اور "وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ" میں جن کی صراحت کی گئی
 ان سے متعہ کرنے کی کھلی جھٹی ہے۔

۷ جس عورت سے کسی نے متعہ کیا۔ اگر اس کی سگی بہن سے فوراً عدت
 گزارے بغیر (نکاح عقد متعہ) کر لے تو کوئی حرج نہیں۔ (کیونکہ
 نہ طلاق کی ضرورت نہ عدت کا انتظار)

۸ "مٹھی بھر گندم" دے کر کسی عورت کی بکنگ جائز ہے۔ (اتنا سستا
 شاید ہی کوئی سواد ہو)

۹ شیعہ نفس پرستوں اور شہواتِ نفسانی کے بندوں میں متعہ اس قدر
 کثیر الواقع ہے۔ کہ اس میں کسی قسم کی عورت کا استثناء نہیں۔
 خاندانِ نبوت۔ (بنو ہاشم) سے ہو یا کوئی طائفہ اور بازاری عورت۔
 سب سے بلا امتیاز جائز اور درست ہے۔ (العیاذ باللہ)

۴ اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوچی۔

اللہ تعالیٰ ایسے ناعاقبت اندیشوں اور ایمان سے عاری اور عقل کے اندھوں سے بچائے جنہوں نے تکمیل خواہشاتِ نفسانیہ کے نشہ میں احترامِ خاندانِ نبوت کا بھی لحاظ نہ کیا۔

۵ بچوں خدا خواہد کہ پر وہ کس درد

میش اندر طعنہ پا کاں رکند !

أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلَّ هُمْ أَضَلُّ

فصل سوم



فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ
فَرِيضَةً۔

(پہلی آیت ۷)

ترجمہ:

پھر ان میں سے جن سے تم متعہ کر لو۔ تو مقرر کیا ہوا ہمارا نہیں ہے دو۔
(ترجمہ مقبول)

طریقہ استدلال شیعہ

ذکر کی گئی آیت سے ثبوت متعہ دو الفاظ سے ہوتا ہے۔ لفظِ اَوَّلِ اسْتَمْتَعْتُمْ،
اور لفظِ دَوْمِ اُجُورَهُنَّ، سے۔ طریقہ ثبوت یہ ہے۔ کہ پہلا لفظ باب استفعال
سے ہے۔ جس سے اگر حروفِ زائدہ کو چھوڑ کر حروفِ اصلہ لیے جائیں۔ تو بیہمتا
اور عین بنتے ہیں۔ گویا اس لفظ کا اصل متعہ ہے۔ دوسرے لفظ میں دو اجور جمع
ہے۔ اور اس کا واحد دو اجور ہے۔ اجر کا معنی اجرت، مزدوری اور معاوضہ

ہوتے ہیں۔ لہذا ان دونوں الفاظ کے مفہوم کے پیش نظر پوری آیت کا مفہوم یہ ہوا۔ کہ جب تم عورتوں سے متعہ کرو۔ تو ان سے مقرر کردہ اجرت ان کو دے دو۔ تو اس ترجمہ سے بغیر تاویل کے متعہ معروفہ ثابت ہوتا ہے۔ اور لفظ اجرت سے حتی مہر اس لیے مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حتی مہر کا استعمال نکاح دائمی کے اندر مقرر کردہ رقم پر ہوتا ہے اور متعہ چونکہ مقررہ وقت کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے مقابلہ میں دو اجرت ہی کہنا مناسب تھا۔ اور اس ترجمہ و مفہوم کی تائید ایک قرأت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو اس طرح پڑھا۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ اجْبَلٍ مُّسْحًى فَاَنْتُمْ مِّنْ اَجْدَرِ هُنَّ فَرِيضَةٌ۔ یعنی اگر مرد و تا تم نے ان عورتوں سے جو مخصوص وقت تک نفع اٹھایا۔ (متعہ کیا) تو ان کو اس کی مقرر کردہ اجرت ادا کرو۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ جس عقد میں وقت بھی مقرر ہو۔ اور اجرت بھی متعین ہو۔ تو وہ عقد متعہ ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں اس کی تفصیل و تشریح گزر چکی ہے۔

مذکورہ استدلال کے چند دندان شکن جواب

جواب اول:

آیت زیر بحث کہ جس سے شیعوں لوگوں نے علت متعہ پر استدلال کیا ہے۔ وہ مکمل آیت نہیں۔ بلکہ آیت کا آخری حصہ ہے۔ اگر پوری آیت کو پڑھ کر اس کے مفہوم و معانی کو بخوبی دیکھا جائے۔ اور نظر انصاف سے سمجھا جائے۔ تو اس پوری آیت سے متعہ معروفہ کا ثبوت صریح تو بہت دور کی بات ہے۔ اس کا تصور بھی نہیں آتا۔ پوری آیت کو مدہ ملاحظہ فرمائیے۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ ۗ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۗ

(پہلے رکوع اول)

ترجمہ:

(اُمیں، بیٹیاں، اور بہنیں وغیرہ عورتیں جن کا اس آیت سے کچھلی آیت میں ذکر ہو چکا۔ ان سے نکاح کرنا تم پر حرام کر دیا۔) اور انہی کی طرح ان عورتوں سے بھی نکاح حرام ہے۔ جو شوہر والی ہیں۔ ہاں جو تمہاری لونڈیاں ہیں۔ (وہ حرام نہیں) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ حکم لازم (فرض) کر دیا ہے۔ مذکورہ محرمات کے علاوہ تم بعوض مال جس عورت کو چاہو۔ نکاح میں لاسکتے ہو۔ لیکن ان سے یہ تعلق بطریقہ پاکلامنی اور حرام کاری سے بچنے کی غرض سے ہو۔ اس نکاح سے محض شہوت رانی مطلوب و مقصود نہ ہو۔ اور اس مقصد کے پیش نظر اگر تم نے کسی عورت سے نکاح کر لیا۔ تو ان کو ان کا حق مہر پورا ادا کر دو۔

تاریخین کرام غور فرمائیں۔ کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ان عورتوں کا ذکر کیا۔ جن میں نکاح حرام ہے۔ اور پھر ان کے سوا بقیہ عورتوں سے نکاح کے حلال ہونے اور اس کے طریقہ کو بیان فرمایا۔ اور کہا۔ کہ اگر تم کسی عورت کو رشتہ ازدواجیت میں لینے کی خواہش رکھتے ہو۔ تو اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ یہ خواہش اپنے مال کے ذریعہ پوری کرو۔ یعنی حق مہر ضرور باندھو۔ اور اس خواہش کی تکمیل محض پاکلامنی کی خاطر ہونی چاہیے۔ شہوت رانی کا اس میں کوئی خیال و مقصد

نہ ہونا چاہیے۔

پچھلے اوراق میں ہم بہت سے حوالہ جات سے یہ ثابت کر آئے ہیں کہ منہ میں آدمی کا مقصد وید صرف شہوت پرستی اور حصول لذت ہی ہوتا ہے جس سے آیت زیر بحث میں منع کیا گیا ہے۔ اور پاکدامنی پر زور دیا گیا ہے۔ لہذا فما استمتعتم سے متعہ معروفہ کسی طور بھی مراد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے نکاح دائمی کے ذریعہ منکوحہ عورت سے نفع اندوز ہونا مقصود ہے۔ اور اس طرح کے نکاح میں جو مال صرف کیا جاتا ہے۔ اسے حق مہر کہتے ہیں۔ اور دو اُجُور، سے مراد بھی یہی ہے۔

جواب دوم

وَاحِلٌ لَّكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ اِنَّ تَبْتَغُوا
بِاَمْرِ الْكُفْرِ مُحْصِنِينَ غَيْرِ مُسَافِحِينَ فَمَا
اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَانْتَدُّنَّ مِنْ اَجْوَرٍ مِّنْ
فَرِيضَةٍ۔ ۵۔ آیت ۱

فما استمتعتم، میں لفظ دو ما، سے مراد نکاح ہے۔ اور دو بہ، میں باء سببیت کے لیے ہے۔ اور ضمیر مجرور (۴) کا مرجع نکاح ہے دو منهن، میں لفظ دو من،، بمعنی فیہ اور دو من،، کا مرجع ”احل لکم ما“ میں لفظ دو ما، ہے۔ اس ترکیب کے پیش نظر آیت کا معنی یہ ہوا۔ ماؤں بہنوں وغیرہ محرمات کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کرنا تمہارے لیے جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کو بذریعہ مال اپنے نکاح میں لاؤ۔ اس طرح ازواج ربویوں کی تلاش کرو۔ اور اس مقصد کے حصول میں پاکدامنی اور احسان کی نیت ہو۔

نہ کہ شہوت رانی۔

پس وہ نکاح کو بطریقہ احسان جس کے ذریعہ اور سبب سے تم نے ان عورتوں سے نفع اٹھایا۔ کہ جن کو تم نے پاکدامنی کی نیت سے اپنے مالوں سے تلاش کیا۔ ان کو ان کے مقررہ حق مہر ادا کرو۔

”وَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ“ میں تعمیر دو هن،، کا جب مرجح ہی، منکوحات ٹھہریں۔ تو پھر اس آیت سے متعہ معروفہ کو ثابت کرنا کس قدر جہالت اور بے علمی ہے۔

جواب سوم

آیت مذکورہ کے الفاظ ”وَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ“ اور اجور هن سے متعہ اور اجرت مقررہ مراد لے کر اس سے متعہ معروفہ ثابت کرنا صریحاً سبب ذریعہ ہی نہیں۔ بلکہ علوم قرآن اور مفہوم قرآن سے لاعلمی اور جہالت کا بھی بیعتا جاگتا ثبوت ہے۔

”وَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ“ کا اصل استمتاع ہے اور استمتاع سے حروف زوائد کو نکال دیا جائے۔ تو وہ متاع،، باقی رہ جاتا ہے۔ اور متاع کا معنی نفع اٹھانا ہے۔ متعہ معروفہ نہیں۔ جس کی تفصیل ہم پہلے دو جوابات میں بیان کر چکے ہیں اس وضاحت کے ہوتے ہوئے دعویٰ کرنا کہ ”وَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ“ سے متعہ معروفہ کا ثبوت صراحتاً ہے۔ اور یہ آیت کریمہ متعہ معروفہ کے جواز کے لیے نص صریح ہے تو یہ باطل اور لٹو دعویٰ ہے۔ کیونکہ یہ دعویٰ تو تب صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔ جب شیعہ حضرات یہ ثابت کر دکھائیں کہ لفظ ”استمتاع“ کا معنی صرف اور صرف متعہ معروفہ ہی ہے۔ اس کے برعکس ہم اس لفظ کے قرآن پاک

میں ”نفع اٹھانے“ کے مفہوم میں استعمال ہونے والے مقامات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ لہذا ملاحظہ فرمائیں۔

آیت ۱:

فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلْقِ اللَّهِ كَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلْقِكُمْ

(پہلے رکوع ۱۵)

ترجمہ:

انہوں نے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا۔ جیسا کہ تم نے اپنے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا۔

آیت ۲:

وَاللِّمُطَلَّقاتِ مَتَاعٍ بِالْمَعْرُوفِ

(پہلے رکوع ۱۵)

ترجمہ:

اور طلاق دی گئی عورتوں کے لیے بھی نیکی کے ساتھ نفع پہنچانا ہے۔

آیت ۳:

مَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدْرَهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدْرَهُ

(پہلے رکوع ۱۵)

ترجمہ:

ان کو نیکی کے طور پر کچھ نفع پہنچاؤ۔ صاحبِ قدرت (مال دار) پر اس کی حیثیت اور غریب پر اس کی حیثیت کے مطابق لازم ہے۔

آیت ۱۷:

قُلْ لَّمْ تَسْمَعُوا قِيَاثَ مَصِيدٍ كَعَمْرٍ إِلَى النَّارِ -

(پہلے رکوع ۱۷)

ترجمہ:

فرمادیں گے! تم لوگ (چند روز) نفع اٹھاؤ۔ پھر تمہارا انجام دوزخ کی آگ ہے۔

تم کہہ دو۔ کہ (چند روز) نفع اٹھاؤ کہ تمہاری بازگشت تو یقیناً جہنم کی طرف ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

ان چار مقامات لفظ متاع اور اس کی فروعات کا ذکر موجود ہے۔ لیکن اپنے ملاحظہ فرمایا۔ کہ کسی ایک جگہ پر بھی اس لفظ کو ”متعہ معروفہ“ کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہر جگہ ”نفع اٹھانا“ ہی مفہوم ہے۔ ہم نے ان آیات کا یہ ترجمہ از خود نہیں کیا۔ بلکہ خود شیعہ مترجم مقبول کے ترجمہ القرآن سے لیا ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ جب ان کے گھر کا ایک مجیدی لفظ ”متاع“ کے متعلق کا ترجمہ ”نفع اٹھانا“ کرتا ہے۔ تو پھر ان کے فریب کا لٹکا ہر درڑھے پڑے گا۔ اور ان کو یہ ماننا پڑے گا۔ کہ لفظ استعمال اور متاع کا معنی صرف ”متعہ معروفہ“ ہی نہیں۔ بلکہ اور بھی معنی ہیں۔ اس لیے اس لفظ کا انحصار صرف ”متعہ معروفہ“ میں ماننا سراسر جمالت اور لاعلمی ہے۔

دعوای کا دوسرا حصہ لفظ ”اجور“ ہے۔ جس کے متعلق ان کا یہ خیال ہے۔ کہ ”اجرت“، کا اطلاق متعہ معروفہ کے مقابلہ میں ہی آ سکتا ہے۔ نکاح دائمی کے لیے ”دو حق مہر“ کا استعمال ہوتا ہے۔ اب ان کے اس دعویٰ

کی طرف آئے۔ ہم کھیلے لفظ کی طرح خود قرآن پاک میں اس لفظ کا استعمال دو صحیح مہر، کے لیے دکھاتے ہیں۔ جو دائمی نکاح کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ جس سے ان کی چہات اور واضح ہو جائے گی۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ فَانكِحُوهُنَّ بِأَذْنِ أَهْلِيهِنَّ وَأَتَوْهُنَّ أَحْبُورَهُنَّ

(پ ۱ رکوع ۱)

ترجمہ:

پس ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو۔ اور ان کے مہر نیکی کے ساتھ ان کو دے دو۔ (مقبول)

۲۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُواهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَحْبُورَهُنَّ

(پ ۲۸ رکوع ۸)

ترجمہ:

ہاں جو کچھ وہ خرچ کر چکے ہوں۔ تم ان کو دے دو۔ اور اس میں تم پر کوئی الزام نہیں کہ تم ان سے نکاح کرو۔ جب کہ تم ان کو مہر دے دو

(مقبول)

۳۔ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكُمْ أَرْوَاحَكُمُ الَّتِي آتَيْتُمْ أَحْبُورَهُنَّ

(پ ۲۱ رکوع ۲)

ترجمہ:

بے شک ہم نے حلال کیں تمہارے لیے وہ بیبیاں جن کے تم مہر دے چکے ہو۔

(ترجمہ مقبول احمد)

ان تین آیات میں سے ہر ایک میں لفظ "واجور"، حتیٰ مہر کے معنی میں استعمال ہوا۔ جو نکاح دائمی کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ اور اس کا معنی "مہر"، بھی خود شیعہ مفسر نے کیا ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ لفظ "واجور"، کا اطلاق صرف اجرت معینہ پر ہی نہیں ہوتا۔ جو کہ متعہ معروفہ میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے۔ بلکہ "وحتیٰ مہر"، پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لیے اس لفظ کو بھی صرف "واجرت معینہ" میں محدود ماننا بھی جہالت کا بہترین اور کامل نمونہ ہے۔ تو ان گزارشات سے آپ حضرات نے یہ جان لیا ہو گا۔ کہ "و متعہ معروفہ"، کو آیت مذکورہ سے ثابت کرنے کے لیے شیعہ حضرات نے جن دستوروں پر اپنی عمارتِ متعہ کھڑی کی تھی۔ وہ گر گئے۔ تو اب ان کے "و متعہ معروفہ"، واسے گھر کا قیام کب باقی رہ گیا۔ یہ ننھا ان کے استدلال کا انجام جو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

قرآنت "ابن کعب رضی اللہ عنہ" کا جائزہ

۱۔ قرآنتِ سبعہ متواترہ میں سے کسی ایک میں بھی حضرت ابن کعب رضی اللہ عنہ کی قرآنت کا ذکر نہیں ملتا۔ اور "الی اجل مسمی" کے الفاظ وارڈ نہیں ہیں۔ اور یہ بات بھی واضح ہے۔ کہ قرآنتِ سبعہ کے سوا دوسری قرآنت شاذہ کہلاتی ہے۔ لہذا ایک طرف قرآنت متواترہ صحیحہ ہو۔ اور دوسری طرف قرآنتِ شاذہ ہو۔ تو ترجیح اور قابل عمل قرآنت متواترہ ہوتی ہے۔ ذکر قرآنتِ شاذہ۔ اور اگر برسبیل تنزیل اس قرآنتِ شاذہ کو مان لیا جائے تو "الی اجل مسمی"، کو "واجور ہن" کے متعلق کرنا جائز ہے اور قریب ہونے کی وجہ سے متعہ معروفہ کو ثابت کرنا باطل ہے۔ کیونکہ

ترکیب کے اعتبار سے ددالی اجبل مسمی، کو ”اجورہن“ کے متعلق کرنا جائز ہے۔ اور قریب ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق کرنا دو فہما استمتعتہ کے متعلق کرنے کی نسبت بہتر ہے۔ اور اسی ترکیب کو حجۃ الاسلام البرجرا حمد بن علی الرازی الجصاص نے تفسیر ”احکام القرآن میں ذکر فرمایا۔

تفسیر احکام القرآن

وَكَذَكَانَ فِيهِ ذِكْرُ الْأَجَلِ لِمَا ذَكَرْنَا أَيْضًا
عَلَى مُتَعَةِ النِّسَاءِ لِأَنَّ الْأَجَلَ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ
دَاخِلًا عَلَى الْمَهْرِ فَيَكُونُ تَقْدِيرُهُ فَمَا دَخَلَتْ
بِهِ مِثْلَنَ بِمَهْرٍ إِلَى أَجَلٍ مَسْمُومٍ فَاتَّوَهَّنَ
مُلهَوْرَةً مِنْ عِنْدِ حُلُولِ الْأَجَلِ۔

تفسیر احکام القرآن جلد دوم ص ۱۴۸

باب المتعہ پارہ پنجم مطبوعہ بیروت

ترجمہ:

اور اگر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ الفاظ مان بھی لیے جائیں۔ تو پھر بھی عورتوں سے دو متعہ معروفہ، کا ثبوت حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ددالی اجبل مسمی، کو مہر و اجورہن، پر داخل کرنا جائز ہے۔ لہذا اس تقدیر پر مفہوم یہ ہو گا۔ کہ جن عورتوں کے ساتھ ایک مقررہ وقت تک مہر ادا کرنے کا وعدہ کر کے ہم بستری کی۔ تو ان کو ان کے حق مہر مدت مقررہ کے گزرنے پر ادا کر دو۔

۲۔ گزشتہ اوراق میں جب ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ احادیث صحیحہ کی روشنی

میں عقد متعہ کو حضور پر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے تیسرے روز بحکم خدا قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا تھا۔ تو ان احادیث صحیحہ کے مقابل میں ایک قرأتِ شازہ کا کیا وزن رہ جاتا ہے؟ لہذا یہ قرأتِ شاذہ ناقابلِ عمل ہوئی۔
۳۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ يَنْفَرُونَ حَافِظُونَ - اِلَّا عَلَى
اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ
مَلُومِينَ - فَمِنْ اَبْتغَى وَاَزْوَاجًا ذَا لَيْكٍ فَاُولَٰئِكَ هُمُ
الْعَادُونَ - (پکے رکوع ۱۶)

ترجمہ:

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی
ازواج کے یا اپنے ہاتھ کے مال (لونڈیوں) کے اس صورت میں وہ
قابلِ ملامت نہیں ہیں۔ پس جو اس کے سوا خواہش کرے۔ پس وہی باذقی
کرنے والے ہیں۔ (مقبول)

اس نص قطعی اور حکم صریحی نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ اشرب العزت نے
حلت کو دو اقسام کی عورتوں میں منحصر فرما دیا ہے۔ اول قسم ان عورتوں کی ہے۔
جن کو تم اپنی زوجیت میں لے لو۔ یعنی مشکوہ بیویاں اور دوسری قسم ان عورتوں کی
ہے۔ جو تمہاری مملوک لوطمیاں ہیں۔ ان دو اقسام کی عورتوں کے سوا کسی تیسری قسم کی
عورت سے وطی کرنا جائز نہیں۔ اور اگر کسی نے اس پابندی کو ٹھکراتے ہوئے
تجاوز کر لیا۔ تو ایسا شخص زیادتی کرنے والوں میں شامل ہوگا۔ یعنی وہ زانی، چکار اور
اشد کافر مانا ہوگا۔ اس کی تائید شیعہ فہم جعفریہ سے بھی لیجئے۔

منہج الصادقین

(فمن ابتغى) پس ہر کہ جوید برائے مباشرت (ور آعدا لك) غیر از زمان و کنیزان خود (فا و لك) پس آنگروہ (همر العادون) ایشانند درگزندگان از حلال بحرام۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ششم ص ۱۹۴ تا ۱۹۵)
مطبوعہ تہران

ترجمہ :

پس جو شخص اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے سوا کسی عورت سے ہم بستری کی خواہش کرے۔ اور اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے طلب کرے تو ایسے لوگ حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔ یعنی زانی اور بدکار ہیں۔ اور ان کا فیصل شرعاً کسی صورت میں جائز نہیں ہوگا۔

مجمع البیان

(فمن ابتغى و رآعدا لك) اَحَى طَلَبَ سِوَى الْاَزْوَاجِ
وَ الْوَلَاكِيْدِ الْمَمْلُوْكَةِ (فا و لك) همراہ العادون
اَحَى الظَّالِمُونَ الْمُتَجَبَّوْنَ اِلَى مَا لَا يَحِلُّ
لَهُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ہفتم ص ۹۹ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ : سو جس نے اپنی منکوحہ بیویوں اور مملوک لونڈیوں کے سوا کسی اور

عورت کو خواہشات نفسانیہ کی برآری کے لیے طلب کیا۔ تو ایسا کرنے والے ظالم ہیں۔ اور اس فعل کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔ جو ان کے لیے حلال نہیں کیا گیا۔ (یعنی حرام فعل کے ترکیب ہوئے ہیں۔)

حاصل کلام:

یہ ہے۔ کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت پر اس کے شاذہ ہوتے ہوئے عمل کرنا کب جائز ہے۔ جب کہ اس کے مقابلہ میں قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ لہذا اس شاذہ روایت سے دو متعہ معروفہ، کو جائز اور حلال قرار دینا ہرگز درست اور قابل تسلیم نہیں۔ اس کے علاوہ اگر فقہی اصل کو بھی دیکھیں۔ تو تب بھی یہ علت ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے۔ کہ جب کسی جگہ علت اور حرمت کے دلائل مساوی ہوں۔ تو دلائل حرمت کو قربت اور اولیت ہوتی ہے۔ یہاں دونوں دلائل کی مسادات ہی کب ہے۔ بلکہ یہاں تو دلائل محرمہ جس قدر مضبوط اور قوی ہیں۔ اسی قدر دلائل مبہمہ کمزور اور لالی ہیں ایک طرف نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ متعہ معروفہ کی حرمت ثابت کر رہی ہیں۔ اور دوسری طرف ایک روایت و قرأت شاذہ اس کو جائز اور حلال قرار دے رہی ہے۔ تو ایسے میں کون بے وقوف یہ کہے گا۔ کہ دلائل حرمت قابل عمل ہیں۔ اور دلائل حرمت مرجوح اور ناقابل عمل ہیں؟

فَاعْتَرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

ایک مختصر

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَنَّهُمْ فَطَرُوا الْخَلْقَ فِي حِينِ
 دو قسم کی عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حلت کو منحصر فرمایا ہے۔ ان میں پہلی قسم
 کے اندر وہ عورتیں بھی داخل ہیں۔ جو عقد ممتنعہ، کے ذریعہ سے ہوں۔ کیونکہ یہ
 متمتعہ عورتیں بھی وقت مخصوص کے لیے ازدواج ہیں۔ لہذا ان کو دو راعذ اللہ
 میں داخل کر کے ان سے خواہش نفسانی کی برائری کو حرام قرار دینا قرآن پاک پر زیادتی
 ہے۔ اور متمتعہ کرنے والے مرد اور متمتعہ کرانے والی عورت کو زانی اور زانیہ یا حرام
 کہنا بالکل ناجائز ہے۔ اور یہ زیادتی بلا جواز ہے۔

جواب اول

عورت متمتعہ کو ازدواج میں داخل کرنا قرآنی آیات کے مفہوم کے خلاف
 بھی ہے۔ اور فقہ جعفریہ (شیعہ) سے بھی لاعلمی اور جہالت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ
 دو عورت متمتعہ، کے لیے دو فقہ جعفریہ، میں واضح الفاظ کے ساتھ یہ موجود
 ہے۔ کہ اس عقد کے لیے نہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور نہ لفظ نکاح کی ایسی طرح
 ایسی عورت کو طلاق دینے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ بلکہ وہ مدت مقررہ کے گزرنے
 پر خود بخود آزاد اور خود مختار ہو جاتی ہے۔ اور نہ ہی اسے آگے عقد کرنے کے
 لیے کسی مدت کی ضرورت ہے۔ جبکہ فقہ جعفریہ میں دو ازدواج، کے لیے گواہی

لفظ نکاح، طلاق اور عدت وغیرہ کی پابندی ہے۔ لہذا ازواج میں ”عورت متمتعہ“ کسی طور داخل نہیں ہے۔

جواب دوم

اگر قائل کے مطابق ”عورت متمتعہ“ ازواج میں داخل ہوتی۔ تو ازواج کی طرح اس کی تعداد پر بھی پابندی ہوتی۔ اور چار سے زائد عورتوں سے بیک وقت ایک آدمی شو عورتوں یا اس سے بھی زیادہ کو عقد متعہ میں اپنے پاس رکھ سکتا ہے حالانکہ ازواج کے بارے میں ”مَتَّحِي وَ تَمَلَّتْ وَ رُبِعَ“، کی نص صریح سے چار تک حد بندی ہے۔

جواب سوم

متعہ کرنے والا مرد اگر شادی شدہ نہیں۔ تو وہ اگر متعہ کرنے کے بعد کسی وقت زنا کا مرتکب ہو جائے۔ تو ثبوت زنا کے بعد اس پر حد رجم جاری نہیں ہوگی بلکہ اس کو کنوارے کی سزا یعنی کوڑے لگائے جائیں گے۔ کیونکہ شریعت اسے شادی شدہ تسلیم نہیں کرتی۔ لہذا وہ محسن نہ ہوا۔ اگر متعہ کرنے والی عورت، دو ازواج، میں داخل ہوتی۔ تو اس سے ہم بستری کرنے والا لازماً شادی شدہ تسلیم ہوتا۔ اور محض شمار کیا جاتا۔ اور اس پر رجم میں رجم کی سزا نہیں دی گئی۔

حوالہ ملاحظہ ہو۔

مجمع البیان

فَاَجْلِدُوْهُم مَّا جَلَدُوْهُ يَوْمَ بَعَثْنَا لِمُوسَىٰ اٰتًا مِّنْ سَمَوَاتِنَا اَنْ يَّخْرُجَ بِرَبِّكَ

إِذَا كَانَا حَرَّتَيْنِ بِاللَّيْلِ بَكَرْتَيْنِ غَيْرِ مُحْصِنَيْنِ
فَمَاتَا إِذَا كَانَ مُحْصِنَيْنِ أَوْ كَانَا أَحَدَهُمَا
مُحْصِنًا كَانَ عَلَيْهِ الرَّجْمُ بِإِلْخِدَافٍ - وَ
الْإِحْصَانُ هُوَ أَنْ تَكُونَ لَهُ فَرْجٌ تَغْدُو إِلَيْهِ
وَيَرْوِحُ عَلَى وَجْهِ الدَّوَامِ -

(تفسیر مجمع البیان جلد ہفتم ص ۲۲ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(زانی اور زانیہ) دونوں میں سے ہر ایک کو سوسو کوڑے لگائے جائیں۔
جبکہ دونوں آزاد، بالغ کنوارے اور غیر محسن ہوں۔ لیکن اگر وہ دونوں یا ان
میں سے کوئی ایک محسن ہو۔ تو اس پر حد رجم ہے۔ جس میں کوئی خلیات نہیں
اور احسان یہ ہے۔ کہ کسی کے ہاں فرج (عورت کی شرمگاہ) بطور
نکاح ہو۔ اور وہ دائمی طور پر اسے جب چاہے صبح و شام مباشرت
کے طور پر استعمال کر سکے۔

”حلتِ مُتَعَةٍ“ پر شیعہ حضرات کی دوسری دلیل

صحیح مسلم شریف

عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ
يَقُولُ لَمَّا نَفَرَ رَامِعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ لَنَا نِسَاءٌ فَفَلْنَا أَلَا نَسْتَحْيِي

فَنَهَانَا عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ نَتَّكِحَ الْعَرَآةَ
بِالشُّوْبِ إِلَىٰ أَجَلٍ ثُمَّ قَرَأَ عَبْدَ اللَّهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا لَا تَحْرِمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ

(صحیح مسلم شریف جلد اول ص ۲۵۰ باب

نکاح المتعہ مطبوعہ نور محمد دہلی)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر آپ کی میت میں جنگوں میں شرکت کیا کرتے تھے اور ہمارے پاس اپنی منکوحہ عورتیں نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے ایک قرنبہ حضور سے غصی ہو جانے کی اجازت طلب کی۔ تو آپ نے ہمیں منع فرما دیا۔ پھر اس بات کی رخصت (اجازت) دے دی۔ کہ تم ایک مقررہ وقت کے لیے کسی عورت سے محض ایک کپڑے کے بدلے نکاح کر لیا کرو۔ (یعنی آپ نے متعہ کرنے کی اجازت دے دی) یہ کہہ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (اس کی تائید میں) یا ایہا الذین اعنوا الا تحرموا الخ۔ پڑھی۔ یعنی اے مومنو! جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پاکیزہ اشیاء حلال کر دیں۔ انہیں حرام مت کرو۔ (یعنی متعہ حلال ہے۔ اسے حرام نہ گردانو)

جواب اول:

عقد متعہ اور نکاح موقت میں فرق آپ کھیلے اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ دو عقد متعہ، میں لفظ اسْتَمْتَعْتُ اور اسْتَمْتَعْتُ یا جو بھی لفظ دو متعہ، کے

ماخذ سے ہو۔ اس کا اس عقد میں ذکر ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ تحفۃ العوام ص ۳۰۳ پر مذکور ہے۔ اور دو عقدِ موقت،، میں لفظ نکاح یا تزویج کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس میں شہادت بھی شرط ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جو عقد متعہ کی بجائے ”عقدِ موقت“ پر دلالت کرتا ہے۔ اور دو نکاحِ موقت،، کی صلت ”عقدِ موقت“ پر دلالت کرتا ہے اور ”نکاحِ موقت“، کی صلت بعض علماء کے نزدیک اب بھی ہے۔ کیونکہ اس العقادِ نکاح میں مجوزین ائمہ کرام وقت مخصوص کی قید باطل قرار دے کر اس کو نکاحِ دائمی قرار دیتے ہیں۔ جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکی ہے۔ لہذا اس وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر شیعہ اس حدیث سے دو عقد متعہ معروضہ، کو ثابت اور جائز قرار دیتا ہے۔ تو وہ دراصل خود اپنی مذہبی کتب سے نا آشنا اور جاہل ہے۔

جواب دوم:

روایت مذکورہ کے راوی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور انہی حضرت سے بہت سی روایات صحیحہ میں مذکور ہے۔ کہ آپ (عبد اللہ بن مسعود) حرمتِ متعہ کے قائل تھے۔ چنانچہ ان سے دو بیہقی شریف،، میں یوں منقول ہے۔

بیہقی شریف

عَنْ سُفْيَانَ قَالَ قَالَ بَعْضُ اصْحَابِنَا عَنِ الْحَكَمِ
بْنِ عَتِيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ هَذَا
نَسَخْتَهَا الْعِدَّةَ وَالطَّلَاقَ وَالْمِيرَاثُ قَالَ

الْعَدْفُ يُعْنِي الْمُنْعَةَ وَرَوَاهُ الْحَجَّاجُ بْنُ
 أَرْطَاةٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ
 عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ الْمُنْعَةُ مَنْسُوخَةٌ
 نَسَخَهَا الطَّلَاقُ وَالصَّدَاقُ وَالْعِدَّةُ
 وَالْمِيرَاثُ -

(بیہقی شریف جلد ۷ ص ۲۰۷ کتاب النکاح
 مطبوعہ مکہ مکرمہ)

ترجمہ:

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ہمارے کچھ ساتھیوں
 نے حکم بن عقیبہ کے واسطے سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان
 کیا۔ کہ جناب ابن مسعود نے فرمایا۔ کہ عدت، طلاق اور میراث نے
 منوعہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ اس طرح حجاج بن ارقطہ بھی بواسطہ حکم کے
 حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ذریعہ نقل کرتے ہوئے
 کہتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ طلاق، حتی مہر، عدت اور وراثت نے منوعہ
 کو منسوخ کر دیا ہے۔

حاصل کلام:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زیر بحث حدیث میں اول تو لفظ "منوعہ"
 یا اس کے مشتقات میں سے کوئی لفظ نہیں۔ جن سے دو عقد منوعہ، کا انعقاد ہونا
 ہے۔ لہذا اس حدیث سے منوعہ معروفہ کو ثابت کرنا ہٹ دھرمی اور سینہ زوری کے
 سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور اگر اس سے منوعہ ہی مراد لیا جائے۔ تو بھی مواط

ہوں کا توں رہے گا کیونکہ جب یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متہ کی حلت کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ ابتداء نے اسلام میں مخصوص وقت تک اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز کر دیا تھا۔ لیکن اس کا جواز دائمی نہ تھا۔ بلکہ آپ نے اسے فتح مکہ کے تیسرے روز کے بعد حرام قرار دے دیا تھا۔ لہذا کسی طور پر حدیث مذکورہ شیعہ حضرات کی مؤید نہیں بن سکتی۔ اور نہ ہی اس سے حلت متعہ معروفہ، ثابت ہوتی ہے۔

حلت متعہ پر شیعوں کی تیسری دلیل

تفسیر طبری

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ مُتْعَةِ النِّسَاءِ
قَالَ أَمَا تَقْرَأُ سُورَةَ النِّسَاءِ قَالَ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَمَا
تَقْرَأُ فِيهَا فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ آجَلٍ مَّسْئُومٍ
قُلْتُ لَا كَوَقْرَ أَثْنَاهَا فَكَذًا أَمَا سَأَلْتُكَ قَالَ فَإِنَّهَا
كَذًا -

(تفسیر طبری جلد پنجم صفحہ نمبر ۱۰ مطبوعہ
مکہ مکرمہ)

ترجمہ:

ابونضرہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی بابت دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کیا تو نے سورہ نساء نہیں پڑھی۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں پڑھی ہے تو آپ نے

فرمایا۔ کیا اُس میں تم نے ”فما استمتعتم به من خلق الی اجل مستحی“ نہیں پڑھا۔ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ اگر میں نے آپ کی طرح اس آیت میں ”الی اجل مستحی“ کے الفاظ زیادہ پڑھے ہوتے۔ تو آپ سے یہ سوال ہرگز نہ کرتا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ آیت اسی طرح ہے جس طرح میں نے تمہارے سامنے ابھی پڑھی ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے مجتہد صحابی بھی متعہ کی حلت کے قائل تھے۔ اور انہوں نے اس کی حلت قرآن سے ثابت فرمائی۔ تو اس کے ثبوتِ حلت کے لیے کیا یہ روایت کافی نہیں؟ ہم انشاء اللہ اس استدلال کا جواب بھی عرض کرتے ہیں۔ اور فیصلہ ناظرین کرام خود کر لیں گے۔

جواب اول:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ حدیث جیسی اور بھی کئی ایک اعاذیث روایت کی گئی ہیں۔ لیکن ایک حقیقت یہ بھی ہے۔ جس سے انکار ممکن نہیں۔ وہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس مجمع میں موجود نہ تھے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے تیسرے دن متعہ کی ابدی حرمت کا اعلان فرمایا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کافی مدت تک متعہ کے جواز کے قائل رہے اسی لیے ایک وقت آیا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے اس خیال کی سختی سے تردید کی۔ اور انہیں زور دے کر سمجھایا۔ کہ تم جس کے جواز کے قائل ہو۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمادیا ہوا ہے۔

اس سلسلہ میں صحیح مسلم شریف کی ایک دو روایات پیش خدمت ہیں۔

ملاحظہ ہوں۔

مسلم شریف:

عَنِ الْحَسَنِ وَ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عِبْرَةَ
عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيٍّ أَنَّكَ سَمِعَ مِنْ عَبَّاسِ بْنِ يَلِينٍ
فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ مَلَأَ يَا ابْنَ عَبَّاسِ فَإِنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى
عَنْهَا يَوْمَ حَيْبَرَ.

(مسلم شریف جلد اول ص ۲۵۲ باب
نکاح المتعة مطبوعہ اصح
المطابع دہلی)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق
سنا۔ کہ وہ عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے میں کچھ نرم خیال ہیں۔ (یعنی اس
کو جائز کہتے ہیں) تو آپ نے ابن عباس کو فرمایا۔ اس نرمی کو چھوڑ دیجئے
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیمہ متعہ کرنے اور پالتو
گدھا ذبح کر کے کھانے سے منع فرما دیا ہے۔

مسلم شریف کے صفحہ مذکورہ پر ایک اور حدیث ان الفاظ سے مروی ہے

مسلم شریف: جلد اول ص ۲۵۲

قَالَ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ لِفُلَانٍ
إِنَّكَ رَجُلٌ تَارِدٌ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ:

راوی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہتے سنا۔ کہ (اے ابن عباس!) تو ایک ایسا شخص ہے۔ جو متعہ کے بارے میں حتیٰ سے ہٹا ہوا ہے۔ مالا لاکھ متعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، بوجہ عدم سماعت فتح خیبر کے بعد بھی متعہ کرنے اور پالتو گدھے کے گوشت کھانے کو جائز سمجھتے رہے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس کی حلت کا فتویٰ دیتے رہے جب اس بات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم ہوا۔ تو انہوں نے ابن عباس کو فرمایا کہ تم حتیٰ پر نہیں ہو۔ حتیٰ یہ ہے۔ کہ ان دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر حرام قرار دے دیا تھا۔

کتب شیعہ مثلاً مجالس المؤمنین اور منتہی الآمال وغیرہ میں موجود ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تمام علوم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حاصل کیے۔ اور انہی سے فیض یافتہ تھے پتہ چلا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے استاد محترم متعہ کی ابدی حرمت کے قائل تھے۔ البتہ خود ابن عباس رضی اللہ عنہ معلوم نہ ہونے کے باعث کچھ مدت تک اس کی حلت کے قائل رہے۔ حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں سختی سے منع فرمایا۔ کہ اس کی حلت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرمایا ہے۔ چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متعہ کی ابدی حرمت کا ذکر فرمایا۔ تو اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے خیال سے رجوع فرمایا۔ اور اس کی حرمت ابدی کے قائل ہو گئے۔ ترمذی شریفین میں اسی مضمون کی حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

جامع الترمذی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّمَا كَانَتْ الْمُتَعَاةُ
فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ كَانَ الرَّجُلُ يُقَدِّمُ الْبَلَدَةَ
كَيْسَرَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةً فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بِتَدْرٍ
مَا يَبْزِي أَنْتَهُ يُقِيمُ فَتَحْفَظُ لَهُ مَتَاعَهُ وَ
تَصْدُحُ لَهُ شَيْئَةً حَتَّى تَنْزَلِ الْآيَةَ الْأَعْلَى
أَوْ أَجِلهُمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ قَالَ
ابْنُ عَبَّاسٍ فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَاهُمَا
فَهُوَ حَرَامٌ ۙ

(جامع الترمذی جلد اول ص ۱۳۳ / ابواب النکاح)

مطبوعہ دہلی، طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ متعہ
ابتداءً اسلام میں (جائز) تھا۔ (وہ یوں) کہ کوئی آدمی کسی اجنبی شہر
میں وارد ہوتا۔ جہاں اس کی کوئی جان پہچان نہ ہوتی۔ تو وہاں اس شہر میں
کسی عورت سے اپنے قیام کی مدت تک شادی کر لیتا جس کے ذریعہ
وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت بھی کرتی۔ اور اس کی ضروریات
زندگی بھی تیار کرتی۔ یوں ہوتا رہا۔ پھر وہ وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے،
ووالاعلیٰ ازواجہم الخ، آیت کریمہ نازل فرمائی۔ ابن عباس
رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کہ اس آیت کے اترنے کے بعد اس میں مذکور

دو اقسام کی عورتوں کے سوا ہر قسم کی عورت سے مباشرت کرنا حرام ہو گیا۔
(یعنی متہ حرام ہو گیا۔)

بہیقی شریف

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ
عَنْهُمَا قَالَ كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ وَ
كَانُوا يَقْرَءُونَ هَذِهِ الْآيَةَ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ
بِهِنَّ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى الْآيَةَ) فَكَانَ الرَّجُلُ
يَقْدِمُ الْبَلَدَةَ لَيْسَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ
بِقَدَرِ مَا يَرَىٰ أَنْ يَبْرُغَ مِنْ حَاجَتِهِ لِيَحْفَظَ
مَتَاعَهُ وَتَفْصَحَ لَهُ مَشَانَهُ حَتَّىٰ نَزَلَتْ هَذِهِ
الْآيَةُ (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ) إِلَىٰ اخِرِ الْآيَةِ
نَسَخَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الْأَوْلَىٰ فَحُرِّمَتْ الْمُتْعَةُ
وَتَصَدِّقُهَا مِنَ الْقُرْآنِ (الْأَعْلَىٰ أَنْ وَاجِبُهُمْ أَوْ
مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ) وَمَا سِوَىٰ هَذَا الْفَرْجِ
فَهُوَ حَرَامٌ.

(بہیقی شریف جلد ۱ ص ۲۰۵ تا ۲۰۷)

کتاب النکاح مطبوعہ مکتبہ المدینہ

ترجمہ:

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: متہ ابتداءً اسلام میں (جائز) تھا۔

اور لوگ اس کے جواز کے لیے دو نما استتمتعمربہ الخ، آیت پڑھا کرتے تھے۔ اس کی صورت یوں ہوتی تھی۔ کہ کوئی انجان آدمی کسی ایسے شہر میں وارد ہوتا۔ جہاں اس کی جان پہچان کسی سے نہ ہوتی۔ تو اپنے فارغ ہونے کے عرصہ تک وہ اس شہر کی کسی عورت شادی کر لیتا۔ تاکہ وہ اس کے سامان کی بھی حفاظت کرے۔ اور ضروریات زندگی بھی تیار کر کے مدیتی رہے۔ ایسا ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے صَحَّیْحَتِ عَلَیْكُمْ اَمَّا مَا تَحْكُمُوْا، پوری آیات حرمت نازل فرمیں تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے متعہ کو حرام کر دیا۔ اور اس کی حرمت کی تصدیق قرآن کی ایک مستقل آیت سے بھی ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ وَاِلَّا عَلٰی اَرْوَاحٍ حَلِيْمَةٍ اَوْ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ، اس آیت میں جن دو اقسام کی عورتوں سے مباشرت جائز قرار دی گئی۔ ان کے سوا اور کوئی دوسری عورت مباشرت کے لیے استعمال کرنا حرام ہے۔ آیت میں مذکور دو اقسام کی عورتیں یہ ہیں۔ ایک وہ عورت جس سے نکاح شرعی کر کے اسے آدمی اپنی زوجیت میں لے لے۔ اور دوسری وہ مملوکہ لونڈی ہے۔ جس کے ساتھ بغیر نکاح کیے وطمی از روئے شرع جائز اور حلال ہے۔ ان دو کے سوا کسی تیسری عورت سے ہم بستری حرام ہے۔ لہذا متعہ میں استعمال ہونے والی عورت چونکہ ان دو اقسام سے خارج ہے۔ لہذا ایسا کرنا حرام ٹھہرا۔

ان دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف جبریلہ بات منسوب کی گئی ہے۔ کہ آپ متعہ کی حلت ابدیہ کے قائل تھے۔ اور دوسرا آئینہ متعہ پر یہ حدیث ہے، آیت کریمہ سے اس کی ابدی حلت پر اسے تزلزل کیا کرتے تھے۔ ان دونوں احادیث سے آپ کی طرف اس قول کی نسبت باطل اور غلط ٹھہری۔ کیونکہ ان دونوں احادیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے واضح الفاظ ہیں کہ آپ ابتدائے اسلام میں اس کے جواز کے قائل تھے۔ یہ اس وقت تک ہوتا رہا۔ جب تک دو حرمت علیکم اقلہا تکمرا الخ۔ آیات نازل نہ ہوئیں۔ ان آیات کے نزول کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت استمتاع کو منسوخ سمجھا۔ اور دوسرا آیت ازواجہم و ما ملکت ایمانہم کے سوا کسی اور عورت سے مباشرت اور وطی حرام ہو گئی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سمجھانے کے بعد بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے پہلے خیال کو ترک کر دیا تھا۔ لہذا اس صاف وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی ناعاقبت اندیشین سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ کہے۔ کہ آپ حلت متعہ کو دائمی طور پر جائز ہونے کے قائل تھے۔ اور اس کے لیے ”آیت استمتاع“ کو اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر ان کی طرف سے پیش کرے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں یہی کہنا کافی ہے۔ کہ اس کو اپنے مسلک اور عقائد کے متعلق صحیح واقفیت نہیں۔

جواب دوم:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ کہہ دینا تو آسان ہے۔ کہ آپ متعہ کی علتِ ابدیہ کے قائل تھے۔ لیکن آپ کے مسلک اور خیالات کی اس بارے میں تحقیق کچھ اور ہی بتاتی ہے۔ وہاں تک رسائی اسی شخص کو ہو سکتی ہے جو حقیقت کا متلاشی ہو۔ اور خیال پرستی کا بارہ اتار پھینکے۔ آئیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی اس آیت کی تفسیر سنئے۔

تفسیر ابن عباس

وَيَقَالُ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ أَنْ تَطْلُبُوا بِأَمْوَالِكُمْ
فُرًّا وَجَهَنًّا وَهِيَ الْمُنْعَةُ وَقَدْ سُخِّتِ الْأَنْ
(مُحْصِنِينَ) يَقُولُ كُونُوا مِمَّنْ مَتَرَ وَجِئِن
أَعْزَرَ مَسَافِحِينَ) غَيْرَ ذَانِبِينَ بِلَا نِكَاحٍ
سُتَخْتَعْتُمْ) اسْتَنْفَعْتُمْ (بِهِ مِنْهُنَّ)
بَعْدَ النِّكَاحِ (فَأَطْوَهُنَّ) (أَجُورَهُنَّ)
مَهْرَهُنَّ كَمَا بَلَغَ (فَرِيضَةً) مِنَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
أَنْ تَعْطُرَ لِمَهْرٍ تَامًّا (وَلَا جَنَاحَ عَلَيْكُمْ)
وَلَا حَرَجَ عَلَيْكُمْ (فِي مَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ) فِي مَا
تَنْتَسُونَ وَتَزِيدُونَ فِي الْمَهْرِ بِالتَّرَاضِي (مِنْ بَعْدِ
الْفَرِيضَةِ) الْأُولَى الَّتِي سَمَّيْتُمْ لَهَا (إِنَّ اللَّهَ كَانَ
عَلِيمًا) فِي مَا أَحَلَّ لَكُمْ الْمُنْعَةَ (رَحِيمًا) فِي مَا

حَرَّمَ عَلَيْكُمْ الْمُنْعَةَ وَيُقَالُ عَلِيمًا يَا ضَطْرًا اِرْكُمَا اِلَى
الْمُنْعَةِ حَكِيمًا فَيَمَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ الْمُنْعَةَ۔

(تفسیر ابن عباس جزو رابع ص ۶۸ مطبوعہ

بیروت۔ لبنان)

ترجمہ:

فرمایا گیا ہے۔ کہ تم اپنے مالوں کے ذریعہ عورتوں کو تلاش کرو۔ یعنی یہ کہ تم اپنے اموال کے بدلے ان کی شرمگاہوں کو طلب کرو۔ اور یہی منہج ہے جو اب منسوخ کر دیا گیا ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا محصنین۔ یعنی ان عورتوں کے ساتھ تم شادی کرنے کے بعد میاں بیوی کی زندگی بسر کرنے والے بنو۔ غیر مسافحین، یعنی نکاح کے بغیر عورت سے مباشرت کر کے زانی نہ بنو۔ پھر جس عورت سے تم نے نکاح کے بعد نفع اٹھایا انہیں ان کا کمال حق مہر ادا کرو۔ تم پر کمال حق مہر ادا کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے۔ اور باہمی رضامندی سے اگر میاں بیوی پہلے سے مقررہ حق مہر میں کمی بیشی کر لیتے ہیں۔ تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اس بات کو جاننے والا ہے۔ کہ اس نے منہج کو کیوں اور کب تک جائز ٹھہرایا اور اس حکمت کا بھی اسے خوب علم ہے۔ کہ پھر منہج کو حرام کیوں قرار دیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ منہج کرنے والے کی مجبوریوں کو جاننے والا ہے۔ اور تم پر اسے حرام کرنے کی حکمت سے بھی بخوبی آگاہ ہے۔

سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں تفسیر کبیر میں منقول ہے۔ کہ آپ نے آواخر عمر میں علت منہج سے توبہ کر لی تھی۔ اور اس

سے رجوع فرمایا تھا۔ ملاحظہ ہو

تفسیر کبیر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ) قَالَ صَارَتْ هَذِهِ الْآيَةُ مَنْسُوحَةً بِقَوْلِهِ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ) وَرَوَى أَيْضًا أَنَّهُ قَالَ عِنْدَ مَوْتِهِ اللَّهُمَّ إِنِّي آتُوبُ إِلَيْكَ مِنْ قَوْلِي فِي الْمُتَعَةِ -

تفسیر کبیر دہم ص ۴۹ پانچم مطبوعہ

ترجمہ:

”فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ“ آیت کریمہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ اپنے اس آیت کو ”یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ“ آیت سے منسوخ مانا۔ اور انہی سے یہ بھی روایت کی گئی ہے۔ کہ اپنی وفات کے قریب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں توبہ کی اے۔ اللہ! متہ کے بارے میں جو میرا خیال تھا۔ میں اس سے تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

— ❦ —

حدیث متنعہ پر شیعہ حضرات کی چوتھی دلیل

اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے کہ عمر فاروق نے
فرمایا

مُنْعَتَانِ كَانَتَا عَلَى عَمَلِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَمًا مَثْبُومًا.

ترجمہ:

دو متنعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں تھے۔ میں ان
دونوں کو حرام کیے دیتا ہوں۔

مُنْعَتَانِ كَانَتَا عَلَى عَمَلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَنُحَى عَنْهُمَا وَأَعَاقِبُ عَلَيْهِمَا
(تفسیر احکام القرآن لجمہ ص ۱۵۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو متنعے جائز تھے۔ میں ان
دونوں سے منع کر رہا ہوں۔ اور ان پر عمل کرنے والوں کو
سزا دوں گا۔

طریقہ استدلال

اوپر ذکر کردہ دونوں روایات میں واضح طور پر نشاندہی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں متہ حلال اور معمول بہ رہا۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ جب دور فاروقی تک بھی متہ جائز تھا۔ توفیق مکہ اور یوم خیبر کے وقت متہ کی مسوخگی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ کیونکہ یہ دونوں واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں رونما ہوئے اگر اس وقت متہ حرام کر دیا گیا ہوتا۔ تو دور فاروقی میں اس کی حلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرا ان دونوں صدیوں میں واضح الفاظ میں موجود ہے۔ کہ متہ کو حرام کرنے والے اور اس سے روکنے والے اور اس کے عامل کو سزا دینے والے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیسا کہ صاف الفاظ بتا رہے ہیں کہ میں نے ان کو حرام کرتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ متہ کو حلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت میں اس کی حرمت کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن عمر بن خطاب نے اپنے دور خلافت میں اس کو حرام کر دیا۔ اب اہل سنت خود غور کریں، کبھی فعل کو حلال یا حرام ٹھہرانے کا اختیار شرعی حضرت عمر کو ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مجاز ہیں؟ اور پھر جن اشیاء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلال قرار دے چکے۔ ان کو حضرت عمر حرام قرار دے دیں۔ اور ان کے حرام کرنے سے وہ اشیاء حرام ہو جائیں۔ یہ قانون کس جگہ ہے؟ لہذا جب متہ دور نبوی اور دور صدیقی میں ان روایات کے مطابق حلال تھا۔ تو وہ اب بھی حلال ہی ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حرام کر دینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حلال کردہ چیز حرام نہیں ہو جاتی۔

جواب اول:

اس استدلال کا تحقیقی جواب دینے سے پہلے چند باتیں گوش گزار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ بات باسکل واضح ہو جائے۔

۱۔ کتب شیعہ سے متدہ کی تفسیر و تفصیل آپ گزشتہ ادراک میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اس کا خلاصہ ایک جملہ میں بیان ہو سکتا ہے۔ کہ وہ متدہ، خواہشات نفسانیہ کی برآری کے لیے ایک آزاد طریقہ ہے۔ جس میں کوئی پابندی نہیں۔ اور حصول لذت اور شہوتِ نفس کو عام کرنے اور اس کی تکمیل کا آسان ترین طریقہ ہے۔ جب شیعہ حضرات سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دنیا دار اور نفس پرست سمجھتے ہیں۔ تو کسی دنیا دار اور نفس کے بندے کو متدہ جیسی بات کو بند کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو اس قسم کے افعال کو اور زیادہ پھیلانے اور ان کی وسیع پیمانے پر ترویج کی کوشش کرتا ہے۔ تو شیعہ لوگوں کے خیال کو مانتے ہوئے جو نا تو یوں چاہیے تھا۔ کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس فعل کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ کیونکہ (بزعم شیعہ) آپؐ کی پوری عمر عموماً اور آپؐ کا دورِ خلافت خصوصاً خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کا زمانہ تھا۔ لہذا چاہیے تھا۔ کہ آپؐ خود بھی ان میں منہمک رہتے۔ اور دوسروں کو اس کی طرف رغبت دلاتے۔ تاکہ سارا آوے کا آوا ایک رنگ میں رنگا ہو جاوے۔ اور کوئی اس کی مخالفت کرنے والا نہ ہو۔ اور نہ کسی طرف سے انگشت نمائی ہو۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اور اس کے برعکس اپنے متدہ جیسے آسان ذریعہ نفس پرستی کو روک دیا۔

۲۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس فعل شیعہ سے لوگوں کو

منع فرمایا۔ تو اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے۔ کہ آپؐ خواہش نفس کے غلام نہ تھے۔ اور نہ ہی آپؐ دنیا دار تھے۔ بلکہ آپؐ کی شخصیت اعلیٰ اخلاق کی حامل اور دینی طور پر ایک اعلیٰ معیار تھی۔ خوفِ خدا اور اطاعت و محبتِ مصطفیٰ آپؐ کا اور خدا بچھونا تھا۔ خود بھی فحاش سے بچتے۔ اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے دوسروں کو بھی بد اخلاقی سے بچانے کی فکر کرتے۔

اب آئیے اس استدلال کا تحقیقی جواب دیا جائے۔ بات یہ ہے۔ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعہ کی حرمت کے بارے میں روشن دلائل یاد تھے۔ انہی کی بنا پر اپنے حرمتِ متعہ کا اعلان فرمایا۔ آپؐ یہ بھی جان چکے ہیں۔ کہ ابتدائے اسلام میں چند مجبوروں کی بنا پر متعہ کو خنزیر کی طرح جائز اور حلال قرار دیا گیا تھا۔ اس کی حلت کی خبریں دو دروازے علاقہ جات میں پھیل گئی تھیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یومِ غیر اور فتح مکہ کے تیسرے روز کے بعد اس کی حرمت کا اعلان فرمایا

تو اس اعلان کے کچھ ہی روز بعد آپؐ کا اس دنیا سے انتقال ہو گیا۔ جس سے مسلمانوں پر ایک بہت بڑا امتحان آن پڑا۔ اسی عالم میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بار خلافت اٹھایا۔ اور اپنے دور خلافت میں کبھی فتنہ ارتداد کی سرکوبی کے لیے کوشاں رہے۔ اور کبھی مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف صفتِ اُرانی میں مشغول رہے۔ اس لیے ان اہم امور میں ہی دور صدیقی گزر گیا۔ اور صحابہ کرام بھی ان فتنوں کی سرکوبی میں ہمہ تن برسرِ پیکار رہے۔ لہذا حلتِ متعہ کی خبر جو اس سے قبل دو دروازے علاقہ جات میں پھیل چکی تھی۔ اس کی تیسخ کی سبٹی اور حرمت کی تشہیر نہ ہو سکی بلکہ دو دروازے کو چھوڑ کر خود عام عرب علاقہ جات میں بھی اس کی کما حقہ تبلیغ و تشہیر نہ ہونے کی وجہ سے بعین صحابہ کرام تک بھی اس کی تیسخ اور عدم تیسخ کے بارے میں

مختلف روایات بیان کرتے تھے۔ غالباً اسی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب سنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حلت متعہ کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ فسوخ ہو چکا ہے۔ تو انہوں نے ابن عباس کو ذرا سخت لہجہ میں فرمایا۔ ابن عباس! تم ویوانے تو نہیں۔ جو حلت متعہ کی بات کرتے ہو۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دائمی طور پر حرام فرما دیا ہے۔

لیکن دور صدیقی کے خاتمہ پر جب عنانِ خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سنبھالی۔ اور حالات بہتر سے بہتر ہونے لگے۔ نئے دب گئے۔ اور فتوحات کا عام چرچا ہوا۔ اور اس بابرکت اور پر امن دور میں آپ نے جب دیکھا۔ کہ ابھی تک بہت سے لوگ متعہ کی حلت کے قائل ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی حرمت کا اعلان ان تک نہ پہنچ پایا تھا۔ تو اس سراسر اغراض نفسانی اور خواہشات نفسانیہ کے جامع فعل سے معمولی طریقہ سے روکا گیا اور شاید نرمی کا مستند اثر نہ ہوتا۔ اس لیے ذرا سختی کی ضرورت تھی۔ تو آپ نے بڑی سمجھی سے اس کے ارتکاب کرنے والوں کو تنبیہ کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کو حرام قرار دے یا۔ اب جو شخص اس سے باز نہ آئے گا۔ میں اُسے سزا دوں گا۔ حضور کے زمانہ میں دو متعے حلال تھے۔ وہ بھی ایک وقت مقررہ تک بعد میں انہیں آپ نے منسوخ و حرام کر دیا تھا۔ لہذا ان دونوں کی حرمت کا بھرپور انداز میں اب میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ متعہ النساء کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایدی طور پر حرام کر دیا تھا۔ لہذا جس نے اب یہ فعل کیا۔ میں اس پر عد جاری کروں گا۔ اور یہ بہانہ قطعاً قابل قبول نہ ہو گا۔ کہ ہمیں اس کی حرمت کا علم نہ تھا۔ یعنی قولِ فاروقی حتر متلہما کا معنی یہ ہے اعلنت حرمندہما۔ کہ میں ان کی حرمت کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے منع کرنے میں چونکہ شدت کی ضرورت تھی لہذا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی حرمت

کو اپنی طرف مجازی طور پر منسوب کیا۔ اور آپ کو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہ تھا کیونکہ آپ وقت کے حاکم اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے عقیقہ و نائب تھے۔ اور ایک غلیقہ یا نائب اپنے اُقا کے کام کو اپنی طرف منسوب کرے۔ تو مجازاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ وہ کام دراصل اُقا اور مالک کا ہی ہوتا ہے۔

خود قرآن مجید میں اس انداز کو اپنایا گیا ہے حضرت مریم علیہا السلام کے حضور جب جبرئیل امین تشریف لائے۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری دینے لگے۔ تو جوا الفاظ بولے وہ یہ تھے۔

”و میں تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا تیرے پاس آیا ہوں۔ تاکہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں،“ (لَا هَبَّ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا) اور یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے۔ کہ بیٹا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود جبرئیل امین نے بیٹے کا دینا اپنی طرف منسوب کر دیا۔ تو ان کا ایسا کرنا اور کہنا مجازی تھا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم لانے والے تھے۔ اس کے حکم پہنچانے میں اس کے نائب تھے۔ تو جب قرآن میں اصل کا فعل مجازاً نائب کی طرف منسوب کرنا جائز ثابت ہوا۔ تو اسی طرح متعہ کی حرمت کا حکم تو دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ اب اس حکم کا اجراء فاروق اعظم کر رہے تھے۔ لہذا مجازاً اُسے اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا۔ میں حرام کر رہا ہوں۔ یا میں نے حرام کر دیا۔ تو جس طرح جبرئیل امین کا عطا ہوا ولد کی نسبت اپنی طرف کرنا قابل اعتراض نہیں۔ اسی طرح حرمت کی نسبت فاروق اعظم نے اپنی طرف کی۔ تو اس میں بھی کوئی مضائقہ اور حرج نہیں۔ اور یہ اعلان حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے محض خدا خوفی اور اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے سے فرمایا اس میں شیطان کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔ جیسا کہ مخالفین کا خیال و گمان ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنْ ظِلِّ عُمْرَةٍ -
یقیناً عمر کے سایہ سے بھی شیطان بھاگتا ہے۔ تو ایسے پاکباز شخص کا متعہ کی حرمت
کا اعلان کرنا کسی غرض ذاتی پر مبنی نہ تھا۔

رہا یہ معاملہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے متعہ کی حرمت کا اعلان
وَحَسْرَةً مِّنْهُ، کے صیغہ سے کیا۔ اور یہ فعل ماضی واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ اس کا باب
تفہیم ہے۔ جس کا معنی یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ میں حرام کرتا ہوں، تو اس صاف و صریح
معنی کی بجائے اس کا معنی یہ کرنا کہ وہ میں حرام ہونے کا اعلان کرتا ہوں، کس طرح
درست ہو سکتا ہے؟

تو اس معاملہ میں گزارش ہے۔ کہ قرآن پاک میں یہی لفظ اسی باب استعمال ہوا۔
لَا يُحْسِرُ مُؤْمِنٌ مَّا حَسَرَ مِنَ اللَّهِ.

(سورہ توبہ رکوع ۳)

توجہ:

وہ اس کو حرام نہیں کرتے جس کو اللہ نے حرام کیا۔
اب اس مقام پر دو حرام کرنا، مراد نہیں۔ بلکہ دو حرام سمجھنا، مراد ہے۔ یعنی
جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا۔ وہ اسے حرام نہیں سمجھتے۔ تو جیسے اس
آیت میں دو حرام کرنا، مراد نہیں۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد
وَحَسْرَةً مِّنْهُ، کا معنی اور مراد اگر دو حرام کا اعلان کرنا، ہو۔ تو کیا قباحت ہے۔ اور
کون سی زمین چھٹ جاتی ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
کا دو حَسْرَةً مِّنْهُ، بولنا قرآن پاک کے اسلوب کے خلاف نہیں۔ بلکہ عین مطابق ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب دوم:

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ لَا يَجْتَمِعُ اُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ
میری امت گمراہی پر متحد اور منفق نہ ہوگی۔ اور اسی امت کے بارے میں قرآن حکیم کا
اعلان ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ
بِالمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(پ رکوع ۳)

ترجمہ:

جو امتیں ہدایتِ مردم کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ ان میں سب بہتر ہو۔
نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور بدی سے منع کرتے ہو۔
(ترجمہ مقبول)

قرآن پاک کی آیت مذکورہ اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بالا سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام
امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ اور تمام امت میں سے خاص کر صیباہ کرام ضوانِ نو علیہم
کی جماعت کا کسی امر پر اتفاق قطعاً گمراہی اور اللہ کی نافرمانی پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اعلان فرمایا۔ کہ یہ لوگ نیک باتوں کا حکم دیتے
ہیں۔ اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

تو ایسے قرآنی ارشاد اور احادیثِ نبویہ کے شواہد کے بعد کوئی شخص یہ کیسے تصور
کر سکتا ہے۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھرے مجمع میں ایسا اعلان کریں۔
جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے ٹکڑھا ہو۔ اور اس اعلان کے سننے والے چپ

سارے رکھیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سمیت کوئی بھی اس کی مخالفت نہ کرے۔ اور نہ ہی اس کے خلاف احتجاج کرے۔ اور یہ بھی کیونکہ ممکن ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی ایسی بات پر عمر بن خطاب کی موافقت کریں۔ جو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احکامات کے بائیل برعکس ہو۔

اس کے علاوہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بنفس نفیس اس مجمع میں ہونا اور اس اعلان پر احتجاج نہ کرنا (اگر وہ غلط ہو تا) ایک عجیب امر ہے۔ کیونکہ شیعہ مکملہ مطابق کئی مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاروق اعظم کے فیصلہ جات کی مخالفت کی۔ جیسا کہ وہ باب خلافت، میں ہم اس کو متعدد کتب شیعہ کے حوالہ جات سے ثابت کر چکے ہیں۔ تو اگر یہ اعلان بھی غلط ہوتا۔ اور اس میں کسی شرعی قانون کی خلاف ورزی ہوتی۔ تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کی لازماً مخالفت کرتے۔ کیونکہ آپ کا اس وقت ایسا کرنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر برعل پیرا ہونا تھا۔ کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے دونوں صاحبزادگان جناب حسین کریمین رضی اللہ عنہما کو یہ وصیت فرمائی تھی۔

بج البلاغہ

لَا تَتْرُكُوا الْأُمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ
الْمُنْكَرِ فَيُؤْتَى عَلَيْكُمْ شِرَارُكُمْ ثُمَّ
تَدْعُونَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ۔

(بج البلاغہ، ص ۲۴، ص ۲۲، مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اے بیٹو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، کو ترک نہ کرنا بصورت دیگر

تم پر شریک ترین لوگ سنا کر دیئے جائیں گے۔ پھر تم اللہ سے دعائیں مانگو گے۔ لیکن وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے بیٹوں اور دیگر متعلقین کو "امر بالمعروف اور عن المنکر" کی اس قدر تاکید فرمائی۔ لیکن خود اس پر عمل نہ کریں۔ تو اس سے بڑھ کر بد عملی کیا ہو سکتی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے متعہ کی حرمت کا اعلان فرمایا تھا۔ تو یہ حق تھا۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی اتباع تھی۔ جس کی وجہ سے تمام موجود صحابہ کرام مع حضرت نیر خدا رضی اللہ عنہ کسی نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ اور نہ ہی اس کی مخالفت کی۔ بلکہ اس کی تائید میں سب نے خاموشی اختیار فرما کر یہ ثابت کر دیا۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حرمت متعہ کا اعلان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عین مطابق ہے۔ اور اس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کا جذبہ کار فرما ہے۔ لہذا انہوں نے اعلان کی توثیق و تصدیق کر دی۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ)

الاعتراض

ابو بکر صدیق کی بیٹی السماء کہتی ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کیا کرتی تھیں۔ (نسائی طیحاوی)

فتوح شیعہ:

مبلغ اعظم نے فرمایا۔ مولوی صدیق ذرا توجہ فرمائیے بیسے ہاتھ میں تفسیر مظہری جلد ثانی ہے۔ اس کے ص ۴۴ سورہ نساء سے روایت منیے۔

رَوَى النَّسَائِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي
بَكْرٍ قَالَتْ فَعَلْنَهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(فتوحات شیعہ از انادات مولوی اسماعیل۔)

مولف و مرتب الحاج ناہرین نجفی مبلغ اعظم
اکیڈمی فیصل آباد)

ترجمہ:

حضرت اسماء ابوبکر کی بیٹی فرماتی ہیں کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانہ میں خود متعہ کیا ہے۔

اب فرمائیے مولوی محمد صدیق صاحب کس حضرت ابو بکر کی بیٹیاں بھی رسول خدا کے زمانہ میں متعہ کیا کرتی تھیں یا زنا کرتی تھیں اگر متعہ کیا کرتی تھیں تو تم ان کے فعل کو زنا کیوں کہتے ہو۔ کچھ شرم تو کرو خلیفہ اول کی بیٹیوں کی عصمت پر حملہ نہ کرو۔

جواب:

مولوی اسماعیل شیعہ نے ایک طرف روایتِ بالا سے اپنا مسک ثابت کرنا چاہا اور وہ بھی کتب اہل سنت سے۔ اور دوسری طرف سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی توہین کا اسے بہترین بہانہ مل گیا۔ بس قارئین کرام! روایتِ بالا کے بارے میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اول تو اسماعیل شیعہ کو لازم تھا۔ کہ اس کی سند بیان کرتا۔ کیونکہ اس نے بارہا اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے۔ کہ ایسی روایت جو بلا سند ہو۔ وہ ہم پر حجت نہیں ہو سکتی۔ روایتِ بالا کی سند ناپید ہونے کی بنا پر خود اس کے بقول یہ روایت ناقابل استدلال و تشہاد ہے۔ آج بھی ہمارا اعلان ہے۔ کہ اس روایت کی سند ثابت کر کے اسے مرفوع ہی ثابت کر دو۔ تو میں ہزار روپیہ نقد انعام ملے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے مذکورہ دو کتابیں یعنی نسائی اور طحاوی میں سے متعہ کے باب میں مذکور تمام روایات کو بار بار پڑھا۔ لیکن اس روایت کا نام و نشان تک نہ مل سکا۔ کسی روایت کے درجات اور صحت کا اعتبار اسی طریقہ سے ہو سکتا ہے کہ جس کتاب سے اس کا حوالہ دیا گیا۔ اس میں اسے دیکھا جائے۔ اگر مل جائے۔ تو پھر اس کی سند اور اس کے رواد کی چھان بین کرنے پر اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس روایت کا سرے سے ان کتابوں میں ذکر ہی نہیں اس سے صاف نظر ہے۔ کہ یہ روایت من گھڑت ہے۔ اور تاحی شامد اللہ صاحب کی تفسیر میں کسی ایسے شخص نے کمال چالاکی سے اسے درج کر دیا۔ جو متعہ کے جواز کا قائل ہے

اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ خود قاضی ثناء اللہ صاحب متعہ کی حرمت کے قائل ہیں۔ جس آیت کے تحت تفسیری حوالہ اسماعیل شیبی نے دیا۔ اسی آیت کے تحت قاضی صاحب متعہ کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

تفسیر مظہری

وَالْإِجْمَاعُ الْمُنْعَقَدُ عَلَى عَدَمِ جَوَازِ الْمُتَعَةِ وَتَحْرِيمِهَا لَا خِلَافَ فِي ذَلِكَ فِي عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ إِلَّا مِنْ طَائِفَةٍ مِنَ الشَّيْعَةِ وَالْحُجَّةُ عَلَى تَحْرِيمِ الْمُتَعَةِ قَوْلُهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَرْوَاحِهِمْ أَوْ مَا مَدَّكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ - فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ - إِذْ لَا شَكَّ أَنَّ الْمُرَاةَ بِالْمُتَعَةِ لَا سَتَىٰ زَوْجَةً وَإِلَذَا لَا تَوَرَّتْ بَيْنَهُمَا -

(تفسیر مظہری جلد دوم ص ۵، زیر آیت

فما استمتعبتنم به منهن)

ترجمہ:

متعہ کے ناجائز ہونے پر اجماع منقذ ہے۔ اور اس کی حرمت میں ہر دور کے علماء میں سے کسی نے خلاف نہیں کیا۔ صرف شیعوں کا ایک ٹولہ اس کی اباحت کا قائل ہے۔ اور متعہ کے حرام ہونے پر یہ آیات قرآنیہ دلیل و حجت ہیں۔ ”وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

مگر اپنی بیویوں اور ملکیتی لونڈیوں کو چھوڑ کر۔ ان کے بارے میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ سوجن شخص ان کے سوا کسی دوسری عورت کے سامنے بے شرم ہونا چاہتا ہے۔ تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں“

یہ بات شک و شبہ سے بالکل خالی ہے۔ (یعنی یقینی ہے) کہ وہ عورت جس سے متعہ کیا گیا وہ متعہ کرنے والی کی بیوی نہیں کہلاتی۔ اور ان دونوں کے مابین وراثت بھی نہیں چلتی۔

توضیح:

قاضی صاحب نے حرمت متعہ پر اجماع نقل فرمایا۔ اور اس کی دلیل بھی پیش فرمائی۔ صرف اہل تشیع کی ایک جماعت اسے درست سمجھتی ہے! اس واضح اور دو ٹوک فتوے کے ہوتے ہوئے قاضی صاحب یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ متعہ زمانہ رسالت اور اس کے بعد بھی جاری رہا۔ اس کی تائید کے لیے حضرت اسماء بنت ابی بکر کا حوالہ دیتے ہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ روایت مذکورہ زنانہ کے مسک کے مطابق ہے اور نہ ہی ان کی خود درج کردہ ہے۔

مذکورہ اعتراض کی تائید میں ایک اور روایت

اگر کوئی یہ کہے۔ کہ چلو ہم مان لیتے ہیں۔ کہ روایت مذکورہ کانسائی اور طحاوی میں نام و نشان تک نہیں۔ لیکن تفسیر مظہری میں اس موضوع کی ایک اور روایت جو مسلم شریف کے حوالے سے لکھی گئی ہے۔ وہ اس کی تائید کرتی ہے۔ روایت یہ ہے۔

رَوَى مُسْلِمٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

ترجمہ :

اہم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ کہ جناب جابر نے کہا۔ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں متعہ کیا ہے۔ جب اس روایت اور کچھ سبھی روایت کا مضمون ایک ہی ہے۔ تو مطلب واضح ہو گیا۔

جواب :

جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کا ہونا مذکور ہے۔ اس کا ہم بھی انکار نہیں کرتے۔ اس کی تفصیلی بحث ہم لکھ چکے ہیں۔ لیکن دریافت طلب امر یہ ہے کہ اجازت کے بعد جب آپ نے اس کی ممانعت کر دی تھی۔ اس کے بعد کا کوئی ثبوت ہو نا چاہیے۔ اور طرفہ یہ کہ صاحب تفسیر مظہری نے مسلم شریف کی روایت مذکورہ کو منسوخ قرار دیا ہے۔ لیکن متعہ کے شوق میں اندھوں کو اس سے آگے کچھ نظر نہ آیا۔ پھر عجیب تمنا شاید کہ صاحب تفسیر مظہری نے آیت مذکورہ کے تحت جو لکھا ہے۔ شیعہ مفسرین نے وہ بلا اس سے کچھ زیادہ ہی لکھا ہے۔ صرف ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

مجمع البیان

إِنَّمَا أُطْلِقَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ إِبَاحَةً وَظِلِّ
الْأَزْوَاجِ وَالْأَمْوَالِ وَإِنْ كَانَتْ لَهُنَّ أَحْوَالٌ
يُحَرِّمُ وَطُهُنَّ فِيهَا كَحَالِ الْحَيْضِ وَالْعِدَّةِ
لِلنَّجَارِيَةِ مَنْ زَوَّجَ لَهَا وَمَا شَبَهَ ذَلِكَ لِأَنَّ

الْعَرَضَ بِالْأَيَّةِ بَيَانَ جِنْسٍ مَنْ يُحِلُّ وَطُؤَهَا
 دُونَ أَحْوَالِ النَّبِيِّ لَا يُحِلُّ فِيهَا الْوَطْئُ فَمَنْ
 ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ آتَى طَلَبِ سِوَى الْأَذْوَابِ وَ
 الْوَلَايَةِ الْمَمْلُوكَةِ فَأَوْلِيكَ هُمُ الْعَادُّونَ
 آتَى الظَّالِمُونَ الْمُتَجَاوِزُونَ إِلَى مَا لَا يُحِلُّ
 لَهُمْ۔

مجمع البیان جلد ہفتم صفحہ نمبر ۹۹

(سورۃ مومن غ)

ترجمہ :

بے شک اللہ تعالیٰ نے بیویوں اور اپنی لونڈیوں کے ساتھ وطی کرنے کو
 مطلقاً مباح فرمایا۔ اگرچہ ان عورتوں کے ساتھ بعض حالات میں وطی کرنا
 حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حالت حیض اور عدت میں۔ اور لونڈی جبکہ
 اس کی کسی سے شادی کر دی گئی ہو۔ اور اس کے ساتھ ملنے جلتے دوسرے
 احوال میں۔ کیونکہ آیت کریمہ سے غرض یہ ہے۔ کہ ان عورتوں کی جنس بیان
 کر دی جائے۔ جن سے وطی حلال ہے۔ یہ غرض نہیں کہ وہ احوال بیان
 کیے جائیں کہ جن میں وطی ناجائز ہوتی ہے۔ سو جو شخص بیویوں اور اپنی
 مملوکہ لونڈیوں کے علاوہ سے وطی کرنے کی خواہش کرے گا۔ وہی ظالم
 ہیں۔ یعنی حلال کو چھوڑ کر حرام کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔

توضیح :

علامہ طبرسی نے واضح طور پر لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جن عورتوں سے مرد کا وطی
 کرنا جائز فرمایا ہے۔ وہ صرف دو ہیں۔ ایک منکوحہ بیوی۔ اور دوسری مملوکہ لونڈی۔

لیکن اگر کوئی شخص ان دو کے علاوہ کسی تیسری عورت سے اباحتِ وطی کا قائل ہے تو وہ ظالم ہے۔ عقل کو دستک دینے کے لئے کہ جس عورت سے اہل تشیع دو متعہ کریں وہ بیوی کا روپ دھارے ہوئے تھی۔ یا ان کی ملوکہ لونڈی جب ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں۔ تو پھر وہ وہی تیسری عورت ٹھہری۔ جس کی خواہش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے ظالم کہا۔ اور علامہ طبرسی نے اسے حلالِ وطی سے حرام کی طرف تجاویز کرنے والا ظالم شمار کیا۔ چلو ہماری نہ سہی اپنے بڑے کی ہی مان لو۔ اور حرمت متعہ کے قائل ہو جاؤ۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

حلتِ متعہ پر اہل تشیع کی پانچوں دلیل

متعہ سنتِ رسول ہے۔

(معاذ اللہ)

متعہ کے حلال و جائز ہونے پر اہل تشیع کی گزشتہ دلیلیں عباراتِ اہل سنت پر مبنی تھیں۔ ہم نے اس کے جوابات مفصل طور پر درج کر دیئے ہیں۔ اس کے بعد وہ جوازِ متعہ پر اپنی کتب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے پیش کرتے ہیں۔ اور متعہ کو سنتِ قولی و فعلی قرار دیتے ہیں۔ ان کے استدلال کی عبارات بعینہ پیش خدمت ہیں۔

حلتِ متعہ پر سنتِ قولی

وسائلِ الشیعہ

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ عُمَيْرَ اللَّيْثِيِّ
إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ فَقَالَ مَا نَقُولُ فِي مُتْعَةِ الْتِسَاءِ فَقَالَ
أَحَلَّهَا اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَعَلَى سُنَّةِ نَبِيِّهِ فَهِيَ حَلَالَةٌ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ يَا أَبَا جَعْفَرٍ مِثْلَكَ يَقُولُ هَذَا
وَقَدْ حَرَّمَهَا عُمَرُ وَنَهَى عَنْهَا فَقَالَ وَإِنْ كَانَ

فَعَلَ فَقَالَ فَيَا فَيَا أَعْيَيْدُكَ يَا اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ أَنْ تُحِلَّ
 شَيْئًا حَرَّمَهُ عُمَرُ فَقَالَ لَهُ فَأَنْتَ عَلَيَّ قَوْلِي
 صَاحِبِيكَ وَأَنَا عَلَيَّ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَعَرُّ أُلَاعِنُكَ أَنْ الْحَقُّ مَا قَالَهُ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّ الْبَاطِلَ
 مَا قَالَ صَاحِبِيكَ قَالَ فَأَقْبَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَيْرٍ
 فَقَالَ يَسْرُوكَ أَنْ نِسَاءَكَ وَبَنَاتِكَ وَأَخَوَاتِكَ وَ
 بَنَاتِ عَمِّكَ يَفْعَلْنَ قَالَ فَعَرَّضَ عَنْهُ أَبُو جَعْفَرٍ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ ذَكَرَ نِسَاءَهُ وَبَنَاتِ عَمِّهِ -

(رسائل الشیخ جلد ۱ ص ۴۳۷ / البر الوالی)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ عبد اللہ بن عمر ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ آپ عورتوں کے حقہ کچلے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسے حلال کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اس کی حلت و اقیامت ثابت ہے۔ پھر اس نے کہا۔ اسے ابو جعفر! آپ جیسا آدمی یہ کہہ رہے۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حرام قرار دیا اور اس سے منع فرمایا ہے۔ (یہ سن کر) امام محمد باقر نے فرمایا۔ انہوں نے اگرچہ ایسا کیا؟ عبد اللہ بن عمر کہنے لگا۔ میں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ نے اس چیز کو حلال قرار دیا ہے۔ جس کو حضرت عمر نے حرام فرمایا۔ یہ سن کر حضرت امام محمد باقر نے فرمایا۔ تو اپنے صاحب

کی بات پر قائم رہ اور میں تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر قائم ہوں۔ ا۔ اور میں تیرے ساتھ لعان کرتا ہوں۔ بے شک حتی وہی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور جو تیرے صاحب نے کہا وہ یقیناً باطل ہے۔ اس پر عبد اللہ بن عمر آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا تمہاری عورتیں، تمہاری بچیاں، تمہاری بھینیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں یہ کام کریں تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ امام باقر نے اپنی بیویوں اور چچا زاد بہنوں کا نام سن کر اس سے منہ دوسری طرف کر لیا۔

وسائل الشیعہ

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَمَّا أُسْرِحِيَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ قَالَ لِحَقِيْبِي جَبْرِئِيلُ
فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ
تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِلْمُتَمَتِّعِينَ
مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ النِّسَاءِ .

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۴۲۲ کتاب النکاح)

باب السنحباب المتعمه مطبوعه

ہتران طبع جدید

ترجمہ :

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر معراج کرایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے بوقت ملاقات کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے۔ کہ میں نے آپ کی اُمت کی

عورتوں کو بختہ کرتی ہیں معاف کر دیا ہے۔

جواب اول:

اہل تشیع نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پر لازم لگایا ہے۔ کہ انہوں نے سرکاریہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کی روشنی میں متعہ کو جائز اور ملال قرار دیا ہے۔ یہ لازم اور بہتان اس لیے ہے۔ کہ روایت مذکورہ کاراوی زرارہ وہ شخص ہے۔ جس پر خود امام باقر کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لعنت بھیجی ہے۔ امام کی طرف سے اس کے ملعون قرار دیے جانے کا ثبوت اہل تشیع کی مشہور و معتبر کتاب رجال کشی میں موجود ہے۔ لہذا ایسے آدمی کی روایت کا جو کربانِ امام سے ملعون قرار دیا گیا۔ کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

جواب دوم:

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی سند سے کتب شیعہ میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں۔ جن میں ان حضرات نے متعہ کو حرام اور ممنوع صریح فرمایا ہے۔ لیکن شیعہ مفسنین نے ان روایات کو جب اپنے من بھاتے مذہب کے خلاف پایا۔ تو اس کی یہ تاویل کر دی۔ کہ ان حضرات کے حرمت متعہ کے اقوال تعلقہ پر محمول ہیں۔ یعنی اہل بیت کے عظیم امہ نے تو متعہ کو حقیقتاً حرام قرار دیا اور ان کے شیعہ ائمی اور فدائی، یہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے امام کا یہ قول جھوٹا ہے۔ اہل تشیع کے الزام تعلقہ کو دیکھئے۔ کہ اس وقت جبکہ ان کے نزدیک اسے اپنانا چاہیے تھا۔ امام باقر سے قریب تک آنے نہیں دے رہے۔ ابن عمیر جس نے امام باقر سے سوال کیا۔ وہ حرمت متعہ کا قائل ہے۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

کا قول بطور دلیل پیش کر رہا ہے۔ جب ابن عمیر کا مسلک امام کے مسلک کے خلاف ہے تو دشمن کے سامنے اگر تفتیہ نہ کیا جائے۔ تو پھر اور کس مقام پر ہو گا۔ یہاں امام باقر رضی اللہ عنہ پر واہ نہ کرتے ہوئے فرما رہے ہیں۔ تمہیں اپنے صاحب کا قول مبارک ہو۔ میں تو اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوں۔ میرا عقیدہ تو یہی ہے۔ کہ متعہ جائز ہے۔ ہاں میں ہاں نہ ملائی۔ اور اسی مسئلہ پر ابن عمیر سے لعان کرنے تک تیار ہو گئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ امام محمد باقر کو تفتیہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے آپ کی وہ روایات جن میں متعہ کی حرمت موجود ہے۔ وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔ علاوہ ازیں ائمہ اہل بیت کی سیرت جو اہل تشیع نے بیان کی۔ یہ واقعہ اس کے بھی خلاف ہے۔ جامع الاخبار وغیرہ میں مذکور ہے۔ کہ جس نے ہماری بات کو ظاہر کر دیا ہے اس نے اتنا بڑا جرم کیا۔ گویا اس نے ہمیں قصداً قتل کیا ہو۔ اب اگر امام محمد باقر کے اس قول کو ان کا قول ہی تسلیم کیا جائے۔ تو اس شخص کو کہ جس نے یہ قول ظاہر کیا۔ ان کا قاتل کہا جائے گا۔ اور کوئی شیعہ یہ کب چاہے گا۔ کہ وہ اپنی گردن پر امام باقر اور امام جعفر صادق کے تعلق کا گناہ ڈالے۔ تو ائمہ کی یہ سیرت بھی بتلاتی ہے۔ کہ کسی ظالم نے جو از متعہ کے بارے میں ان کا یہ مسلک بتایا ہے۔ لہذا یہ روایت اسی سے بھی موضوع اور دھوکے سے پڑنا بت ہوتی ہے۔

جواب سوہ:

اگر روایت مذکورہ میں بیان کیا گیا مسلک واقعی امام باقر کا مذہب ہے۔ اور انہوں نے جبرئیل علیہ السلام کی زبانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوش خبری دینا بھی تسلیم کیا۔ کہ آپ کی امت کی متعہ کرانے والی عورتوں اور مردوں کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ تو وضاحت طلب یہ بات ہے۔ کہ اگر متعہ جائز اور حلال ہے۔ تو اس پر عمل کرنے والا گناہ گار کیسے ہو گا۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمادی؟ اس سے معلوم ہوتا ہے۔

کہ متعہ ہے۔ تو حرام لیکن اس کے کرنے کا گناہ معاف ہو جائے گا۔ لہذا روایت کے یہ الفاظ جواز متعہ یا اس کے سنت ہونے پر کہاں دلالت کرتے ہیں؟

اور اگر یہ مطلب نہ لیا جائے بلکہ یہ لیا جائے۔ کہ اس سے متعہ کا حلال ہونا ثابت ہو گیا۔ جیسا کہ روایت مذکورہ کے ناقلین کا مسلک ہے۔ اور اسی کی تائید اس سے بھی کی جاسکتی ہے۔ کہ امام نے جواز متعہ کے حقی ہونے پر ابن عمیر کو لعان کی دعوت دی۔ تو پھر دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ جب ابن عمیر نے اس حلال و جائز کام کو سزا انجام دینے کے لیے امام باقر کی بیویوں اور چچا زاد ہمشیرگان کو ان کے ذریعے اس کی دعوت دی۔ تو اس پر امام نے ناراض ہو کر منہ کیوں پھیر لیا تھا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روایت مذکورہ بے سرو پا ہے۔ ورنہ جائز اور حلال کام سے ناراض ہونے کی کیا ضرورت تھی؟

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

حَلَّتْ مُتْعَةً بِرَحْمَتِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
سنت فعلی

وسائل الشیعہ

عَنْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ إِنِّي لَا كُرَهُ
لِرَجُلٍ الْمُسْلِمِ أَنْ يَخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا وَحَدِّ
بَقِيَّتِ عَلَيْهِ خُلَّةٌ مِّنْ خَلَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يَفْضِيهَا.

قَالَ الصَّدُوقُ فَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَأَيْتُ
لَا كَرَهُ لِرَجُلٍ أَنْ يَمُوتَ وَقَدْ بَقِيَتْ عَلَيْهِ
خُلَّةٌ مِّنْ خَلَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَمْ يَأْتِهَا فَقُلْتُ هَلْ تَمْتَعُ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَقَرَأَ هَذِهِ
الآيَةَ وَإِذَا سَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَى بَعْضِ أَرْوَاحِهِ حَدِيثًا.

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ صفحہ نمبر ۴۲۲)

(کتاب النکاح استنباب المتعمد)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بکر بن محمد راوی ہے کہ میں نے ان سے
متنہ کے بارے میں پوچھا۔ پس آپ نے فرمایا۔ میں اس بات کو پسند نہیں
کرتا۔ کہ کوئی مسلمان مرد دنیا سے رخصت ہو جائے۔ اور اس کے ذمہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی خصلتوں میں سے کوئی ایک خصلت اپنا نا باقی رہ جائے
۔ شیخ الصدوق کا کہنا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں
اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ کہ کوئی مرد مر جائے۔ اور اس کے ذمہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایک خصلت باقی رہ گئی ہو۔ یعنی اس مرنے والے
نے وہ نہ اپنائی ہو۔ میں نے امام سے پوچھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے متنہ کیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اور یہ آیت پڑھی۔ وَإِذَا سَرَّ
النَّبِيُّ الْح-

جواب:

دو خٹے بددبہانہ بسیار، ظالموں نے اپنی ہوس برآری اور فحش پرستی کے جواز کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کو بھی معاف نہ کیا۔ اور آپ کو متعہ کرنے والا ثابت کر دکھایا۔ معاذ اللہ۔

متعہ کیا ہے؟ پہلے اس کی وضاحت اور پھر مندرجہ بالا استہشاد کی حقیقت بیان ہوگی۔ متعہ ایک قسم کا عقد ہے۔ جس میں ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان مقررہ رقم پر مقررہ وقت تک عقد کیا جاتا ہے۔ اس میں نہ گواہی کی ضرورت اور نہ ایجاب و قبول کی۔ پھر جب مقررہ وقت گزر جائے۔ تو خود بخود دونوں کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے۔ طلاق کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ متعہ خاندانی عورت سے بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے کتب شیعہ میں یہ موجود ہے۔ کہ اگر حضرت عمر متعہ کو حرام نہ قرار دیتے۔ تو پھر کوئی بد بخت ہی ہوتا ہے جو نہ کرتا۔ یعنی متعہ اور زانیہ معمولی فرق ہے۔ ایک میں نکاح کی صورت ہے۔ اور دوسرے میں نہیں۔

یہ سُنو بھی سُنو ہے۔ کہ اپنی زوجہ سے جو وطی کرتا ہے۔ اُسے متعہ نہیں کہتے اور مولیٰ اپنی لونڈی سے نکاح کیے بغیر جو وطی کرتا ہے۔ اُسے بھی کوئی متعہ نہیں کہتے۔ لونڈی سے نکاح کیے بغیر جو وطی کرنا جائز اس لیے ہے۔ کہ وہ مولیٰ کی مملوک ہوتی ہے۔ ان باتوں کی وضاحت کے بعد اب ہم اصل سُنو کی طرف آتے ہیں بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کیا۔ جس پر آیت و اذیٰ مسر النبی الخ۔ دلالت کرتی ہے۔ یعنی اس آیت کا شان نزول بتاتا ہے۔ کہ آپ کے متعہ کرنے پر یہ آتری۔ اب آئیے کہ آیت مذکورہ کے نزول سے قبل کونسا واقعہ ہوا تھا۔ اور کس عورت کے ساتھ ہوا تھا۔ اس کی تفصیل کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

تفسیر منہج الصادقین

روایت اشہر آنست کہ سبب نزولِ ایں آیت ^{اَل} بود کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم روز ہار قسمت فرمود بود میان زوجات اتفاقاً یک روز نوبتِ حفصہ پڑ پاپیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گفت یا رسول اللہ اجازت فرمائی تا بخدمت پدر بروم۔ وے را رخصت فرمود بعد از آنکہ او برقت آن حضرت ماریہ قبطیہ را کہ مادرا براہیم بود و مقوقش کہ بادشاہ اسکندریہ۔ اورا بخدمت بنزد رسول فرستادہ بود۔ بجانہ حفصہ طلبید و در آن بخدمت خودش مشرف گردانیدہ حفصہ چوں مراجعت نمود در سر راہ بستہ دید ہا پنجاب نشست تا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بروں آمد عرق از روئے مبارکش می مکیدہ حفصہ بر قضیہ مطلع شدہ بگریست و گفت یا رسول اللہ کنیز را بجانہ من آوردی و با وظولت فرمودی و حرمت مرا نگاہ نداشتی و با دیگر زنان ایں عمل نہ کردی حضرت فرمود اے حفصہ ایں کنیز من است و خدا کے تعالیٰ اورا بر من مباح گردانیدہ و من اورا برائے رضائے تو بر خود حرام گردانیدم۔

(۱۔ تفسیر منہج الصادقین جلد ۱ ص ۳۲۹)

سورۃ التحریم)

(۲۔ مجمع البیان پارہ ۲۵۰ زیر آیت واذا

اسرا النبی الخ)

ترجمہ:

و اذا اسرا النبى الخ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں مشہور ترین روایت یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

ازواجِ مطہرات کی باریاں مقرر کر رکھی تھیں۔ اتفاقاً جس دن حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی باری تھی۔ تو جعفر نے آپ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو میں اپنے والد صاحب سے مل آؤں؟ اپنے اجازت دے دی۔ اجازت دینے کے بعد آپ نے ماریہ قبلیہ کو بٹویا۔ یہ جناب ابراہیم کی والدہ تھیں اور اسکندریہ کے بادشاہ مقوقش نے بطور تحفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی تھیں جب ماریہ قبلیہ حضرت جعفر کے گھر آگئیں۔ تو آپ نے اسے اپنی خدمت سے مشرف فرمایا۔ جعفر جب واپس لوٹیں۔ تو دروازہ بند پایا۔ وہیں بیٹھ گئیں۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے چہرہ انور سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ جعفر اس سے اقعہ پر مطلع ہو گئیں تو رونے لگیں۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! لونڈی کو میرے گھر بٹویا کہ اس سے خلوت فرمائی۔ اور حرمت کو نظر میں نہ رکھا اور دوسری عورتوں کے ساتھ یہ کام آپ نے نہ کیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جعفر! یہ میری لونڈی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے میرے لیے مباح فرمادیا ہے اور میں تیری خوشنودی کی خاطر اسے اپنے اوپر حرام کیے دیتا ہوں۔

مفسر کر یہ:

جس آیت کریمہ کو امام جعفر صادق کے حوالہ سے جوازِ متعہ پر پیش کیا گیا یا ظہرین کرام: آپ ملاحظہ فرمائیں۔ کہ کس ڈھٹائی کے ساتھ سسرار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے "عمل متعہ" کا ثبوت اس آیت سے پیش کیا گیا؟ آپ کی لونڈی ماریہ قبلیہ کہ جن کے ساتھ آپ نے تنہائی فرمائی۔ کیا لونڈی کے ساتھ خلوت "متعہ" شمار ہوتی ہے؟ ہم یہ لکھ چکے ہیں کہ لونڈی کے ساتھ نکاح کیے بغیر ولی کرنا مولیٰ کا حق ہے۔ نیز اس ولی کو "متعہ" بالاتفاق

نہیں کہتے۔ لیکن ان ناہنجاروں نے ان قواعد کو بالائے طاق رکھ کر ایک حرام فعل کو حلال قرار دینے کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کو بھی معاف نہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس حرام فعل کی نسبت کرنا کفر سے کم نہیں۔ متنعہ کے حرام ہونے کا اہل سنت کو تو اقرار ہے ہی لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ اسے حلال و جائز کہنے والے بھی وہ حرام تسلیم کرتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مسالك الافهام

عَنِ الزَّبَّيْعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ .
 شَكَوْنَا الْعَدِيَّةَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَتَعَالَ
 اسْتَمْتَعُوا مِنْ هَذِهِ النِّسَاءِ فَتَزَوَّجَتْ امْرَأَةٌ
 ثُمَّ غَزَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَهَوَّ قَاتِلُكُمْ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ وَهُوَ يَقُولُ
 إِنِّي كُنْتُ أَذْنُتُ لَكُمْ فِي الإِسْتِمْتَاعِ أَلَا وَإِنَّ
 اللَّهَ قَدْ حَرَّمَهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

(مسالك الافهام جلد سوم ص ۴۰۰ کتاب

نکاح المتنعہ مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ :

زبیع بن سبرہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ہم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور شہوت کی کثرت کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہاں کی عورتوں سے نکاح متنعہ کرو۔ سو میں نے بھی ایک عورت سے نکاح متنعہ کر لیا۔ دوسرے روز صبح کے وقت

جب میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حجرا سودا در باب کعبہ کے درمیان کھڑے تھے۔ اور یہ فرما رہے تھے۔
مبے شک میں نے تمہیں نکاح منہ کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔
خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ نے نکاح منہ کو قیامت تک حرام فرما
دیا ہے۔

نوٹ:

اہل تشیع جب کوئی روایت یا حدیث اپنے مطلب کی نہیں پاتے۔ تو اسے
تقیہ پر محمول کر دیتے ہیں۔ ان کو تقیہ ہر جگہ کام دے دیتا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے بارے میں تقیہ کرنے کو تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے تمام دین ہی خطرے
میں پڑ جاتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ آپ کا مذکورہ ارشاد تقیہ پر محمول نہیں۔ اور متعہ کی حرمت
ابدی ثابت ہو گئی۔ ایک طویل روایت سے اقتباس بھی ملاحظہ ہو۔ جو اہل تشیع کی
صحاح اربعہ میں سے ہے۔

الاستبصار

عَنْ زَيْدِ ابْنِ عَلِيٍّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ عَلِيِّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لُحُومَ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ وَنِكَاحَ الْمُتَعَةِ.

(۱۔ الاستبصار جلد سوم صفحہ نمبر ۱۴۲)

الاب المنعہ

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۵۱)

باب تفصیل احکام النکاح

ترجمہ :

زید بن علی اپنے جد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھربو پالتو لکڑھے کا گوشت اور مکاح متنعہ دونوں کو حرام فرمادیا۔

چونکہ اس روایت کے سارے راوی ائمہ اہل بیت ہیں۔ اور حرمت متنعہ، اہل تشیع کے مسلک کے خلاف اور مسلک اہل سنت کے مطابق ہے۔ اور اس روایت میں مسلک اہل سنت کی تائید و تصدیق ہو رہی ہے۔ اس لیے دل کے چور نے جھجھوڑا۔ اور شیطان کے اگسانے پر اس روایت کے ساتھ ہی صاحب الاستبصار نے یہ بڑھانک دی۔

فَالرَّجْبَةُ فِي هَذِهِ الرَّوَايَةِ كَانَتْ حَامِلَةً عَلَى التَّقِيَّةِ
لِأَنَّهَا مُوَافِقَةٌ لِلْعَامَّةِ

ترجمہ :

یعنی چونکہ یہ روایت عام مسلمانوں کے عقیدہ کے موافق ہے۔ اس لیے اپنے مسلک کو درست رکھنے کے لیے ہم اسے تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متنعہ کی حرمت بطور تقیہ بیان کی۔ اور شیعہ مصنف ان حضرات کو اپنا ہم نوا اور ہم مسلک ثابت کرنے کے لیے ان پر یہ الزام لگا رہا ہے

کم بخت کو اپنی غلطی اور بد عقیدگی درست کرنے کی زسوجی۔ اگر سوجی تو یہ کہ ان کو اپنے تابع بنائے۔ و سيعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون -
 الایۃ کے مصداق ایک طرف یہ جرات اور دوسری طرف یہ کہ پیغمبر و تقیہ کی بیماری سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ پیغمبر کے تقیہ نہ کرنے پر ان کی مشہور و معروف کتاب تلخیص المشافی کی عبارت ایک سے زائد مرتبہ ہم لکھ چکے ہیں۔ اب ان عبارات کے پیش نظر آپ فیصلہ کریں۔ کہ مذہب امامیہ کی اصلیت کیا ہے؟ مختصر یہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ قولی اور فعلی سے جو جواز متعہ ثابت کرنے کے کوشش کی گئی۔ ہم نے اس کی پوری پوری خبر لی۔ اور منہ توڑ جواب دیئے ہیں۔ جن سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ ایسی روایات ناقابل اعتبار و استہشاد ہیں بلکہ موضوع ہیں۔ اور اصول و قواعد اہل تشیع کے بھی خلاف ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

متعد

میں اہل تشیع کی دورگی

کتب شیعہ میں یہ بات بڑی تفصیل و صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ کہ ان کے ہاں متعد کرنے پر اجر جزیل ملتا ہے اس کے فضائل میں یہاں تک کہا گیا ہے۔ کہ تمکین ایمان اس کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

رُويَ أَنَّ الْمَرْمُونَ لَا يَكْمُلُ حَتَّى يَتَمَتَّعَ .

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ ص ۳۴۲ باب استمباب المتعد)

ترجمہ:

امام باقر سے مروی ہے۔ کہ کوئی مومن متعد کیے بغیر کامل نہیں ہو سکتا۔ ایک طرف یہ دعویٰ کہ ان کے ہاں مومن اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک متعد نہ کرے۔ اور دوسری طرف ان کے ہم مشرب لوگ اس فعل کو اپنے لیے بد نما داغ تصور کرتے ہیں۔

چنانچہ محمد بن جواد مفینہ لکھتا ہے۔

عراق، لبنان اور شام میں شیعہ متنعہ کو دین میں

بدنامی اور سبھتے میں

الفقہہ علی المذہب الخمسہ:

لَكِنَّ الشَّيْعَةَ لُبْنَانَ وَ سُورِيَةَ وَالْعِرَاقَ لَا
يَسْتَعْمِلُونَ الْمُتَعَةَ عَلَى الرَّغِيمِ مِنْ اِيْمَانِهِمْ
بِجَوَازِهَا وَ اَبَاحَتِهَا الْحَاكِمُ الشَّرْعِيَّةُ
الْجَعْفَرِيَّةُ فِي لُبْنَانَ كَمَتْ جِرٍ وَ كَمْ تَأْذُنُ
لِلزَّوْجِ الْمُتَعَةَ مُنْذُ اَنْشَايْهَا اِلَى الْيَوْمِ -

(الفقہہ علی المذہب الخمسہ صفحہ نمبر ۳۶)

تذکرہ ولا المتعہ)

ترجمہ:

لبنانی، شامی اور عراقی شیعہ متعہ پر عمل نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ اس کی اجازت
و اباحت کو اپنے دین کا بدنامی و سبھتے میں اور فقہ جعفریہ کے یہ احکام
لبنان میں نہ توجاری ہیں۔ اور نہ ہی لبنانی شیعہوں نے اپنی عورتوں کو
متعہ کی اجازت دی۔ ان کا یہ دیرہ اس وقت سے آج تک چلا آ رہا ہے
جب سے متعہ کی حلت و اجازت بنائی گئی۔

ملحہ فکریہ: امام اول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں

کوفہ کو دار الخلافہ بنایا۔ کوفہ ملک عراق میں واقع ہے۔ ان کا مزار شریف نجف اشرف میں ہے اور یہ شہر بھی عراقی ہے۔ امام حسینؑ اور ان کے بہتر جانناشر جنہوں نے میدان کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا۔ ان حضرات کی قبریں کربلا کے معلیٰ میں سرزمین عراق پر ہیں۔ امام موسیٰ کاظم، امام رضا کے مقبرے بغداد میں ہیں۔ گویا عراق شہر سے ائمہ اہل بیت کا مرکز رہا ہے شیعیت کے بانی یہی حضرات بتائے ہیں۔ تو بنیان مسک شیعہ کے علاقہ جات میں شروع سے آج تک متعہ ایسی جمیع حرکت کی اجازت نہ دی گئی بلکہ ان علاقہ جات کے کفر شیعہ اسے اپنے دین کا بدنام داغ اور بدنامی سمجھتے ہیں۔ تو اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ کمرکز سے دور رہنے والے اہل تشیع نے اس بے حیائی کو خود گھڑا۔ اور نفس پرستی کے لیے اسے رواج دیا۔ بنیانی، عراقی اور نشانی شیعہ کی شیعیت میں دوسرے شیعوں سے کم ہیں؟ کیا انہیں اپنے ائمہ کی تعلیمات سے پیار نہیں ہے؟ کیا انہیں آخرت میں ائمہ کے سامنے سرخرو ہونے کی تمنا نہیں ہے؟ کیا انہیں اپنے ایمان کی تکمیل منظور نہیں؟ کیا انہیں یہ غوف نہیں۔ کہ اگر ہم نے متعہ پر عمل نہ کیا تو ہمارے کان اور ناک کل قیامت کو کاٹ دیئے جائیں گے؟ ان حالات میں جب کہ شیعہ مراکز متعہ کو اپنے دین کا بدنام داغ قرار دیں۔ اور ادھر ادھر سے متعہ بولے شیعہ اسے تکمیل ایمان کا سبب کہیں۔ ایک خالی الذہن قاری یہ بات باسانی سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس بارے میں جو اذواہحت کے قائل شیعہ محض ہوس کی تکمیل کرتے ہیں۔ اور زنا سے بچنے کے لیے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے مزے لوٹنے کے لیے یہ بچو اس گھر تے ہیں۔ ورنہ اس کی حرمت کا عقل سلیم بھی فیصلہ کرتی ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

متنوعہ زنانہ کی حد کو ختم کر دیتا ہے

وسائل الشیعہ

عَنْ زُرْعَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَمَاءٍ قَالَتْ سَأَلْتُهُ
عَنْ رَجُلٍ آذَخَلَ جَارِيَةً يَتَمَتَّعُ بِهَا ثُمَّ أَنَسَى
أَنْ يَشْتَرِطَ حَتَّى وَقَعَهَا يَجِبُ عَلَيْهِ حَدُّ الزَّانِي
قَالَ لَا وَلَكِنْ يَتَمَتَّعُ بِهَا بَعْدُ وَ يَسْتَغْفِرُ
اللَّهُ مِنْ مَاتٍ -

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ ص ۹۲ تا ۹۳)

ترجمہ:

زرعہ کہتا ہے۔ کہ سماء نے کہا کہ میں نے پوچھا۔ اگر ایک مرد کسی عورت
کو اپنے گھر لے آئے۔ اور اس سے متنوعہ کرنے کی خواہش ہو۔ پھر اُسے
نکاح متنوعہ کرنا بھول گیا اور نیز اس کے اُس سے متنوعہ کر لیا تو کیا ایسے مرد
پر زانیہ کی حد جاری واجب ہوگی؟ فرمایا نہیں۔ لیکن وہ بعد میں نکاح متنوعہ
کر کے پھر متنوعہ کرے۔ اور جو کچھ کر لیا۔ اس کی اللہ سے معافی مانگے۔

نوٹ:

”وسائل الشیعہ“ میں یہ روایت جس باب کے تحت ذکر کی گئی۔ اُسے ان الفاظ
سے ذکر کیا گیا ہے۔

بَابُ مَنْ أَرَادَ التَّمَتُّعَ بِبِامْرَأَةٍ فَتَسْبَى الْعَقْدَ
حَتَّى وَطَّهَا فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ .

یعنی اس باب میں ائمہ اہل بیت سے مروی روایات۔ ذکر کی جائیں گی۔ جن میں یہ مسئلہ موجود ہو گا۔ کہ ایک مرد کسی عورت سے تمتع کرنا چاہتا ہے۔ لیکن (جلد بازی یا کسی اور وجہ سے) وہ عقد کرنا بھول گیا۔ اور بغیر عقد کیے اس عورت سے وطی کر لیا، تو ایسے مرد پر حد زنا ہرگز جاری نہیں ہوگی۔

اس وطی کو خود تسلیم بھی کیا جا رہا ہے۔ کہ یہ تمتع کے شرائط پورے کیے بغیر ہوئی۔ لہذا نکاح تمتع نہ ہونے کی وجہ سے تمتع نہ بن سکی۔ اور عورت مذکورہ سے اس صورت میں جو کچھ کیا گیا وہ زنا ہے۔ لیکن فقہ جعفریہ اسے زنا تسلیم کر کے بھی اس پر حد زنا نہیں لگاتی۔ بلکہ اس جرم کے چھپانے یا معدوم کرنے کا یہ طریقہ سکھایا۔ کہ بھول چکے معاف۔ اب سنجیدہ ہو کر نکاح تمتع کر کے پھر بازار عیش و عشرت گرم کر دو۔ اور ایک تیر دو تکرار کا فائدہ حاصل کرو۔ نظر انصاف سے دیکھو۔ کہ کیا اہل تشیع کی فقہ میں زنا ایسی بدکاری کی کوئی شکل موجود ہو سکتی ہے۔ ایک مرد کو اہنبی عورت کے ساتھ بدکاری کرتے ہاتھوں ہاتھ دھریا جائے۔ اور اسے اس کی حد زنا لگانے کی کوشش کی جائے تو وہ پکار اٹھے گا۔ کہ ہم نے آپس میں مخصوص رقم پر مخصوص وقت تک کے لیے نکاح کر لیا تھا۔ لہذا یہ زنا نہیں۔ اگر جھوٹے سے یہ شرائط نہ کر پائے ہوں۔ تو پھر کہا جائے گا۔ کیا ہوا۔ ہم ابھی پھر شرائط تمتع کے وطی کر لیتے ہیں۔ جس سے پہلی وطی کی گریہ بڑھتے ہو جائے گی۔

قدر سوچئے۔ کیا حضرات ائمہ اہل بیت نے بدکاری کی اس طرح حوصلہ افزائی کی۔ جو تم ان کے سر تھوپنے جا رہے ہو۔ حاشا وکھانا حضرت کی اصل تعلیمات ایسی خباثتوں سے پاک ہیں۔ اور دیار لوگوں، نے عبد اللہ بن سبا کے مشن

کی تکمیل کے طور پر امت محمدیہ کے ستونوں کے خلاف گھناؤنی سازش کر رکھی ہے
 تاکہ ان کی بدنامی اور بے عزتی میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔

ولاحول ولاقوة الا باللہ

فصل چہارم



آیت نمبر (۱)

وَلَيْسَتَعْتَفِينَ الَّذِينَ لَا يُحِبُّدُونَ نِكَاحًا
حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ - (پ ۱۰۶)

ترجمہ:

اور جو تم میں سے (بوجہ غربت) نکاح (کے اخراجات و لوازمات) کی قدرت نہ رکھتے ہوں۔ انہیں عفت یعنی پاکدامنی برتنی چاہیے۔ (اور صبر کرنا چاہیے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں حساباً مال کر دے۔

دلیل دوم آیت (۱۲)

وَأَمَّن كَرِهَتْ لَكُمْ طَعْمٌ مِنْكُمْ طَوَّالًا أَنْ تَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ

الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانَكُمْ مِنْ
 فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ
 الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصَلُّوا أَحْيَاءَكُمْ وَاللَّهُ
 عَفُورٌ رَحِيمٌ

(سورۃ النساء پ ۷)

ترجمہ:

جو مرد تم میں مومن آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ (یعنی
 مالی طور ان کے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہو) تو انہیں مومن لونڈیوں میں
 سے کسی سے نکاح کر لینا چاہیے۔ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے۔ جو تم میں
 سے بدکاری اور زنا سے خوف کھاتا ہو۔ اور اگر تم بھر کر دو۔ تو یہ تمہارے
 حق میں بہت اچھا ہے۔ اور اللہ بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

دلیل سوم آیت (۳)

وَالَّذِينَ مُرْسِلًا وَجِهَةً حَافِظُونَ إِلَّا
 عَلَىٰ أَرْوَاحِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ
 فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ - فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ
 ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ مُرْسِلًا وَرَاءَ

(پ ۷)

ترجمہ:

جو لوگ اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے سوا دیگر عورتوں سے اپنی شرمگاہوں
 کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ان پر کوئی ملامت نہیں۔ سو جو اس کے

سوائی اور عورت کے طلب گار ہوں گے۔ تو وہی لوگ (در شرم سے) تجاوز کرنے والے ہیں۔

حاصل کلام:

پہلی آیت میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ اگر انہیں آزاد عورتوں کے نکاح پر ہونے والے اخراجات اور بعد میں خورد و نوش اور رہائش وغیرہ ضروریات کا پورا کرنا مشکل نظر آتا ہو۔ تو پھر انہیں اس وقت تک صبر سے زندگی بسر کرنی چاہیے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں مذکورہ ضروریات میں خود کفیل نہ کر دے۔

دوسری آیت میں اسی مضمون کو قدرے آسان انداز میں ایک دوسرے پر ایسے ہی ذکر کیا گیا۔ وہ یہ کہ اسے مسلمانو! اگر تمہیں آزاد عورتوں سے نکاح کی قدرت نہیں۔ تو تمہیں مسلمان لونڈیوں سے نکاح کی اجازت دینی جاتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک شرط بھی ہے۔ وہ یہ کہ اگر تم آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کی طاقت نہ رکھتے ہوئے اپنے بارے میں یہ محسوس کرتے ہو۔ کہ صبر نہ کر سکو گے تو بدکاری نہ کرنا۔ ہاں مسلمان لونڈیوں سے نکاح کر کے مقصد برآری کر لینا۔ کسی اور طریقہ سے مقصد برآری کی تمہیں اجازت نہیں۔

فقارِ نبی کرام! آپ عورت فرمائیں۔ اگر لونڈیوں سے نکاح کرنے کے علاوہ کوئی اور آسان طریقہ عند اللہ جائز ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت نشاندہی کر دیتا۔ اور تمہے کو دکھیرے لیجئے۔ کہ مقصد شادی (جبکہ صرف کسبِ خواہشِ بہیمہ یہی ہو۔) اس سے کتنا آسان اور سستا حاصل ہو سکتا ہے۔ نہ حق مہر کی ضرورت، نہ رہائش و خوراک کی ذمہ داری اور نہ ہی دیگر ضروریات زندگی کی پابندی۔ اگر اس آسان طریقہ کی صلت کی گنجائش ہوتی۔ تو پھر صبر و ضبط کی تاکید کیوں کی جاتی ہے بلکہ اس کی بجائے صاف اور سیدھے الفاظ

میں یہ کہا جاتا۔ کہ اگر تمہیں آزاد عورتوں پر اٹھنے والے اخراجات کی طاقت نہیں۔ تو پھر کیا ہوا۔ چند ٹکوں اور کپڑے کے ایک ٹکڑے کے عوض تم متعہ کو کے اپنی خواہشات کی تکمیل کر سکتے ہو۔

روایت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی

شعی تاویل

اہل تشیع جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے متعہ کے بارے میں یہ روایت اپنی کتب میں ذکر کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائی۔ کہ آپ نے متعہ اور پالتو گدھے کا گوشت فنج خیبر کے وقت حرام کر دیئے تھے تو ساتھ ہی اس کی تاویل بھی کرتے ہیں۔ کہ متعہ حقیقت میں جائز اور حلال تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کرتے ہوئے اس کو حرام اور ناجائز کہا۔

پہلوان لیتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ڈرتے ڈرتے تقیہ کا دامن تمام کراس کی حرمت بیان کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو کہ احکم الحاکمین ہے۔ اسے تو کسی کا ڈر نہیں۔ اور نہ ہی اسے تقیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ تو اس فنادر و قیوم نے متعہ کی حلت اور اس کے جواز پر کوئی حکم یا اعلان کیوں نازل نہ فرمایا۔ بلکہ مذکورہ آیات میں سے تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ کہ جس نے اپنی منکوحہ بیویوں اور زیر تصرف لونڈیوں کے علاوہ کسی تیسری قسم کی عورت کو اپنے لیے طلب کیا۔ اور اس سے مقصد برآری چاہی۔ تو ایسے شخص کی یہ حرکت زنا اور حرام کاری ہوگی۔ اور وہ شخص اللہ کی حدود کو پھانسنے والا ہوگا۔ حرام کام تکب ہوگا۔ اور اس کو اس جرم کی سزا جرم یا کوڑوں کی شکل میں دی جانی گی۔ اس مضمون کی تائید

کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

تفسیر منہج الصادقین

(فَمَنْ ابْتَغَىٰ) پس ہر کہ جو یہ برائے مباشرت (وَرَأَىٰ ذَاكَ الْيَوْمَ)
غیر از زمان و کنیزان خود (فَأُولَٰئِكَ) پس اگر مرد (هَمَّ الْعَادُونَ)
ایشانند درگزندگان از حلال بجمام۔

(منہج الصادقین ص ۱۹۴-۱۹۵ جلد ششم)

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

پھر جو شخص اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ کسی اور عورت کو مباشرت
کے لیے تلاش کرے گا۔ پس وہی گروہ حلال سے حرام کی طرف تجاوز
کرنے والا ہے۔

مجمع البیان

(فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَأَىٰ ذَاكَ الْيَوْمَ) اَحَىٰ طَلَبَ سَيَّوَى الْاَزْوَاجِ
وَ اَوْلَا يَدِ الْمَمْلُوكَةِ (فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ)
اَحَى الظَّالِمُونَ الْمُتَجَاوِزُونَ اِلَى مَا لَا
يَحِلُّ لَهُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد

ہفتم صفحہ ۹۹ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ:

سو جس شخص نے اپنی بیویوں اور ملوک لونڈیوں کے سوا کسی عورت کو
(مباشرت کے لیے) طلب کیا۔ پس یہ لوگ ظالم ہیں۔ اور غیر حلال کی
طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔

شیعہ حضرات کی ان دونوں تفاسیر نے اس بات کی تصدیق کر دی۔ جو آدمی بھی
ان دو طرح کی عورتوں کے سوا کسی اور عورت سے مباشرت طلب کرے گا اور بصورت
متنہ کسی کو ان دو قسم کی حلال عورتوں کے علاوہ استعمال میں لانے کی جسارت کرے گا۔
وہ بدکار اور زانی قرار پائے گا اور اس کی سزا رجم یا کوڑوں کی صورت میں دی جائے گی

دلیل چہارم آیت عا

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْتَ
أَجُورَ هُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينِكَ مِمَّا آفَاءَ اللَّهِ
عَلَيْكَ -
(پیلع ۳)

ترجمہ:

اے نبی! بے شک حلال کہیں ہم نے تمہارے لیے وہ بیعیاں
جن کے تم مہر دے چکے ہو۔ اور وہ لونڈیاں جو خدا نے تعالیٰ نے
بطور مال غنیمت تم کو عطا فرمائیں اور جن کے تم مالک ہو۔

(ترجمہ مقبول احمد)

اس آیت کریمہ میں اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا۔ لیکن اس کا
حکم تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے صرف دو طرح کی
عورتیں حلال اور جائز فرمائیں۔ ایک وہ جن سے تمہارے حق مہر کے عوض نکاح ہو چکا

اور دوسری وہ لونڈیاں جو تمہاری ملک میں ہوں۔ ہنذا اثبات ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات میں صرف دو طرح کی عورتوں کو حلال ٹھہرایا۔ اور وہ تمام آیات محکمات غیر منسوخہ ہیں۔ اس لیے ماننا پڑے گا۔ کہ اللہ رب العزت اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دو متعہ معروفہ، کے ذریعہ طے والی عورت ان دونوں اقسام میں داخل نہیں۔ اس لیے اس صورت میں یہ فعل زنا اور حرام ہی ہوگا اور متمتع عورت ان دونوں اقسام میں داخل نہ ہوگی۔

رَقَاعَتَاہُمَا یَا اَوْلِیَ الْاَبْصَارِ

دلائل از کتب شیعہ بر حرمت متعہ

دلیل از فروع کافی

عَدَّةٌ مِّنْ أَصْحَابِنَا عَنْ سَلْبِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ
 بْنِ الْحَسَنِ بْنِ شَمْرَةَ قَالَ كَتَبَ أَبُو الْحَسَنِ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى بَعْضِ مَوَالِيهِ لَا تَلْحَدُوا
 عَلَيَّ الْمُنْعَةَ إِتْمَا عَلَيْكُمْ رَأَى مَا فِي السُّنَنِ
 فَلَا تَشْتَغِلُوا بِهَا عَنْ قَدْرِ شِكْرٍ وَحَرِّ أَيْرُكُمْ فَيَكْفُرُونَ
 وَيَسْبَرُونَ وَيَدَّ عَيْنٍ عَلَى الْأَمْرِ بِدَالِكٍ وَيَلْعَنُونَكَ

دفعہ کافی جلد پنجم مطبوعہ تہران طبع جدید

کتاب النکاح باب ۱۱۱

یجب ان یکف عنہا من کان

متغنیاً ص ۲۵۳

ترجمہ:

جناب ابوالحسن نے اپنے بعض خدام کو لکھ بھیجا متعہ پر امر درست کرو۔ تم
 پر صحت سنت کی پابندی لازم ہے۔ اپنی منکوحہ اور آزاد عورتوں کو جو
 نکاح میں ہوں۔ انہیں چھوڑ کر متعہ میں مصروف نہ ہو جاؤ۔ اگر تم نے

ایسا کیا۔ تو وہ عورتیں (جو تمہارے نکاح میں ہیں) تمہاری ناشکری ہو جائیں گی۔
یا کفر کی طرف منسوب کریں گا اور تم سے یزاری کا اظہار کریں گی۔ اور اس
کی شکایت حاکم وقت کے پاس لے جائیں گی۔ اور وہ ہم سب پر لعنت بھیجتی ہیں
دیکھو وہ سمجھیں گے۔ کہ تمہیں حکم متعہ ہم نے دیا ہے۔ لہذا ہمیں بھی تمہارے ساتھ
لعنت کرنے میں اکٹھا کریں گے۔

حاصل کلام:

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی کرم وجہہ نے اپنے ماتحتوں اور غلاموں کو
متعہ پر اصرار کرنے سے روکتے ہوئے یہاں تک فرمایا۔ کہ لوگ ہم پر لعنت کریں گے۔ اور
تکفیر تک سے نہیں چوکیں گے۔ جو شخص اس فعل شنیع کی اس حد تک مذمت کرتا ہو۔
تو اس فعل کے متعلق اپنے آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فدائی اور جان نثار کہلانے
والوں کو یہ کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ کہ جو شخص ایک مرتبہ متعہ کرتا ہے۔ اس کو اہل
کا درجہ اور دو دفعہ متعہ کرنے والے کو امام حسن کا درجہ اور تین دفعہ کا مرتکب حضرت علی
رضی اللہ عنہ کا درجہ اور چار دفعہ ارتکاب کرنے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ پاتا
ہے یا کیا یہ بجا اسات نہیں۔ اور کیا یہ من گھڑت لغویات نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو
ایک دفعہ متعہ کرنے کو بھی غلات سنت قرار دے کر اس سے منع کر رہے ہیں۔ کیونکہ
آپ ہی تو وہ شخصیت ہیں۔ کہ جن سے سنی شیعہ سبھی یہ روایت کرتے ہیں۔ کہ یوم خیبر کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھا اور متعہ حرام کر دیئے تھے۔ جب آپ اسے غلات
سنت بھی قرار دیں۔ اور اس کی حرمت کے روایت کرنے والے بھی ہوں۔ تو
پھر ان کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متعہ کو سنت
قرار دیتے ہیں۔ کیس قدر ظلم

اور بغض و عداوت کا بھرپور مظاہر ہے۔

دلیل دوم فروع کافی

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَيْرٍ اللَّيْثِيَّ
إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ مَا تَقُولُ
فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ أَحَلَّهَا اللَّهُ فِي كِتَابِهِ
وَعَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ وَإِلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ فَهِيَ
حَلَالٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ يَا أَبَا جَعْفَرٍ
مِثْلُكَ يَقُولُ هَذَا وَتَدْحَرُهَا عُمَرُ وَ
نَهَى عَنْهَا فَقَالَ وَإِنْ كَانَ فَعَلَّ قَالَ إِنْ
أُعِيدُكَ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ أَنْ تُحِلَّ شَيْئًا حَرَّمَ
عُمَرُ قَالَ فَقَالَ لَهُ فَأَنْتَ عَلَى قَوْلِ صَاحِبِكَ
وَأَنَا عَلَى قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
إِلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلُمَّ الْإِعْنِكَ أَنَّ الْقَوْلَ مَا
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
وَأَنَّ الْبَاطِلَ مَا كَانَ صَاحِبِكَ فَتَالَ
فَأَقْبَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَيْرٍ فَقَالَ يَسْرُكَ
أَنَّ نِسَاءَكَ وَبَنَاتِكَ وَأَخَوَاتِكَ وَبَنَاتِ
عَمِّكَ يَفْعَلْنَ فَنَاغُرُصَ عَنْهُ أَبُو جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ ذَكَرَ نِسَاءَهُ

وَبَيِّنَاتٍ عَلَيْهِ -

- (۱) - البرہان فی تفسیر القرآن علامہ حسین البحرانی
طبع قم سورۃ النساء ص ۳۶۰ جلد پنجم
(۲) - فروغ کافی جلد پنجم مطبوعہ تہران طبع جدید
کتاب النکاح الباب المتعہ ص ۴۴۹

ترجمہ:

زراو نے کہا کہ عبد اللہ بن عمیر اللیثی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ہاں آیا۔
اور عورتوں کے متعہ کے بارے میں ان سے دریافت کیا۔ تو امام باقر نے
کہا۔ متعہ اللہ نے اپنی کتاب میں اور اپنے پیغمبر کی زبان سے حلال قرار دیا
ہے۔ تو وہ تا قیامت حلال رہے گد سائل نے عرض کیا۔ اے ابو جعفر!
آپ یہ کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے اس کو
حرام کر دیا ہے۔ اور اس سے روک دیا ہے۔ امام باقر نے کہا۔ انہوں نے
ایسا کیا ہو۔ (ان کے حرام کرنے سے متعہ تھوڑا ہی حرام ہو گیا ہے۔)
عبد اللہ بن عمیر نے کہہ میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ جس چیز کو
حضرت عمر رضی اللہ عنہ حرام قرار دیں۔ آپ اسے حلال سمجھ رہے ہیں۔ تو
امام باقر نے کہا۔ تمہیں اپنے صاحب (عمر) کا قول مبارک ہو۔ اور مجھے اللہ
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منظور ہے۔ اؤ میں اور تم اس بات
پر مباہلہ کریں۔ کہ جو کچھ متعہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
میں نے پیش کیا۔ اور جو تم نے حضرت عمر کی روایت بیان کی۔ ان میں
سے میں سچا اور تم جھوٹے ہو۔ عبد اللہ بن عمیر یہ سن کر کچھ اُگے بڑھا۔ اور
کہنے لگا۔ کہ اگر آپ کی اپنی عورتیں، بیٹیاں، اور چچا زاد ہمیشہ گان متعہ کر رہی

تو کیا آپ خوش ہوں گے۔ یہ سن کر امام باقر نے اُس سے منہ پھیر لیا۔ اور
کچھ جواب نہ بن پڑا

کیا امام باقر رضی اللہ عنہ نے مباہلہ سے

واقعی فرار اختیار کیا؟

فروع کافی کی مندرجہ ذیل روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ دعوت مباہلہ دینے والے بھی خود امام باقر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس سے فرار بھی آپ نے ہی کیا۔ اگر واقعہ (روایت) کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو اسی سے متعہ کے ناجائز اور فعل بد ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ جب امام باقر رضی اللہ عنہ کو سائل نے دو ٹوک الفاظ میں یہ کہا کہ اگر آپ کی اپنی عورتیں، مائیں بہنیں وغیرہ متعہ کریں۔ تو اسے پسند کریں گے۔ اور ایک حکم شرعی پر عمل پیرا ہوتا دیکھ کر مسرت محسوس کریں گے؟ اگر واقعی تا قیامت متعہ معروفہ جائز اور حلال ہوتا۔ تو امام موصوف کا اس پیش کش کے جواب میں خوشی و مسرت کا اظہار فرمانا ایک دین دار کی علامت ہوتی۔ اور آپ قطعاً مباہلہ سے نہ کتراتے۔ لہذا آپ کا اعراض کرنا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ آپ اس فعل کو شرعی لفظاً اور مسلمانہ فعل نہیں سمجھتے تھے۔

ربا یہ مسائل کہ اسی روایت کے ابتدائی الفاظ میں راوی نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے متعہ کی حلتِ ابدی کا ذکر فرمایا۔ اور اس کی حلت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا۔ اور اس کی کیا حقیقت ہے؟۔
تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ امام موصوف کی طرف یہ واقعہ ان لوگوں نے خود گھڑ کر منسوب کر دیا ہے۔ در نہ امام موصوف حلت و حرمت کے

مسائل میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ اور اس بارے میں کبھی قسم کی شرم و علامت کی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ کا ذاتی فرمان سماعت فرمائیے۔

فروع کافی

لَئِنْ أَمَرْتُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ فَرِيضَةٌ
عَظِيمَةٌ بِمَا تُقَامُ الْفَرَائِضُ - هُنَا لِكَيْ عَضَبُ
اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِمْ فَيَعْتَلِبُهُمْ بِعَقَابِهِ
فِي مَلَكَ الْأَرْضِ فِي ذَا أَيْدِ النَّجَارِ وَالصِّغَارِ
فِي ذَا أَرِ الْكُتُبَارِ وَلَا تَخَافُوا فِي اللَّهِ
نَوْمَةَ لَيْلٍ -

فروع کافی جلد پنجم کتاب البہا وایا لایہ
بالمعروف والنہی عن المنکر ص ۵۵ تا ۵۶)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک ایسا عظیم فرض ہے۔ کہ اسی کی وجہ سے فرائض کا قیام ہوتا ہے۔ اگر اس فریضہ میں کوتاہی اور غفلت آن پڑے تو اللہ کا غضب ایسے لوگوں پر مکمل طور پر آتا ہے اور بڑوں کے گھروں میں نیک لوگ اور بڑوں کے گھروں میں چھوٹے سب ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس لیے آپ نے فرمایا۔ اللہ کے دین میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خاطر کسی کی ملامت کی پرواہ تک نہ کرو اور اس فریضہ کو انجام دیتے رہو۔

پھر اس کا تذکرہ اپنے بھائیوں اور اجابت کرے۔
 حضرات قارئین! یہ حدیث اس کتاب کی ہے۔ جو شیعہ لوگوں کے نزدیک صحیحین
 کتب حدیث میں سے ہے۔ اور اس کی حدیث (صحت میں کوئی قیل و قال نہیں حضرت
 علی رضی اللہ عنہ جس فعل (متنع) کو بے حیائی کا نمونہ اور بے شرمی کی علامت قرار دیں۔ تو
 اس فعل بد کے مرتکب کو جنتی اور صاحب تقویٰ قرار دینا کس قدر بے غیرتی اور بے حیائی
 ہے۔ کسی محبت اہل بیت کا ایسا عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ اور امام جعفر صادق کا کوئی غلام اسے
 جائز متصور نہیں کر سکتا۔ مجان اہل بیت غلامانِ آل رسول اس کو زنا اور بدکاری کے زمرہ
 میں ہی شمار کرتے ہیں۔ اور شمار کریں گے۔

دریہل چہام۔ الاستبصار

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ السَّلَامِ
 قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لِحَوْمِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةَ وَنِكَاحَ الْمُتَعَةِ

(۱- الاستبصار جلد سوم مطبوعہ تہران

طبع جدید ابواب المتعہ ص ۱۴۲)

(۲- تہذیب الاحکام جلد ۷ مطبوعہ تہران

طبع جدید باب تفصیل احکام

النکاح ص ۲۵۱)

ترجمہ:

زید بن علی اپنے جد امجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے
 ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو

پالترگھوں کا گوشت کھانا اور نکاح متہ حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متہ کی حرمت کو واضح اور صریح الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا۔ جس کی وجہ سے کوئی تاویل نہیں ہو سکتی لیکن اس مراحت و وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شیعوں کی یہ تاویل کرے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا از روئے تقیہ ہے۔ تو ہم عرض کر دیں گے۔ کہ ایسا کہنے والا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انتہا درجہ کا بزول سمجھتا ہے۔ اور آپ کے اس خطبہ کی قطعاً خبر نہیں رکھتا۔ جس میں آپ نے فرمایا۔

ہج البلاغہ

اگر میرے مقابلہ میں تمام عرب بھی آجائے۔ تو میں ان کو پشت نہیں دکھاؤں گا۔ بلکہ میں ان کی گردن اتارنے میں حتی الامکان جلدی کروں گا۔ تاکہ میں زمین کو برسے لوگوں سے پاک کر دوں۔

رد فہم البلاغہ خطبہ ۲۵

طبع جدید چھوٹا ساٹھ ص ۲۱۸

جب شیعوں کو یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ کہ جس طرح شریعت کے قوانین کا بانی اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے۔ اسی طرح ائمہ اہلبیت بھی بانیان شریعت ہیں تو ان کے اس عقیدہ کے بعد میں ان سے پوچھتا ہوں۔ اگر شریعت کا بانی ہی احکام شرعیہ کو بیان کرنے میں تقیہ کا سہارا لینا شروع کر دے۔ تو پھر کس در سے احکام شرعیہ صحیح طور پر معلوم ہو سکیں گے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تقیہ کا الزام ہی نہیں بلکہ

اہتمام ہے۔ اور مولائے کائنات کی شان میں ان نام نہاد مہمان اہل بیت کی ناقابل معافی گستاخی ہے۔

دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تادمِ آخر اپنا، اپنے رسول اور ان کی آل پاک کا خادم و غلام رکھے۔ اور ان کے افعال و اقوال پر عمل پیرا رکھ کر اُخرویٰ سرخرویٰ سے سرفراز فرمائے۔
آمین ثم آمین۔



مسلمک شیعہ کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ وہ فعل جس کا بے حیائی اور بے غیرتی سے خواہ تھوڑا بہت ہی تعلق کیوں نہ ہو۔ اس کے حلال و جائز کرنے میں اور پھر اس پر عمل پیرا ہونے میں انہیں بہت زیادہ دلچسپی رہتی ہے۔ اسی دلچسپی کا نمونہ آپ گزشتہ اوراق میں متعہ کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔ وہ فعل جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت نے حرام و ناجائز قرار دیا۔ اسے جائز و حلال کرنے کے لیے انہوں نے کس قدر ہاتھ پاؤں مارے۔ اور کیسی کیسی غلط و رکیک تاویلات کا سہارا لے کر اپنی بات کو منرانے کی کوشش کی۔ ان کی یہ روش صرف متعہ تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ ہر بے حیاء اور حرام فعل سے انہیں دلی لگاؤ ہے اپنی لذت برآری اور اغراض سہمی کے خاطر ائمہ اہل بیت کو ملحوظ نہ رکھا۔ ہم اس سلسلہ میں انہی کی کتب سے اسی موضوع پر بطور نمونہ چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔

عورت کی شرمگاہ اودھار دینی جاننے سے

فروع کافی

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ الْبُقْبَاقِ قَالَ سَأَلَ رَجُلًا أَبَا
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَنَحْنُ عِنْدَهُ
عَنْ عَارِ يَدِ الْفَرَجِ فَقَالَ حَرَامٌ ثُمَّ مَكَثَ
قَلِيلًا ثُمَّ قَالَ لَكِن لَأَبَسَ بَانَ يُحِلُّ الرَّجُلُ
الْجَارِ يَدَهُ لِأَخِيهِ -

(۱- فروع کافی جلد پنجم ص ۱۰۸ کتاب النکاح

باب الرجل يحل جار يده لآخيه

مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲- استبصار جلد سوم ص ۱۴۱ باب

حکم و لید الجاریۃ المحللة

طبع جدید - تہران)

ترجمہ:

ابو عباس بقباق روایت کرتا ہے۔ کہ کسی نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

سے عورت کی شرمگاہ کو اودھار پر لینے دینے کے بارے میں پوچھا

توقربایا۔ حرام ہے۔ پھر کچھ دیر توقف کے بعد ارشاد فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کے لیے اپنی نوٹھی کو حلال کر دے۔ تو کوئی حرج نہیں۔

اس موقع پر اگر ایک بات ذکر کروں۔ تو شاید نامناسب نہ ہوگی۔ شیعہ حضرات حرمت تنکے کے بارے میں اہل سنت پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال و جائز کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے منع کرنے والے کون ہیں؟ انہیں کس نے یہ سختی دیا؟ میں بھی یہی سوال اب شیعہ حضرات سے کرتا ہوں۔ کہ تمہاری کتابوں میں مذکورہ بالا حدیث میں جو اپنے بھائی کی تنکین کی خاطر نوٹھی (کی شرمگاہ) کو ادھار دینا لکھا ہے۔ اور حلال کہا ہے۔ اس کے حلال کرنے کی کس نے اجازت دی ہے؟ جبکہ قرآن پاک میں صرف دو قسم کی عورتوں کو حلال قرار دیا گیا۔ جس کا تفصیلی ذکر پچھلے ادراک میں ہو چکا ہے۔ تو کسی عورت کی شرمگاہ ادھار کے طور پر کسی کو دینا اور اسے حلال سمجھنا کیا دین میں وصل انداز میں نہیں؟ لیکن شیعہ حضرات کو اس کی کیا پرواہ۔ انہوں نے تو اپنی شہوت کو پورا کرنے اور بے حیائی کو فروغ دینے کی ٹھان رکھی ہے۔ یہ جیسے بھی ہو سکے۔ اس کی پرواہ نہیں۔

(لاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم)

عورت سے لواطت بھی جائز ہے

الاستبصار

قَالَ قُلْتُ لِلسَّرَجِ لِي أَنْ يَأْتِيَ إِمْرَأَةً فِي دُبُرِهَا
قَالَ نَعَمْ ذَلِكَ قَالَ قُلْتُ وَأَنْتَ تَفْعَلُ ذَلِكَ
قَالَ لَا إِنَّا لَا نَفْعَلُ ذَلِكَ.

(الاستبصار مصنفہ ابی جعفر طوسی - شعبی جلد ۱)

ص ۲۲۳ فی ایتیان النساء فیما دون

الفرج مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

صفوان کہتا ہے۔ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اگر کوئی
شخص اپنی عورت کے ساتھ اس کی دُبُر میں وطی کرتا ہے۔ (تو اس
کا کیا حکم ہے؟) فرمایا۔ ہاں! ایسا درست ہے۔ سائل نے پوچھا۔
یا حضرت! آپ بھی ایسا کرتے ہیں؟ فرمایا ہم ایسا نہیں کرتے۔

فروع کافی وغیرہ

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ صَفْوَانَ بْنَ
يَحْيَى يَقُولُ لِمَنْ سَأَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنْ رَجُلًا
مِنْ مَوَالِيكَ أَمَرَ فِي أَنْ أَسَأَلَكَ عَنْ مَسْأَلَةٍ

هَآبِكَ وَاسْتَحْيِي مِنكَ أَنْ يَشْكَكَ قَالَ وَمَا هِيَ ؟
 قَالَتْ الرَّجُلُ يَا فِئَامُ كُنَّا فِي دُبُرِهَا قَالَ ذَٰلِكَ
 لَدَا قَالَ قَالَتْ فَأَنْتَ تَفْعَلُ؟ قَالَ إِيَّاكَ لَا نَفْعَلُ
 ذَٰلِكَ -

(۱) - فرغ کافی جلد پنجم ص ۲۰۵ کتابان کا
 باب محاش النساء مطبوعہ تہران
 طبع جدید)

(۲) - تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۲۱۵
 فی السنۃ فی عقود النکاح و
 زفات النساء و اداب الخلوۃ
 و الجماع مطبوعہ تہران طبع جدید -

ترجمہ:

علی بن حکم کہتا ہے۔ میں نے صفوان بن یحییٰ سے سنا۔ انہوں
 نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ آپ کے غلاموں میں سے ایک
 نے مجھ سے کہا ہے۔ کہ امام موصوف سے ایک مسئلہ پوچھنے میں
 مجھے کچھ جھجک سی آتی ہے۔ لہذا تم دریافت کر کے مجھے بتانا۔ امام
 موصوف نے پوچھا۔ وہ مسئلہ کیا ہے۔ کہا کہ ایک شخص اگر اپنی
 عورت کی دُبر میں دُٹی کرتا ہے۔ (تو اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا۔ یہ اس
 کا حق ہے۔ (جائز ہے) میں نے پوچھا۔ آپ بھی ایسا شغل کرتے
 ہیں؟ کہنے لگے۔ ہم ایسا نہیں کرتے۔

تہذیب الاحکام

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَعْفُورَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ الرَّحْبِ
يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي دُبُرِهَا قَالَ لَا بَأْسَ إِذَا رَضِيَتْ

تہذیب الاحکام جلد ۲ ص ۴۱۴

فی السنۃ فی عقود النکاح ۱۶

مطبعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

عبداللہ بن ابی یعفور کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم
کو ایسے شخص کے متعلق پوچھا۔ جو اپنی عورت کی دُبُر میں وطی کرتا ہے۔
فرمایا۔ جب عورت راضی ہو۔ تو کوئی گناہ نہیں۔

روایات مذکورہ میں آپ نے غز کیا۔ کہ کس قدر بے حیائی اور بے شرمی
کا مظاہرہ ہوا ہے۔ اور پھر ڈھٹائی یہ کہ اس بے غیرتی کو ایک ایسے عظیم انسان کی
طرف منسوب کیا گیا۔ جن کی عمر ہی تقویٰ اور شرم و حیلہ کی اُمینہ دار تھی۔ پھر اس
پر بھی ظالموں نے بس نکی۔ بلکہ امام رضا رضی اللہ عنہ سے ان کی اپنی زوجہ کے بارے
میں بھی سوال کر بیٹھے۔ یا حضرت! کبھی آپ نے بھی شیغل فرمایا ہے؟ (معاذ اللہ)۔
تو آپ نے جواباً فرمایا۔ ہم ایسا نہیں کرتے۔

فروع کافی

عَنْ عَمَّارِ بْنِ مَرْوَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَ قُلْتُ لَهُ رَجُلٌ جَاءَ إِلَى إِقْرَأَ فَنَسِيَ لَهَا أَنْ
تَذُوجَهُ نَفْسَهَا فَقَالَتْ أَرْوَجُكَ نَفْسِي عَلَى أَنْ
تَلْتَمِسَنَّ مِنِّي مَا شِئْتُمْ مِنْ نَظَرٍ أَوْ التَّمَاثِيلِ وَبِمَا لَمْ يَتَّجِ
مَا يَسْأَلُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ إِلَّا إِنَّكَ لَا تَدْخُلُ
فَرْجَكَ فِي فَرْجِي وَتَسْكَدُ ذِي مَا شِئْتُمْ فَإِنِّي
أَخَافُ الْفَضِيحَةَ قَالَ لَيْسَ لَكَ إِلَّا مَا اشْتَرَطَ -

(فردوس کافی جلد پنجم ص ۴۷ کتاب النکاح)

باب النوادر مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

عمار بن مروان سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
ایسے شخص کے بارے میں پوچھا کہ وہ ایک عورت کے پاس گیا۔
اور اس سے شادی کی درخواست کی۔ عورت کہنے لگی۔ میں اس شرط
پر تجھ سے شادی کروں گی کہ نظر اور ہاتھ کے ذریعے تو مجھ سے جو چاہے
کرے۔ اور اس طرح بھی تو مجھ سے وہی کچھ پائے گا۔ جو کسی مرد کو اپنی
عورت سے ہم بستری کرنے سے ملتا ہے۔ لیکن تو اپنی شرمگاہ میری
شرمگاہ میں داخل نہیں کرے گا۔ اور اپنی خواہش کے مطابق لطف اندوز
ہوگا۔ کیونکہ (صحیح و طہی کرنے کی صورت میں) مجھے رسوائی کا خطرہ ہے۔
امام جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعات و شرائط سن کر فرمایا۔ اس مرد کو باندھی
گئی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

حاصل کلام:

روایت مذکورہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

نے بقول شیعہ وطی فی الدر کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ کیونکہ جب عورت مذکورہ نے یہ شرط لگائی کہ شرمگاہ سے شرمگاہ نہیں ملے گی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ کر لطف میں کمی نہ آئے گی۔ تو معلوم ہوا کہ شرمگاہ سے شرمگاہ نہ ملنے سے جو اسے رسوائی کا خطرہ تھا۔ وہ اولاد کا ہو جانا تھا۔ کہ کہیں صحیح وطی کرنے سے استقرار حاصل ہو گیا۔ اور بعد میں اولاد ہو گئی۔ تو لوگ کیا کہیں گے۔ جب فرج کا فرج سے چھو نا ممنوع ٹھہرا۔ تو پورا مزہ لینے کے لیے عورت کی ڈبر ہی باقی رہ جاتی ہے۔ جیسا کہ قوم لوط کے روتہ سے ثابت ہے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ یہ مکروہ اور غیر مذہب فعل شیعہ حضرات کی اپنی پسند ہے۔ لیکن اسے مستند ثابت کرنے کے لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے پیش کیا۔ کیونکہ اس طریقہ کے بغیر دنیا انہیں جرتے مارتی۔ اب امام موصوف کی گردن پر بوجھ ڈالا۔ حالانکہ ان کے خواب و خیال میں بھی ایسی حرام کاری نہ آئی ہو گی۔ وہ تو دنیا سے پاکیزہ زندگی بسر کر کے اللہ کے ہاں سرخرو ہو گئے۔ اب یہ منحوس اور ہوس پرست ان کے نام سے اپنا کام نکال رہے ہیں حضرات اہل بیت اور ائمہ کرام اس قسم کے واہی تباہی افعال سے پاک و صاف تھے۔ کہاں امام صاحب اور کہاں یہ نجیبت فعل؟ شیعوں نے کیسی کیسی خباثتوں کو طیب و طاہر ائمہ کرام سے منسوب کر کے اپنے لیے دوزخ میں بکنگ کرائی ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات کو اس قسم کے حرام اور بے جیا افعال سے گہری دلچسپی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو قرآن حکیم کے اس ارشاد سے ضرور سبق سیکھتے اللہ رب العزت صاف صاف فرماتا ہے۔

يَسَاءَ كُمْ حَرَّتْ لَكُمْ قُلُوبُكُمْ وَأَنْتُمْ تَنْهَارُونَ

بیویاں تمہاری کھیتی ہیں۔ تم اپنی کھیتی کو جس طرف سے چاہو۔ آؤ۔ یعنی مباشرت کی کیفیت پر کوئی پابندی نہیں۔ لیکن مقام مباشرت مخصوص ہے۔ یعنی جہاں سے

اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرماتا ہے۔ اور وَاَبْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ۔ اللہ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا۔ اُسے تلاش کرو۔ یعنی اولاد کی خاطر اپنی عورت کے ہم بستری کرو اگر مقصد اولاد ہو۔ تو یہ وطی فی الدبر سے کیوں کر حاصل ہو سکتا ہے ؟

لیکن شیعہ حضرات کو قرآن سے کیا تعلق ہے؟ بس ان کی ہوس نفس اور شہوت فرج کسی نہ کسی طرح پوری ہونی چاہیے۔ اور اگر یہ میسر آجائے۔ تو زہے قسمت۔ بلکہ معاملہ اس حد تک بڑھاتے ہیں۔ کہ اس حیوانی طریقہ وطی کے بعد بعض صورتوں میں غسل کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ مسئلہ نئے۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا آتَى الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فِي دُبُرِهَا فَلَمْ يَنْزِلْ فَلَا هُمْسَلْ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَنْزَلَ فَعَلَيْهِ التَّغَسُّلُ وَلَا عُسْلَ عَلَيْهِمَا۔

فروع کافی جلد سوم ص ۷۷ کتاب الطہارۃ
باب ما یدجب الغسل علی الرجل
والمراة مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ پھیلی طرف (یعنی اس کی دُبُر میں) وطی کرے اور اسے انزال نہ ہو۔ تو اس صورت میں دونوں پر کوئی غسل نہیں۔ اور اگر انزال ہو جائے۔ تو مرد پر غسل ہے۔ عورت کو غسل کی ضرورت نہیں۔

اب آپ حضرات اندازہ لگائیں۔ کہ اہل تشیع کو افعال مذمومہ اور بے حیا کاموں سے کتنی دلچسپی ہے۔ اور حوالہ بھی ان کی لہی کتاب سے پیش کیا گیا۔ جو ان کے ہاں صحیح الکتب ہے۔ اور پھر ظلم کی حد کر دی گئی ہے۔ کہ اس شہوت پرستی اور حرام کاری کو سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور یہ اسی طرح من گھڑت روایت کا سہارا لے کر اپنا اتو سیدھا کرتے ہیں۔ امام موصوف کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ایک جیل ہے۔ اگر اس پر کار بند ہو گے۔ تو مزے کا مزہ اور غسل سے نجات وہ اس طرح کہ عورت کے ساتھ اس کے پچھلے مقام میں دٹی کر دے اور جب منی خارج (انزال) ہونے لگے۔ تو مادہ منویہ کو اس کی ڈبر سے باہر خارج کر دو۔ اس سخت بھرے طریقہ سے مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔ اور غسل کی ضرورت بھی نہ پڑے گی۔ نہ مرد کو اور نہ عورت کو قطعاً غسل کی کوئی ضرورت ہے۔ اس طریقہ سے زندگی مزے سے گونے گی۔ اور خاص کر موسم سرما میں ٹھنڈے پانی سے نہانے کا عذاب بھی ٹل جائے گا۔ سبحان اللہ! مذہب شیعہ کس قدر مہذب اور پاکیزہ مسائل اور کیسے کیسے سمجھے ہوئے افعال پیش کرتا ہے۔

ہینگ لگے نہ پھٹوڑی رنگ بھی چوکھا چڑھے

بوقت ضرورت ”زنا“ بھی نکاح صحیح ہوتا ہے

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى عُمَرَ فَقَالَتْ
إِنِّي زَيْتٌ فَطَلِّمَنِي فِي قَامَرٍ يَهَاءُ أَنْ تُرَجِمَنِي فَأَخْبَرَ بِذَلِكَ أَبَا بَرٍّ الْمُؤْتِنِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ كَيْفَ زَيْتٌ فَقَالَتْ مَرَدْتُ بِالْبَيْدِ يَدِي فَأَسَأَبُنِي

عَطَشٌ شَدِيدٌ فَاسْتَنْقَيْتُ اِعْرَابِيًّا فَابْيَا اَنْ يَسْقِيَنِي اِلَّا
اَنْ اَمْكَنْتَهُ مِنْ نَفْسِي فَلَمَّا اَجْلَسْتُهُ فِي الْعَطَشِ وَخَفْتُ عَلَيَّ
نَفْسِي سَقَانِي فَاَمْكَنْتَهُ مِنْ نَفْسِي فَقَالَ اَمِيْرًا لِمُؤْمِنِيْنَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قُرُوْا وَيُحْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ -

(ذریعہ کافی جلد ۲، ج ۴، کتاب النکاح،
باب النوادر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک عورت
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں نے زنا کر لیا ہے
ہذا مجھے (اس گناہ کی سزا دے کر) پاک فرمائیے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ
نے اسے رجم کا حکم سنایا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت علی رضی اللہ عنہ
کو ملی۔ تو آپ نے اس عورت سے پوچھا۔ تو نے زنا کیوں کر کیا ہے کہنے
لگی۔ ایک گاؤں میں سے میرا گزر ہوا۔ اور پیاس کی شدت کی بنا پر ایک
اعرابی سے پانی مانگا۔ لیکن اُس نے کہا کہ میں تمہیں پانی تب دوں گا۔
جب تم مجھے اپنے نفس پر اختیار دو۔ لیکن جب پیاس کی شدت سے
میں نے مرجانے کے اُتار دیکھے۔ تو میں نے وہ شرط قبول کر لی۔
اور اُس نے مجھے پانی دیا۔ پھر اُس نے شرط مجھ سے پوری کی۔ دلیلی
وہی کی ایک سن کر حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رب کعبہ
کی قسم! یہ نکاح ہے۔ زنا نہیں۔

بے حیائی کی حد ہو گئی

ناظرین کرام اس واقعہ پر غور فرمائیں۔ متہ کی بے حیائی تو واضح تھی ہی۔ یہ اتنے اس بے حیائی کو بھی میلوں پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ کیونکہ متہ میں تو عقد کرتے وقت دستہ استمتع، یا دستہ استمتع، اور ان سے ملتے جلتے مفہوم والے الفاظ کہنے پڑتے ہیں اور ایسا بوجہ قبول کی شرط کسی طور تھی۔ لیکن اب اس کی بھی ضرورت باقی نہ رہی۔ اور جب چاہو کسی شریف عورت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا لو۔ کوئی گناہ نہیں مسئلہ مذکورہ میں اگرچہ عورت مجبور تھی۔ لیکن اس سے بدکاری کا مرتکب اعرابی تو بے بس نہ تھا۔ اس نے پیاسی عورت کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے بدکاری کی۔ اور پھر ان پر خدا کا غضب یہ کہ جنہوں نے ایسا کرنا دونوں نکاح صحیح، قرار دے دیا۔ اور اس کی توثیق و تصدیق کے لیے ان ناہنجاروں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام استعمال کیا۔ اور وہ بھی موکد باقسم ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہوئے منسوب کیے۔ و درپ کعبہ کی قسم! یہ زنا نہیں بلکہ نکاح ہے،

اس سے ثابت ہوا۔ کہ جس طرح کسی عورت کی بے بسی اور مجبوری میں اس سے زنا کرنا نہ نکاح، ہوا۔ اسی طرح بالجبر کسی عورت سے ہوس نفس پورا کرتی بھی وہ نکاح، ہی ہوگی۔ کیونکہ جبر و اکراہ میں بھی بے بسی اور مجبوری ہو جاتی ہے۔ مجبوری کے عالم میں کی گئی بدکاری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے مطابق نکاح، ٹھہری۔ تو اب اگر کوئی شخص شیوہ عورت سے بجز و اکراہ اور اس کی بے بسی کے عالم میں زنا کرے۔ اور پھر ایسی حوالہ پیش کر کے نکاح ثابت کر دے۔ تو ایسے شخص کے اس فعل پر شیوہ حضرت کو ناراض ہونے اور اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں

ہونی چاہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

شبیعہ مذہب میں دو مشیت زنی، بھی

جائز ہے

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ
الدَّلَالَةِ قَالَ نَاصِحٌ لِنَفْسِهِ لَا شَيْخِي عَلَيْهِ -

(فروع کافی جلد ۲۰ نمبر ص ۴۰ کتاب النکاح)

باب الخصخصة ونكاح البليمة

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

ابن امین کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
 دو مشیت زنی، کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کوئی گناہ
 نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے والا اپنے ہاتھ سے اپنی منی نکال کر لطفاً نوز
 ہور رہا ہے۔ (گویا) اس نے اپنے نفس سے نکاح کر کے ایسا
 کیا ہے۔

ایک طرف یہ قول اور دوسری طرف اس موضوع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
 سنیے۔ فرمایا۔ نَأْكُحُ الْيَدِ مَلْعُونًا۔

(یعنی "مشت زنی" لعنتی ہے۔ ایک لعنتی کو اگر شیعہ حضرات لعنتی نہیں مانتے
 تو کیا فرق پڑتا ہے۔ انہیں تو اپنا مقصد محبوب ہے۔ اور جہاں تک نفس پرستی کا تعلق ہے وہ تو ان
 کے ہاتھ میں ہی ہے۔ آخر کہاں جائے گا۔

ناظرین کرام توجہ فرمائیں۔ کہ ایک فعل کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ کے محبوب جناب
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملعون کہیں۔ اور اسی فعل کے مرتکب کو شیعہ حضرات اپنے
 فتویٰ کے ساتھ نرم گوشہ سے دیکھیں۔ اور بڑا جرم تو کجا اسے معمولی جرم بھی نہ گزرائیں
 تو اندریں حالات دوحتی، کس جانب ہو گا۔ اور بے حیائی اور شہوت پرستی کس کے
 پتہ میں پڑے گی؟ اور پھر اس پر ظلم یہ کہ اس خبیث بات کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی
 طرف منسوب کرنا کس قدر ڈھٹائی اور بے ایمانی کا مظاہرہ ہے۔ (غور کا مقام ہے۔)

پھوپھی کی رضامندی سے بیعتی اور خالہ کی

رضامندی سے بھانجی سے نکاح درست ہے

فروع کافی:

عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ الْحَدَّادِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا تُنْكَحُ الْمَرْءُ عَمَّتَهَا وَلَا
 خَالَتَهَا إِلَّا بِإِذْنِ الْعَتَّةِ وَالْخَالَاتِ

(فروع کافی جلد پنجم ص ۲۵ کتاب النکاح باب المرأة تزوج علی عمتها وخالہا سلمہ وتمران بینہما)

ترجمہ:

ابرمیدہ مذاہ کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا۔ کہ کوئی شخص کسی عورت کی چھو بھی اور خالہ سے ان کی مرضی کے بغیر ان کی بھتیجی اور بھانجی سے شادی نہ کرے۔ (یعنی اگر ایک مرد کے نکاح میں کسی عورت کی چھو بھی یا خالہ ہے۔ اور وہ اس کے نکاح میں ہوتے اسی عورت کی بھتیجی یا بھانجی سے بھی شادی کرنا چاہے۔ تو یہ شادی ایک شرط کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ چھو بھی یا خالہ بھی اس کی اجازت دے دے۔

اس حدیث کے الفاظ کو دیکھیے۔ مراحت کے ساتھ چھو بھی بھتیجی اور خالہ بھانجی دونوں بیک وقت کسی کے نکاح میں آ سکتی ہیں۔ اور اس میں کوئی عیب نہیں جبکہ چھو بھی اور خالہ اس نکاح میں راضی ہوں۔ حالانکہ تمام مکاتب فقہ میں یہ قانون مسلم ہے کہ ہر وہ دو عورتیں جن میں سے کسی ایک کو مرد فرض کیا جائے۔ تو دونوں کا باہمی عقد بشرعاً درست ہو تو ایسی دو عورتوں کو کوئی مرد اپنے نکاح میں بیک وقت جمع کر سکتا ہے۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک کو مرد تسلیم کرنے پر ان کا باہمی نکاح منع ہونا از روئے شرع ناجائز ہو۔ تو ایسی دو عورتیں بیک وقت کسی کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس متفقہ قانون کی مذکورہ مسئلہ پر تطبیق کریں۔ تو یہ نکاح ناجائز ٹھہرتا ہے لہذا اہل تشیع کے ذکر شدہ مسئلہ کے مطابق دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوئیں۔

- ۱۔ اموں کا بھانجی کے ساتھ اور چچا کا بھتیجی کے ساتھ نکاح درست ہے۔
- ۲۔ بھانجے کا خالہ کے ساتھ اور بھتیجے کا چھو بھی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

اب قرآن پاک کی اس بارے میں وضاحت اور نص صریح ملاحظہ فرمائیں۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ

وَعَمَّا تَكْمُرُ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ
الْأُخْتِ ۖ

(پ ۴ آخری رکوع)

ترجمہ:

تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری چھو بھیاں
اور تمہاری خالائیں حرام کر دی گئی ہیں۔ اور بھتیجیاں اور بھانجیاں بھی
حرام کر دی گئی ہیں۔ (یعنی مذکورہ عورتوں سے شادی حرام ہے۔
یہ تھا قرآن کا فیصلہ۔ لیکن جہاں مقصد شہوت رانی اور بے حیائی کا فروغ ہو۔
وہاں قرآن کریم کی نص قطعی کی پرواہ کی کیا ضرورت ہے؟ صرف اتنا ہی کافی ہے
کہ چھو بھئی اور خالہ راضی ہوں۔ بس پھر بھتیجی اور بھانجی سے مطلب برآری کیوں ناجائز
ٹھہرتی ہے؟ جب جانبدار راضی تو اٹھ اور اس کے رسول کی رضامندی کی کیا ضرورت ہے؟
اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیعہ حضرات کے نزدیک حرام کاری اور خواہش نفس
کی تکمیل قرآنی احکامات سے کہیں بلند و بالا ہے۔ اور قابل ترجیح ہے۔ اس کی
جھلک آپ گزشتہ اوراق میں بہت سے حوالہ جات سے ملاحظہ فرما
چکے ہیں۔

(فَاعْتَدِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

اولاد سے بذریعہ نکاح و ملی جائز

اول

اس سے پیدا ہونے والی اولاد حلالی ہے۔

فروع کافی

التَّزْوِجُ يَتَزَوَّجُ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ الَّتِي ذَكَرَ
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ تَحْرِيمِهَا
 فِي الْقُرْآنِ مِنَ الْأُمَّهَاتِ وَالْبَنَاتِ إِلَىٰ آخِرِ
 الْأَيْتِ كُلِّ ذَلِكَ حَلَالٌ فِي جِهَةِ التَّزْوِجِ وَبِجِ
 حَرَامٍ مِّنْ جِهَةِ مَا نَهَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَالَّذِي
 يَتَزَوَّجُ وَهُوَ مُحْرَمٌ فَهُوَ لَا يَكُلُهُمْ تَزْوِجُهُمْ
 مِنْ جِهَةِ التَّزْوِجِ حَلَالٌ حَرَامٌ فَاسِدٌ
 مِّنَ الْوَجْهِ الْآخِرِ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ
 يَتَزَوَّجَ إِلَّا مِنَ الْوَجْهِ الَّذِي أَمَرَ اللَّهُ عَزَّ وَ
 جَلَّ فَلِذَلِكَ صَارَ سَفَاحًا مَرْدُودًا ذَلِكَ
 كُلُّهُ غَيْرِ جَائِزِ الْمَقَامِ عَلَيْهِ وَلَا كَابِتَ لَهُمُ التَّزْوِجُ
 بَلْ يُفَرِّقُ الْأَمَامُ بَيْنَهُمْ وَلَا يَكُونُ

فَكَاحَهُمْ زِنًا أَوْ لَدُهُمْ مِّنْ هَذَا النِّوَجِ
 أَوْلَادُ الزِّنَاءِ وَمَنْ قَذَفَ الْمَوْلُودَ مِنْ هَلْوٍ لَّا
 الَّذِينَ وُلِدُوا مِنْ هَذَا النِّوَجِ جِلْدَ الْحَدِّ لِأَنَّهُ
 مَوْلُودٌ بِتَرْوِيجٍ رُّشْدَةٍ وَإِنْ كَانَ مُفْسِدًا
 لَهُ بِجِهَةٍ مِّنَ الْجِهَاتِ الْمُحَرَّمَاتِ وَالْوَلَدُ مَنْسُوبٌ
 إِلَى الْآبِ مَوْلُودٌ بِتَرْوِيجٍ رُّشْدَةٍ عَلَى نِكَاحٍ
 مِلَّةٍ مِّنَ الْمِلَّةِ خَارِجٍ مِّنَ الْحَدِّ الزِّنَاءِ وَلِكُلِّ
 مَعَاقِبَ عَقُوبَةَ الْفُرْقَةِ.

(فروع کافی جلد پنجم ص ۵۷۱ تا ۵۷۲)
 کتاب النکاح باب تفسیر ما یحل
 من النکاح وما یحرم الخ
 مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جو شخص ان محرمات سے نکاح کرتا ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے
 قرآن پاک میں نکاح کرنا حرام فرما دیا۔ مثلاً ما میں، بیٹیاں وغیرہ یہ سب
 عورتیں باعتبار نکاح کر لینے کے حلال ہیں۔ اور بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ
 نے ان سے نکاح حرام فرمایا۔ حرام ہیں۔ اور جو شخص ان سے شادی کرتا
 ہے۔ تو یہ سب باعتبار نکاح میں لانے کے حلال ہیں۔ ان میں حرمت
 اور فساد دوسری وجہ سے ہے۔ وہ اس لیے کہ ان سے شادی کرنے
 والے کو چاہیے یہ تھا۔ کہ وہ اس طرح (ان عورتوں سے) شادی
 کرتا۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی اس مخالفت

کی وجہ سے ایسا کرنے والا سفاح اور مردود ہے۔ لہذا اس کا یہ نکاح تاویل
 باقی نہیں رکھا جائے گا۔ اور نہ اسے اس نکاح پر شابت رہنے دیا جائے
 گا۔ بلکہ امام وقت ان کے درمیان فوراً جدائی کا حکم دے گا۔ لیکن ان کا
 یہ نکاح زنا نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی اس نکاح سے پیدا شدہ اولاد حرامی
 ہوگی۔ اور جس نے اس طرح پیدا ہونے والے کسی بچے کی والدہ پر بدکاری
 (زنا) کی ہمت لگائی اس پر کوڑوں کی حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ یہ
 بچے ایک صحیح اور قابل تسلیم نکاح کے بعد پیدا ہوئے۔ اگرچہ حرام
 ہونے کی وجہ سے ان میں کچھ فساد آگیا ہے۔ یہ بچہ اپنے باپ کی
 طرف منسوب ہوگا۔ جو صحیح نکاح سے پیدا ہوا۔ اقد مذہب میں سے
 ہر مذہب کے مطابق یہ نکاح درست قرار پائے گا۔ اور زنا کی
 تعریف سے خارج ہوگا۔ لیکن اس طرح دونوں میاں بیوی بننے والوں
 کو جدائی کی سزا دی جائے گی۔

دُنیا میں کوئی عورت حرام نہیں ہے

اس روایت میں تو اہل تشیع نے عیاشی، بدکاری اور خواہشات نفسانیہ
 کی تکمیل کی حد کر دی۔ اس روایت کے پڑھنے سے پہلے ہی خیال آتا تھا۔ کہ
 ان لوگوں نے متعہ معروفہ کی صورت میں اپنی شہوت کی آگ بجھانے کی کوشش کی
 ہے۔ اور اس بارے میں یہ خیال بھی آتا تھا۔ کہ عین ممکن ہے۔ کہ ایک عورت سے
 کسی نے متعہ کیا۔ اور شومی قسمت کہ اس کا حمل ٹھہر گیا۔ اور اتفاق سے اس نے
 لڑکی جنی۔ پندرہ بیس سال کے بعد چلتے چلتے پھر اسٹیٹو کی کے والد گرامی کو ثواب

لڑنے کی ٹھانی ہو۔ اور وہ بنتی ہونے کی کوشش میں اس لڑکی سے متعہ کرے۔ تو ایسے احتمالات کی موجودگی کا سوچ کر انسانی رد نگئیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ لیکن یہ تو صورت متعہ میں احتمال تھا۔ روایت مذکورہ کو پڑھ کر تو پاؤں سے زمین سرکنے لگی۔ وہاں اپنی لڑکی کے ساتھ وطی کا احتمال تھا۔ اور یہاں تو ماں، بیٹی اور بہن وغیرہ محرمات سے نکاح کو درست قرار دے دیا۔ جب اپنی ان رشتہ کی حقیقی عورتوں سے نکاح کے جواز کا فتویٰ دیا جا رہا ہے۔ تو متعہ سے پیدا ہونے والی لڑکی بہر حال سگی لڑکی سے رشتہ کے اعتبار سے کہیں کم ہے۔ اس سے وطی بطریقہ اولیٰ جائز ہوگی۔ پھر نپلے پھلا یہ کہ اس طرح ماں، بیٹی اور بہن کے ساتھ وطی کے بعد اگر استقرار حاصل ہو گیا۔ اور بعد میں بچہ بچتی آدھمکا۔ تو اسے حرامی نہیں کہا جائے گا۔ اور جو اس نومولود کو حرامی کہے گا اس پر صد جاری ہوگی۔ اُسے کوڑے مارے جائیں گے۔ جس کا کھلم کھلا یہ مطلب ہوا کہ شیعہ حضرات کے نزدیک دنیا میں کوئی عورت حرام نہیں۔ ماں، بہن، بیٹی وغیرہ محرمات تک کو بھی نکاح میں دیا جاسکتا ہے۔ ایک چھوڑ دو چار محرمات بیک وقت ہو سکتی ہیں۔ ہزاروں عورتوں سے، ایک وقت عقد متعہ کر کے جشن بہاراں منایا جاسکتا ہے۔ اور اگر فرج فارغ نہ ہو تو دُبر سے قوم لوط کی سنت زندہ کرنی جائز ہے۔ کچھ نہ ملے۔ تو اپنے ہاتھ سے شہوانی لذت کا موقعہ حاصل کرنا بھی کوئی معیوب نہیں۔

ذِينَ لِلنَّاسِ مِثْلُ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ الْغ

شہر مگاہ کے ذکر سے لطف اندوزی

فروع کافی

رَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الدَّائِقِيِّ قَالَ دَخَلْتُ
حَمَامًا بِالْمَدِينَةِ فَإِذَا شَيْخٌ كَبِيرٌ وَهُوَ
قِيمُ الْحَمَامِ فَقُلْتُ لَهُ يَا شَيْخُ لِمَنْ هَذَا الْحَمَامُ؟
فَقَالَ لِأَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ
فَقُلْتُ كَانَ يَدْخُلُهُ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ كَيْفَ كَانَ
يَصْنَعُ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ فَيَبْدَأُ فَيَطْلُبُ عَائِنَتَهُ
وَمَا يَلِيهَا ثُمَّ يَلْتُمُ إِزَارَهُ عَلَى طَرَفِ إِحْلِيلِهِ
وَيَدْعُونِي فَأُطِلُّ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَبْنَؤُ
مِنَ الْأَيَّامِ الَّذِي تَكْرَهُ أَنْ أَرَاهُ قَدَرَأَيْتَهُ
قَالَ كَلَّا إِنَّ التَّوْرَةَ سَتَّرَهُ ۝

(اس فروع کافی جلد ششم ص ۴۹۷ کتاب الزمی

والتمحل مطبوعہ تہران طبع جدید)

۲) - من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۳۴

فی آداب الحمام مطبوعہ کتب طبع قدیم -

طبع جدید جلد اول ص ۲۹ مطبوعہ تہران غسل جمعہ)

ترجمہ:

عبید اللہ اللہ البقی سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ درمیچہ ایک حمام میں داخل ہوا۔ اچانک اس حمام کا نگران میرے سامنے آیا۔ میں نے پوچھا۔ اے شیخ! یہ حمام کس کا ہے؟ کہنے لگا۔ کبرہ حمام امام باقر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ کیا وہ خود اس حمام میں تشریف لاتے ہیں؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ میں نے پوچھا۔ وہ یہاں کیا کرتے ہیں؟ کہنے لگا؟ وہ یہاں آکر پہلے اپنے آلود تناسل اور اس کے ارد گرد زین ناف بالوں کو صاف کرنے کے لیے (چونا لگاتے ہیں۔ پھر کپڑے کی ایک پٹی آلود تناسل پر لپیٹ کر مجھے بلاتے ہیں۔ میں بقیہ تمام بدن پر لپیٹ کرتا ہوں۔ میں نے ایک دن امام سے پوچھا۔ کہ جس چیز آلود تناسل اور غلیظ شرمگاہ کو آپ خود دیکھنا چھانہیں سمجھتے۔ میں اُسے حالت لیب میں دیکھ لیتا ہوں۔ فرمایا۔ چونا لگا ہوا ہونا اس کے پردہ کے لیے کافی ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ

وَمَنْ أَطْلَحَ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَلْقَى السَّتْرَ عَنَّا
لِأَنَّ السُّورَةَ سَتْرٌ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۶۵ فی غسل الجنۃ
وآداب الصائم مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جس نے اپنی شرمگاہ پر چونا لگایا۔ تو اسے پردہ کا کپڑا اتار

اس خبر میں امام کے لیے اس بات کی اجازت ہے۔ کہ وہ حمام میں اپنے ساتھ بیٹے کو بھی لے جا سکتا ہے۔ اور (باوجود نا جائز ہونے کے صرف امام کے لیے) یا اس لیے جائز ہے۔ کیونکہ امام عمر کے ہر حصہ میں معصوم ہوتا ہے۔ چاہے بچپن ہو یا بڑھاپا۔ لہذا معصوم سے یہ توقع نہیں ہو سکتی۔ کہ اس کی نظر کسی شخص کی شرمگاہ کی طرف حمام یا دوسری جگہ میں پڑے۔

فروع کافی

عَنْ بَعْضِ مَنْ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
كَانَ يَقُولُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
فَلَا يَدْخُلُ الْحَمَّامَ إِلَّا بِمِيزَرٍ قَالَ فَتَدْخُلُ
ذَاتَ يَوْمٍ الْحَمَّامَ فَتَنْتَوِرُ فَلَمَّا أَنْ أَطْبَقَتِ
السُّورَةَ عَلَى بَدَنِهِ أَلْقَى الْمِيزَرَ فَقَالَ لَهُ
مَوْلَى لَهُ يَا بَنِيَّ أَنْتَ وَالْأُمَّهُ إِنَّكَ لَتُوصِيئَنَا
بِالْمِيزَرِ وَلِزُومِهِ وَتَدُ أَلْقَيْتَهُ عَنْ
نَفْسِكَ فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ السُّورَةَ قَدْ
أَطْبَقَتِ الْعُورَةَ -

افروع کافی جلد ششم ص ۵۰۲ تا ۵۰۳

کتاب الزی والتجمل

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ: امام باقر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس کا اللہ اور قیامت پر

ایمان ہو۔ اسے تہبند باندھے بغیر حمام میں داخل ہونا منع ہے۔ ہادی کہتا ہے۔ کہ ایک دن امام باقر رضی اللہ عنہ حمام میں داخل ہوئے۔ آپ نے (زیر ناف بالوں کو صاف کرنے کے لیے) اچھونا لگایا جب چونے کا اچھی طرح لپٹ کر لیا۔ تو آپ نے تہبند اتار پھینکا۔ یہ دیکھ کر آپ کے ایک غلام نے عرض کیا۔ حضور! آپ پر میرے ماں باپ قزوان! آپ خود ہی ہمیں حمام میں تہبند باندھے بغیر آنے سے منع فرماتے ہیں۔ اور آپ نے اب خود ہی اسے اتار پھینکا ہے۔ فرمایا۔ کیا تو اس بات کو نہیں جانتا۔ کہ چونے نے شرمگاہ کو ڈھانپ لیا ہے۔ (تہبند سے بھی مقصد برده کرنا تھا۔ اور یہ مقصد چونے کے لیے حاصل ہو گیا ہے۔ لہذا اگر چادر اتار دی ہے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اور میرا ارشاد اور میرا عمل باہم مختلف نہیں ہیں۔)

روایات مذکورہ سے ناظرین کرام کو یہ معلوم ہو چکا ہوگا۔ کہ شیعہ حضرات شرمگاہ کے ذکر اور اس کے دیدار سے کس قدر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ آلات تناسل کی زیارت ان کا من پسند فعل ہے۔ اور اس فعل کے جواز کے لیے ائمہ کرام کی طرف من گھڑت روایات منسوب کرنا ان کا پسندیدہ مشغولہ ہے۔ حقیقت میں ان کی اپنی خواہشات نفسانی انہیں یہ لڑکھاتی ہیں۔ کہ ایسا لطف جائز ہونا چاہیے۔ اور علامت سے بچنے کی خاطر اس قسم کی روایات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دی جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لیے ناس سے لے کر گھٹنوں تک کا پردہ کرنا فرض قرار دیا ہے۔ لیکن شیعہ حضرات نے خاص کر شرمگاہ کی زیارت حاصل کرنے کے لیے صرف اس پر لپٹ لیا ہوا اچھونا ہی پردہ کے قائم مقام کر دیا۔ اور پھر غشوب یہ کرتے ہیں کہ اس غیر شرعی فعل اور ناجائز عمل کے لیے ائمہ اہل بیت

کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں۔ کہ ان پاکیزہ اور شرم و حیا کے پیکروں نے اپنی شرمگاہوں پر چوٹا لگا کر تہ بند و منبرہ کے پردہ کو اتار پھینکا۔ اور شیعوں کو زیارت کا موقعہ بخشا۔

معاذ اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی امام اہل بیت اپنے جدا مجد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور احکامات کو ایسے پشت ڈالے اور ان کے خلاف نئے من گھڑت مسائل پر عمل کرے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دارِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف انتقال ہوا۔ تو حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو غسل دینے کے لیے آپ کے جسم اطہر سے کپڑے اتارنے کا ارادہ فرمایا۔ تو فوراً انہیں منگھٹھا اگٹی۔ اور اونگھ کے عالم میں انہیں غیبی آواز سنائی دی۔ کہ خبردار! میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جسم اقدس سے کپڑے اتارنے کی کوئی کوشش نہ کرنا۔ اور نہ ہی انہیں اتارنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ کپڑوں سمیت ہی آپ کو غسل دیا جائے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے شرم و حیا کا یہ عالم کہ زندگی میں ان کی ازواج مطہرات آپ کی جائے ستر کو نہ دیکھ سکیں۔ اور بعد از انتقال اللہ تعالیٰ نے اس پردہ کو قائم رکھنے کا اہتمام فرما دیا۔ تو اسے دیکھ کر یہ کہنا کیونکر ممکن ہوگا کہ آپ کی نسل پاک میں سے وہ حضرات جو منصبِ امامت اور مقامِ رشد و ہدایت سے سرفراز ہوں۔ وہ اس قسم کی گھٹیا حرکات کریں۔ اور پھر اس کی من مانی توجیہات بھی کریں۔ لہذا یہ ماننا پڑے گا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت ان اہمیت سے پاک تھے۔ صرف ان کے دو مدعیانِ محبت،، کی یہ کرشمہ سازیاں ہیں کہ محبت اہل بیت کی آڑ میں ہر مکروہ اور شرم و حیا سے عاری کام ان کے ہاں کارِ ثواب

بن گیا۔ اور اس کے جواز و صلاح ہونے کے لیے ان برگزیدہ ہستیوں کو مرثیہ کر کے اپنی خباثت کا راستہ ہموار کر لیا۔

شیعہ مذہب میں رہنمائی کی آزادی

فروع کافی

عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْمَاضِي عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْعَوْرَةُ
عَوْرَتَانِ الْقَبْلُ وَالذُّبُرُ فَأَمَّا الذُّبُرُ
مَسْتَوْرٌ بِالْإِلْتِيَانِ فَإِذَا اسْتَرَّتْ الْقَضِيبَ وَ
وَالْبَيْضَتَيْنِ فَقَدْ سَتَرَّتْ الْعَوْرَةَ - وَقَالَ
فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى وَأَمَّا الذُّبُرُ فَقَدْ سَتَرَتْهُ
الْإِلْتِيَانِ وَأَمَّا الْقَبْلُ فَاسْتُرَّهُ بِبَيْدِكَ -

دفعہ کافی جلد ششم ص ۱۰۱ کتاب لای
والتحمل مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شرمگاہیں دو ہیں۔ پیشاب
والی جگہ اور پاخانہ کرنے والی جگہ ان میں دوسری شرمگاہ کو تو دونوں
چوڑ چھپا لیتے ہیں۔ توجیب آرتناسل اور دونوں خیسے تو نے کسی
طرح چھپا لیے۔ تو تو نے پردہ کر لیا۔ ایک اور روایت میں فرمایا۔
پاخانہ کرنے کی جگہ کو تو دونوں چوڑ چھپا لیتے ہیں۔ رہا پیشاب الی
جگہ (آرتناسل) کا معاملہ تو اسے اوپر ہاتھ رکھ کر چھپا لے۔ (پردہ

ہو جائے گا۔)

شیدہ حضرات کی وہ کتاب جو ان کے امام غائب کے مصدقہ ہے۔ اس کی اس روایت صحیحہ سے واضح ہوا۔ کہ ان کے ہاں پردہ کا وجود بالکل نہیں۔ کیونکہ آپ نے روایت مذکورہ میں دیکھا کہ جب ڈبرچو تڑوں میں گھرے ہونے کے باعث پردہ میں ہے اور ذکر کے اوپر ہاتھ رکھ کر پردہ قائم ہو گیا۔ تو انہی دو جگہوں کا پردہ ضروری تھا۔ وہ ہو گیا۔ ڈبر کا تو خود بخود پردہ چوتڑوں نے کر دیا۔ اور ذکر کا اپنے ہاتھ سے کر لیا۔ اس کے بعد جسم پر کسی کپڑے کی پردہ کرنے کے لیے ضرورت نہیں۔ ایک ہاتھ ذکر پر رکھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں ”فروع کافی“ کو لیا۔ اور خرید و فروخت کے لیے گلیوں بازاروں میں گشت کی اور تبلیغ و تقریر کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر گئے۔ رہیں، بس، ہوائی جہاز اور ٹیکسی رکشہ پر ادھر ادھر آئے گئے۔ بارات میں شرکت کی۔ نمازیں پڑھیں۔ اور اگر کسی نے اس بڑھئی پر اعتراض کیا۔ تو ”فروع کافی“ کا حوالہ دے دیا۔ تو آپ خود ہی اندازہ فرمائیں۔ کہ ایسے کامل اور مکمل پردہ کے ساتھ سیر و سیاحت کس شان کی ہو گی۔

۵

اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی۔

فروع کافی

عَنْ آجِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ النَّظَرُ إِلَى عَوْرَةٍ مِنْ كَيْسٍ
بِمُسْلِمٍ مِثْلُ نَظَرِكَ إِلَى عَوْرَةٍ

الْحِمَارِ

- (۱- فروع کافی جلد ششم ص ۱۰۵ کتاب الازی
والتحمل مطبوعہ تہران طبع جدید)
- (۲- من لایخضرہ الفقہیہ ص ۳۳ فی غسل یوم الجمعہ
مطبوعہ مکتبہ طبع قدیم)
- (۳- من لایخضرہ الفقہیہ جلد اول ص ۲۳ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا بغیر مسلم
(مردوزن) کی شرمگاہ کو دیکھنا ایسا ہی (جاننا ہے۔ جیسا کہ گدھے کی
شرمگاہ کو دیکھنا۔

گدھے یا دیگر حیوانات کی شرمگاہیں اور غیر مسلم مرد اور عورت کی شرمگاہیں کیا
مناسبت رکھتی ہیں پردہ کے احکامات انسانوں کے لیے ہیں۔ اگر وہ مسلمان ہیں
اور باپردہ رہنا ہر آدمی کے حیا و شرم کا آئینہ دار ہے۔ جو مسلم اور غیر مسلم دونوں میں
بلا امتیاز مذہب جاری و ساری ہے۔ مقام انسانیت اور درجہ حیوانیت میں
کس قدر بعد ہے۔ لیکن ان لوگوں کی لطف اندوزیوں نے غیر مسلم مرد و عورت کو
اس قدر بے حیا اور شرم سے عاری سمجھا۔ کہ وہ بھی اسی طرح ہیں۔ جس طرح حیوان
پھر اس پر بس نہیں۔ بلکہ ان کی شرمگاہوں کو دیکھنے والے بھی قابلِ ملامت نہیں
ٹھیک ہے۔ کہ غیر مسلم پردہ کے احکامات شرعیہ کے پابند نہ ہی۔ لیکن اپنے مذہب کی
اخلاقی قدروں سے تو با معنی نہیں۔ چلو یہ بھی مان لیا۔ کہ وہ اخلاقی طور پر انتہائی گراؤ
میں پڑ گئے۔ لیکن یہ کہاں کی شریعت ہے۔ کہ ایک مسلمان مرد یا عورت بھی اپنی

اسلامی اقدار اور احکامات شرعیہ کو پس پشت ڈال کر غیر مسلموں کی شرمگاہوں کو دیکھتا پھرے؟
حقیقت یہ ہے کہ شیعہ لوگوں کے نزدیک ہر وہ چیز جس سے ان کی خواہش
نفس اور ہوس پوری ہوتی ہو۔ وہ جائز اور حلال ہے۔ وہ اگر محرمات شرعیہ میں سے
بھی ہو۔ تو اسے بھی کبھی امام کی طرف نسبت کر کے حلال و جائز کر لینا ان کے بائیں ہاتھ
کا کھیل ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

تشیعہ مذہب میں عورت کی شہرگاہ

دیکھنا اور اس کو بوسہ دینا جائز ہے

فروع کافی

عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ
عَلَيْهِ السَّلَامَ عَنْ الرَّجُلِ يُقَبِّلُ قَبْلَ الْمَرْأَةِ
قَالَ لَا بَأْسَ -

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۹۷ کتاب النکاح
باب نواذر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن جعفر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر مرد عورت کی
شہرگاہ کو چومتا ہے۔ تو اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا
کوئی حرج نہیں۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي حَمْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامَ أَيَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى فَرْجِ

إِمْرَأَتِهِ وَهُوَ يُجَامِعُهَا فَقَالَ لَا بَأْسَ -

(فروع جلد پنجم ص ۴۹۷ کتاب النکاح ،

باب نواذر مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ :

ابنی حمزہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا آدمی
جماع کے وقت اپنی بیوی کی شہرہ نگاہ دیکھ سکتا ہے؟ فرمایا۔ کوئی
حرج نہیں۔

صرف دو روایات کے ذکر میں ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ انہیں پڑھ کر ہر
صاحب انصاف یہ کہنے پر مجبور ہو گا کہ یہ سب روایات پھر اور وہی تباہی تباہی ہیں
ہیں۔ اور اس قسم کی خرافات کا ائمہ اہل بیت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ شیعہ لوگوں نے
محض اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل اور محض مزہ لینے کی خاطر ان بکواسات کو حضرات
ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ درندان عظیم شخصیات سے اس قسم کی گلیا
اور تہذیب سے گری ہوئی باتیں محال نہ سہی لیکن ناممکن ضرور ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

پر لطف مشغلہ

حلیۃ المتقین

از حضرت امام موسیٰ پر سیدند۔۔۔۔۔ اگر کسی فرج زن را بوسد چوں است
فرمود باکی نیست۔ و از حضرت صادق پر سیدند کہ اگر کسی زن خود را بوسد
کند و باو نظر کند چوں است؟ فرمود کہ مگر لذتی از ایں بہتر می باشد۔ و بوسد
سیدند کہ اگر بدست و انگشت با فرج زن و کینیز خود بازی کند چوں است؟
فرمود باکی نیست۔

حلیۃ المتقین ص ۴۱ در آداب زنا
مطبوعہ تہران طبع قدیم

ترجمہ :

جناب امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا۔ اگر کوئی شخص
اپنی بیوی کی شرمگاہ چوم لیتا ہے۔ تو یہ فعل کیسا ہے؟ فرمایا۔ کوئی
خطرہ (گناہ) نہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے
پوچھا۔ کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تنگ کر دے۔ اور پھر اس کی (شرمگاہ وغیرہ
کی) طرف دیکھے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا شاید اس سے بہتر ہی کوئی
لذت ہو۔ (یعنی یہ بہترین لذت والا فعل ہے) اور پوچھا۔ کہ اگر کوئی شخص
اپنے ہاتھ اور انگلیوں سے اپنی بیوی اور اپنی ٹونڈی سے کھیلتا ہے

تو یہ فعل کیسا ہے؟ فرمایا کہ اس میں کوئی خطرہ کی بات نہیں۔

ناظرین کرام! نیک بندوں کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا اور انہیں چومنا تو خلتاً تو
مشکل چلا آرہا ہے۔ بعض اسے ناجائز اور اکثر اس کی اباحت کے قائل ہیں۔ مگر مذکورہ
بالاحوالہ کو دیکھئے۔ کہ شیعہ حضرات نے عملی طور پر یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ ہاتھ پاؤں چومنا
تو زہے قسمت! ہمارے لیے تو عورت کی شرمگاہ بھی چومنے کی چیز ہے۔ اور
اُسے بوسہ گاہ سمجھتے ہیں۔

دراصل کسی چیز کو چومنا اس سے عقیدت و محبت کے اظہار کا ایک طریقہ ہے
چونکہ ہم اہل سنت و جماعت کو اللہ کے نیک بندوں سے عقیدت و محبت اور
دلی الفت ہوتی ہے۔ لہذا اس کا اظہار ہم دست بوسی سے کرتے ہیں۔ اور یہ
ایک ایمانی فعل ہے۔ لیکن شیعہ حضرات کو دیکھئے۔ کہ ان کا نام نہاد و مجانبِ اہلیت
کو کس چیز سے محبت اور عقیدت ہے۔ ان کے لیے عورت کی شرمگاہ
مرکز عقیدت اور منبع محبت ہے۔ لہذا اُسے چوم کر اپنی عقیدت کا اظہار کر دیا۔
اب آپ ہی سوچیں۔ کہ ان کا یہ فعل ایمان کی نشانی ہے۔ یا اللہ اور اس کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بغاوت کی علامت؟ چونکہ ان لوگوں میں بے حیائی
اور فسق و فجور ایک فطرت ثانی بن چکے ہیں۔ اس لیے آپ دیکھیں گے۔ کہ کبھی تو
عورت کو ننگا کر کے ایک مرغوب چیز کی زیارت کے درپے ہوتے ہیں۔ اور
گاہے اس میں انگلیاں پھیر کر حیوانات کو شرمائے جا رہے ہیں۔ اور بعض دفعہ فرط
محبت و عقیدت میں اس کے بوسے لے کر شقاوتِ قلبی کو تسکین کا سامان ہم پہنچا ہے
ہیں۔

ع

بے حیاباش ہرچہ خواہی کن

فصل ششم

شیعہ کتب سے متعہ کی فضیلتیں اور برکتیں

گزشتہ اوراق میں آپ متعہ کی تعریف اور پھر اس کے جائز و حلال ہونے کے شیعہ دلائل پڑھ چکے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان بے معنی اور غلط دلائل کے جوابات بھی ہم نے گوش گزار دیئے۔ اگے چل کر حرمت متعہ پر قرآن و اقوال ائمہ اہل بیت سے شواہد و دلائل بھی پیش کیے۔ چونکہ متعہ کی حلت و جواز کے حضرت قائل ہیں۔ اس لیے ضروری ہے۔ کہ اس جائز کام کی ان کے ہاں فضیلت اور برکت بھی ہوگی۔ لہذا ہم خود ان کی کتب سے چند ایسے حوالہ جات پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ جن میں حضرات ائمہ اہل بیت کا نام لے کر اس (متعہ) فعل مذموم کے ان لوگوں نے فضائل اور برکات بیان کیے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

متعہ کرنے والے کی مغفرت ہو چکی ہے۔

روایت اول:

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ السُّنِّيَّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعْنَا أَسْرِي بِهِ إِلَى السَّمَاءِ
 قَالَ لِحَقِيْبِي جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ
 إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ
 لِلْمُتَعَمِّتِيْنَ مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ النَّسَاءِ-

(من لایحضره الفقیہہ جلد سوم ص ۲۹۵)

فی المتعہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں
 کی سیر کرائی گئی۔ تو آپ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے جبرئیل امین ملے۔ اور کہنے لگے
 بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے ان مردوں کی مغفرت فرما
 دی۔ جو عورتوں سے متعہ کرتے ہیں۔

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ شیعہ حضرات کے عقائد کے مطابق "متعہ"،
 اس قدر اللہ کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہے۔ کہ اس پر عمل پیرا ہونے والا یقیناً جنتی
 ہونے کے لیے کافی ہے۔ کسی دوسرے فرض، واجب وغیرہ افعال خیر کی
 کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب متعہ کرنے والے کی مغفرت متعہ سے ہو گئی۔
 تو پانچوں گھی میں۔ (استغفر اللہ)

روایت دوم:

وَرُوِيَ أَنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَكْمُلُ حَتَّى يَتَمَتَّعَ-

(من لایحضره الفقیہہ جلد سوم ص ۲۹۷)

فی المتعہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

روایت کی گئی ہے۔ کہ متعہ کیے بغیر کوئی آدمی کامل مومن نہیں بن سکتا۔

اس روایت سے بالکل واضح معلوم ہوا۔ کہ شیعہ حضرات کے نزدیک متعہ تکمیل ایمان کی شرط ہے۔ اگر یہ نہ ہو۔ تو ایمان ناقص ہو گا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ شیعہ حضرات اس شرط ایمان کی دولت سے تہید دست ہیں۔ وہ ناقص الایمان ہیں یا بھی سے انہیں ایمان کی تکمیل کی فکر کرنی چاہیے۔ کہیں نامکمل ایمان کے ساتھ سپرد خاک نہ ہو جائیں۔

روایت سوم:

وَ فِي الْفِقْهِ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ
لَمْ يُؤْمِنْ بِكَرَّتِنَا وَ يَسْتَحِيلُ مُتَعَتَنَا أَقْوَلُ
الْكُرَّةِ الرَّجْعَةُ وَ هِيَ إِشَارَةٌ إِلَى مَا ثَبَتَ عَنْهُمْ
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنْ رُجُوعِهِمْ إِلَى الدُّنْيَا مَعَ
جَمَاعَتِهِمْ مِنْ شَيْعَتِهِمْ فِي زَمَنِ الْقَائِمِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ لِيَنْصُرُوهُ۔

(۱) - تفسیر صافی جلد اول ص ۳۴۷ سورۃ النساء

مطبوعہ تہران طبع جدید۔

(۲) - من لایحضرہ الفقیہ جلد سوم،

ص ۲۹۱ باب المتعہ۔ طبع جدید

تہران۔

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو ہماری ”دو کرت“ پر ایمان نہ لایا۔ اور جس نے ہمارے متعہ کو حلال نہ جانا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

”دو کرت“ کی تفسیر صاحب تفسیر صافی نے یوں کی۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ”دو کرت“ سے مراد رجعت ہے۔ جس کا معنی لوٹنا ہے۔ اور یہ اس عقیدے کی طرف اشارہ ہے۔ جو ہمارے ائمہ اہل بیت سے ثابت ہے۔ کہ وہ دنیا میں امام قائم کی نصرت اور معاونت کے لیے اپنے شیعوں کے ساتھ دو بارہ تشریف لائیں گے۔

آیت ”فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ“ الخ کے تحت تفسیر منہج الصافی

میں مذکورہ فضائل متعہ کی روایات

روایت چہارم:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ
مَرَّةً وَوَاحِدَةً عَتِيقٌ ثُلُثَةٌ مِنَ النَّارِ وَمَنْ
تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ عَتِيقٌ ثُلُثَاةٌ مِنَ النَّارِ وَمَنْ
تَمَتَّعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عَتِيقٌ كُلُّهُ مِنَ النَّارِ۔

(جلد دوم۔ ص ۲۸۰)

ترجمہ:

(بقول شیعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا تہائی دوزخ کی آگ سے آزاد ہو گیا۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا۔ اور اس کا دو تہائی آگ سے آزاد ہو گیا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا اس کا دوزخ سے بالکل چھٹکارا ہو گیا۔

روایت پنجم:

قَالَ النَّبِيُّ (ص) مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً آمِنَ مِنْ سَخَطِ الْجَبَّارِ
وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ حُشِرَ مَعَ الْإِبْرَارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ زَا حَمَيْتِي فِي الْجَنَّةِ -

(جلد دوم ص ۳۸۰)

ترجمہ:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مرتبہ متعہ کرنے والا اللہ کے غضب سے بچا۔ دو مرتبہ متعہ کرنے والا کل قیامت کو نیک لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا۔ وہ جنت میں مجھ سے ملاقات کرے گا۔

روایت ششم:

أَيْضًا قَالَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ
الْحُسَيْنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ
الْحَسَنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ

عَلَيْهِ وَمَنْ تَمَتَّعَ اَرْبَعَةَ مَرَّاتٍ دَرَجَتَهُ كَدَرَجَاتِيْ-

(جلد دوم ص ۲۸۱)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا۔ جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا درجہ حسین کے درجہ کی مانند ہے۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا درجہ امام حسن اور عین مرتبہ متعہ کرنے والے کا درجہ حضرت علی کے درجہ کے برابر اور چار مرتبہ متعہ کرے۔ اس کا درجہ میرے (خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) درجہ جیسا ہے۔ (معاذ اللہ)

روایت سقیم:

اَيْضًا قَالَ مَنْ خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَعَرِيْتَمَتَّعَ جَاءَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ اَجْدَعُ-

(جلد دوم ص ۲۸۱)

ترجمہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ جو شخص دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور وہ زندگی بھر ایک مرتبہ بھی متعہ نہ کر سکا تو بروز قیامت وہ اس حال میں اُٹھے گا۔ کہ اس کی ناک بھی کٹی ہوگی۔ اور کان بھی۔

روایت شتم:

فرمود بدرستیکہ برادر م جبرئیل نزد من آمد و تحفہ از نزد پروردگار من آورد
و اں تمتع زنان مومنہ است و پیش از من این تحفہ را پہنچ پنجمیری از زانی ملائشہ

من شہارباک امر میکنیم و ای سنت من است در زمان من و بعد از من ہر کہ آن را قبول کند و با آن عمل کند و ای جائے آن کند از من باشد و من آزادی راضی و ہر کہ مخالفت من کند با آن چہاں امر کردہ ام بخدائے مخالفت کردہ بدانید ای مرد مال کی از اہل این مجلس کسی کہ تکذیب آن کند بجهت بغض او بن پس من گواہی میدہم کہ او از اہل دوزخ ہست۔ پس لعنت خدا بر آن کیسے باد کہ مخالفت من کند در ایں ہر کہ انکاراں کند انکار نبوت من کردہ و ہر کہ مخالفت آن کند مخالفت من کردہ و ہر کہ مخالفت من کردہ مخالفت خدا کردہ و ہر کہ مخالفت خدا کردہ از اہل دوزخ باشد۔ و بدانید کہ متعہ امر لیت کہ حق تعالی مراباں مخصوص ساختہ بجهت شرف من بر غیر از انبیا و سابق۔

(ص ۲۸۱)

ترجمہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مرتبہ جبریل امین میرے پاس اللہ کی طرف سے ایک تحفے لے کر آئے۔ وہ تحفہ مومن عورت کے ساتھ متعہ کرنے کا تھا۔ مجھ سے قبل کسی پیغمبر کو یہ تحفہ نہ عطا ہوا۔ میں تمہیں اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتا ہوں۔ اور یہ میری سنت ہے میری موجودگی میں اور میرے بعد جو بھی اس کو قبول کرے گا۔ اور اس پر عمل کرے گا۔ وہ مجھ سے ہوگا۔ اور میں اس سے بھی اس کی مخالفت کی۔ وہ اور بوجہ مجھ سے بغض کے اس کی تکذیب کی۔ تو اس کے بارے میں میں دوزخی ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ لہذا اس پر اللہ کی لعنت جس نے میری مخالفت کی۔ جس نے اس کا انکار کیا۔ اس نے میری نبوت کا انکار کیا۔ اور جس نے متعہ کی مخالفت کی۔ اس نے میری

مخافت کی۔ اور میرے مخالفت کرنے والے نے دراصل اللہ کی مخالفت کی۔ اور اللہ سے مخالفت کرنے والا ہر شخص دوزخی ہوگا۔ اور خوب جان لو کہ متعہ ایک ایسا حکم ہے۔ جو صرف اور صرف مجھے عطا ہوا کیونکہ دیگر انبیاء کرام پر مجھے شرف حاصل ہے۔ (اس بنا پر ایک قابلِ فخر کام (متعہ) بھی مجھے ہی ملنا چاہیے تھا۔)

متعہ میں ہر بوسے پر حج و عمرہ کا ثواب اور ہر حرکت پر پہاڑوں جتنا ثواب

روایت ۹:

ہر کہ یک بار در زنت عمر متعہ کند از اہل بہشت باشد۔ و مہر گاہ کہ متعہ و متعہ باہم
 بنشینند فرشتہ برایشان نازل گردد و حراست ایشان کنند تا آنکہ از آن مجلس
 برخیزند و اگر باہم سخن کنند سخن ایشان ذکر و تسبیح باشد و چوں دست یکدیگر را
 بدست گیرند ہر گناہیکہ کردہ باشند از آن گناہان ایشان ساقط گردد و چوں
 یکدیگر را بوسہ نہند حق تعالی ہر بوسہ مجھے و عمرہ برائے ایشان بنویسد و چوں
 قنوت کنند بہر لذت و شہوت حسنا تے بنویسد مانند کوبائے برافراشتہ
 (جلد دوم صفحہ نمبر ۲۸۱)

ترجمہ: فرمایا جس نے عمر میں مرتعہ ایک مرتبہ متعہ کیا۔ وہ جنتی ہوگا۔ اور جس وقت متعہ کرنے والا مرد اور متعہ کرانے والی عورت باہم مل بیٹھتے ہیں۔ تو ان پر فرشتہ نازل ہوتا ہے۔ اور ان کی حفاظت مجلس کے برخاست ہونے تک کرتا رہتا ہے۔ اور اگر وہ دونوں باہم گفتگو کرتے ہیں۔ تو ان کی باتیں ذکر اور تسبیح شمار ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے ہیں۔ تو ان کے

تمام گناہ ان کی انگلیوں سے نکل جاتے ہیں۔ اور جب دونوں بوسہ بازی کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے ہر ایک بوسہ کے عوض ایک حج اور عموماً ثواب عطا کرتا ہے۔ پھر جب غلوت (وطی) کرتے ہیں۔ تو ہر لذت اور شہوت کے بدلہ میں پہاڑ جیسی بلند و بالا نیکی ان کے اعمال میں درج کی جاتی،
روایت سے عذا:

فرمود کہ جبرئیل مرا گفت یا رسول اللہ حق تعالیٰ میفرود مائید۔ کہ چون متمتع و متمتعہ بر خیزند و بغسل کردن مشغول شوند در حالیکہ عالم باشند کہ من پروردگار ایشانم و ای متعہ سنت من است بر پیغمبر من ملائکہ خود گوئیم کہ لے فرشتگان من نظر کنید بایں دو بندہ من کہ بر خاستہ اند و بغسل کردن مشغول اند و مید اند کہ من پروردگار ایشانم گواہ باشید بر آنکہ من آمرزیدم ایشان را و آب بریجھ مومے از بدن ایشان نگذرد مگر آنکہ حق تعالیٰ بہر مومے وہ حسنہ برائے ایشان بنزاید و وہ سیدہ محموندہ در جہر رفع نماید۔ پس امیر المؤمنین (ع) بزوات و گفت۔ اَنَا مُصَدِّقُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ (ص) چسیت جزائے کسی کہ
در ایں باب سہی کند فرمود کہ: اَجْرُهُمَا (ص ۲۸۱ تا ۲۸۲)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل نے مجھ سے کہا۔ کہ لے اللہ کے پیغمبر! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب متعہ کرنے والا مرد اور متعہ کرانے والی عورت (متعہ سے فارغ ہو کر) اٹھتے ہیں۔ اور نہانے میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ میں ان کا پروردگار ہوں۔ اور متعہ میرے پیغمبر پر میری سنت ہے۔ تو میں اپنے مقرب فرشتوں کو کہتا ہوں۔ اے فرشتو! میرے ان دو بندوں کی طرف دیجھو۔ کہ جو متعہ کر کے اٹھے ہیں۔ اور غسل کرنے میں مشغول ہیں۔ اور یہ سبھی یقین رکھتے ہیں۔ کہ میں ان کا

پروردگار ہوں۔ تم گواہ ہو جاؤ۔ کہ میں نے ان کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں اور ان کے جسم کے کسی بال سے جب پانی گزرتا ہے۔ تو میں اس ایک بال کے عوض دس نیکیاں عطا کرتا ہوں۔ دس برائیاں ختم کر دیتا ہوں۔ اور دس درجے بلند کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے۔ اور کہا۔ یا رسول اللہ! میں آپ کی (اس بات کی) تصدیق کرتا ہوں۔ لیکن ارشاد فرمائیے۔ کہ جس نے متوہ کے لیے جدوجہد کی اس کی جزا کیا ہے؟ فرمایا۔ اس کو ان دونوں کے مجموعہ کے برابر ثواب ہوگا۔

روایت ۱۱:

گفت یا رسول اللہ! اجر ایساں چہ چیز است فرمود چوں بغسل مشغول شمنند بہر قطر ڈر آپ کہ از بدن ایساں ساقط شود حق تعالیٰ فرشتہ میا فریند کہ تسبیح و تقدیس او سبمانہ کند و ثواب اُل برائے غافل ذخیرہ شود تا روز قیامت اے علی ہر کہ ایں سنت را سهل فرایگرد و احیائے اُن نکند از شیعہ من باشد و من از وی بری باشم۔ (جلد دوم ص ۲۸۲)

ترجمہ :- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! متوہ کرنے والے مرد اور عورت کا کیا ثواب ہے؟ فرمایا۔ جب متوہ سے فراغت پانے پر وہ غسل میں مشغول ہوتے ہیں۔ تو ان کے ایک ایک بال سے قطرہ گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ایک ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتا رہتا ہے۔ اور اس کا ثواب اس غسل کرنے والے کے لیے ذخیرہ ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ قیامت آجاتی ہے۔ اے علی! جس نے اس سنت کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اور اس پر عمل پیرا نہ ہوا۔ وہ میرا شیعہ نہیں ہے۔ اور میں اُس سے بیزار ہوں گا۔

روایت ۱۲:

رسول خدا (ص) روزے باصحا بپوشے بود از ہر جانب سخنی در پیوستہ از جملہ سخن متعہ در میاں آمد آنحضرت فرمود اے مردمان! بیچ میدانید کہ متعہ چاہے فضیلت و ثواب است۔ گفتند نہ یا رسول اللہ! فرمود جبرئیل انکوں بر من نازل شد و گفت لے محمد! حق سبحانہ ترا سلام میرساند و تہنیتہ و اکرام مینوازد و میفرماید کہ امت خود را بمتعہ کردن امر کن۔ کہ اں از سخن صالحان است۔ ہر کہ روز قیامت بمن رسد و متعہ نکرده باشد حسنات اور بقدر ثواب متعہ ناقص باشد اے محمد (ص)! در ہی کہ مؤمنی صرف متعہ کند نزد حق تعالی افضل از ہزار درہم است کہ در غیر اں انفاق نماید۔ اے محمد! در بہشت جمعے از حورالعین ہستند کہ حق تعالی ایشان را برائے اہل متعہ آفریدہ لے محمد! (ص) چوں مومنہ مومنہ راعقہ متعہ کند از جائے خود بر تخمینہ و تا آنکہ حق تعالی اور را بیامزد و اں مومنہ را نیز مغفور سازد و منادی از آسمان ندا کند کہ اے بندو مومن حق تعالی میفرماید کہ اے بندو مومن من متعہ کردہ ای بامید ثواب من ہر آئینہ امر و ترا مسرور سازم بچغیر سیئات تو و مضاعف حسنات تو و از صادق (ع) مرویست کہ متعہ از دین ما است و دین آباد ما۔ ہر کہ باں عمل کند بدین عمل کردہ باشد و ہر کہ انکار کند انکار دین با کردہ و بغیر از دین ما اعتقاد نمودہ بدستی کہ متعہ تو است در سلف و امان است از شرک۔ (ص ۷۸۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ رونق افروز تھے اور ادھر ادھر کی مختلف باتیں ہو رہی تھیں۔ چلتے چلتے متعہ بھی زیر بحث آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے۔ کہ متعہ کی فضیلت کیا ہے۔ اور اس کا ثواب کس قدر ہے؟ انہوں نے کہا۔ نہیں کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا۔ ابھی جبرئیل آیا۔ اور اللہ کا سلام و اکرام دے کر کہا

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اپنی امت کو متوکر نے کا حکم دیں۔ کیونکہ وہ صالحین کی سنت ہے۔ جو بروز قیامت میرے پاس آیا۔ اور اس نے متوکر نہ کیا ہو گا۔ تو اس کی نیکیوں میں متوکر کی نیکی نہ ہو گی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ایک درہم جو کوئی مومن متوکر نے میں خرچ کرے گا۔ کسی دوسری جگہ میں ہزار درہم کے خرچ کرنے سے افضل ہو گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے عقد متوکرے گا۔ اور پھر متوکر میں مشغول ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ متوکر سے فراغت سے قبل ہی اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ اور وہ مومن عورت جس سے متوکر کیا جا رہا ہے۔ وہ بھی بخش لی گئی۔

ایک آواز دینے والا آسمان سے آواز دے گا۔ کہ مومن آدمی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومن بندے! چونکہ تو نے ثواب کی غرض سے متوکر کیا ہے۔ لہذا میں آج تیرے تمام گناہ معاف کر کے تجھے خوش کرتا ہوں۔ اور تیری نیکیوں کو دگن کر کے تجھے ستر عطا کرتا ہوں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ متوکر ہمارے اور ہمارے آباؤ اجداد کے دین میں سے ایک اہم کام ہے۔ جس نے اس پر عمل کیا۔ اُس نے ہمارے دین پر عمل کیا۔ اور جس نے انکار کیا۔ اُس نے ہمارے دین کا انکار کیا۔ اور اس دین کا اقرار کیا جس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں یہ بات حق ہے۔ کہ متوکر اسلاف دگولے ہوئے نیک لوگ ہیں قریب العمل تھا۔ اور اس کی بجا آوری میں شرک سے امن مل جاتا ہے۔

متوکر سے پیدا شدہ بچہ دوسرے بچوں سے افضل ہے۔

روایت ۱۲:

دولت متوکر افضل است از دلزد و بیژد دائمہ و مشکراں مرتد و کافر است۔

(تفسیر منہج الصادقین ص ۴۸۲ جلد دوم۔ سورۃ النساء الخیر الخامس مطبوعہ تہران)

قرنِ جملہ:

متعہ کے ذریعہ پیدا ہونے والا بچہ بچی اس بچہ بچی سے کہیں بہتر ہے۔ جو دائمی نکاح کے ذریعہ کسی عورت کے ہاں پیدا ہو۔ اور اس (افضیلت کا) حکم مرتد اور کافر ہے۔

منہج الصادقین سے مذکورہ نوع در روایات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ تین مرتبہ متعہ کرنے والے پر دوزخ حرام ہے۔
- ۲۔ تین مرتبہ متعہ کرنے والا یقیناً جنتی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت میں ملاقات کرے گا۔
- ۳۔ ایک دفعہ متعہ کرنے سے مرتبہ حسینی، دو مرتبہ متعہ کرنے سے مرتبہ حسنی، تین دفعہ متعہ کرنے سے مرتبہ حیدری اور چار دفعہ متعہ کرنے سے مرتبہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ملتا ہے
- ۴۔ متعہ ذکر کرنے والے کو قیامت کے دن ناک، کان کٹے کی شکل میں پیش کیا جائے گا۔ یعنی اس کا منہ کیا جائے گا۔ جو کہ دین اسلام میں حرام ہے۔ لیکن شیعوں کو گلوں کے نزدیک یہ قیامت کو بھی واقع ہوگا۔
- ۵۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو متعہ ایک مخصوص تحفہ عطا فرمایا۔ جو آپ سے پیشتر کسی بھی پیغمبر کو عطا نہ ہوا۔ لہذا اس مخصوص تحفہ پر سات دن عمل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور پروردگار عالم کو راضی کرنا چاہیے۔ اور اس سے روگردانی کر کے دوزخ کے مستحق نہ بنیں۔

۷۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام سے زیادہ اشرف و اکرام ہیں۔ اس لیے آپ کو متعہ جیسا اشرف و اکرم تحفہ دیا گیا۔

۸۔ متعہ کرنے والے دونوں مرد اور عورت کے غسل کے وقت گرنے والے پانی کے ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا ہو کر ان کے لیے تاقیامت ذکر و تسبیح کرتا رہتا ہے جس کا ثواب ان دونوں کے نامہ اعمال میں درج کیا جائے گا۔

۹۔ متعہ کرتے وقت ایک بوسہ لینا۔ حج و عمرہ کے ثواب سے کم نہیں۔ اور متعہ میں مشغول ہونے والے سے ہر شہوانی حرکت پر ایک عظیم پہاڑ کے برابر نیکی و ثواب کا وعدہ ہے۔

۱۰۔ متعہ میں معاونت اور اس کے لیے راستہ سہوار کرنے والا متعہ کرنے والے دونوں کے ثواب کے برابر ثواب لوٹے گا۔

۱۱۔ متعہ کرنے والے کے نہانے سے ہر قطرہ پر ایک فرشتہ کے پیدا ہونے اور اس کی تسبیح کا انکار کرنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ماننے والوں و شیعوں سے خارج ہے۔

۱۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق متعہ دینِ ائمہ کا جز نہیں ہے۔ اور اس کی جزئیت کا منکر دین سے خارج ہے۔

۱۳۔ متعہ سے پیدا ہونے والی اولاد صحیح دائمی نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد سے کہیں بہتر ہے۔ اگر کوئی اس کا انکار کرے۔ تو وہ مرتد اور کافر ہے۔

۱۴۔ جو شخص متعہ نہ کرے وہ ہرگز شیعہ کہلانے کا حقدار نہیں۔

۱۵۔ متعہ کرنے سے سابقہ زندگی کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یعنی نماز چھوٹی ہے زکوٰۃ نہیں دی حج سے اعراض کیا ہے۔ جھوٹ اور غیبت کا ارتکاب کیا ہے اور دنیا جہان کا ہر گناہ دامنِ معصیت میں پسیٹ لیا ہے۔ تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ بس متعہ کر لو سب گناہ معاف، شامداسی لیے شیعہ فرقہ نماز

- دغیر میں سستی کا ارتکاب کرتا ہے۔ کہ انہیں متعہ ہی کافی ہے۔
- ۱۵۔ وہ ایک درہم جو متعہ والی عورت کو بطور "نیس" ادا کیا جاتا ہے۔ کسی اور جگہ ہزار درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ یعنی راہِ خدا میں ہزار درہم خرچ کرنے سے وہ ثواب نسلے گا۔ جو متعہ میں ایک درہم صرف کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔
- ۱۶۔ جنت میں کچھ حوریں ہیں جو اللہ نے صرف متعہ کرنے والوں کے لیے پیدا کی ہیں۔

متعہ کرنے والے کے تمام گناہ معاف اور غسل

کے ہر قطرے کے برابر درجات کی بندی حاصل ہوتی ہے

وسائل الشیعہ:

عَنْ صَالِحِ بْنِ عَقْبَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لِلشَّمْتِجِ ثَوَابِي مَا لَإِنْ
كَانَ يُرِيدُ بِذَلِكَ وَجْهَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَخِلَافًا
عَلَى مَنْ أَنْكَرَ مَا لَمْ يُكَلِّمَهَا كَلِمَةً إِلَّا كَتَبَ
اللَّهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً وَ لَمْ يَمُدَّ يَدَهُ إِلَيْهَا إِلَّا
كَتَبَ اللَّهُ لَهُ حَسَنَةً فَإِذَا دَنَى مِنْهَا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ
بِذَلِكَ ذَنْبًا فَإِذَا اغْتَسَلَ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ بِقَدْرِ مَا
مَرَّ مِنَ الْمَاءِ عَلَى شَعْرِهِ قُلْتُ بَعْدَ الشَّعْرِ
قَالَ بَعْدَ الشَّعْرِ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۳ صفحہ نمبر ۴۴۲)

کتاب النکاح باب استتباب النعہ

توجہ:

صالح بن عقبہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے میں نے متعہ کرنے والے کے ثواب کے بارے میں پوچھا۔ کہ کیا اُسے اس پر ثواب ہوگا؟ فرمایا۔ اگر وہ متعہ اس نیت سے کرتا ہے۔ کہ اس سے اللہ راضی ہو جائے۔ اور جو متعہ کے منکر ہیں۔ ان کی مخالفت ہو جائے۔ (تو اس کا بہت ثواب ہے تفصیل یہ ہے) عورت کے ساتھ جنسی باتیں کرے گا۔ اس کے ایک ایک کلمہ پر ایک ایک نیکی ملے گی۔ اور جب اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا۔ تو اُسے ہاتھ گننے سے پہلے ایک نیکی اسے عطا ہو جائے گی۔ پھر جب اس کے قریب جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ فراغت پر جب غسل کرے گا۔ تو پانی کے ہر اس قطرے کے موافق اس کی مغفرت ہوگی۔ جو اس کے بالوں پر سے گزرا۔ میں نے پوچھا۔ بالوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا۔ فرمانے لگے۔ ہاں۔ بالوں کی تعداد کے برابر۔

متعہ کرنے کے بعد غسل کرنے پر ہر قطرے سے ستر فرشتے پیدا ہوں گے۔ جو اس کے لیے ناقیامت مغفرت مانگیں گے

وسائل الشیعہ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ
تَمَتَّعَ شَعْرًا اغْتَسَلَ إِلَّا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ كُلِّ قَطْرَةٍ

تَنْظُرُ مِنْهُ سَبْعِينَ مِائًا يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ إِلَى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيَلْمِزُونَ مُتَجَنِّبِيهَا إِلَى أَنْ تُقَامَ
السَّاعَةُ.

(وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۴۴۴ کتاب النکاح - ۱)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو مرد
متعہ کرتا ہے۔ پھر غسل کرتا ہے۔ تو اس کے غسل کے پانی کے ہر ایک قطرہ پر
اللہ تعالیٰ ستر فرشتے پیدا فرماتا ہے۔ یہ فرشتے قیامت تک متعہ کرنے والے
کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اور جو متعہ سے اجتناب کرتا ہے۔ اس پر
قیامت کے قائم ہونے تک لعنت بھیجتے ہیں۔

لمحکم کریمہ:

باپ (امام محمد باقر) کی روایت سے متعہ کرنے والے کی مغفرت اور درجات
کی بندی ثابت ہوئی تھی۔ اور بیٹے (امام جعفر صادق) کی روایت سے کروڑوں فرشتے
پیدا ہو کر متعہ کرنے والے کی مغفرت اور اس سے منہ موڑنے والے پر تا قیامت لعنت
کرتے ہیں۔ ان فوائد وافرہ وکثیرہ کی کسے ضرورت نہیں۔ کون ہے جسے اپنے گناہوں
کی مغفرت مطلوب نہ ہو۔ اور کون ہے جو فرشتوں ایسی معصوم مخلوق کی لعنت سے بچنا
نہ چاہتا ہو۔ جب شیعیت میں یہ سب کچھ صرف متعہ کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے
تو اس سے بڑھ کر آسانی کیا ہوگی لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ کعراقی، شامی اور لبنانی شیعہ
اپنی مغفرت کیوں نہیں پسند کرتے۔ اور وہ مغفرت کے ہی سبب عظیم کو اپنے دین
کی توہین کہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ دمتنعہ، کی اباحت صرف اور صرف اس لیے کی گئی کہ کس طرح بھی زنا کا الزام نہ آسکے۔ اور عیش و عشرت بھی نہ چھوٹنے پائے۔ مزاج شریعت تو یہی ہے۔ کہ ہر اس بات کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ جس میں خواہشات نفسانیہ کی برّاری نظر آتی ہو۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دومتنعہ، کو حرام فرما دیا تھا۔ اور اسے کتب شیعہ بھی تسلیم کرتی ہیں اور مسلک شیعہ کے مراکز بھی اس بد معاشی سے زمانہ قدیم سے لے کر آج تک دور رہے اول تا آخر اس کی اباحت و اجازت خود ساختہ ہے۔ اور بس۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

فصل ہفتم

آئینہ شریعت کی تشریح

”جواز متعہ“ کی کذب بیابانیاں

ضلع بھکر کے ایک قصبہ منیکرہ میں ایک منتر تبلیغی جلسہ میں شرکت کے لیے جانا پڑا تو جلسہ کے منتظمین میں سے خطیب اہل سنت مولانا حافظ احمد حسن رضوی خطیب اعظم منیکرہ، مولانا غلام رسول اور محمد رمضان عطشتی (ایم۔ اے تالیف) نے اصرار کیا کہ ہمارے علاقہ کے ایک شیعہ عالم نے جواز متعہ کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے جو بظاہر عالمانہ دلائل سے بھرپور نظر آتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے جہاں بہت سے سادہ لوح سنی متعہ کے جواز کے قائل ہو جائیں۔ اس لیے اس کا جواب آنا چاہیے۔ بہر حال میں نے ان سے مذکورہ کتاب لے لی اور وعدہ کیا کہ اگر کوئی نئی دلیل ہوئی تو ضرور اس کا جواب دے دیا جائے گا۔ اور اگر وہی پرانی باتیں ہوئیں تو میں اس سے قبل متعہ کی بحث میں ان کے جوابات سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اب جبکہ دفعہ جعفریہ کے امتیازی اور انوکھے مسائل پر بحث ہو رہی تھی اور یہ بحث ”باب النکاح“ تک پہنچ چکی تھی تو مجھے آئینہ شریعت کی مذکورہ کتاب کچھ

مختصر یہ کہ "دمتہ" کی اباحت صرف اور صرف اس لیے کی گئی کہ کس طرح بھی زنا کا الزام نہ آسکے۔ اور عیش و عشرت بھی نہ چھوٹنے پائے۔ مزاج شریعت تو یہی ہے۔ کہ ہر اس بات کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ جس میں خواہشات نفسانیہ کی برآری نظر آتی ہو۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "دمتہ" کو حرام فرما دیا تھا۔ اور اسے کتب شیعہ بھی تسلیم کرتی ہیں اور مسلک شیعہ کے مراکز بھی اس بد معاشی سے زمانہ قدیم سے لے کر آج تک دور رہے اول تا آخر اس کی اباحت و اجازت خود ساختہ ہے۔ اور بس۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

فصل ہفتم

پیشخانہ شیعہ کی بڑی باتیں

جو از متعہ، مکی کذب بیانیہاں

ضلع بھکر کے ایک قصبہ منیکیرہ میں ایک مرتبہ بیغی جلسہ میں شرکت کے لیے جانا پڑا تو جلسہ کے منتظمین میں سے خطیب اہل سنت مولانا حافظ احمد حسن رضوی خطیب اعظم منیکیرہ، مولانا غلام رسول اور محمد رمضان عطشی (ایم۔ اے تالیخ) نے اصرار کیا۔ کہ ہمارے علاقہ کے ایک شیعہ عالم نے جواز متعہ کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے جو بظاہر عالمانہ دلائل سے بھر پور نظر آتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے ہمارے بہت سے سادہ لوح سنی متعہ کے جواز کے قائل ہو جائیں۔ اس لیے اس کا جواب آنا چاہیے۔ بہر حال میں نے اُن سے مذکورہ کتاب لے لی۔ اور وعدہ کیا۔ کہ اگر کوئی نئی دلیل جوئی۔ تو ضرور اس کا جواب دے دیا جائے گا۔ اور اگر وہی پرانی باتیں ہوں تو میں اس سے قبل متعہ کی بحث میں ان کے جوابات سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اب جبکہ دفعہ جعفریہ، کے امتیازی اور انوکھے مسائل پر بحث ہو رہی تھی۔ اور یہ بحث وہ باب النکاح، تک پہنچ چکی تھی تو مجھے انیسراٹوی کا مذکورہ کتاب کچھ

یاد آیا۔ اُسے پڑھا۔ دلائل پر نظر دوڑائی۔ تو اس کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی۔ کہ اس میں جو ازماتہ کے دلائل کو انوکھے انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ کچھ اس طرح کہ اسمائے رجال کی کتب سے مختلف حوالہ جات کے ذریعہ بعض روایات کے بارے میں دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی۔ اس سے یہ معلوم بھی ہوا۔ کہ جاڑوی کو اس فن سے واجبی سی واقفیت بھی نہیں۔ اسی کتابچے کے آخر میں ایک مسکارانہ اعلان بھی جڑ دیا۔ جس کا عنوان ”مخلصانہ لبیل“ ہے ملاحظہ ہو۔

”میں نے اس رسالہ میں کسی فرقہ اسلامیہ کے خلاف ناشائستہ الفاظ استعمال نہیں کیے۔ لیکن جھنگ کے مولوی بہت گندی زبان استعمال کرتے ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ جب میرا یہ رسالہ مارکیٹ میں اُسے گا۔ تو یہ سنی علماء بجائے اس کے کہ اس کا جواب دیں یہ جواب نہیں دیں گے بلکہ عدالت کی طرف رجوع کریں گے۔ کہ اُسے ضبط کر لیا جائے۔ لیکن اس کو ایسے نہیں چاہیے۔ بلکہ ان کو چاہیے کہ حکومت کو درمیان میں لانے کی بجائے فقہ جعفریہ کے مسلمہ منسہ میں مسلمہ مجتہدین اور مسلمہ صحابہ کرام کے تفسیری اقوال اور ائمہ اہل بیت سے نقل کردہ روایات سے متعہ کا عدم جو اثبات کریں۔ چشم ہاروشن و دل ماثارہ۔“

ہم نے اس رسالہ کا مکمل طور پر مطالعہ کر کے اس میں مذکور چند کذب بیانیوں اور فریب کاریوں کو یکجا جمع کر کے ہر ایک دھوکہ اور کذب بیانی کو اس کے عنوان سے لکھا اور پھر اس کا جواب سپرد قلم کیا ہے۔ ہم نے سوچا تھا۔ کہ رسالہ مذکورہ کے الفاظ و معنی دونوں پر سیر حاصل بحث کی جائے۔ لیکن الفاظ کی بحث کو چھوڑ کر صرف معانی کی بحث پر اکتفا کیا گیا۔ حتیٰ کہ مشائشی اور عنین متعصب حضرات اگر دونوں رسالہ جات کے مضامین کو سامنے رکھیں گے۔ تو امید قوی ہے۔ کہ حق و باطل کے درمیان ان کے لیے امتیاز کرنا کوئی مشکل نہ رہے گا۔ دو باللہ التوفیق)

کذب بیانی

اول

دھوکہ عا

ایشیر جاڑوی نے اپنے رسالہ جواز متعہ میں ص ۱۰ سے لے کر ۷۱ تک آیات قرآنیہ سے جو جواز متعہ پر پانچ عدد دلائل پیش کیے ہیں ان کے ترتیب وار جوابات ۔

جواز متعہ

دلیل اول

اس وقت کی تاریخ شاہد ہے۔ کہ لوگوں میں جس متعہ کا رواج تھا۔ اور لوگ ایک مدت متروکینے نکاح کر لیتے تھے۔ آیت کا انداز بیان بھی واضحاً اس امر کی نشاندہی کر رہا ہے۔ کہ متعہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ ایک عادت جاری ہے۔ اس لیے آیت نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ تم جو متعہ کرتے ہو اس میں عورت کی اجرت کو ملحوظ رکھو اور طہاں مٹول نہ کرو۔ بلکہ اجرت دینا فریضہ واجبہ ہے۔

دلیل دوم

استماع عربی زبان کا لفظ ہے۔ اور زبان کے لفظ کو اسی معنی میں استعمال

کرنا ہو گا جس معنی میں عوام استعمال کرتے ہیں رفائے عمومی کے خلاف استعمال کرنا ہو تو اس کے لیے کسی ایسی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جو غیر مستعمل معنی میں استعمال کرنے کی وجہ جواز بن سکے جبکہ آیت متعہ میں استمتاع کو نکاح دائمی میں استعمال کیا جاتا ہے اور نکاح دائمی میں استعمال کرنے کی نہ کوئی وجہ جواز ہے اور نہ کوئی دلیل۔ لہذا آیت میں استمتاع کا معنی وہی کرنا ہو گا جو عرب کا عرف عام کیا کرتا تھا۔ اور وہ ہے متعہ۔

دلیل چہارم:

آیت میں اُجْوَرٌ هُنَّ (میعادی نکاح والی عورتوں کی اجرت) اس حقیقت کی کھلی دلیل ہے۔ کہ استمتاع کا معنی دائمی نکاح نہیں۔ بلکہ میعادوی نکاح متعہ ہے۔ کیونکہ دائمی نکاح کے لیے نہ تو کسی آیت ۷ نہ کسی حدیث ۷ اور نہ ہی کسی عرب کے قول میں اجرت کا لفظ بولا گیا ہے۔ بلکہ دائمی نکاح کے لیے صدق یا مہر کا لفظ آتا ہے۔ لہذا آیت میں استمتاع کا معنی دائمی نکاح اور اُجْوَرٌ هُنَّ کا معنی مہر کرنا ایسا معنی ہے جو نہ صرف بلا دلیل ہے۔ بلکہ مقصود ذات احادیث، سنت رسول اور عمل صحابہ کے مریخ خلاف ہے۔

دلیل پنجم:

آیت کا سیاق و سباق بھی بتا رہا ہے۔ کہ استمتاع کا معنی دائمی نکاح نہیں بلکہ میعادوی نکاح ہے۔ کیونکہ آیت ۲۳ سے ۲۷ تک ان عورتوں کا ذکر ہے جن سے نکاح جائز نہیں۔ بوقت طلاق عورت کو دیئے گئے مال کی واپسی سے ممانعت ہے۔ جن عورتوں سے نکاح نہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ وہ یہ ہیں۔ والدہ کی منکوحہ نسبتی ماں، رضاعی ماں، میٹی، بہن، رضاعی بیٹی، رضاعی بہن، خالہ، پھوپھی، بھتیجی

بھانجی، ساس، بیو، کسی کی منکوحہ، دونوں بہنوں کا جمع کرنا۔ اس فہرست کے بعد ارشاد فرمایا۔

أَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ - علاوہ ازیں تمہارے لیے عورت سے نکاح جائز ہے۔ اب چونکہ یہ حکم نکاح دائمی کا تھا۔ اور میعادی نکاح کا بیان اس میں نہیں آتا تھا۔ اس لیے ذات احدیت نے بطور خاص آخر میں حکم متعہ ارشاد فرمایا۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ - اگر تم متعہ کرو۔ تو واجب ہے کہ جس عورت سے متعہ کر رہے ہو۔ اس کی اجرت اسے ادا کر دو۔ امید ہے۔ جناب والا کے ذہن میں ذات احدیت کی تقسیم الگنی ہوگی کہ نکاح کی دو قسمیں ہیں۔ دائمی اور میعادی۔
- دائمی نکاح حق مہر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور حق مہر نکاح میں میعادی نہیں اجرت ہوتی ہے۔ آخر میں اللہ نے عورتوں کی ایک اور قسم بتائی۔ جن سے نکاح جائز ہے۔ لیکن پہلی دو اقسام کی طرح اس قسم کو مطلق ادا کرنے کی بجائے مشروط قرار دیا ہے۔ اور شرائط بھی بیان فرمادیں ہیں۔ کہ جس شخص میں وہ شرائط موجود ہوں کینزوں سے نکاح کر سکتا ہے۔ اور جس میں وہ شرائط موجود نہ ہوں کینزوں سے نکاح نہیں کر سکتا۔ آخر میں بطور اختتام بنایا۔

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ الَّذِي كُنتُمْ تُكْسِبُونَ
مِنْ قَبْلِكُمْ -

ترجمہ:

اللہ تمہیں پہلے لوگوں کے راستے بتانا چاہتا ہے۔ ان آیات میں غور و فکر سے ہم اس نتیجہ پہنچے ہیں۔ کہ آیت میں لفظ استمتاع کا معنی میعادی نکاح ہے۔

دائی نکاح نہیں اور میعادی نکاح کا دوسرا نام متعہ ہے۔ جو از روئے نص قرآن جائز ہے۔ اور اسے مسوخ نہیں کیا گیا

(جواز متعہ ص ۱۵ تا ۱۴)

دلیل اول کا جواب:

تاریخی شہادت کہ متعہ اسلام سے پہلے ہی چلا آرہا ہے الخ۔ یہ بات ہم اہل سنت کے لیے مضر ہے اور نہ اہل تشیع کے لیے مفید کیونکہ دو جہالت میں مروج امور اسلامی امور قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ ہاں اگر اسلام ان سے منع کرے تو ان کے کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے دن اس کی حرمت کا اعلان فرما کر اس کی اباحت وغیرہ کو ہمیشہ کے لیے دفن فرما دیا۔ اس اعلان کی شہادت جس طرح کتب اہل سنت دیتی ہیں۔ کتب شیعہ میں بھی یہ بالتصریح موجود ہے۔ حوالہ کے لیے الاستبصار جلد سوم ص ۱۲۲ ملاحظہ ہو۔ علاوہ ازیں تہذیب الاحکام جلد ۶ ص ۲۵۱ پر بھی اس کا واضح تذکرہ موجود ہے۔

دلیل دوم کا جواب:

تاریخی شہادت کہ متعہ اسلام سے پہلے متعہ معروفہ کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن کریم میں بھی اس کا معنی میعادی نکاح (متعہ معروفہ) ہی ہے۔ الخ مذکورہ عبارت میں دو امور ہیں۔ اول یہ کہ لفظ استماع متعہ معروفہ میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ دیکر معنی میں نہیں۔ اور دوسرا امر یہ کہ قرآن کریم نے بھی اسے اسی معنی میں ہی استعمال کیا ہے۔

ان دونوں امور کی تردید ہم قرآن کریم سے پیش کرتے ہیں۔ پارہ مذاکرہ ۱۵

فَاَسْتَمْتَعُوا بِخَلْقِ قَلْبِهِمْ كَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلْقِكُمْ۔ انہوں نے اپنے
 جنوں سے نفع اٹھایا جیسا کہ تم نے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا (ترجمہ مقبول) شیعہ مترجم
 نے استمتاع کا معنی نفع اٹھانا کیا ہے۔ اور یہ درست بھی ہے۔ کیونکہ اگر اس لفظ
 کے حروف زائدہ کو نکال دیا جائے اور اصلی حروف باقی رکھیں۔ تو م۔ ت۔ ع۔ مادہ
 نکلے گا۔ اس کا معنی نفع ہے اور اگر آیت مذکورہ میں استمتاع کا معنی بقول جاڑوی متنعہ
 معروفہ کیا جائے۔ تو پھر اپنے حصہ کے ساتھ میعادی نکاح (اجرت طے کر کے) کرنا
 پڑے گا۔ اس سے دہلی کرنا پڑے گی۔ لہذا معلوم ہوا کہ استمتاع کے متنعہ معروفہ
 کے علاوہ اور معانی بھی ہیں استمتاع کی طرح لفظ متاع بھی ہے۔ قرآن کریم میں
 ایک جگہ آیا ہے۔

وَاللَّمُطَلَقَاتِ مَتَاعٍ بِالْمَعْرُوفِ۔

(پہلے رکوع ۱۵)

ترجمہ:

اور طلاق دی گئی عورتوں کے لیے بھی نیکی کے ساتھ نفع پہنچانا ہے

(ترجمہ مقبول)

اسی آیت کے مضمون سے دو متنعہ الطلاق، کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

مَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرَهُ وَعَلَى الْمُقْتَرِ

(پہلے ۱۵)

قَدَرَهُ

ترجمہ:

ان کو نیکی کے طور پر نفع پہنچاؤ۔ صاحب قدرت (مالدار) پر اس کی
 حیثیت اور عزیز پر اس کی حیثیت کے مطابق لازم ہے۔

اس آیت میں مذکور لفظ استمتاع، متاع، متعہ نفع پہنچانے کے معانی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اگر جاڑوی کو اصرار ہو۔ کہ ان سب مقامات پر دو متعہ معروفہ، ہی مراد ہے اور پھر بھی اصرار ہو۔ کہ متعہ معروفہ قرآن کی نص سے جائز ہے۔ تو پھر اس متعہ معروفہ کا اجر و ثواب بھی قرآن سے سن لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِن مَّصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ۔

(دیکھ ۱۷۷)

ترجمہ:

تم کہہ دو کہ (چند روزہ) نفع اٹھا لو کہ تمہاری بازگشت تو یقیناً جہنم ہی کی طرف ہے۔

(ترجمہ مقبول)

اب آئیے ذرا جاڑوی صاحب کے ادعا کے مطابق ترجمہ کریں۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیجئے! میعاد ہی نکاح (متعہ معروفہ) کرتے رہو۔ آخر تو یقیناً جہنم کی طرف پھرنا ہے۔ گویا متعہ کرنے والے پکے جہنمی ہیں۔ کیا خیال ہے! اللہ تعالیٰ نے متعہ کرنے والوں کے لیے کیسی بہترین خوش خبری سنائی ہے جاڑوی اور اس کے ہم نواؤں کو اپنے ضابطہ کے تحت اس کی مبارک ہو۔

دلیل سوم کا جواب:

اشیر جاڑوی کے بقول استمتاع کا معنی دو متعہ معروفہ، ہی ہے۔ اور اگر اس کے خلاف دوسرا معنی لینا پڑے۔ تو اس کے لیے کوئی وجہ جواز یا قرینہ و دلیل ہونی چاہیے اور یہ کہ آیت استمتاع میں دوسرے معنی کی کوئی وجہ جواز نہیں الخ۔

جہاں تک لفظ استمتاع کا معنی صرف میعاد ہی نکاح لیا گیا۔ ہم نے اس کا ابطال قرآن کریم سے پیش کر دیا ہے۔ اب آیت مذکورہ میں اس سے مراد دائمی نکاح

ہونے پر وجہ جواز اور دلیل و قرینہ کا ہونا تو اس کے لیے اسی آیت کے ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے دو لفظ ذکر فرمائے۔ مُحْصِنِينَ عَمِيرًا مُسَافِحِينَ۔ یعنی عورت محرم کے سوا دوسری سے استفادہ اور حصول منافع کی غرض یہ ہے کہ تم اس طرح پاکیزگی کا حصول کرو۔ اور حرام کاری یعنی ضیاع نطفہ سے بچ جاؤ۔ لہذا یہ دو لفظ استمتاع کی بھی غرض و غایت بیان کر رہے ہیں اس لیے ایسا استمتاع جس میں محض شہوت مانی اور دقتی اُبال ٹھنڈا کرنا ہو۔ وہ عند اللہ درست ہی نہیں اور متروک معروفہ یا بقول جاڑوی میعاد دی نکاح اپنے نام سے اپنی غرض بیان کر رہا ہے۔ کہ محض وقت پاس کرنا ہے اور اس کے لیے اجرت طے کرنا ہے۔ اور اگر اس سے مراد نکاح دائمی یا جائزے تو اُن دونوں الفاظ پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔ اب وجہ جواز آپ کے خیال میں آگئی ہو گی۔ اگر صدق دل سے یہ چاہت تھی۔ کہ وجہ جواز مل جائے۔ تو استمتاع سے مراد وہ نکاح دائمی، ہو گا۔ وہ ہم نے بیان کر دی ہے۔ اب تمہاری نیت اور عقیدہ ہے جو چاہو اختیار کرو۔

دلیل چہارم کا حجاب:

دھوکہ دیتے ہوئے اشیر جاڑوی نے اپنی تائید کے لیے لفظ اُجُودَ هُنَّ کو دلیل بنایا۔ اور کہا۔ کہ نکاح دائمی کے حق مہر کے لیے لفظ اجرت استعمال نہیں ہوا۔ الخ

قرآن کریم کے مطالعہ کرنے والا اس امر سے بجز بی آگاہ ہو گا۔ کہ وہ دلیل بھی ان دلائل کی طرح ایک فریب ہے۔ ورنہ قرآن کریم میں کئی جگہ پر نکاح دائمی میں حق مہر کے لیے دو اجرت، کا لفظ مذکور ہے۔

۱۔ فَاتَّخِذُوهُنَّ بِأَدْنَىٰ أَمْوَالِكُمْ وَأَتَوْهُنَّ أُجُورَهُنَّ

بِالْمَعْرُوفِ

(پ ۵ ع)

ترجمہ:

پس ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو۔ اور ان کے مہر کی
 کے ساتھ ان کو دے دو۔ (مقبول شیعہ)

۲۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوا هُنَّ إِذَا أْتَيْتُمُوهُنَّ
 أَجُورَهُنَّ۔ (پ ۲۸۔ ۲۴)

ترجمہ:

اور اس میں تم پر کوئی الزام نہیں۔ کہ تم ان سے نکاح کرو جبکہ تم ان کو مہر
 دے دو۔ (مقبول شیعہ)

۳۔ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي أَتَيْتَ أَجُورَهُنَّ۔

(پ ۲۲، ۲۴)

ترجمہ:

بے شک ہم نے حلال کیں تمہارے لیے وہ بیبیاں جن کے مہر دے
 چکے ہو۔ (مقبول شیعہ)

مذکورہ تین آیات قرآنیہ میں لفظ اجرت استعمال ہوا۔ پہلی دو آیات میں
 بالتصريح لفظ نکاح کے ساتھ اور تیسری آیت میں لفظ زوجیت کے ساتھ ہے۔
 زوجیت بھی نکاح کا ہی اثر ہے۔ میعاد ہی نکاح میں زوجیت کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا
 لہذا معلوم ہوا کہ اجرت کا لفظ صرف متعہ معروفہ کے لیے اور مہر و صدق کا لفظ صرف
 نکاح دائمی کے لیے مخصوص کر دینا قرآن کریم کی تکذیب کے مترادف ہے۔ اور
 سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کی جاہلانہ کوشش ہے۔

دلیل پنجم کا جواب :

آیت استمتاع کا سیاق و سباق بتا رہا ہے۔ کہ اس سے مراد متنعہ (میعادی نکاح) ہے۔ الخ۔

سیاق و سباق مختصر یوں ہے کہ سورۃ النساء میں ابتداءً نکاح میں بیک وقت کتنی عورتیں ہو سکتی ہیں۔ اس کی تعداد بیان فرمائی۔

فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ
وَرُبَاعَ۔

ترجمہ :

یعنی تم اپنی پسند کی دو، تین یا چار عورتیں بیک وقت نکاح میں لا سکتے ہو۔

یہاں لفظ نکاح فرما کر میعادی نکاح کا معاملہ ختم کر دیا گیا۔ پھر حق مہر کے مسائل بیان فرمائے۔ اس کے بعد کچھ آیات کو چھوڑ کر ان عورتوں کا ذکر ہے۔ جن سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے۔ ان کے تذکرہ کے بعد اَحِلَّ لَكُمْ مَعًا وَاَخَاءُ الْخَرَاجِ فرما کر ان عورتوں کی نشاندہی فرمادی۔ جن سے نکاح والٹی کرنے کی اجازت ہے۔ اس کے متصل فَكَأَسْتَمْتَعْتُم بِهِ الْخَرَاجِ الفاظ پچھلے مضمون کے بالکل متصل ایک ہی آیت میں وارد فرمائے۔ اور ہر ذی علم جانتا ہے۔ کہ حرف و و فاء، ما بعد کو اپنے ما قبل سے حکم میں ملاتا ہے۔ اور ما قبل کی ہی تفسیر کرتا ہے۔ اور و و جِھَن، میں ضمیر هُنَّ کا مرجع بھی وہی عورتیں۔ جو اَحِلَّ لَكُمْ مَعًا وَاَخَاءُ الْخَرَاجِ سے مراد ہیں اور ان عورتوں سے عرض ارتفاع اور استمتاع بھی یہ بیان فرمائی کہ پاکدامنی، پیش نظر ہونی چاہیے۔ نہ کہ شہوت رانی اور وقتی تسکین۔ لہذا یہ سیاق و سباق

داخ کرتا ہے۔ کہ محرمات ابدیہ کو چھوڑ کر تمہارے لیے دو اقسام کی عورتیں، احسان اور عدم سفاح کے پیش نظر جائز ہیں۔ ایک تمہاری مملوک کنیز بی اور دوسری وہ آزار عورتیں جن سے تم نیکی کی نیت سے اور پاکدامنی کی غرض سے نکاح کرنا چاہتے ہو۔ اگر ایسا ارادہ ہو۔ تو ان کے مقررہ حق مہر ان کے سپرد کر دو۔ بیاق و سابق ہم نے پیش کر دیا۔ اور اس کے مطالعہ کے بعد آیت میں استمتاع سے مراد قارئین خود سمجھ جائیں گے ممکن ہے۔ اشیر جاڑوی کو سمجھ نہ آئے۔ کیونکہ وہ تو شوقِ متعہ میں اندھا ہورہا ہے۔ البتہ غیر جانبدار اس سے صحیح سمجھے گا۔ کہ تمام احکام نکاحِ دائمی کے میں بیان میں ہو رہے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر (۳)

تفسیر طبری کی عبارت سے جواز منقہ ثابت کرنے

کی کوشش

کتاب جواز منقہ

اب ایک نگاہ میں اُن ائمہ تفسیر میں سے کچھ محقق علماء نے آیت میں استمتاع کا معنی منقہ کیا ہے۔ صرف علامہ محمد ابن جریر طبری کی تفسیر جامع الابیان سے چند ایک کی نشاندہی زیادہ مناسب رہے گی کیونکہ سواد اعظم کی نگاہ میں علامہ محمد ابن جریر طبری قابل اعتماد افراد میں سے ایک ہیں۔ معنائے استمتاع میں طبری کی تفسیری روایات -

۱۔ طبری نے اپنے سلسلہ سند سے سُدی روایت کی ہے۔ سُدی کہتا ہے
فما استمتعتم به منهن کی آیت سے مراد منقہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ
مرد، عورت کے ساتھ مدتِ معینہ تک کے لیے نکاح کرے جبکہ دو گواہ موجود
ہوں۔ اور عورت کے ولی سے اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔ مدت گزرنے کے
بعد عدت اور مرد میں کوئی رشتہ نہ رہے گا۔ عورت مرد سے بُری ہوگی

- اور عورت کو استبراء کرنا ہوگا۔ اور ان کے درمیان توارث نہیں ہوگا۔
- ۲۔ طبری نے اپنے ذریعہ سند کی بنا پر مجاہد سے نقل کیا ہے کہ فمما استمتعتم بہ منہن سے مراد نکاح متعہ ہے۔
- ۳۔ طبری نے ابوشامہ سے روایت کی ہے کہ ابوشامہ کہتا ہے کہ ابن عباس نے مجھے قرآن کا ایک حصہ دیا اور کہا کہ یہ قرآن ہے۔ جو بعینہ پڑھ کر مجھے سنایا۔ اور اس میں فمما استمتعتم بہ منہن اجورہن الی اجل مسمیٰ ہے۔ الی اجل مسمیٰ (مدت معینہ تک) قرآن کے الفاظ نہیں بلکہ اَجَلٌ کا ذاتی تشریحی اور تفسیری فقرہ ہے۔ جس کا مقصد آیت سے نکاح متعہ ثابت کرنا ہے۔
- ۴۔ طبری نے ابونضرہ سے نقل کیا ہے کہ ابونضرہ کہتا ہے کہ میں نے ابن عباس سے نکاح متعہ کے متعلق پوچھا۔ تو ابن عباس نے کہا کہ تو سورۃ النکاح نہیں پڑھا کرتا ابونضرہ نے کہا۔ کیوں نہیں پڑھتا ہوں۔ ابن عباس نے کہا۔ فمما استمتعتم بہ منہن الی اجل مسمیٰ کبھی نہیں پڑھا۔
- ۵۔ طبری نے مختلف سلسلہ سند سے حدیث نمبر ۴ کے الفاظ میں حدیث بیان کی ہے۔
- ۶۔ طبری نے حدیث نمبر ۳ کے الفاظ میں بعینہ ایک حدیث مختلف سلسلہ سند سے بیان کی ہے۔
- ۷۔ طبری نے عمیر سے اور عمیر نے ابن عباس سے روایت نمبر ۳ کی طرح روایت کی ہے۔
- ۸۔ طبری نے قتادہ سے نقل کیا ہے۔ قتادہ کا بیان ہے کہ ابی ابن کعب مصحف میں۔ میں نے ابن عباس سے نقل شدہ حدیث نمبر ۳ کی طرح خود دیکھا ہے۔

۹۔ طبری نے ابراہمتی سے اور ابراہمتی نے ابن عباس سے بعینہ حدیث نمبر ۳ کی طرح ایک حدیث بیان کی ہے۔

۱۰۔ طبری نے شبیب سے نقل کیا ہے۔ شعبہ کہتا ہے۔ کہ میں نے حکم سے پوچھا کیا آیت متعہ منسوخ ہے؟ حکم نے جواب دیا حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ اگر متعہ کو حرام قرار نہ دیتا تو کوئی بد بخت ہی ارتکابِ زنا کرتا۔

۱۱۔ طبری نے عمرو ابن مڑرہ سے نقل کیا ہے۔ عمرو کہتا ہے۔ کہ میں نے سعید ابن جبیر سے آیت متعہ کی تلاوت بعینہ حدیث نمبر ۴ کی طرح معہ تشریحی الفاظ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمَّیٍّ (مدتِ معینہ تک) سنی ہے۔

علامہ طبری کی ان گیارہ روایات جن میں سے مفہوم تو تمام کا ایک ہی ہے۔ البتہ الفاظ اکثر تو ایک جیسے ہیں جبکہ بعض احادیث کے الفاظ مختلف ہیں۔ اور سلسلہ سند تمام کا جُدا جُدا ہے۔ کا مقصد واضح اور غیر مبہم ہی ہے۔ کہ متعہ جائز اور غیر منسوخ ہے۔ یہ تمام روایات تفسیر قرآن میں آئی ہیں۔ اب کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اتنے صحابہ مع جبرائیل جناب عبداللہ بن عباس سب جھوٹ بولتے ہیں۔ اور ان تمام کو آیت متعہ منسوخ ہونے کا علم نہ تھا۔

ہمارا مقصد چوتھے متعہ کے بارے میں تمام پہلوؤں کو دیکھنا ہے۔ اور اس سلسلہ میں درست یا نادرست جو بھی مواد موجود ہے۔ اس کو پیش کر کے صحیح حکم شریعت اسلامیہ معلوم کرنا ہے۔ اس لیے علامہ طبری کی ان احادیث و روایات کو بھی پیش کرنے کے بعد آیت متعہ غیر منسوخ اور جواز متعہ کی دلیل بنتی ہے۔ اب علامہ طبری کی ان روایات کو بھی پیش کر رہے ہیں تاکہ برادرانِ اہل سنت کو اس سلسلہ میں جو مغالطہ دیا جاتا ہے۔ وہ اس سے بچ جائیں اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ اس سلسلہ میں علامہ طبری کو کھل پانچ ایسی

روایات مل گئی ہیں۔ جو حرمت متعہ کی دلیل میں انہوں نے پیش کی ہیں۔

- ۱۔ حسن سے روایت ہے کہ آیت میں لفظ استمتعتم سے مراد نکاح ہے
- ۲۔ مجاہد سے منقول ہے کہ آیت میں لفظ استمتعتم سے مراد نکاح ہے
- ۳۔ مجاہد سے مروی ہے کہ آیت میں استمتاع سے مراد نکاح ہے۔
- ۴۔ طبری نے علی بن طلحہ سے اور علی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ کے الفاظ کے متعلق فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اگر کسی عورت سے نکاح دائمی ایک مرتبہ کرے تو اس عورت کا حق مہر مرد کے ذمہ واجب الادا ہو جاتا ہے۔ استمتاع سے مراد نکاح دائمی ہے۔ اور اسی سلسلہ میں ارشاد قدرت ہے۔ **أَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ**

- ۵۔ طبری نے علی بن طلحہ سے اور علی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بہ منہلک کے متعلق کہا کہ یہ نکاح دائمی ہے۔ اور قرآن میں نکاح دائمی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر تو بذریعہ نکاح دائمی کوئی عورت لے۔ اور اس سے لطف اندوز ہو جائے۔ تو اس کی اجرت حق مہر ادا کرنے والی اگر عورت اپنی طرف سے ادا کر دے یا وعدہ کر دے حق مہر میں سے تجھے کچھ یا تمام معاف کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ نے عورت کے لیے عدت دینا اور میراث دونوں کو واجب قرار دیا ہے۔

جسارت

ان پانچ روایات کا ہمیں جائزہ لینا ہوگا کہ حرمتِ متعہ کے تقاضے کیسے پورا کرتی ہیں؟ اور کیا ان سے حرمتِ متعہ ثابت ہو بھی سکتی ہے۔ یا نہیں؟ متن کے لحاظ سے ان روایات کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی تین روایات میں یہ صراحت نہیں کہ استمتاع سے مراد دائمی نکاح ہے۔ بلکہ صرف لفظ نکاح ہے۔ اور لفظ نکاح سے مراد جس طرح دائمی نکاح یا جاسکتا ہے۔ اسی طرح نکاح میعادی بھی لیا جاسکتا ہے۔ اس اعتبار سے پہلی تین روایات حرمتِ متعہ کے تقاضے پورا نہیں کرتیں۔ بلکہ ان تین روایات کو جس طرح حرمتِ متعہ کے لیے پیش کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ان تین روایات کو جوازِ متعہ کی دلیل بھی بنایا جاسکتا ہے۔ ان تین روایات میں نہ تو نکاح دائمی کا ثبوت ہے اور نہ نکاح میعادی کی نفی ہے۔ لہذا یہ تینوں روایات حرمتِ متعہ کی دلیل بننے سے قاصر ہیں۔ اب ان ہی آخری دو روایات میں جن میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ استمتاع سے مراد دائمی نکاح ہے۔ اور اجرت سے مراد حق مہر ہے۔ تو حسبِ ذیل امور کی بنا پر یہ بھی حرمتِ متعہ کی دلیل بننے سے قاصر ہیں۔

۱۔ علامہ طبری کی وہ روایات جو انہوں نے جوازِ متعہ کے بارے میں نقل کی ہیں وہ تعداد میں گیارہ ہیں۔ اور جو حرمتِ متعہ کی متعلق روایات نقل کی ہیں۔ ان کی تعداد دو ہے۔ گیارہ اور دو کا مقابلہ کوئی دانش مند کرنے کی جسارت نہیں کرنا۔ ظاہر ہے کہ جس طرف دو روایات ہیں۔ وہ پہلو کمزور ہے۔ اور جس طرف گیارہ روایات ہیں۔ وہ پہلو طاقتور ہے۔ لہذا جوازِ متعہ کی گیارہ

روایات کے مقابلہ میں حرمت متعہ کی دو روایات نہیں آسکتیں۔ دو روایات کا چھوڑنا جتنا آسان ہے گیا رہے روایات کا ترک کرنا اتنا مشکل ہے۔ اور یہ حقیقت ثبوت متعہ کی دلیل ہے۔

۲۔ جواز متعہ کے سلسلہ میں علامہ طبری کی نقل کردہ روایات ہیں۔ جن میں محدثین اثنا عشریہ علمائے فقہ جعفریہ، ائمہ اہل سنت اور علمائے سواد اعظم کا اتفاق کامل ہے۔ اور اسی کا نام اجماع امت ہے۔ جبکہ دو روایات اولاً تو امت محمدیہ کی ایک امت بڑی تعداد کے لیے قابل قبول نہیں۔ اور ثانیاً علمائے سواد اعظم نے بھی انہیں ماننے میں تامل سے کام لیا ہے۔ لہذا جواز متعہ کی روایات درست اور قابل قبول ہیں۔

۳۔ حرمت متعہ کے سلسلہ میں نقل ہونے والی دو روایات مخالف قرآن ہیں جبکہ جواز متعہ کی گیارہ روایات حکم قرآن کے مطابق ہیں۔ جو روایات حکم قرآن کے کھلی مخالفت ہوں۔ دو تو کیا اگر دو سو بھی ہوں جب بھی قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔ اور حکم قرآن کے موافق روایات گیارہ کی بجائے صرف ایک ہو جب بھی قابل قبول ہوگی۔ لہذا حرمت متعہ کی روایات ناقابل قبول محض کی وجہ سے قابل رد ہیں۔ اور جواز متعہ کی روایات قابل قبول ہیں۔

۴۔ جواز متعہ کی روایات تعداد میں زیادہ ہونے، امت کے لیے اجماعی ہونے اور مطابق قرآن ہونے کے علاوہ سلسلہ سند میں اتنی قوی اور مضبوط ہیں کہ ان میں کسی قسم کی جرح و تنقید کی گنجائش نہیں جبکہ حرمت متعہ کی دو روایات تعداد میں کم ہونے، امت میں متنازع فیہ ہونے اور مخالفت قرآن ہونے کے علاوہ سلسلہ سند میں اتنی کمزور تر ہیں۔ کہ احادیث پر جرح و تنقید کے اصول کے سامنے ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں ٹھہر سکتیں۔ لہذا جواز متعہ کی احادیث

صحیح اور حرمت متعہ کی روایات نادرست اور قابل رد ہیں۔

(جواز متعہ مصنفہ اشیر جاڑوی شیعی از صفحہ ۲۲ تا ۳۱)

مکتبہ انوار نخت دریا خان بھکر)

جواب:

جاڑوی شیعہ کی مذکورہ طویل ترین تحریر تین امور پر مشتمل ہے

امراؤل

طبری میں آیت استمتاع سے مراد متعہ معروفہ کے حق میں گیارہ اور نکاح کے مفہوم پر پانچ روایات مذکور ہوئیں۔ موخر الذکر پانچ میں سے تین میں صرف نکاح لکھا ہے۔ جو بیعادی اور دائمی نکاح دونوں پر بولے جانے کی وجہ سے مساوی ہوا۔ صرف دو روایات نکاح دائمی کے حق میں ہیں۔ اس لیے دو گیارہ کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

امردوم:

حلت متعہ کی روایات شیعہ سنی دونوں مکتبہ فکر کی کتب میں موجود ہونے کی وجہ سے یہ امر اجماعی ہوا۔

امرسوم:

طبری میں مذکور دو روایات ہی نکاح دائمی پر دلالت کرتی ہیں۔ جب کہ

گیارہ عدد روایات، ثبوت متعہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اور وہ دونوں قرآن کریم کی آیت کے بھی خلاف ہیں۔ لہذا وہ قابل قبول نہیں۔

جواب امر اول

تعداد کی قلت اور کثرت کو روایات میں ترجیح اور عدم ترجیح کا معیار قرار دینا جاڑوسی کا اپنے گھر کا ضابطہ اور قانون تو ہو سکتا ہے۔ فن حدیث اور روایت میں اس نام کا کوئی قانون موجود نہیں۔ اور میں روایات میں لفظ نکاح کو میعادوی اور دائمی دونوں کے لیے مشترک ماننا اس کی دوسری جہالت ہے۔ جس عورت سے نکاح دائمی ہو اسے منکوحہ کہتے ہیں۔ اور جس سے وقتی ہو۔ اسے منکوحہ نہیں بلکہ متمتعہ یا مستاجرہ کہتے ہیں۔ قلت و کثرت روایات کو معیار ترجیح ٹھہرانا جہالت ہے۔ ہاں وصف، عدالت وجہ ترجیح بن سکتی ہے۔ علم اصول کی معتبر کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

قول الانوار

فَإِذَا وَقَعَ التَّعَارُضُ بَيْنَ الْخَبَرَيْنِ فَالْتَرَجِيحُ
لَا يَقَعُ بِفَضْلِ عَدَدِ الرُّوَاةِ وَبِالذُّكُورَةِ وَ
الْأُسْرَةِ وَالْحُرِّيَّةِ يَعْنِي إِذَا كَانَ فِي أَحَدِ
الْخَبَرَيْنِ الْمُتَعَارِضَيْنِ كَثْرَةُ الرُّوَاةِ وَ فِي
الْآخَرَ قَلَّتْهَا أَوْ كَانَ رَاوِي أَحَدِهِمَا مَذْكُورًا وَ
الْآخِرُ مُؤَنَّثًا أَوْ رَاوِي أَحَدِهِمَا حُرًّا وَ الْآخِرُ
عَبْدًا لَمْ يَتَرَجَّحْ أَحَدُ الْخَبَرَيْنِ عَلَى الْآخَرَ
بِهَيْزِهِ الْعَرِيَّةِ لِأَنَّ الْمُعْتَبِرَةَ فِي هَذَا السَّبَابِ

الْعَدَالَةَ وَهِيَ لَا تَخْتَلِفُ بِانْكَثَرَةِ وَالذُّكُورَةَ
وَالْحُرِّيَّةَ فَإِنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ أَفْضَلَ الْكَثَرِ الرَّجَالِ
وَبِلَا لَأْ كَانَ أَفْضَلَ مِنْ الْكَثَرِ الْحَرَائِرِ وَجَمَاعَةَ
الْمَلِيكَةِ الْعَادِلَةَ أَفْضَلَ الْكَبِيرِ الْعَاصِيَةِ وَفِي قَوْلِهِ
فَضْلُ عَدَدِ الرُّوَاةِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ عَدَدَ الْأَيْتِخِجِ
عَلَى عَدَدٍ بَعْدَ أَنْ كَانَ فِي دَرَجَةِ الْأَحَادِ .

(نور الانوار ص ۲۰۵ بمبث التعارض ،

سید کبیری)

ترجمہ:

جب دو خبروں (احادیث) کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو
ترجیح کا یہ طریقہ نہیں۔ کہ زیادہ راویوں والی کو ترجیح دی جائے۔ مذکور
راوی کے مقابلہ میں مومنث کو ترجیح نہ ہو۔ آزاد راوی کی روایت غلام
کی روایت سے راجح ہو جائے۔ مطلب یہ کہ دو متعارض خبریں ایسی
ہیں۔ کہ ایک میں راویوں کی تعداد زیادہ اور دوسری میں کم، یا ایک کا
راوی مذکور اور دوسری کی مومنث یا ایک کا راوی آزاد اور دوسری کا
غلام تو اس اعتبار سے ترجیح نہ ہوگی۔ کیونکہ روایت کی ترجیح میں اصل
اعتبار دو عدالت، کا ہے۔ اور عدالت میں کثرت و قلت یا تذکیر و
ثانیث کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا عورت ہوتے ہوئے بہت سے مردوں سے افضل
ہیں۔ در حضرت بلال رضی اللہ عنہ باوجود غلام ہونے کے بہت سے
انہاد لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور مختصر (افراد پر مشتمل) جماعت جو

مائل ہو۔ ایسی جماعت سے افضل ہوتی ہے۔ جس کے افراد تو بہت زیادہ ہوں۔ لیکن ہوں فاسق و فاجر۔ اور راویوں کی تعداد کے زیادہ ہوتے ہوئے۔ اس کو فضیلت قرار نہ دینا اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ جب راویوں کی تعداد ایک خبر واحد میں تھوڑی ہو۔ اور اس کے مقابل میں زیادہ۔ تو اس کمی بیشی کا روایت کی صحت، و عدم صحت میں کوئی اثر نہیں پڑتا۔

توضیح:

عبارت مذکورہ نے واضح کر دیا۔ کہ خبر واحد کے درجہ میں قلت و کثرت رواہ یکساں ہیں۔ اگر ترجیح کی وجہ ہوگی۔ تو وہ ان کا عادل یا غیر عادل ہونا ہوگی۔ خبر واحد کے راویوں کی قلت و کثرت اس لیے کہا۔ کہ اگر کثرت راویان سے وہ خبر درجہ تواتر کو پہنچ جائے۔ کہ جن کا جھوٹ پر اکتھا ہونا ناممکن ہو۔ تو اتنی کثرت اس روایت کو خبر واحد سے نکال کر خبر متواتر میں داخل کر دے گی۔

تو معلوم ہوا۔ کہ خبر واحد کے ہوتے ہوئے راویوں کی کمی بیشی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ بہر حال خبر واحد ہی رہے گی۔ اس کی اصل تصدیق ہم خود ان شیعوں کی کتاب سے پیش کیے دیتے ہیں۔

معالم الاصول

اصد و خبر الواحد هو ما لم يبلغ حد الشواثر
سواء كثرت روايته أم قلت و ليس شأنه
إفاداة العلم بنفسه۔

(معالم الاصول ص ۳۳۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اصل - خبر واحدہ ہوتی ہے۔ کہ جس کے راویوں نے تعداد حد تو اترا تک نہ پہنچے۔ برابر ہے کہ راوی تعداد میں قلیل ہوں یا کثیر۔ اور یقین کا فائدہ دینا اس کی شان نہیں ہے۔

توضیح:

اشیر جاڑوی نے راویوں کی قلت اور کثرت کو جو معیار صحت اور عدم صحت قرار دیا۔ خود ان کے مسلک کی اہم کتاب اس کی تردید کرتی ہے۔ اور بانگ دہل کہہ رہی ہے۔ کہ اشیر جاڑوی زاجاہل ہے۔ نہ اُسے علم اصول آتا ہے۔ اور نہ ہی اس نے اسے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ تعداد ایک ہو یا بہت اس سے خبر واحدہ، خبر واحدہ ہی رہتی ہے ہاں اگر تو اترا تک تعداد ہو تو اس کا اعتبار ہے۔ لیکن تو اترا سے کم تھوڑے، زیادہ کا کوئی امتیاز نہیں بلکہ مذکورہ موش، آزاد غلام کا بھی فرق نہیں۔ اہل سنت کی کتاب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کا ذکر ہے۔ اس پر کوئی شیعہ شیخ پاہو سکتا ہے۔ تو پھر اس سے ہم یہ کہیں گے۔ کہ خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مؤنث ہوتے ہوئے کتنے مردوں سے افضل ہیں۔ اور اسی طرح ایک عادل ایک طرف اور بیسیوں فاسق و فاجر دوسری طرف دیکھے، تاکہ ان کے شیخ صدوق، طوسی، کلینی وغیرہ ایک ہی ان کے نزدیک جم غفیر پر بھاری ہے۔

جواب، مردوم:

”درجہ امتنع“ فریقین کی کتب میں موجود ہونے کی وجہ سے متفق علیہ مسئلہ ہوا الخ یہاں بھی دھوکہ دیا گیا۔ کیونکہ روایات کے اتفاق سے ودا جماع، کا انعقاد

نہیں ہو کرتا۔ بلکہ اتفاقِ ارادہ اس کی اصل ہے۔ جیسا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کی روایات شیعہ سنی دونوں کی کتب میں مذکور ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق غلیفہ تھے۔ لیکن اس اتفاق کے باوجود شیعہ اسے دو اجماع، نہیں کہتے اشیر جاڑوی کے تنازع کے مطابق یہی بات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صادق آتی ہے۔ لہذا اس پر اجماع ہونے کی وجہ سے وہ دو متفق علیہ، قرار پائی۔ اس کا انکار عناد و بغض کے سوا کسی اور وجہ سے نہیں ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ اتفاقِ روایات اور چیز ہے۔ اور اتفاقِ ارادہ دوسری چیز ہے۔ اور دو اجماع، اس دوسری قسم کے اتفاق کا نام ہے۔

جواب امر سوم :

دو عدد روایات چونکہ خلاف اجماع اور مخالف قرآن ہیں۔ لہذا وہ ناقبول ہیں الخ۔ کے الفاظ آپ پڑھ چکے ہیں۔

اشیر جاڑوی نے صرف ایک تفسیر سے کس چالاکی اور مکاری سے یہ ثابت کرنا چاہا۔ کہ اس میں جس قدر نفی و اثبات متعہ کی روایات ہیں۔ بس ان کی تعداد اتنی ہی ہے۔ تفسیر مظہری، تفسیر کبیر، تفسیر مدارک وغیرہ کئی اور تفاسیر بھی ہیں کہ جن میں حرمت متعہ کی بہت سی روایات ہیں۔ اور اہل سنت کی تمام تفاسیر اور فہمی مکاتب حرمت متعہ پر متفق ہیں۔ بلکہ اہل تشیع کے ہاں بھی اس کی تائید میں حوالہ جات موجود ہیں۔ بہر حال اہل سنت کے ہاں حضرات صحابہ کرام سے حرمت متعہ پر اجماع کی بہت سی روایات ہیں۔ جن میں سے ایک دو پیش خدمت ہیں۔

تفسیر ابو جعفر الناسخ والمنسوخ

وَأَثَبَتْ حُرْمَةً الْمُتَعَةَ بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ وَالْإِجْمَاعِ
قَوِيٌّ مِنْ هَذَا۔

(تفسیر ابو جعفر الناسخ والمنسوخ جلد ۱ ص ۱۰۵)

ترجمہ:

”درحمت متعہ“ اجماع صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ اور اجماع صحابہ بہر حال
خبر واحد سے زیادہ مضبوط دلیل ہے۔

فتح الباری

قَالَ الْخَطَّابِيُّ تَحْرِيمُ الْمُتَعَةِ كَالْإِجْمَاعِ إِلَّا بَعْضُ
الشَّيْعَةِ۔

(فتح الباری جلد ۱ ص ۱۴۲)

ترجمہ:

خطاب بنی نے کہا۔ کہ حرمت متعہ ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ صرف اہل تشیع کا
اس میں اختلاف ہے۔

امور ثلاثہ کے جوابات سے آپ پر یہ بات منکشف ہو گئی ہوگی۔ کہ اثیر جازوی
نے فریب اور دھوکہ دہی سے اپنے ساتھیوں اور امور ثلاثہ کے جوابات آپ پر یہ بات
اور عوام اہل سنت کو یہ باور کرانے کی جسارت کی۔ کہ متعہ جائز ہے لیکن حقیقت حال سامنے
کسے پر بخزنی جان چکے ہوں گے۔ کہ یہ محض فریب اور دھوکہ تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر ۳

حرمتِ متعذہ الی سنی روایات پر بے جا تفتیش

جوازِ متعذہ

حرمتِ متعذہ کی دو روایات اور ان کے راوی کا حال سنیں۔ پہلی روایت کے سلسلہٴ سند میں دو راوی ہیں معاویہ ابن صالح اور علی بن طلحہ۔ معاویہ ابن صالح کے متعلق برادرانِ اہل سنت کی مشہور کتاب میزان الاعتدال جن کے مصنف معروف ترمذی عالم علامہ مذہبی ہیں۔ جلد ۱ ص ۱۳۵ شمارہ نمبر ۱۶۲ میں لکھتے ہیں۔ لَا مَحْتَجَّ بِهَا قَابِلِ اسْتِدْلَالِ نَهْنِ۔ یعنی معاویہ ابن صالح کی حدیث اس قابل نہیں کہ اس سے استدلال کیا جا سکے۔ یا اس پر اعتماد کیا جا سکے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں معاویہ ابن صالح سے ایک حدیث بھی نقل نہیں کی۔ اب علی بن طلحہ جو حرمت کی روایت کا دوسرا راوی ہے۔ اس کے منسلق علامہ مذہبی اور امام احمد بن حنبل سے سن لیجئے کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔

میزان الاعتدال

فہو مدلس کذاب یسند الحدیث الی اناس لمیرہم
ولمیروا عنہم قال رحیم لم یسمع علی بن ابی طلحہ
التفسیر عن ابن عباس وقال احمد بن حنبل لہ
منکرات -

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۱۳۲ شمارہ

(۵۸۶۵

ترجمہ:

علی بن ابرطلحہ تدلیس کنندہ ہے اور جھوٹا ہے۔ یہ اپنی حدیث کا سلسلہ
ایسے افراد سے جوڑتا ہے جنہیں نہ تو اس نے دیکھا ہوتا ہے۔ اور نہ
ہی ان سے روایت کی ہوتی ہے۔ رحیم کا کہنا ہے۔ کہ علی بن ابرطلحہ نے
ابن عباس سے تفسیر کا ایک لفظ بھی نہیں سنا۔ امام احمد حنبل فرماتے
ہیں۔ کہ علی بن ابرطلحہ نے عجیب باتیں بنائی ہیں۔

یہ ہیں ائمہ فن روایت جن کے واضح فتاویٰ ہیں کہ مساویہ ابن صالح ناقابل
اعتماد ہے۔ اور امام بخاری نے اس کی کسی حدیث کو صحیح بخاری میں نہیں ذکر کیا۔
علی بن ابرطلحہ جھوٹا ہے۔ جن لوگوں کو اس نے دیکھا تک نہیں کہتا ہے۔ کہ میں نے
ان سے حدیث سنی ہے۔ اب ایسے راوی جس کی حدیث امام بخاری جیسے افراد
نہیں ان کی کسی حدیث کو لینا دیانت اور دینداری کے صریح خلاف ہوگا۔ لہذا
حرمت متعہ کی پہلی روایت حرمت متعہ کی دلیل نہیں بن سکتی۔

جواب: اثیر جاڑوی نے عبارت بالامیں حرمت متعہ کی روایت کے دو

راویوں پر جرح ذکر کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ راوی معاویہ بن صالح قابل استدلال نہیں۔ اور اسی وجہ سے امام بخاری نے اس کی ایک روایت بھی اپنی صحیح میں ذکر نہیں کی۔

راوی جناب معاویہ بن صالح کے بارے میں وہ جملہ جو معترض نے ذکر کیا۔ وہ ابو حاتم کی رائے ہے۔ صرف ایک ناقد کی رائے جو ناقہ بن کی آراء کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ لیکن اثیر جاڑوسی نے اس ایک رائے کو تمام ناقہ بن کی رائے کے طور پر پیش کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا۔ کہ اس کی حدیث اس قابل نہیں۔ کہ اس سے استدلال کیا جاسکے۔ یہ ایک کھلا دھوکہ ہے۔ بہت سے محدثین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ اور ان کی روایت کو قابل حجت تسلیم کیا ہے۔ اس پر میزان الاعتدال سے ہی ہم حوالہ پیش کریں گے۔

رہا یہ معاملہ کہ امام بخاری نے ان کی کوئی روایت اپنی صحیح میں ذکر نہیں کی۔ تو اس کی وجہ وہ نہیں جو جاڑوسی نے بیان کی۔ بلکہ اصل وجہ یہ ہے۔ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی بارے میں اپنی مخصوص شرائط ہیں۔ اور وہ بہ نسبت دوسرے محدثین کرام کے ذرا سخت ہیں ان شرائط کے موجود ہونے کی بنا پر انہوں نے معاویہ بن صالح کی روایت کو نہیں لیا۔ یہ اسی طرح ہے۔ کہ جس طرح امام بخاری نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بھی اپنی صحیح میں درج نہ کی۔ اس کی وجہ بھی وہی شرائط کا نہ پایا جانا ہے۔ کیونکہ امام بخاری اور امام جعفر صادق کے درمیان جو واسطے ہیں۔ وہ امام بخاری کی شرائط پر پورے نہیں اترتے۔ لیکن امام مسلم کی شرائط روایت چونکہ معاویہ بن صالح میں پائی جاتی تھیں۔ اس لیے انہوں نے صحیح مسلم میں ان کی روایت کو ذکر فرمایا ہے۔ ان دونوں باتوں کی تصدیق ملاحظہ ہو۔

معاویہ بن صالح کی شخصیت

میزان الاعتدال:

مَعَاوِيَةَ ابْنِ صَالِحِ الْحَضْرَمِيِّ الْحَمِصِيِّ قَتَا ضِي
 الْأُنْدَلُسِ أَبُو عَمْرٍو رَوَى عَنْ مَكْمُولٍ وَالْكَبَّارِ وَ
 عَنْهُ ابْنُ وَهْبٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَأَبُو
 صَالِحٍ وَطَائِفَةٌ وَثَبَتَهُ أَحْمَدُ وَأَبُو زُرْعَةَ وَ
 غَيْرُهُمَا وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ وَهُوَ عِنْدِي صَدُوقٌ
 وَهُوَ مِمَّنْ احْتَجَّ بِهِ الْمُسْلِمُونَ الْبُخَارِيُّ وَ
 تَرَى الْحَاكِمُ يَرَوِي مُسْتَدْرِكَهُ أَحَادِيثَهُ وَيَقُولُ
 هَذَا عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ فِيهِمْ فِي ذَلِكَ وَ
 يَقْدِرُهُ -

میزان الاعتدال ص ۷۹ تا ۸۰ جلد ۲

حرف میم مطبوعہ مصر طبع قدیم اولی ۱۳۲۵ھ

ترجمہ:

ابو عمرو معاویہ بن صالح حضرمی حمصی اندلس کے قاضی تھے یہ کہول اور دوسرے
 بڑے بڑے حضرات سے روایتِ حدیث کرتے ہیں اور ان سے
 ابن وہب، عبد الرحمن بن مہدی ابو صالح اور دوسرے بہت سے

محدثین کرام نے روایت حدیث فرمائی۔ امام احمد ابو ذر عدو وغیرہ نے انہیں
 ”وثقہ“ کہا۔ ابن عدی کا کہنا ہے۔ کہ یہ میرے نزدیک ”صدوق“ ہیں۔
 اور وہ یہ ہیں۔ کہ جن سے امام مسلم نے حجت پکڑی۔ امام بخاری نے نہیں
 مستدرک میں حاکم نے ان کی روایات ذکر کیں۔ اور کہا کہ یہ روایت
 امام بخاری کی شرط پر ہے۔

توضیح:

معاویہ بن صالح کے بارے میں دونوں امور کی صراحت ہو گئی۔ کہ ابو حاتم نے
 اگرچہ ان کے بارے میں دو لا یحتج بہ، کے الفاظ کہے ہیں لیکن امام احمد بن حنبل
 اور ابو ذر عدو ایسی جلیل القدر شخصیات ان کی ثقاہت کی تصریح فرما رہے ہیں۔ امام بخاری
 نے اگرچہ اپنی شرط پر ان کی روایت کو پورا نہ اترتے پایا۔ لیکن صاحب مستدرک
 نے ان کی ہی شرط پر انہیں پورا اترنا ہوا دکھایا۔ ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو۔

تہذیب التہذیب

قَبِيلَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَمِصِيِّ أَحَدَ الْأَعْلَاءِ مِنْ
 وَقَاضِي الْأَنْدَلُسِ وَعَنْهُ ثَوْرِيٌّ وَكَيْثُ بْنُ
 سَعْدٍ وَابْنُ وَهْبٍ وَمَعْنُ بْنُ عَيْسَى وَزَيْدُ بْنُ
 حَبَابٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَحَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ
 الْخِطَّاطُ وَبِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ وَأَسَدُ بْنُ مُوسَى وَأَبُو
 صَالِحٍ كَاتِبُ اللَّيْثِ وَغَيْرُهُمْ قَالَ أَبُو طَالِبٍ عَنْ
 أَحْمَدٍ خَرَجَ مِنْ حَمِصٍ قَدِيمًا وَكَانَ ثِقَّةً وَقَالَ

جَعْفَرُ الطَّيَالِسِيُّ عَنِ ابْنِ مَعِينٍ ثِقَّةٌ وَقَالَ الْأَجَلِيُّ
وَالنَّسَائِيُّ ثِقَّةٌ وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ ثِقَّةٌ مُحَدِّثٌ
وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَانَ بِالْأَنْدَلُسِ قَاضِيًا وَكَانَ
ثِقَّةً كَثِيرُ الْحَدِيثِ وَقَالَ ابْنُ خَرَّاشٍ صَدُوقٌ وَقَدْ
قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ لَدُنِّي حَدِيثٌ صَالِحٌ وَمَا أَرَاهُ بِحَدِيثِهِ
بِحُثًا وَهُوَ عِنْدِي صَدُوقٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي
الِثِّقَاتِ وَقَالَ الْبَزَّازُ كَبِيرٌ بِهِ بَأْسٌ وَقَالَ أَيْضًا
ثِقَّةٌ.

تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۲۱۰ حرف میم
مطبوعہ بیروت بمطابق دائرة المعارف
حیدرآباد دکن ہند

ترجمہ:

بیان کیا گیا ہے۔ کہ ابو عبد الرحمن حمصی مشہور محدثین میں سے ایک ہوئے
ہیں۔ اور اندلس کے قاضی تھے۔ ان سے روایت کرنے والے چند حضرات
کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ ثوری، لیث بن سعد، ابن وہب، یمن بن عیسیٰ
زید بن جباب، عبد الرحمن بن مہدی، حماد بن خالد الخياط بشیر بن السری
اسد بن موسیٰ اور ابو صالح کاتب الیث وغیرہ۔ امام احمد سے ابوطالب
بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ راوی حمص سے جب تشریف لے گئے۔ تو ثقہ
تھے۔ ابن عیین سے جعفر طیالسی نے ان کی ثقاہت بیان کی۔ الاصلی اور
نسائی نے انہیں ثقہ کہا۔ ابو زرعة انہیں ثقہ محدث کہتے ہیں۔ ابن سعد کا
کہنا ہے۔ کہ یہ اندلس میں قاضی تھے۔ اور کثیر الحدیث محدث ثقہ تھے

ابن خراش نے بھی انہیں ثقہ لکھا۔ ابن عدی ان کی حدیث کو صالح کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ مجھے ان کی روایت کردہ حدیث میں کوئی بحث نہیں اور وہ میرے نزدیک صدوق ہیں۔ ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقہ راویوں میں کیا۔ اور نبرائے کہا۔ کہ ان کی مرویات پر کوئی بحث نہیں اور یہ ثقہ بھی ہیں۔

ملحہ فکریہ :

اشیر جاڑوسی اگر ایمان داری سے کام لیتا۔ اور حق و باطل کو اپنے اپنے مقام پر رکھتا۔ تو یہ ہرگز نہ کہتا۔ کہ جناب معاویہ بن صالح ایسے راوی ہیں۔ جن کی روایات۔ قابل استدلال نہیں۔ اور اُسے میزان الاعتدال کی پوری عبارت نقل کرنی چاہیئے تھی۔ لیکن وہ جانتا تھا۔ کہ ایسا کرنے سے اس کا بھانڈا چر رہے میں پھوٹ جائے گا۔ حرمتِ متعہ کے ایک راوسی کے بارے میں آپ نے جاڑوسی کی کذب بیانی دیکھی۔ اور اب دوسرے راوی جناب علی بن ابی طلحہ کے متعلق سنئے۔ جاڑوسی نے میزان الاعتدال میں مذکور ہے۔ لیکن اس راوسی کے حالات وغیرہ کے بارے میں یہ دو لفظ مدلس، کذاب، کہ اپنی خرافات کو صاحب میزان کی طرف سے پیش کر دیا۔ اور ایسا کرنے سے ذرا بھر خوفِ خدا نہ آیا۔ کہ مجھ سے اس کی باز پرس ہوگی۔ ان دو الفاظ کو اگر جاڑوسی میزان الاعتدال سے مذکور راوسی کے بارے میں دکھائے تو منہ مانگا انعام پائے۔ ورنہ وہ انعام تو مل کر ہی رہے گا۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں الفاظ سے ذکر فرمایا۔ اللعنة اللہ علی الکاذبین۔ علی بن ابی طلحہ راوی کے بارے میں اسماء الرجال کی مشہور کتاب میں یہ تحقیق مذکور ہے۔

تہذیب التہذیب

قَالَ نَسَائِي كَتَبَ بِهِ بَأْسًا ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي
الِشَّقَاتِ لَهُ عِنْدَ مُسْلِمٍ حَدِيثٌ وَاحِدٌ فِي ذِكْرِ
الْعَزْلِ رَوَى لَهُ الْبَاقُونَ حَدِيثًا آخَرَ فِي الْفَرَائِضِ
قُلْتُ وَنَقَلَ الْبُخَارِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ رِوَايَةَ مُعَاوِيَةَ
ابْنِ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ شَيْئًا كَثِيرًا ۱۔

(تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۳۴۰ مطبوعہ
دائرة المعارف حیدرآباد دکن)

ترجمہ:

امام نسائی نے کہا۔ کہ علی بن ابی طلحہ کی روایات لینے میں کوئی حرج نہیں ہے
ابن حبان نے انہیں ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ امام مسلم نے ان کی طرف
ایک روایت عزل کے بارے میں ذکر کی۔ اور دوسرے محدثین نے
ان کی ایک اور روایت فرائض کے بارے میں بھی ذکر کی ہے۔ میں
کہتا ہوں۔ کہ امام بخاری نے اپنی تفسیر میں ایسی بہت روایات
ذکر کی ہیں۔ جو انہوں نے معاویہ ابن صالح کے واسطے سے حضرت
ابن عباس سے بیان کیں۔

ملخص کریں

امام نسائی جس کی روایات پر اعتبار کریں۔ ابن حبان جنہیں ثقہ بتائیں۔ امام مسلم
اور دیگر محدثین ان سے روایت کریں اور امام بخاری ایسا جلیل القدر محدث ان کی

تفسیری روایات اپنی کتاب میں درج فرمائیں۔ جو انہوں نے بالواسطہ حضرت ابن عباس سے بیان کیے۔ ان تمام خوبیوں کو بالامعنی طاقی رکھ کر جاڑوی نے انہیں بھی اپنا ساتھی بنانے کی ناپاک کوشش کی۔ اور بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ اپنی طرف سے ان کے بارے میں ”کذاب“ لکھ دیا۔ اور پھر کہاں بے حیائی سے الزام صاحب میزان الاعتدال کے سر تھوپ دیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کذاب بیانی جاڑوی کے رگ دریشہ میں اپنے بڑوں کی طرح کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ خود بھی گمراہ ہے اور گمراہ کن باتوں سے سادہ لوح لوگوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے آخر دوزخ کا ایندھن بھی تو اللہ تعالیٰ نے تیار کرنا ہے۔

فَاعْتَابُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر (۴)

جواز متعہ

علامہ طبری کی حرمت متعہ کے سلسلہ میں دوسری روایت کے سلسلہ سند پر نظر ڈالیں۔ سند کے اعتبار سے یہ روایت بھی ریت کا تھر تھرا تا ہوا محل ہے۔ جسے انگلی کا ایک معمولی سا اشارہ بھی کافی ہے۔ اس روایت کا سلسلہ سند بالکل نہیں ہے۔ یہ روایت نہ تو کسی اصحابی سے منسوب ہے۔ اور نہ ہی کسی تابعی سے منسوب ہے۔ اس روایت کا کوئی راوی معلوم نہیں۔ کیونکہ زید بن اسلم کے تین بیٹے عبد اللہ بن زید، اسامہ بن زید اور عبدالرحمن بن زید ہیں۔ ان تینوں اپنا بھائی زید بن اسلم سے کسی کا نام نہیں لیا گیا۔ کہ زید کے ان تینوں بیٹوں میں سے کون ابن زید راوی ہے۔ نہ تو خود زید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحابیت حاصل کیا اپنا بھائی زید بن اسلم سے کوئی آنحضرت کے زمانہ میں تھا۔ بلکہ اپنا بھائی زید بن اسلم سے کوئی نامعلوم ابن زید جو روایت کرے وہ قابل قبول ہو سکتی ہے۔ علامہ فریبی میزان الاعتدال جلد دوم ص ۲۲۵ شماره نمبر ۴۳-۴۱ میں رقم طراز ہیں۔ قال الجوز جانی الثلاثة ابناء زید و الثلاثة صغفار فی الحدیث۔ جوز جانی کہتا ہے۔ کہ زید کے تین بیٹے ہیں۔ جو کہ نقل حدیث میں ناقابل اعتماد ہیں۔

(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۵۴۲ شماره نمبر ۴۸-۴۱ قال یحییٰ ابن معین

بنو زید بن اسلم لیسوا بشیٰ زید بن اسلم کے بیٹے لیس بشیٰ ہیں۔ علم رواۃ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ زید کے تینوں بیٹوں میں سے جو بیٹا بھی راوی ہو۔ وہ ناقابل اعتماد ہے۔ اور اس کی روایت مقام استدلال میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ حقیقت حال۔ پس منظر اور پیش منظر کا جائزہ لینے کے بعد خود برادران اہلسنت کی کتابوں نے اور معتبر علماء کی کتابوں نے اور معتبر علماء نے اہل سنت نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ حرمت متعہ کی دونوں روایات جو علامہ طبری نے نقل کی ہیں وہ کسی بھی لحاظ سے قابل تسلیم نہیں۔ لہذا جواز متعہ کی روایات درست ثابت ہوئیں اور متعہ جس طرح زمانہ رسول علیہ السلام میں جائز تھا آج بھی اسی طرح جائز ہے۔

(جواز متعہ از اشیر جاڑوی ص ۲۶)

جواب:

پہلا دعویٰ کہ روایت کی سند بالکل نہیں۔ دوسرا دعویٰ کہ زید بن اسلم

راوی کے تین بیٹے ہیں۔ اور تینوں ناقابل اعتبار ہیں۔ اور مزید یہ کہ

ان میں سے راوی ایک ہے اور وہ بھی نامعلوم ہے۔ لہذا روایت

مذکورہ قابل تسلیم نہیں

اشیر جاڑوی کو ہم اندھا تو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ تفسیر قرطبی کے حوالہ جات نقل

کرتا ہے۔ لیکن ”دکذاب“ ضرور کہیں گے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ روایت مذکورہ کی سند

بالکل نہیں۔ سفید جھوٹ ہے۔ تفسیر طبری میں اس کی سند یوں مذکور ہے۔

تفسیر طبری

حدثنا یونس قال اخبرنا ابن وهب قال قال ابن زید الخ۔

(تفسیر طبری جلد ۵ ص ۳۰۰ آیات فاستمتعتم)

سند مذکور میں دو راویوں کو ابن وہب، ابن زید کہہ کر لکھا گیا۔ شاید جاڑوی کو اس سے
مخالفہ لگا ہو۔ کہ ابن زید یا ابن وہب کو فی نام نہیں۔ اس لیے راوی کا صراحتہ نام مذکور
نہ کرنا روایت میں اعتراض کی گنجائش نکالتا ہے۔ یا اسے دوسرے لفظوں میں
یوں کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ راوی دو مجہول ہیں۔ اگر یہی بات پیش نظر ہے۔ تو یہ اس کی
بہت بڑی حماقت ہے۔ کیونکہ اگر کسی کا نام نہ لیا جائے۔ اور اس کے باپ کا نام
لے کر اسی کی طرف اُس کے بیٹے ہونے کی نسبت کر دی جائے۔ تو باپ کی شہرت
کی وجہ سے اس کا بیٹا بھی معلوم و معروف ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ کہ
کسی کا نام اتنا معروف نہ ہو۔ جس قدر اس کی کنیت وغیرہ ہوتی ہے۔ خواہ کنیت
حقیقی ہو یا مجازی۔ جیسا کہ وہ ابو جہل، کہنے سے سبھی جانتے ہیں۔ کہ یہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا دشمن تھا۔ اور اگر اس کا نام پوچھیے۔ تو مشکل ہی کوئی بتا سکے گا۔ خود جاڑوی
نے بھی تو اسی انداز کو اپنایا ہے۔ لکھا ہے۔ کہ ابن رشد اندلسی نے یہ دعویٰ کیا ہے
مختصر یہ کہ روایت مذکورہ میں دو راویوں کا تذکرہ ابن وہب اور ابن زید سے کرنا
ان کی جہالت کو لازم نہیں ہے۔ راوی کا مجہول ہونا تب لازم آتا۔ کہ ابن وہب
یا ابن زید کے بارے میں اسمائے الرجال کی کتابوں سے کچھ نہ ملتا۔ ابن وہب سے
مراد عبد اللہ بن وہب بن منبہ ہے۔ اور ابن زید سے مراد محمد بن زید بن مہاجر
ابن قنفذ بن عمیر بن جدعان القرشی ہے۔ اگر جاڑوی کو کسی راوی کی کنیت سے
اس کا شجرہ نسب تلاش کرنا مشکل تھا۔ تو کسی اہل علم سے پوچھ لیتا۔ کتب اسماء
الرجال میں مصنفین کا یہ طریقہ چلا آ رہا ہے۔ کہ کتاب کے آخر میں مختلف کنیت والے
حضرات ذکر کر کے ان کے نام و نسب بیان کرتے ہیں۔ ابن وہب اور ابن وہب
اور ابن زید کی کنیت تلاش کر کے ان کے بارے میں بھی واقفیت حاصل کی جاسکتی
تھی۔ لیکن پھر اسے دھوکہ کے لیے مواد کہاں سے ملتا۔ ذہن ذیاب التہذیب جلد ۲۹۵

پران زید کنیت والے راوی کا تذکرہ موجود ہے۔ وہاں اس کی سیرت اور روایت حدیث میں اہمیت مل سکتی ہے۔ لیکن دوسری بڑی حماقت اس کی دیکھنے کہ ”ابن زید“ سے مقصود زید کا بیٹا ہے۔ جن کا نام محمد ہے۔ اس کے بارے میں کچھ اظہار خیال کرتا۔ لیکن ”زید اسلم“ کے نام کا راوی لے کر پھر اس کے بیٹوں کے نام اور ان کے متعلق باتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ کہاں ”زید بن اسلم“ اور کہاں ابن زید بن ہاجر؟ زید بن اسلم کے تین بیٹے چھوڑ چار ہوں اس سے ہمیں کیا غرض جبکہ اس کے نام کا راوی روایت مذکور میں ہے نہیں۔ اور پھر فرقہ تماشائے یہ کہ زید بن اسلم نام کا راوی صرف ایک ہے۔ اور اس کے جو حالات میزان الاعتدال کے حوالے سے جاڑوی نے پیش کیے۔ وہ اس کتاب میں موجود ہی نہیں۔ اگر کتاب مذکور سے محمد بن اسلم کے وہ حالات جو اس نے بیان کیے ثبات کروے۔ تو متنبہ ہوگا انعام ملے گا۔ محمد بن اسلم کے حالات مذکور کتاب میں یوں مرقوم ہیں۔

میزان الاعتدال

زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ مَوْلَى عُمَرَ بَنِي كَدِّ ابْنِ عَدِيٍّ يَذْكُرُ
 فِي الْكَامِلِ فَإِنَّهُ ثِقَّةٌ حُجَّةٌ رَوَى عَنْ حَمَّادِ
 ابْنِ زَيْدٍ فَقَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يَتَكَلَّمُونَ
 فِي زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ فَقَالَ لِي عَبِيدُ اللَّهِ نُبِّئْ عُمَرَ مَا
 تَعَلَّمُ بِهِ بَأْسًا إِلَّا أَنَّهُ يُفَسِّرُ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ.

(میزان الاعتدال جلد اول ص ۳۷۱ حرف الزام)

ترجمہ:

زید بن اسلم مولیٰ عمر کا تذکرہ ابن عدی نے الکامل میں کیا۔ اور اسے ثقہ اور

قابلِ حجت کہا۔ حماد بن زید سے روایت کی گئی ہے۔ کہ میں یہ منورہ
 گیا۔ تو وہاں لوگوں کو زید بن اسلم کے بارے میں اوصاف اور حکایتیں
 کرتے پایا۔ مجھے عبید اللہ بن عمر نے کہا۔ ہم اس سے روایت کرنے
 میں کوئی تھکی نہیں محسوس کرتے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ یہ شخص قرآن کریم کی
 تفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے۔

مذکورہ حوالہ سے ہمارا یہ مقصد نہیں۔ کہ زید بن اسلم کیسا راوی ہے۔ کیونکہ روایت
 زیر بحث میں اس نام کا کوئی راوی ہے ہی نہیں ہم نے یہ حوالہ اس لیے درج کیا
 ہے۔ تاکہ قارئین کرام یہ جان سکیں۔ کہ جاڑوسی نے جو رجحانی کے حوالہ سے اس
 کے تین بیٹے بیان کیے تھے۔ وہ تینوں حدیثوں میں ضعیف تھے۔ اور ابن معین
 کے حوالہ سے لکھا۔ کہ وہ اسے لاشیٰ کہتے ہیں۔ زید بن اسلم نام کا راوی صرف ایک
 ہی ہے۔ اس لیے میزان الاعتدال میں نہ تو جو رجحانی کا کہیں قول موجود اور نہ ہی کبھی
 ابن معین کا لاشیٰ کہنا۔ اس سے جاڑوسی کی جہالت کس قدر عیاں ہو رہی ہے ایسے
 جاہل کی دلیلوں کا جواب دینے کے لیے طبیعت گوارا ہی نہیں کرتی۔ لیکن عوام کو
 حقیقت حال سے آگاہ کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ کھنا پڑا۔ اب آئیے اس راوی کی
 طرف کرمیت متعہ میں جن کو ابن زید کہہ کر لکھا گیا۔ اسماء الرجال سے ان کی سیرت و
 اہمیت سنیں۔

تہذیب التہذیب

مَحَمَّدُ ابْنُ زَيْدِ ابْنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قَنْفَدَةَ بْنِ عُمَيْرِ
 بْنِ جَدْعَانَ الْقُرَشِيِّ التَّمِيمِيِّ الْعَدَنِيِّ فِي مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ
 وَرَوَى عَنْ أَبِيهِ وَأُمِّهِ أُمِّ حَرَامٍ وَعُمَيْرِ مَوْلَى أَبِي

اللَّحْمِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ وَابْنِ أُمَامَةَ بْنِ ثَعْلَبَةَ
 وَسَالِمَ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ وَسَعِيدَ ابْنِ الْمُسَيْبِ
 وَطَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْفٍ وَنِعْمَ مُحَمَّدَ بْنَ
 الْمُتَكَدِّرِ وَابْنَ سَيْلَانَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَوَيْ عَنْهُمْ
 زُهْرَى وَمَالِكٌ وَهَشَامُ ابْنُ سَعْدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ
 بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ
 وَابْنُ أَبِي ذَيْبٍ وَابْنُ لَهَيْعَةَ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ
 وَبِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ وَآخَرُونَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
 أَحْمَدَ عَنْ أَبِيهِ شَيْخٌ ثِقَةٌ وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ
 وَأَبُو زُرْعَةَ ثِقَةٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الثَّقَاتِ
 قُلْتُ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ وَالْأَجَلِيُّ ثِقَةٌ وَقَالَ الْبَرْقَانِيُّ
 عَنِ الدَّارِ قُطَيْبِي يَحْتَجُّ بِهِ وَقَالَ مَرَّةً أَخْرَجَ
 يَعْتَبِرُ بِهِ -

(تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۳۷۳ تا

۳۷۴ حروف الیمم مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

محمد بن زید بن مہاجر مولى ابى عمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی
 والدہ کا نام ام حرام تھا۔ دوسرے حضرات کہ جن سے اس نے روایت
 کی۔ وہ یہ ہیں۔ عمیر مولى ابى الحکم عبداللہ بن عامر، ابوامامہ بن ثعلبہ، سالم بن
 عبداللہ بن عمر، سعید بن مسیب، طلحہ بن عبداللہ بن عوف، محمد بن المنکدر
 اور ابن سیمان وغیرہ۔ ان سے روایت کرنے والے چند حضرات

کے یہ نام ہیں۔ زہری، مالک، ہشام، ابن سعد، عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار، عبدالعزیز بن محمد، ابن ابی ذہب، ابن لہیہ، حفص بن غیاث، بشر بن مفضل وغیرہ۔ عبداللہ بن احمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ محمد بن زید ثقہ راوی ہے۔ ابن معین اور ابو زر عہ نے بھی اسے ثقہ کہا ابن جہان نے ثقہ راویوں میں ان کو ذکر کیا۔ میں کہتا ہوں کہ ابو داؤد اور الاملی نے بھی ان کو ثقہ کہا۔ برقانی نے دارقطنی سے نقل کیا کہ یہ قابلِ حجت ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ قابلِ اعتبار ہیں۔

الحکمۃ :-

حرمت متعہ کی دو عدد روایات کے راویوں پر جاڑوسی کی تنقید کا ہم نے پل کھول کر رکھ دیا ہے۔ فریب اور دھوکہ سے ان راویوں کے بارے میں جھوٹی باتیں خود بنائیں اور دوسروں کے سرتھوپ دیں۔ محمد بن زید ایک جلیل القدر تابعی ہیں۔ جنہیں جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوگی۔ اور ان کا سلسلہ روایات تہذیب التہذیب کے حوالہ سے ہم پیش کر چکے ہیں۔ ان کے ساتھ اور شیوخ میں یکتائے روزگار لوگ ہیں۔ اور پھر ان سے روایت اخذ کرنے والوں میں مشاہیر حضرات کی طویل فہرست ہے۔ لہذا جاڑوسی کا یہ کہنا انتہائی کذب بیانی ہے۔ کہ وہ پس منظر اور پیش منظر کا جائزہ لینے سے ثابت ہوا کہ اہل سنت کے کتابوں نے اور متبر علمائے اہل سنت نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ حرمت متعہ کی دونوں روایات جو علامہ طبری نے نقل کیں۔ وہ کسی بھی لحاظ سے قابلِ تسلیم نہیں۔ لہذا جواز متعہ کی روایات درست ثابت ہوئیں۔ الخ، اس پر اتنا ہی تبصرہ کافی ہے۔ سے بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

دھوکہ اور کذب بیانی ۵

حرمتِ متنعہ والی روایات متواترہ نہیں

جواز متنعہ

ابن رشد اندلسی نے ہدایۃ المجتہد جلد ۲ ص ۵۷ پر حرمتِ متنعہ کے سلسلہ میں واردہ احادیث کے لیے دعوائے تواتر کیا ہے۔ شیعہ سنی اصول حدیث کے مطابق حدیث متواترہ اُسے کہا جاتا ہے۔ جس کے ناقل صحابہ اتنی مقدار میں زیادہ ہوں۔ کہ انہیں جھٹکایا نہ جاسکے ضعیف و قوی خورد و کلاں اور صالح و غیر صالح ہر ایک کا دعویٰ ہو کہ میں نے خود اپنے کانوں سے آنحضور کی زبان سے یہ حکم سنا ہے۔ اگر ابتداءً آنحضور سے حدیث نقل کرنے والے مثلاً پانچ یا چھ صحابہ ہوں اور پھر ان پانچ یا چھ صحابہ سے سننے والے سپاس یا ساسٹھ بن جائیں۔ تو ان تمام کا سلسلہ سند انہی پانچ یا چھ سے جا ملے۔ تو ایسی حدیث کو کسی بھی اصول حدیث میں حدیث متواترہ نہیں کہا جاسکتا۔ جبکہ حرمتِ متنعہ کے لیے تمام منقولہ احادیث کا آخری سلسلہ سند تین صحابہ تک جا کر ختم ہو جاتا ہے۔

اور تین صحابہ سے نقل شدہ حدیث کسی بھی لحاظ سے حدیث متواترہ کی فہرست میں نہیں آسکتی۔ جن تین صحابہ کی طرف احادیث حرمتِ متنعہ کو

منسوب کیا گیا ہے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ (۱) حضرت علی بن ابی طالب
 (۲) سلمہ بن اکوع۔ (۳) سبرہ ابن معبد جھنی۔ یا تو یہ کہا جائے کہ علامہ اندلسی جیسا بالبصیر
 شخص معنی تو اتر سے ناوا آف تھا۔ یا خواہ مخواہ حرمت متعہ ثابت کرنے کی خاطر دعویٰ
 تو اتر کا بیخ ڈالا۔ اور یا مولانا مودودی کی طرح حدیث کے سلسلہ میں اس کے نزدیک مزاج
 رسول کو دخل نہ تھا۔ یعنی اگر کسی حدیث کا راوی خواہ ایک ہو ضعیف سے ضعیف تر ہو
 اور وہ حدیث مزاج رسول کے مطابق ہو تو قابل تسلیم۔ اور اگر کسی حدیث کے راوی
 سنتوں سے بھی زیادہ ہوں لیکن وہ حدیث مزاج رسول کے خلاف ہو تو قابل تسلیم
 نہیں ہوگی۔ بہر صورت تین صحابہ سے نقل کی جانے والی کسی حدیث کو بھی،
 حدیث متواتر کہنا نہ صرف اصول حدیث کا منہ چڑانا ہے۔ بلکہ احکام خدا سے کھلا
 مذاق ہے۔

(جواز متعہ ص ۲۷، مکتبہ انوارِ حجت دریا خان بھکر)

جواب:

- مذکورہ عبارت میں اٹھائے گئے نکات کا خلاصہ یہ ہے۔
- ۱۔ ابن رشد بالبصیرت اور اہل سنت کا قابل اعتماد عالم ہے۔
 - ۲۔ حرمت متعہ کی روایات کا سلسلہ سندین صحابہ تک پہنچتا ہے۔ علی التفضی
 سلمہ بن اکوع اور سبرہ ابن معبد۔
 - ۳۔ حدیث متواتر کی اجماعی تعریف۔

ابن رشد کی سیرت

محمد بن احمد اندلسی المعروف ابن رشد واقعی یگانہ روزگار تھا۔ اس کا انہماک فلسفہ
 منطق اور طب کے علوم میں تھا۔ لہذا ایک فلسفی اور منطقی عالم ہونے کی وجہ سے علوم

مذکورہ میں تو اس کی تحقیق قابل تسلیم ہے لیکن علم حدیث اور فقہ وغیرہ میں کمزور تھا امام غزالی اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

الکفی واللقاب

ابن رشد أبو الولید مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ
 اَنْدَلُسِي الْعَالِمِي اَوْحَدُ زَمَانِهِ فِي الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ
 وَالطَّبِّ وَالْفَلَسَفَةِ اِنَّمَا ذَكَرَهُ الْغَزَالِي بِمَعْزِلٍ
 عَنْ مَرْتَبَةِ الْيَقِيْنِ وَالْبُرْهَانِ وَقَالَ فِي اٰخِرِهِ
 لَا شَكَّ اَنَّ هَذَا الرَّجُلَ اَخْطَا عَلَى الشَّرِيْعَةِ كَمَا
 اَخْطَا عَلَى الْحِكْمَةِ۔

دالکفی واللقاب جلد ۱ ص ۲۹۰ تذکرہ

ابن رشد مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

ابن رشد ابو الولید محمد بن احمد اندلسی مالکی اپنے زمانہ کا علم و فضل اور،
 طب و فلسفہ میں یکتا شخص تھا۔ امام غزالی نے اس کا تذکرہ جہاں کیا
 وہاں اس کی باتوں کو برہان اور یقین کے درجہ سے کم پر رکھا۔ اور آخر
 میں فرمایا۔ یہ شک یتنص شریعت اور حکمت میں ٹھوکر میں کھانے
 والے۔

حدیث متواتر کی بحث

اشیر جاڑوی نے لکھا کہ اگر ایک روایت کے راوی پانچ چھ صحابہ ہوں

تو وہ روایت اگرچہ آگے جا کر دو چار سو لوگوں سے مروی ہو وہ پھر بھی متواتر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ متواتر وہ روایت ہے۔ کہ جس کے ناقیلین اتنی تعداد میں ہوں۔ جنہیں جھٹلایا نہ جاسکے۔ بقول جاڑوی حدیث متواتر کی تعریف میں دو باتیں غور طلب ہیں۔ ایک یہ کہ پانچ چھ صحابہ کرام کی روایت، روایت متواترہ نہیں۔ دوسری یہ کہ اتنے راوی ہونے چاہئیں کہ ان کی تکذیب ناممکن ہو۔ ان دونوں باتوں سے ثابت ہوا۔ کہ پانچ چھ صحابہ کرام کی تکذیب ممکن ہے۔ اس لیے ان کی روایت درجہ تواتر تک نہیں پہنچ سکتی قطع نظر اس کے کہ کیا حرمت متنعہ کے راوی صرف تین حضرات ہی ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ایک روایت کو علی المرتضیٰ، حسن و حسین، سلمان فارسی مقدار و در عمار یا مسیح صحابہ بیان کریں۔ تو کیا اہل تشیع کے نزدیک وہ متواتر ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پھر پانچ چھ صحابہ کی روایت میں غیر متواتر کہنا غلط ہوا۔ اور اگر کہو کہ ان چھ حضرات کی روایت غیر متواتر ہے۔ تو اپنے مذہب کی خیر مناد۔ کیونکہ تمہارے مذہب میں اگر روایت میں ائمہ سے کسی امام کا نام نہ ہو۔ تو وہ خواہ کتنے بھی ہوں۔ ناقابل اعتبار۔ اور اگر امام کا نام آجائے تو اس ایک کی وجہ سے حدیث مقبول۔ اب فرض کیجئے۔ کہ ایک روایت علی المرتضیٰ اور حسین کیسین بیان کرتے ہیں۔ ان تینوں سے پھر آگے بیان کرنے والے تعداد میں بہت ہو جاتے ہیں۔ تو کیا ایسی روایت متواتر نہ ہونے کی وجہ سے نام مقبول اور غیر معتبر ہوگی؟ اُدھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (جو حرمت متنعہ کی روایت کے ایک راوی ہیں) کا مقام اہل تشیع کے نزدیک انبیاء سے بھی بلند و بالا ہے۔ اسی بنا پر ان کی مرویات کو درجہ تواتر دیا جاتا ہے۔ لہذا اگر آپ اکیلے راوی ہوں تو وہ روایت متواتر ہو اور اگر وہ ان کے ساتھ مل جائیں۔ تو وہ متواتر نہ بن سکے۔ یہ منطقی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ بہر حال حدیث متواتر کی تعریف جسے جاڑوی نے اجمالی کہا۔ جو غلط

ہے۔ اہل سنت کی اصول فقہ کی ایک کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

قَوْلُهُ رَوَى قَوْمٌ سَوَاءٌ كَانُوا كَفَرًا أَوْ مُسْلِمِينَ
عَدُوًّا أَوْ فَسَاقًا إِلَّا أَنَّ التَّوَادُّ إِذَا كَانُوا عَدُوًّا
فِي الْعَدَدِ الْقَلِيلِ مِنْهُمْ يَحْصُلُ الْعِلْمُ وَإِذَا كَانُوا
فَسَاقًا فَلَا بُدَّ لِعِلْمٍ مِنَ الْعَدَدِ الْكَثِيرِ مِنْهُمْ
وَلَوْ أَحْبَبَ وَاحِدٌ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِخَبَرٍ وَسَكَتَ
الْبَاقُونَ وَعَلِمَ بِالْأَمَارَاتِ أَنَّهُمْ لَوْ كَانُوا مُتَرَدِّدِينَ
فِي هَذَا الْخَبَرِ لَمَا سَكَتُوا فَهَذَا الْخَبَرُ أَيْضًا
فِي حُكْمِ الْمُتَوَاتُرِ يُفِيدُ الْعِلْمَ وَيَسْمَى تَوَاتُرًا
سَكُوتِيًّا.

رحاشیہ نورالانوار ص ۱۸۰ باب اقسام السنۃ

مطبوعہ طبع

ترجمہ:

(خبر متواتر وہ ہے کہ جسے روایت کرنے والی ایک قوم ہو قوم کے
یہ افراد خواہ کافر ہوں یا مسلمان، عادل ہوں یا فاسق برابر ہیں۔ ہاں
اگر روایت کرنے والے افراد عادل ہوں گے۔ تو ان کی تعداد اگرچہ
قلیل ہی کیوں نہ ہو پھر بھی علم یقینی حاصل ہو جائے گا۔ اور اگر فاسق
ہوں گے۔ تو پھر تعداد بکثرت ہوگی تب جا کر مفید علم ہوگی۔ اگر ایک
جماعت کی روایت صرف ایک آدمی دیتا ہے۔ دوسرے چپ
رہتے ہیں۔ اور ان کی خاموشی بعض علامات کے ذریعہ اس پر
دلالت کرتی معلوم ہوتی ہے۔ کہ اگر انہیں اس میں کوئی تردد ہوتا تو وہ

فاموش نہ رہتے۔ تو ایسی خبر بھی متواتر کے حکم میں ہوگی۔ لہذا مفید علم و یقین بھی ہوگی۔ اس قسم کی روایت کو دو متواتر سکوتی، کا نام دیتے ہیں۔

توضیح :-

اہل سنت کے ہاں تو اتر کا مطلب یہ ہے کہ عدد شہادت سے راویوں کی تعداد زیادہ ہو۔ اس زیادتی کی ابتداء یا انتہا کتنے پر ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی سکتی۔ مقصد یہ ہے۔ کہ اُن کی بات سے علم یقینی حاصل ہو جائے۔ چاہے وہ پانچ چھ ہوں یا اس سے زیادہ اسی طرح ایک آدمی جب روایت بیان کرتا ہے۔ اور دوسرے موجود حاضرین اس کی تردید نہیں کرتے۔ بلکہ خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ تو وہ بھی متواتر سکوتی ہے۔ حرمت متعدی کی روایت میں جب روایت علی المرتضیٰ نے ابن عباس کو ڈانٹا۔ اور فرمایا۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدی کو حرام کر دیا ہے۔ تو پھر تمہیں اس کے جواز پر اصرار کیوں؟ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس کے سامنے حدیث مصطفیٰ بیان کی تو اس وقت موجود کسی صحابی نے اس کی تردید نہ کی۔ بلکہ سکوت فرمایا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس روایت پر تواتر سکوتی ہے۔ اور موجود صحابہ کو ام کا اجماع ہے۔ اسی لیے اہل سنت کی کتب میں حرمت متعدی پر دو اجماع صحابہ، منقول ہے۔ اس تحقیق کے بعد اشیر جاڑوی کی لُن ترانیوں کی حقیقت اظہار من لثمن ہو گئی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت دوسرے اور دو صحابہ کرام کی حرمت متعدی کی روایت کے تواتر کا انکار ہٹ دھرمی سے سوا کچھ نہیں۔ بلکہ خود اپنے مسلک پر کلبھاڑا مانا ہے۔ (فاعتدوا یا اولی الابصار)

دھوکہ

اور

کذب بیانی

حرمیتِ متعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت
کا ایک راوی سفیان بن عیینہ مدلس ہے۔

جوازِ متعہ :-

حرمیتِ متعہ کی ایک حدیث کو حضرت علی سے
منسوب کیا گیا ہے۔ جو کہ حضرت علی کی عظمتِ علمیہ کو داغدار کرنے کی ایک کھلی اور
ناپاک سازش کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ ایک طرف حضرت علی کو حدیثِ حرمیتِ متعہ
کا ناقل قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسری طرف تحریمِ متعہ کے بعد حرمیتِ متعہ پر حضرت علی
کے افسوس اور اعتراض کو نقل کیا گیا ہے۔ اور حضرت علی کو تفسادِ بیانی کا مرتکب قرار
دیا گیا ہے۔ یہ فیصلہ غیر متعصب اور سلیم الفکر ذہن پر چھوڑا جاتا ہے۔ کہ وہ خود یہ فیصلہ
کرے کہ حضرت علی کی ایک حدیث حرمیتِ متعہ درست ہے یا حرمیتِ متعہ پر
اعتراض درست ہے۔ جب کہ حرمیتِ متعہ کی صرف ایک حدیث ایک غیر ذمہ دار
راوی سے منقول ہے۔ اور تحریمِ متعہ پر اعتراض کئی ذمہ دار ناقلین حدیث نے نقل

کیا ہے۔ غیر ذمہ داری۔ حرمت متعہ کے سلسلہ میں جو حدیث حضرت علی کی طرف منسوب ہے اس کا راوی سفیان بن عیینہ ہے۔ سفیان بن عیینہ نے عبداللہ بن محمد حنفیہ اور حسن بن محمد حنفیہ ابن علی ابن طالب سے نقل کی ہے۔ سفیان بن عیینہ کے متعلق علامہ ذہبی کی میزان الاعتدال جلد دوم ص ۱۰۰ سے پوچھ لیں کہ شیخ کس کس قماش سے اس کا راوی ہے۔

میزان الاعتدال

كَانَ يُدَلِّسُ وَالْحِكْمَ الْعُلُوْدَ مِنْهُ اَنَّهُ لَا يُدَلِّسُ
اِلَّا عَن ثِقَاتٍ -

(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۱۰۰)

ترجمہ :

سفیان بن عیینہ تدلیس کنندہ تھا۔ البتہ اس کی عادت یہ تھی کہ تدلیس میں کسی موثق راوی کو ملوث کرتا تھا۔

یہ ہے اس کی حدیث کی تصویر جو علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کھینچی ہے۔ جس نے حرمت متعہ کی حدیث کو حضرت علی کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کا کام ہے۔ کہ تدلیس کرتا ہے۔ اور تدلیس میں یہ خیال رکھتا ہے۔ کہ کوئی غیر معتبر آدمی نہ آجائے جب اس قسم کا راوی حرمت متعہ کی حدیث نقل کرے۔ تو اس حرمت کی کیا قیمت پڑ جاتی ہے۔ اور ایسی حدیث کو کیسے احکام شرعیہ میں مقام استدلال پر پیش کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ حدیث من گھڑت ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی نسبت حضرت پر بہتان اور افتراء پر دازی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(جواز منعہ ص ۳۱)

جواب:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اگر حرمتِ متعہ کے قائل تھے تو پھر یہ الفاظ وہ اگر حضرت عمر متعہ کو حرام نہ کرتے تو کوئی بد بخت ہی زنا کرتا کہتا کہتا ان کی تضاد میں نظر کرتے ہیں۔ اس لیے اس تضاد کو ختم کرنے کی ایک صورت یہ ہے۔ کہ حرمتِ متعہ کا راوی غیر ذمہ دار ہے۔ اس کی حرمتِ متعہ کی روایت ناقابلِ استدلال ہے اور آپ کا افسوس کرنا راجح۔ کیونکہ سفیان بن عیینہ غیر ذمہ دار راوی ہے ماہم۔

سفیان بن عیینہ کے بارے میں حقیقت حال

اشیر جاڑوی کا سارا زور اس بات پر لگا۔ کہ سفیان بن عیینہ بجا المیزان الاعتدال مدلس ہیں۔ اور یہ وصف ان کے غیر ذمہ دار ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ جناب سفیان بن عیینہ کے بارے میں جاڑوی کا یہ قول دھوکہ اور کذب بیانی کا مرتع ہے۔ اس کی گواہی میزان الاعتدال کی عبارت دے رہی ہے۔

میزان الاعتدال

سُفْيَانُ بْنُ عَيَيْنَةَ الْهَلَالِيُّ أَحَدُ الشَّقَاتِ الْأَعْلَامِ
 أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى الْاجْتِجَالِ بِهِ بَدَلٌ وَكَانَ يُدْتَسُّ
 لِكِنَّ الْمَعْمُودَ مِنْهُ أَنَّهُ لَا يُدْتَسُّ إِلَّا عَنِ ثِقَةٍ
 وَكَانَ قَوِيًّا الْحَفِظِ وَمَا فِي أَصْحَابِ الرَّهْبِيِّ
 أَصْعَقُ سِنًا مِنْهُ وَمَعَ هَذَا فَهُوَ مِنْ أُنْبَتِهِمْ
 قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هُوَ أَثْبَتُ النَّاسِ فِي عَمْرٍو

بْنِ دِينَارٍ -

رمیزان الاعتدال جلد اول صفحہ نمبر ۳۹
حرف سین مطبوعہ مصر طبع قدیم

ترجمہ:

سفیان بن عیینہ ہلالی مشہور ثقہ راویوں میں سے ایک ہیں۔ ان کی روایت سے احتجاج کرنے کے بارے میں تمام امت کا اجماع ہے تدلیس کرتے تھے۔ لیکن ان کی تدلیس کا وقوع اس طرح تھا۔ کہ صرف ثقہ راویوں سے تدلیس کرتے تھے۔ مضبوط حافظ کے مالک تھے امام زہری کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ قوی ہونے کے باوجود تمام سے بڑھ کر خبردار تھے۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے۔ کہ عمرو بن دینار کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ قوی اور ثابت ہے صاحب میزان علامہ ذہبی نے ان کی روایات کو با اتفاق امت قابل احتجاج بتایا۔ اور مشہور ثقہ راویوں میں سے ایک کہا۔ اور امام احمد بن حنبل ایسے ناقدین نے ان کی ثقاہت اور مضبوطی پر پختہ دیکھا ہے۔ ان حضرات کے اقوال کے سامنے جاڑوی کا انہیں دو غیر ذمہ دار، قرار دینا انتہائی غیر ذمہ دارانہ بات ہے۔ یہ بات اس نے تدلیس کے لفظ سے نکالی ہے۔ بہر حال وہ تدلیس اس سے پہلے اور بعد جو کچھ ان کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ جاڑوی اُسے گول کر گیا۔ تاکہ عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالی جاسکے۔ آئیے اب تدلیس کی تھوڑی سی بات ہو جائے۔

تدلیس کیا ہے؟

اور اس کا حکم کیا ہے؟

حدیث پاک کی روایت کرتے وقت راوی کا اپنے شیخ کے اسم گرامی کی بجائے شیخ کے شیخ کا اسم گرامی لکھ دینا کراس طرح سے پڑھنے والے کو یہ سمجھا جائے۔ کہ راوی نے اُس (شیخ شیخ) سے اس حدیث کی سماعت کی ہوگی۔ حالانکہ سماعت ثابت نہیں ہوتی۔ یہ طریقہ روایت تدلیس کہلاتا ہے۔ یہاں بھی جاڑوی نے اپنا اتو سیدھا کیا۔ اور لکھا۔ کہ وہ (سفیان بن عیینہ) عادت کے طور پر تدلیس میں کسی موقی آدمی کو ٹوٹ کرتا۔ ”ٹوٹ کرنا“ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں کسی کی بے عزتی مقصود ہو۔ یا وہ بری الذمہ ہو اور اس کے باوجود اس پر کوئی الزام تھوپ دیا جائے۔ لیکن سفیان بن عیینہ اپنے شیخ کے شیخ کا نام اس بنا پر نہیں لیتے تھے۔ کہ انہیں بھی درمیان میں گھسیٹ کر لاکھڑا کیا جائے۔ بلکہ وہ تو پہلے ہی اس روایت کے راوی ہوتے ہیں۔ لہذا انہیں ”ٹوٹ کرنا“ کرنے کا الزام دینا ایک بے وقوف کی بڑھی ہو سکتی ہے۔ پھر ”تدلیس“ ایسی صفت نہیں۔ کہ وہ کسی صورت میں بھی ذمہ دار نہ بن سکے۔ اگر ایسا ہی ہوتا۔ تو پھر سفیان بن عیینہ کی روایات سے احتجاج پکڑنے کا کیا معنی ہوگا۔ اور پھر ایسے شخص کو مشہور ثقہ مضبوط اور ثابت کہنا کب درست ہوگا۔ حالانکہ یہ سب باتیں ائمہ حدیث نے سفیان بن عیینہ کے بارے میں کہی ہیں۔ اس لیے ان کی تدلیس کا طریقہ وہ نہ تھا۔ جو جاڑوی نے ”ٹوٹ کرنا“ کے الفاظ سے بیان کیا۔ بلکہ وہ ہے۔ جو صاحب میزان کی عبارت سے اخذ ہوتا ہے۔ یعنی تدلیس کرتے تھے۔ لیکن

ان کی تدلیس کرنے میں عادت یہ تھی۔ کہ ان مشائخ سے کرتے۔ جو ثقہ ہوتے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ثقہ سے تدلیس قابل استدلال ہے یا نہیں۔

مقدمہ لمعات التنیق

وَذَهَبَ الْجَمْعُ هُوَ إِلَى قَبُولِ تَدْلِيْسٍ مِّنْ عَرِْفٍ
أَنَّه لَا يَدْلِسُ إِلَّا عَنِ ثِقَّةٍ كَابْنِ عِيْنَةَ وَ إِلَى
رَدِّ مَنْ كَانَ يَدْلِسُ عَنِ الضَّعْفَاءِ وَعَبِيْرِ هَمْ-

(مقدمہ لمعات التنیق ص ۲۴۲ مکتبہ المعارف
العلمیہ شیش محل لاہور)

توجہ:

جمہور کا یہ مذہب ہے۔ کہ ہر اس شخص کی تدلیس قبول ہوتی ہے جو صرف
ثقہ لوگوں سے تدلیس کرتا ہو جیسا کہ ابن عیینہ۔ اور اسی طرح جمہور کا یہ بھی
مسک ہے۔ کہ ہر اس شخص کی تدلیس رد کر دی جائے گی جو ضعیف
راویوں سے تدلیس کرتا ہو۔

تدلیس اور اس کا حکم اپنے ملاحظہ کیا۔ تدلیس دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ
جو ثقہ راویوں سے ہو۔ اور دوسری غیر ثقہ یعنی ضعیف راویوں سے۔ ان میں سے
اول الذکر تدلیس مقبول اور دوسری مردود ہے۔ لیکن ابن عیینہ کی تدلیس قسم اول
سے ہونے کی وجہ سے (جو مقبول ہونی چاہیے) کس طرح قابل استدلال نہیں۔
جاڑوی نے یہ کہاں سے قانون نکال لیا ہے؟ اسی پر اس کے بننے بناٹے مکان
کی بنیاد تھی۔ لہذا جب تحقیق کے میدان میں یہ ثابت ہو گیا۔ کہ ابن عیینہ کی تدلیس
قابل قبول ہے۔ تو پھر یہ کہنا کہ "ایسی حدیث کو احکام شرعیہ میں بطور استدلال

کیسے پیش کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ کہ یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے، کہاں کی عقل مندی اور دیانت داری ہے۔ بہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب سفیان بن عیینہ کا مقام و مرتبہ کچھ اور بھی بیان کر دیا جائے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ قبول جاڑوی و دیہ کس قماش کے راوی تھے؛ کی اصلیت کیا ہے۔

تہذیب التہذیب

سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ابْنُ أَبِي عِمْرَانَ مَيْمُونُ الْهَلَلِيُّ
 أَبُو مُحَمَّدٍ الْكُوفِيُّ سَكَنَ مَكَّةَ رَوَى عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ
 ابْنِ عُمَيْرٍ وَ ابْنِ إِسْحَاقَ السَّيِّعِيِّ وَ زِيَادَ بْنَ عُلَاقَةَ
 وَ أَسْوَدَ بْنَ قَيْسٍ وَ أَبَانَ ابْنَ تَغْلِبٍ الخ

(تہذیب التہذیب جلد چہارم ص ۱۱)

(حرف سین)

ترجمہ:

سفیان بن عیینہ ابن ابی عمران مکہ میں ساکن تھے۔ آپ عبد الملک ابن عمیر، ابواسحاق السبیعی، زیاد بن علاقہ، اسود بن قیس، ابان ابن تغلب وغیرہ محدثین کرام سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ اور ان سے روایت کرنے والے چند حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ اعش، ابن جریج، شعبیہ، نوری مسعدیہ ان کے شیوخ میں سے ہیں ابواسحاق فرازی اور حماد بن زید وغیرہ۔ ابن مدینی نے کہا ہے۔ کہ امام زہری کے اصحاب میں ان سے بڑھ کر زیادہ صاحب تقوای کوئی نہ تھا۔ الاجلی الکوفی کا قول ہے۔ کہ ابن عیینہ حدیث میں ثقہ اور ثابت ہے۔ حدیث

انکے معاملہ میں بہت اچھے تھے۔ اور انہیں محدثین کرام میں صاحب حکمت محدث کہتے ہیں۔ امام شافعی کا کہنا ہے۔ کہ اگر امام مالک، سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم ختم ہو گیا ہوتا۔ اور یونس بن عبد الاعلیٰ کہتے ہیں میں نے امام شافعی کو زلتے سنا ہے کہ امام مالک اور سفیان دونوں ہم پلہ ہیں۔ ابن مدینی نے کہا۔ کہ مجھ سے یحییٰ بن سعید نے کہا۔ کہ میرے اساتذہ میں سے ابن عیینہ کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ میں نے عرض کیا اے ابو سعید! کیا سفیان بن عیینہ حدیث کے امام تھے؟ کہنے لگے۔ وہ متواتر چالیس سال سے امام فی الحدیث چلے آ رہے ہیں۔ علی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے بشر بن مفضل سے سنا۔ کہ اب زمین پر ابن عیینہ کی مثل کوئی باقی نہیں ہے۔ عثمان دارمی کہتے ہیں۔ میں نے ابن معین سے پوچھا۔ کہ عمر و دینار کے اصحاب میں سے ابن عیینہ یا ثوری کون تمہیں زیادہ محبوب ہے؟ کہتے لگے۔ ابن عیینہ، اُس سے زیادہ عالم ہے۔ ابن دہب کا قول ہے۔ کہ میں نے ابن عیینہ سے بڑھ کر قرآن کریم کا زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا۔ امام شافعی کہتے ہیں۔ میں نے ابن عیینہ کے سوا کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں دیکھا جس میں علمی جوہر ہو۔ امام احمد کہتے ہیں۔ میں نے قرآن کریم اور سنت کا ابن عیینہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ ابن سعد انہیں ثقہ، شامت، ہجرت اور کثیر الحدیث کہتے ہیں۔ ابو داؤد سے آجری بیان کرتا ہے۔ کہ ابو معاویہ کہتے ہیں۔ کہ ہم جب امام اعش کے ہاں سے پڑھ کر فارغ ہوئے تو سعید بن عیینہ کے پاس آئے۔ یحییٰ ابن سعید کا کہنا ہے۔ کہ عمر کی نسبت امام زہری کے شاگردوں میں مجھے ابن عیینہ زیادہ محبوب ہیں۔ ابن مہدی کا قول ہے کہ اہل حجاز کی حدیث کو سب سے

زیادہ جاننے والا ابن عیینہ تھا۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں۔ کہ ابن عیینہ دنیا والوں کے لیے حجت تھے۔ اور ان کے علاوہ امام مالک، شعبہ اور ثوری بھی حجت تھے۔

مفہم کریمہ:

جناب سفیان بن عیینہ کے بارے میں ائمہ حدیث اور علماء نے بالاتفاق کہا ہے۔ کہ ان کی تدلیس مقبول ہے۔ اور یہ خود بہت بڑے قرآن و سنت کے عالم تھے۔ ثقہ، ثبات اور قابل حجت تھے۔ ان کے اساتذہ اور شاگرد ایسے ایسے کہ ڈھونڈنے سے ایسے نہیں ملے۔ ان (ابن عیینہ) کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حرمتِ منعدہ والی روایت ناقابل استدلال، موضوع اور من گھڑت بنائی گئی ہے۔ جاڑوی کا روایت مذکورہ کو غیر صحیح قرار دینے کا یہی حربہ تھا۔ اپنے اس کی حقیقت حال جان لی۔ ہم یہاں تک بالفرض تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ چلو ابن عیینہ کی سند والی روایت ناقابل استدلال اور ضعیف ہو گئی۔ لیکن اس کے علاوہ بھی یہی روایت مسلم شریف میں چار دیگر اسناد سے مروی ہے۔ اور وہ چاروں اسناد صحیح ہیں۔ لہذا قابل حجت و استدلال بھی ہوئے۔ ان چاروں کی صحت نے ان کی کمزوری کو بھی چھپا لیا۔ کیونکہ قانون ہے۔ کہ ایک حدیث اگرچہ ضعیف ہو۔ لیکن جب اسے مختلف اسناد سے روایت کیا گیا ہو۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمتِ منعدہ کی مسلم شریف میں پانچ روایات مذکور ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی سند علیحدہ ہے۔ اگر ابن عیینہ کے سند والی روایات پھوڑ بھی دی جائیں۔ تو پھر بھی چار روایات صحیحہ مستندہ سے ثابت ہو رہا ہے۔ کہ منعدہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرام ہے۔ اور

اگر وہ روایت بھی شامل کر لی جائے۔ تو پھر پانچ عدد روایات صحیحہ مندوسے ثابت ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متعہ معروفہ کو حرام کہتے اور سمجھتے تھے۔ اور تا قیامت اس کی حرمت کا قول انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا تھا۔

دھوکہ کذب بیانی

جواز متعہ پر طبری کی ایک عبارت

جواز متعہ

اگر اسی حدیث سفیان بن عیینہ کے ساتھ اس افسوس کو شامل کر لیں جسے قابل اعتماد علماء اہل سنت نے قابل اعتماد ذرائع حدیث سے نقل کیا ہے۔ تو اس جھوٹ کی قلعی اور بھی کھل جاتی ہے جو حرمت متعہ کے سلسلہ میں حضرت علی سے منسوب کیا گیا ہے۔

۱- رَوَى الطَّبْرِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ الْكَبِيرِ جلد ۵ ص ۱۳
بِاسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَنِ الْحَكَمِ
عَنْ آيَةِ الْمُتَعَةِ أَمْ هِيَ مَنْسُوخَةٌ ۹ قَالَ لَا شَكَّ
قَالَ الْحَكَمُ وَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَوْلَا أَنَّ عُمَرَ
نَهَى عَنِ الْمُتَعَةِ مَا زِلْنَا إِلَّا شَقِيًّا۔

طبری نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۱۳ پر صحیح سلسلہ سند کے ذریعہ شعبہ سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے حکم سے آیت متعہ کے متعلق پوچھا۔ کیا آیت متعہ

منسوخ ہے؟ حکم نے کہا۔ نہیں۔ پھر حکم نے کہا۔ حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر عمر متعہ پر پابندی نہ لگاتا تو کسی بد نصیب کے سوا کوئی شخص زنا کا ارتکاب نہ کرتا۔

۲۔ فخر الدین رازی نے تفسیر جلد مذاص ۵۰ پر بعینہ ہی روایت انہی الفاظ میں حضرت علی کا حضرت عمر پر اعتراض نقل کیا ہے۔

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر در مشور جلد دوم ص ۴۰ پر بلا کم و کاست حضرت عمر پر حضرت علی کا اظہار افسوس اور اعتراض نقل کیا ہے۔

۴۔ احکام القرآن جلد دوم ص ۱۷۹ ابو بکر رازی جصاص نے حضرت علی کا یہی قول اظہار افسوس اور حضرت عمر پر اعتراض نقل کیا ہے۔ جس میں آخری لفظ مَا زَنَى إِلَّا شَقِيًّا مَا زَنَى فِي الْآشَقَاءِ کوئی بد نصیب ہی زنا کرتا کی جگہ بہت قلیل ہی زنا کرتے نقل کیا ہے۔

۵۔ ہدایۃ المبتدئ جلد دوم ص ۵۸ پر ابن رشد اندلسی نے اور ۷۔ تفسیر در مشور جلد دوم ص ۱۲۱ پر علامہ جلال الدین سیوطی نے حافظ عبدالرزاق اور حافظ ابن منذر کے صحیح سلسلہ سند سے قابل اعتماد راوی عطاء سے بھی حضرت عمر پر تحریم متعہ کا اعتراض اور اظہار افسوس حضرت علی سے نقل کیا ہے۔

علاوہ ازیں ان سلسلہ ہائے سند کے علاوہ دیگر مختلف سلسلہ ہائے سند جو کہ صحیح ہیں۔ سے قابل اعتماد اعتراض بقدر اوافر نقل کیا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حرمت متعہ کی حدیث کو حضرت علی سے منسوب کرنا غلط محض اور افتراء ہے۔ اور جواز متعہ درست ہے۔ اور حکم اسلام ہے۔ جو جس طرح زمانہ رسول میں جائز اور عین اسلام تھا۔ اسی طرح آج بھی عین اسلام اور جائز ہے۔

(جواز متعہ ص ۳۱، ۳۲)

جواب:

اشیر جاڑوی نے حضرت علی المرتضیٰ کے افسوس کی روایات کو جو چھ عدل تفسیر میں موجود ہیں۔ ”صحیح مسند صحیح“ کے ساتھ ہونا ذکر کیا ہے۔ اس کذب بیانی اور دغا بازی کی جس طرح مذمت کی جائے وہ کم ہی ہوگی۔ ان چھ کتب تفسیر میں سے کسی ایک میں بھی ”مسند صحیح“ کا لفظ موجود نہیں ہے۔ یہ اضافہ جاڑوی کا خود تراشا ہوا ہے اس قدر بے دینی اور کذب بیانی اور پھر اپنے آپ کو دو فاضل رقم پر سپل جامعہ حسینیہ، لکھنؤ میں تو اس سے یہی پتہ چلا ہے۔ کہ ان کے تمام فاضلوں کا یہی حال ہے۔

تبین

ہماری طرف سے۔ میں ہزار روپیہ نقد انعام کی پیشکش ہے۔ اگر جاڑوی اینڈ کمپنی کوئی بھی یہ ثبات کر دے کہ تفسیر طبری میں ”باسناد صحیح“ کا لفظ یہاں موجود ہے جس کی بنا پر قارئین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی۔ کہ طبری کی طرح من وعن علامہ السیوطی امام رازی وغیرہ نے بھی یہ روایت ذکر کی ہے۔ اس پر قرآن کریم کی صرف دو آیات ہی ذکر کر دینا کافی ہیں۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرين۔ اور لعنة الله على الكاذبين۔ ہمارا اعلان ہے۔ کہ لکھنؤ سے تم تک کے اصاغروا کا برسبھی سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور روایت مذکورہ میں ”باسناد صحیح“ کا لفظ دکھا دیں تو منہ مانگا انعام پائیں۔

”حرمت متہ“، پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے افسوس کرنے کی مؤید روایت کی طرف ہم آتے ہیں۔ آئیے ذرا اسماء الرجال سے اس روایت کے

راویوں کے حالات دیکھیں۔ روایت مذکورہ میں حضرت علی المرتضیٰ سے بیان کرنے والے راوی کا نام ”حکم“ ہے۔ اور پھر ان سے اگے شعبہ نے بیان کی یعنی اس روایت کا اصلی اور مرکزی راوی ”حکم“ ہے۔ شیخ سنن کتب اسما و الرجال میں ہم نے ایسے حکم کو بہت تلاش کیا۔ جو حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کرنے والا اور شعبہ کا شیخ و استاد ہو۔ میزان الاعتدال میں حکم نامی جتنے راویوں کا تذکرہ ہے۔ ان میں سے ایک دو کو چھوڑ کر سب کے متعلق ”مجهول“ کا لفظ موجود ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ حکم بھی ہے۔ لہذا، مجهول راوی کی روایت کی کیا وقعت ہے۔ کہ اسے مقام استدلال میں پیش کیا جائے۔ دنیا نے شیعیت کو دعوت ہے۔ کہ وہ ہماری یا اپنی کسی کتاب سے بھی اس حکم راوی کا تذکرہ بتائیں۔ جو حضرت علی المرتضیٰ سے راوی ہو اور جناب شعبہ نے اس کی شاگردی کی ہو۔ جب اس راوی کا تہ پتہ ہی معلوم نہیں۔ جس نے حضرت علی المرتضیٰ کے افسوس کرنے والی روایت ذکر کی۔ تو اس کی روایت اس روایت کا کیسے مقابلہ کر سکتی ہے۔ جو قوی اور مرفوع کا درجہ رکھتی ہے۔ اس قوی روایت کو حضرت علی المرتضیٰ سے امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ کہ اپنے ابن عباس کو فرمایا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متع سے منع فرما دیا تھا۔ یا امام مسلم کے بقول حضرت علی المرتضیٰ نے ابن عباس کو ڈانٹ کر کہا۔ کہ تو راستے سے ہٹا ہوا ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متع سے منع فرما دیا ہے۔

طبری کا ایک راوی حکم شیعہ ہے

دعویٰ، نامی راوی جو کہ شعبہ کا استاد ہے۔ اس کا کچھ تذکرہ تہذیب التہذیب میں ملتا ہے۔ لیکن یہ حکم راوی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نہیں کرتا۔

ہذا یہ حکم بھی حجت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر مان لیا جائے۔ کہ یہ حکم وہی ہے۔ جس نے حضرت علی کی انوس والی روایت ذکر کی ہے۔ تو پھر بھی اہل سنت کے نزدیک قابل حجت نہیں۔ کیونکہ صاحب تہذیب التہذیب نے اس کے بارے میں لکھا۔

تہذیب التہذیب

الحکم بن عتیہ الکندی وَكَانَ فِيهِ تَشْيِيعٌ إِلَّا أَنَّ
ذَلِكَ لَمْ يَظْهَرْ مِنْهُ۔

(تہذیب التہذیب جلد دوم ص ۴۳۴)

ترجمہ:

حکم بن عتیہ کنڈی۔ اس میں تشیع پایا جاتا تھا۔ مگر اس کا اس سے ظاہر ہونا معلوم نہیں۔

بہر حال اس کی اگرچہ ثقاہت بھی معلوم ہو جائے۔ تب بھی قابل حجت نہیں کیونکہ متعہ اہل تشیع کا ایک مذہبی شعار ہے۔ اور اس کے جواز کی روایت کسی سنی سے ہی قابل قبول ہو سکتی ہے۔ اور یہ تشیع سے موصوف ہونے کے علاوہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت بھی نہیں کرتا۔ اس لیے اس حکم نامی راوی کے حوالہ سے حضرت علی المرتضیٰ کا انوس کرنا ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ

اور

کذب بیانی نمبر ۸

حرمت متعہ والی حدیث صحیحین میں تضاد اور حضرت
 علی رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ کے متعلق کسی قول کے
 نہ ہونے کا دعویٰ

جواز متعہ:

سلم بن اکوع سلم بن اکوع وہ راوی ہے۔ جس کی ایک ہی نقل کردہ حدیث صحیحین
 میں ایک دوسرے سے دست بگریبان۔ صحیح مسلم جلد چہارم ص ۱۹ مکتبہ شیب
 برنس روڈ کراچی میں سلم بن اکوع حرمت متعہ کی حدیث نقل کرتا ہے جبکہ ہی سلمہ
 صحیح بخاری جلد سوم ص ۸۴ حدیث ۱۰۴ مطبوعہ لاہور پر جواز متعہ کی حدیث بیان کرتا ہے
 جواز متعہ از سلم بن اکوع صحیح بخاری جلد سوم ص ۸۴ کتاب النکاح حدیث
 ۱۰۴ ادینی کتب خانہ اردو بازار لاہور

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَسَلْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ
 قَالَا كُنَّا فِي جَيْشٍ فَأَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ آذِنَ لَكُمْ

أَنْ تَمْتَعُوا فَاسْتَمْتَعُوا حَدَّثَنِي إِيَّاسُ
ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ أَيَّمَا
رَجُلٍ وَإِمْرَأَةٍ تَوَافَقَا فَعِشْرَةٌ مَا بَيْنَهُمَا
ثَلَاثَ لَيَالٍ فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَتَزَايِدَا أُوتِيَ تَارَكَ
تَتَارَكَ.

پھر سلمہ خود کہتا ہے۔ - فما ادرى اُشى كان لنا خاصة
اھل للناس عامة جابر بن عبد اللہ اور سلمہ بن اکوع روایت کرتے
ہیں۔ ہم ایک شکر میں تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے
پاس آکر فرمایا۔ کہ تم کو متعہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ لہذا متعہ کرو۔
بخاری کہتے ہیں۔ کہ سلمہ بن اکوع نے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اور مرد باہم موافق ہو جائیں تو تین
شب تک باہم عشرت کرنا جائز ہے۔ اس کے بعد اگر کمی یا زیادتی
کرنا چاہیں تو وہ مختار ہیں۔ نہ معلوم یہ ہمارے لیے خاص تھا یا یہ سب
لوگوں کے واسطے جائز ہے۔۔۔۔۔ یہ دونوں حدیثیں نقل کرنے کے
بعد خود اجتہاد فرماتے ہوئے علامہ بخاری لکھتے ہیں۔ کہ ابو عبد اللہ نے
حضرت علی سے اور حضرت علی نے حضور سے جو از متعہ کی فسوخی نقل
فرمائی ہے۔ حالانکہ اگر حرمت متعہ واقعاً ہوتی اور حرمت متعہ کے
راوی حضرت علی ہوتے تو اولاً حضرت عمر کے اعلان تحریم متعہ پر
اعتراض نہ کرتے۔ ثانیاً طریق اہل بیت سے بھی کوئی ضعیف السند
یا قوی السند حدیث منقول ہوتی ثنائاً دیگر صحابہ سے بھی حرمت متعہ
کی کوئی حدیث نقل کی جاتی۔ لہذا اس کا واضح مقصد یہ ہے کہ حرمت متعہ

کی احادیث غلط محض جعلی اور افتراء ہیں۔ اور تحریم متعہ ایک شخص کی ذاتی رائے ہے جو کسی بھی لحاظ سے قابل اعتبار نہیں۔ جواز متعہ اور سلمہ بن اکوع اور صحیح مسلم علاوہ ازیں امام مسلم نے اس حدیث کو دوسرے الفاظ سے نقل کیا ہو۔ ملاحظہ ہو۔

صحیح مسلم

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَيْلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لِحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ وَنِكَاحِ
الْمُتْعَةِ۔

جابر اور سلمہ نے کہا کہ ہم پر رسول اللہ کا منادی نکلا۔ اور اس نے پکارا کہ رسول اللہ نے تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ اگرچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے یہ دونوں احادیث جابر بن عبد اللہ اور سلمہ بن اکوع سے جواز متعہ کے لیے نقل کی ہیں۔ لیکن ان میں بھی تفریق موجود ہے۔ صحیح بخاری کے مطابق آنحضور بنفس نفیس جابر اور ابن اکوع کے پاس تشریف لائے۔ جبکہ صحیح مسلم کے مطابق آنحضور کا منادی ندا کرتا ہے۔ صحیح بخاری کے مطابق آنحضور کی اجازت متعہ صرف جابر ابن عبد اللہ اور سلمہ بن اکوع سنتے ہیں۔ جبکہ صحیح مسلم کے مطابق اذن متعہ کا اعلان عام ہوتا ہے۔ اور میدان جنگ میں موجود تمام صحابہ سنتے ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے جواز متعہ کی حدیث سلمہ بن اکوع سے باختلاف الفاظ نقل کی ہے۔ لیکن

حرمت متعہ کی حدیث نقل کرنے میں امام مسلم ہنارہ گئے اور امام بخاری نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ جس کی وجہ واضح ہے۔ امام بخاری نے حرمت متعہ کے لیے سلمہ بن اکوع کی جانب منسوب کردہ حدیث کو نہ تو قابل عمل سمجھا ہے اور نہ ہی قابل نقل۔

(جواز متعہ مصنفہ اشیر جاڑوسی)

جواب:

مذکورہ عبارت چند امور پر مشتمل ہے۔ بطور خلاصہ وہ یہ ہیں۔ (۱) سلمہ بن اکوع کی نقل کردہ ایک حدیث باہم دست بگریبان ہے (۲) حضرت علی المرتضیٰ سے حرمت متعہ پر کوئی حدیث مروی نہیں۔ اگر ہوتی تو آپ اس پر افسوس کیوں کرتے (۳) حضرت علی المرتضیٰ سے اگر حرمت متعہ پر کوئی حدیث ہوتی۔ تو اہل بیت سے کوئی نہ کوئی اسے ضرور ذکر کرتا (۴) سلمہ بن اکوع سے جواز متعہ کی روایت بخاری اور مسلم دونوں نے ذکر کی۔ لیکن حرمت متعہ کی روایت صرف مسلم میں ہے بخاری نے اس میں ساتھ چھوڑ دیا۔ (۵) کسی بھی صحابی سے حرمت متعہ پر کوئی روایت نہیں۔ ان امور کا سلسلہ وار جواب پیش خدمت ہے۔

۱۔ حضرت سلمہ بن اکوع سے ایک روایت ہونا اور وہ بھی باہم مخالف ہونا، کون بے وقوف یہ تسلیم کرے گا۔ جناب سلمہ بن اکوع سے مسلم شریف میں دو روایات ہیں۔ پہلی روایت جابر بن عبد اللہ سے ہے جس میں متعہ کی اجازت کا ذکر ہے۔ اور دوسری اعمش سے ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سال اول اس میں تین دن تک متعہ کی اجازت دینا اور اس کے بعد منع فرمادینے کا ذکر ہے۔ حوالہ کے لیے مسلم شریف جلد اول صفحہ ۲۵۵-۲۵۱ ملاحظہ ہو۔ یہ ایک روایت نہیں بلکہ دو ہیں۔ انہیں ایک کہہ کر پیش کرنا "مقابل تم"

کا کمال ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں تناقض کہاں؟ پہلی روایت میں جواز متعہ کا ذکر ہے۔ اور دوسری میں مدت جواز کے گزرنے پر حرمت متعہ کا ذکر ہے۔

۲۔ یہ کہنا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ پر کوئی حدیث موجود نہیں، پہلی بات کی طرح یہ بھی جھوٹ ہے۔ مسلم شریف اور صحیح بخاری میں ان کی وہ روایات سند صحیح کے ساتھ موجود ہیں۔ جن میں حرمت کا ذکر ہے۔ رہا یہ کہ اگر آپ سے حرمت متعہ کی روایات ملتی ہیں۔ تو پھر حضرت عمرؓ پر افسوس کا اظہار کیوں کیا گیا؟ تو اس بارے میں ہم پہلے تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ یہ روایت مجہول راوی سے ہے لہذا اس میں اجماع صحابہ کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں! اس لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ کی روایت جس کو تمام صحابہ کرام کی تائید حاصل ہے وہ قوی ہے۔ اور افسوس والی کمزور۔ اس لیے ان دونوں کے مراتب کے فرق کے پیش نظر آپ کے کلام میں تناقض نہیں ہے۔

۳۔ جہاں تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ کی روایت اور پھر اسے اہل بیت کے ذکر کرنے کا معاملہ ہے۔ تو جاڑوی کو اپنی کتابوں کے دیکھنے کا بھی موقع نہ ملا۔ نہ جانے قم سے فاضل کیسے بن گیا۔ جاڑوی صاحب آپ کی صحاح اربعہ میں سے الاستبصار اور تہذیب الاحکام میں یہ روایت موجود ہے۔

حرمیت متنعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے روایت

الاستبصار وتہذیب الاحکام

عن زید بن علی عن اباہ عن علی علیہ السلام
 قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَوْمِ الْحُمُرِ
 الْأَمْلِيَّةِ وَنِكَاحِ الْمُتَّعَةِ

۱- الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۲

البراب المتعہ

۲- تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۵۱

باب تفصیل احکام النکاح

ترجمہ:

زید بن علی اپنے والد سے لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک
 تمام ان حضرات سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو
 پالتو گدھوں کا گوشت اور نکاح متنعہ کو حرام فرمادیا ہے۔

زید بن علی اپنے والد سے لے کر حضرت علی المرتضیٰ تک تمام ان حضرات سے
 حرمت متنعہ کی روایت کر رہے ہیں۔ جو اہل بیت کے ممتاز افراد ہیں۔ ان تمام
 نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنے سے پہلی شخصیت سے روایت

سنی۔ حتیٰ کہ زید بن علی تک وہ روایت پہنچ گئی۔ اب اشیر جاڑوسی کے لیے یہی راستہ رو جاتا ہے۔ کہ یا تو اس روایت کا انکار کر دے۔ لیکن یہ ان کی صحاح اربعہ میں موجود ہے انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ یا پھر اس بات کو تفتیح پر محمول کر کے اہل بیت کو غلط بات کہنے والا ثابت کرے۔ لیکن تفتیح کا زمانہ بھی نہ تھا۔ کسی کا خوف و خطرہ بھی نہ تھا۔ اس لیے اب جاڑوسی کو یا تو حرمت متعہ تسلیم کر لینی چاہیے۔ یا پھر ان ائمہ اہل بیت کی محبت کا طوق گلے سے اتار دینا چاہیے۔ جو جھوٹ موٹ پہن رکھا ہے۔

۴۔ جواز متعہ کی روایت سلمہ بن اکوع سے مسلم اور بخاری دونوں نے ذکر کی۔ لیکن حرمت متعہ کی روایت میں امام مسلم ہنارہ گیا۔ اس کی وجہ خود جاڑوسی نے بیان کی۔ کہ بخاری کے نزدیک سلمہ بن اکوع کی یہ روایت ناقابل عمل و نقل ہے چلنے مان لیا۔ کہ سلمہ بن اکوع کی یہ روایت ناقابل عمل و نقل ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت کیسے ہو گیا۔ کہ متعہ حرام نہیں۔ اگر امام بخاری کے نقل کرنے پر فیصلہ چاہا ہو۔ تو پھر ہم تمہیں سلمہ بن اکوع سے کہیں زیادہ مضبوط شہادت کی حرمت متعہ پر روایت بخاری شریف میں دکھاتے ہیں۔ اسے ہی تسلیم کر لو۔

بخاری شریف

حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ
عَبِيَّاتَةَ أَنَّهُ سَمِعَ زُهَيْرِي يَقُولُ أَخْبَرَنِي
الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَأَخُوهُ عَبْدُ اللَّهِ
عَنْ أَبِيهِمَا أَنَّ عَلِيًّا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمَتْعَةِ وَ

عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ.

(بخاری شریف جلد دوم ص ۶۷، مطبوعہ

اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے وقت متعہ کرنے اور پانچ گڑھوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا تھا۔

حرمت متعہ کی یہ روایت امام بخاری نے ذکر کی۔ اور ذکر بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے۔ اب ذرا جاڑوی کے پاس دعویٰ کو دیکھئے۔ کہتا ہے۔ کہ سلمہ بن اکوع کی حرمت متعہ کی روایت امام بخاری کے نزدیک ناقابل عمل ہے۔ اس لیے اُسے نقل کیا۔ اور یہ روایت حضرت علی المرتضیٰ سے نقل کر کے امام بخاری نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ قابل عمل ہے۔ اب اس پر عمل جاڑوی کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم سے سند فاضل اسی لیے دی گئی۔ کہ جھوٹ کو کبھی بھی جدا نہ ہونے دینا۔ یہ سند فاضل کی نہیں بلکہ پاگل کی ہے۔ یا پھر یہ فاضل فضیلت سے نہیں بلکہ فضول سے بنا ہے۔

۵۔ حرمت متعہ پر کسی بھی صحابی کی روایت موجود نہیں۔ سچ کہتے ہیں۔ کہ بگو اسی اور جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔ اپنی تصنیف جواز متعہ کے ابتداء میں خود تسلیم کر آیا ہے۔ کہ حرمت متعہ کی روایات صرف تین صحابہ سے ملتی ہیں۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ، سلمہ بن اکوع اور سبرہ بن معبد جنہی۔ اور اب یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ کہ حرمت متعہ کی روایت کسی صحابی سے موجود نہیں۔ ۶۔ خدا جب دین لیتا ہے حماقت اہی جاتی ہے۔

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر ۹

جواز متعہ

حرمیت اور مسلم بن اکوع از صحیح مسلم جلد چہارم طبع مکتبہ شعیب روضہ کراچی نمبر (۱)

امام مسلم تک اس حدیث کے پہنچنے میں ابن محمد اور عبدالواحد بن زیاد دو راوی

بھی ہیں۔

عن ایاس ابن سلمۃ عن أبیہ قال رخص رسول اللہ
عام أو طایس فی المتعۃ ثلاثاً ثم ذلہی عنہا۔

ترجمہ:

ایاس بن سلمہ اپنے باپ سلمہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ آنحضرت نے

ادھاس کے سال تین بار متعہ کی اجازت دی۔ اور پھر منع کر دیا۔

اولاً تو سلمہ کی یہ حدیث اس کی اپنی سابقہ حدیث جسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔

دونوں نے نقل کیا ہے معارض ہے۔ ثانیاً اگر یہ حدیث قابل اعتماد ہوتی۔

تو امام بخاری اس حدیث کو قطعاً نظر انداز نہ کرتے۔ ثانیاً علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال

جلد ۱ ص ۴۸۵ میں یونس ابن محمد اور عبدالواحد بن زیاد دونوں کو اس قابل قرار نہیں

دیا کہ ان سے حلال محمد کے خلاف کسی نقل حدیث کو قابل اعتماد سمجھا جائے۔ ملاحظہ فرمائیے میزان الاعتدال جلد چہارم ص ۱۲۸۵/۱ بن مین، نسائی اور احمد نے یونس بن محمد کو قابل اعتماد نہیں سمجھا۔ عبدالواحد بن زیاد ان محدثین کی فہرست میں ہے۔ جن کی کذب بیانی اور افتراء پر دازی اظہر من الشمس ہے۔ میزان الاعتدال جلد ۶ ص ۶۷ میں مرقوم ہے۔ کہ عبدالواحد بن زیاد اخترع حدیث کرتا تھا، اور انہیں اعمش سے منسوب کرتا تھا۔ حالانکہ اعمش سے اس نے ایک حرث بھی نقل نہ کیا۔ میزان الاعتدال جلد دوم شماره ۵۲۸۶

میزان الاعتدال

قال ابو داود و دعد عبد الواحد الى احاديث كان
يرسلها الا عمش فوصلها بقوله حدثنا
الاعمش حدثنا مجاهد في كذا وكذا قال
عبد الواحد ليس بشيء

(میزان الاعتدال جلد دوم شماره نمبر ۵۲۸۶)

ترجمہ:

ابوداؤد فرماتے ہیں۔ کہ عبدالواحد نے ان تمام کو جنہیں اعمش نے مرسل چھوڑا لے لیا اور حدثنا الاعمش کہہ کر مجاہد سے سلسلہ سند جوڑ دیا۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔ کہ عبدالواحد لیس بشی ہے۔

حرمت متنعہ کے سلسلے میں نقل کی گئی دوسری حدیث کا یہ عالم ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ لہذا حضرت علی سے نقل کردہ حدیث حرمت متنعہ کی طرح سلمہ ابن اکوع کی حدیث حرمت متنعہ بھی جعلی من گھڑت اور خود ساختہ ثابت ہوئی

اور جواز متعہ جس طرح قرآن میں موجود تھا۔ آج بھی ہے۔ اور اسے حرام قرار دینا احکام خدا میں تصرف ہے۔ جس کا حق خداوند عالم کے سوا کسی کو نہیں۔

(جواز متعہ ص ۲۶۷ مصنفہ اشیر جاڑوی)

جواب:

گذشتہ سطور میں جاڑوی نے پچھلی باتیں ہی دہرائی ہیں۔ جن کا جواب ہم تحریر کر چکے ہیں۔ یہاں صرف سلمہ بن اکوع سے مروی حرمت متعہ کی روایت کے دو افراد یونس بن محمد اور عبدالواحد بن زیاد پر جرح کر کے حدیث کو مجروح ثبات کیا گیا۔ اور حوالہ کے لیے میزان الاعتدال کا نام لیا۔ اب ہم ان دونوں کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں۔

میزان الاعتدال میں مذکورہ جلد اور صفحہ پر یونس بن محمد نامی کسی راوی کا تذکرہ نہیں۔ لہذا جس کا نام و نشان تک نہ ہو اس کے متعلق ابن معین نسائی اور احمد کا قول نقل کرنا واضح جہالت ہوگی۔ جو فاضل قم کی امتیازی علامت ہے۔ دوسرے راوی عبد الواحد کے متعلق جو کچھ جاڑوی نے کہا ہے۔ گروہ یہ ہے کہ عبد الواحد نے دوسروں کی مرسل احادیث کو متصل بنانے کی کوشش کی۔ اور یہ کہ محدثین میں عبد الواحد کا شمار کذاب اور مفتر ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔ اس دوسرے الزام کے بارے میں جاڑوی نے وہی کچھ کیا۔ جو یونس بن محمد کے ساتھ روا رکھا۔ یعنی میزان الاعتدال میں عبد الواحد بن زیاد کے بارے میں ان الفاظ کا نام و نشان تک نہیں۔ بلکہ ان کے متعلق یہ الفاظ درج ہیں۔

میزان الاعتدال

قَالَ عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ سَأَلْتُ يَحْيَىٰ عَنْ عَبْدِ

الْوَّاحِدِ بْنِ زِيَادٍ فَقَالَ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ أَحْمَدُ
وَعَيْرُهُ ثِقَةٌ وَحَدَّثَ عَنْهُ مُسَدَّدٌ وَ
قُتَيْبَةُ وَحَلَقٌ وَرَوَاهُ عَثْمَانُ أَيْضًا عَنْ يَحْيَى
ثِقَةَ وَقَالَ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ.

دیزان الاعتدال جلد دوم صفحہ نمبر ۱۵۷

مطبوعہ مصر قدیم

ترجمہ:

عثمان بن سعید نے یحییٰ ابن معین سے عبد الواحد بن زیاد کے بارے
میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ وہ لیس لشیئ ہے۔ اور امام احمد وغیرہ نے
اسے ثقہ کہا۔ اس سے مسدد اور قتیبہ وغیرہ بہت سے محدثین نے
روایت کی۔ عثمان نے یحییٰ سے اس کی ثقاہت لکھی ہے۔ اور
یہ بھی کہا۔ اس کی روایات لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ تو تھی ان کے بارے میں وضاحت کہ کس قسم کے راوی تھے۔ اب پہلا
الزام لیجئے۔ کہ یہ مرسل روایات کی سند بیان کرتے تھے۔ جناب اعمش نے
جن روایات میں ارسال کیا۔ ان کی صحت پر انہیں اعتقاد تھا۔ اس لیے ان کی سند
کے اتصال اور متواتر ہونے پر زور دیا۔ لیکن ان کے بعد عبد الواحد بن زیاد نے
بڑی جانفشانی سے ان مراسیل کی پوری سند ذکر کی۔ اب اس کو عبد الواحد کی خوبیوں
میں شمار کریں گے یا ان کی کمزوریوں پر محمول کریں گے؟ ان کی اس خدمت اور دیگر
حالات کے پیش نظر جدید علماء نے انہیں ثقہ کہا۔ اور ان کی مرویات ذکر کرنے میں
کسی حرج کو دخل نہ کیا۔ لیکن جاڑوی تو جھوٹ بولنے اور من گھڑت باتیں بنانے
کی قسم اٹھائے ہوئے ہے۔ اگر حق و صداقت کی تلاش مقصود ہوتا تو عبد الواحد

بن زیاد کے بارے میں وہی لکھتا۔ جو کتب اسماء الرجال نے لکھا ہے۔ اپنی خود ساختہ
زبان لکھتا۔ عبد الواحد بن زیاد کی سیرت کتب اسماء الرجال سے ملاحظہ ہو۔

تہذیب التہذیب

عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنِ زِيَادِ الْعَبْدِيِّ - رَوَى عَنْ أَبِي
اسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ وَعَاصِمِ الْأَحْوَلِ وَالْأَعْمَشِ
وَأَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ وَعَنْهُ ابْنُ مَهْدِيٍّ وَ
عَفَّانٌ وَعَارِمٌ وَمُعَلَّى بْنُ سَعْدٍ إِذْ قَالَ أَبُو عَوَانَةَ
عَبْدُ الْوَاحِدِ ثِقَةٌ وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَانَ ثِقَةً
كَثِيرِ الْحَدِيثِ وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ وَأَبُو حَاتِمٍ
ثِقَةٌ قَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِهِ بَأْسًا وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ
ثِقَةٌ عَمَدًا إِلَى أَحَادِيثِ كَانَ يَرْسِلُهَا الْأَعْمَشُ
فَوَصَلَهَا قَالَ الْأَجَلِيُّ الْبَصْرِيُّ ثِقَةٌ حَسَنُ
الْحَدِيثِ وَقَالَ الدَّارُ قُطَيْبِيُّ ثِقَةٌ مَأْمُونٌ وَ
ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الشَّقَاتِ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ
أَجْمَعٌ لَا خِلَافَ بَيْنَهُمْ أَنَّ عَبْدَ الْوَاحِدِ ابْنُ
زِيَادٍ ثِقَةٌ ثَبَتَ وَقَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ الْفَارِسِيُّ
ثِقَةٌ لَمْ يَحْتَلْ عَلَيْهِ بِقَادِحٍ -

(تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۴۳۲ حروف العین)

ترجمہ:

عبد الواحد بن زیاد عبدی کے اساتذہ و شیوخ میں سے چند یہ ہیں۔

ابو اسحاق الشیبانی، عاصم الاحول، اعمش اور ابو مالک الشعمی۔ اور ان کے شاگردوں میں سے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ ابن ہمدی، عفان، عارم اور علی ابن سعد ابو غزوات نے انہیں ثقہ کہا۔ ابن سعد نے ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہا۔ البرز عہ اور ابو حاتم دونوں نے ثقہ کہا۔ نسائی نے بیس بہ باسا کہا۔ ابو داؤد نے ثقہ کہا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ جن احادیث کو اعش ارسال کر دیا کرتے تھے یہ ان کی سند بیان کر دیتے تھے اعلیٰ بصری نے ثقہ اور حسن الحدیث کہا۔ دارقطنی نے ثقہ مامون کہا۔ ابن حبان نے ان کو ثقہ روایوں میں لکھا۔ ابن عبد البر نے کہا۔ کہ تمام محدثین کرام کا اتفاق ہے۔ کہ عبد الواحد بن زیاد ثقہ ثابت ہے۔ ابن تظان فارسی نے بھی ثقہ کہا۔ اور کہا کہ ان پر کوئی حرج نہیں ہوئی ہے۔

لمنفکریہ

”عبد الواحد بن زیاد“ کے متعلق جرح اور تنقید کرتے ہوئے جاڑوی نے یہ لکھا ہے۔ کہ ”اس کی کذب بیانی اور افتراء پر دازی اظہر من الشمس ہے، ایک طرف یہ الزام اور دوسری طرف عظیم محدثین اور ناقدین کا انہیں بالاتفاق ثقہ کہنا یہ جاڑوی کے خود کذاب اور افتراء پر داز ہونے کی ایسی دلیل ہے۔ جو اظہر من الشمس ہے۔ عبد الواحد اپنے شیخ جناب اعش کی مراسیل کی سند بیان کرتے ہیں۔ لیکن اس محنت اور علمی خدمت کو جاڑوی اس رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ کہ عبد الواحد اختراع حدیث کرتا تھا۔ اور اسے اعمش کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔ اس سے آپ جاڑوی کا یتیم فی العلم ہونا جان چکے ہوں گے۔ اُدھر میزان الاعتدال اور

تہذیب الہتذیب اس کی خوبی بیان کریں۔ اور ادھر اس متعہ کی پیداوار کو وہی نقص نظر آئے۔ ابن قطان فارسی نے تو سوا باتوں کی ایک بات کہہ دی۔ کہ کوئی جرح و تنقید کرنے والا عبد الواحد میں نقص نہیں نکال سکتا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حرمت متعہ کی حدیث کے یہ دونوں راوی قابل اعتماد اور ثقہ ہیں۔ اس لیے ان کی روایت کردہ احادیث صحیح اور قابل حجت ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ اور کذب بیانی

جواز متعہ

سبرہ ابن معبد جہنی۔ اب حرمت کے سلسلہ میں تیسری حدیث جو سبرہ ابن معبد نے نقل کی ہے۔ آپ نے سبرہ کے متعلق علماء سواد اعظم کے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ایک نگاہ میں انہیں بھی دیکھ لیں تاکہ حرمت متعہ کی تعلق کھل جائے۔ اور جواز متعہ کا حکم الہی طشت از بام ہو جائے۔

(۱)۔ سبرہ سے احادیث اس کے بیٹے ربیع ابن سبرہ کے علاوہ کسی نے بھی نقل نہیں کیں۔

(ب)۔ ربیع بن سبرہ راویان حدیث کی فہرست میں مجہول شخصیت ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ امام بخاری میں نے پوری صحیح بخاری میں سبرہ بن معبد سے ایک حدیث بھی نہیں لی۔ کیونکہ سبرہ سے اس کے بیٹے ربیع کے سوا کسی دوسرے راوی نے ایک حدیث تک نقل نہیں کی۔ امام بخاری کے بعد

امام مسلم کو ہی دیکھ لیجئے کہ پوری صحیح مسلم میں حرمت متعہ کی حدیث کے علاوہ کوئی ،
دوسری حدیث نقل نہیں کی۔

(۷۰)۔ ابن قیم نے زاد المعاد میں ص ۴۴۴ پر احادیث سبرہ کے متعلق لکھا ہے کہ علمائے
روایت سبرہ ابن مہدی کی حدیث کو درست قرار نہیں دیتے کیونکہ عبد الملک
بن ربیع بن سبرہ ابن مہدی ناقل حدیث ہے اور عبد الملک کے متعلق ابن معین
نے کافی کچھ لکھا۔ یہی وجہ ہے کہ شدت احتیاج اور سخت ضرورت کے
باوجود امام بخاری نے سبرہ کی ایک حدیث کو بھی قبول نہیں کیا اگر امام بخاری
کے نزدیک سبرہ کی حدیث درست ہوتی تو وہ یقیناً احادیث سبرہ کو اپنی
صحیح بخاری میں جگہ دیتے۔ مزید تفصیل کے لیے الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۱
ص ۱۳۵ ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے۔ خلاصۃ الکلام یہ ہوا کہ حدیث حرمت متعہ
ریت کی دیوار ہے۔ اور جس طرح یہ اصول ہے کہ ایک غلطی کو چھپانے کے لیے
کئی غلطیاں کی جاتی ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر کی تحریم متعہ کو جائز قرار دینے
کے لیے تینخ آیت کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے پڑے۔ حدیث ساز نیکوئی کی
طرف رجوع کرنا پڑا اور ایسے افراد کی احادیث نقل کی گئی جو یا تو معیار حدیث
پورا نہیں کرتے اور یا وہ اس کے خلاف کافی سے زیادہ اظہار خیال کر چکے
ہیں۔ لہذا نہ تو کلام حضرت علی تحریم متعہ کے تقاضے پورا کرتا ہے۔ نہ حدیث
سلمہ بن اکوع معیار صحت پر پوری اترتی ہے۔ اور نہ ہی حدیث سبرہ
تینخ احادیث کی اہلیت رکھتی ہے۔ اور جواز متعہ جس طرح تھا وہیں کا
وہیں رہا۔

(جواز متعہ تصنیف اشیر جاڑوی شیبی)

(ص ۳۸۱)

جواب:

مذکورہ عبارت تین امور پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ سبرہ ابن معبد کا بیٹا ربیع بن سبرہ چونکہ ”مجهول الشخصیت“ ہے اس لیے سبرہ بھی مجهول ہوا۔

دوم:

بخاری نے سبرہ کی ایک روایت بھی ذکر نہ کی۔ اور مسلم نے صرف ایک ہی روایت حرمت متوالی ذکر کی ہے۔ کسی اور روایت کا نام و نشان نہیں ملتا۔

سوم:

احادیث سبرہ اس لیے نامقبول ہیں۔۔۔ کہ ان کی روایت کرنے والا عبد الملک بن ربیع (یعنی جناب سبرہ کا پوتا) ہے۔ اور اس پر ابن معین نے بہت کچھ کہا ہے۔

اول:

کسی راوی کا مجهول ہونا دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک نسب کے طور پر اور دوسرا عدالت میں۔ جناب سبرہ کے نسب کا تذکرہ تو کتب اسما الرجال میں موجود ہے۔ سبرہ ابن معبد عوسجہنی۔ ان کے بیٹے ربیع اور پوتے عبد الملک تک کے نام موجود ہیں۔ اس لیے جہالت باعتبار نسب کے تو نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ عدالت میں مجهول ہیں۔ تو اس سلسلہ میں کتب اسما الرجال میں ان پر کوئی تنقید موجود نہیں ہے

بلکہ اس کے برعکس ان کے صحابی ہونے کی شہادت موجود ہے اور تمام صحابہ کرام کی عدالت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ثابت ہے۔ فرمایا ” میرے تمام صحابہ عادل ہیں، آپ کے اس ارشاد کے پیش نظر جب جناب سبرہ کی صحابیت کی طرف خیال جاتا ہے۔ تو فوراً ان کی عدالت سامنے آجاتی ہے اثیر جاڑوسی نے بھی ایک جگہ راوی پر تنقید کرتے ہوئے یہ کہا کہ اس نے زمانہ رسول بھی نہ پایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو زمانہ رسول میسر ہو وہ قابل اعتبار و اعتماد راوی ہے۔ لہذا صحابی ہونے کی وجہ سے کسی ناقد نے ان کی عدالت پر اعتراض نہیں کیا۔ ان کا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا درج ذیل امور سے ثابت ہے۔

تہذیب التہذیب

سَبْرَةُ بْنُ مَعْبِدِ بْنِ عَوْسَجَةَ لَهُ صَحْبَةٌ
وَقَعَ ذِكْرُهُ فِي حَدِيثِ عَلَّقَةِ الْبُخَارِيِّ فِي
أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ يَزِيدُ بْنُ سَبْرَةَ
ابْنِ مَعْبِدٍ وَابْنِ الشُّمُوسِ أَنَّ النَّبِيَّ أَمَرَ بِالْقَاءِ
الْقَلْعَامِ يَمْعِيٍّ مِنْ أَجْلِ مِيَاهِ الشُّمُودِ وَعَنْهُ ابْنُ
الرَّبِيعِ وَذِكْرُهُ ابْنُ سَعْدٍ فِي مَنْ شَهِدَ الْخَنْدَقَ
فَمَا بَعْدَهَا۔

تہذیب التہذیب جلد سوم ۲۵۳

حرف سین

ترجمہ: سبرہ ابن معبد عرسجر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے۔

(یعنی صحابی ہیں) ان کا نام اس حدیث میں آیا جسے امام بخاری نے احادیث الانبیاء میں تعلقاً ذکر کیا۔ کہا کہ سبرہ ابن معبد اور ابوالشتموس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا گرا دینے کا حکم دیا۔ یعنی اس وجہ سے کہ اس میں تو م شہود کا پانی ملا ہوا تھا۔ ان سے ان کا بیٹا ربیع روایت کرتا ہے۔ اور ابن سعد نے کہا۔ کہ سبرہ غزوة خندق اور اس کے بعد رونما ہونے والے غزوات میں حاضر ہوئے تھے۔

جب کہ جناب سبرہ کا صحابی ہونا ثابت ہے۔ تو پھر ان کی عدالت بھی ثابت۔ لہذا انہیں دو مجہول شخصیت، "کہنا زری جہالت ہے۔ اور پھر اس پر مزید جہالت یہ کہ ان کے بیٹے ربیع کو مجہول کہہ کر جاڑوسی نے ان کی جہالت بیان کی۔ نہ بیٹے کی جہالت پر کوئی دلیل اور نہ کہیں یہ قانون کہ بیٹے کے مجہول ہونے سے باپ بھی مجہول ہو جائے۔ یہ تھی اثیر جاڑوسی کی علمیت۔

دوم:

امام بخاری نے سبرہ کی کوئی روایت ذکر نہ کی۔ اور امام مسلم نے صرف ایک ہی بیان کی۔ لہذا مجہول ہونے کی وجہ سے ہوا۔ خدا تعالیٰ وے۔ امام بخاری نے اگرچہ ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ لیکن عدم روایت سے ان کا مجہول ہونا کیسے ثابت ہو گیا۔ کیا پوری بخاری شریف میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کوئی روایت ہے؟ اگر نہیں تو پھر ان کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے نام سے اپنی فقہ چمکا رہے ہو؟ امام بخاری کے علاوہ دیگر محدثین نے ان کی روایات ذکر کیں۔ جس کا جاڑوسی کو بھی اعتراف ہے۔ ان میں ایک امام مسلم ہیں۔ اگرچہ ان کی صحیح مسلم میں ان کی صرف ایک روایت ذکر فرمائی۔ لیکن امام مسلم نے یوں ہی سنی سنی

بر حدیث اپنی صحیح میں درج نہیں کر دی۔ بلکہ جب تک اُسے شرائط پر پورا اترتے نہ پایا اس وقت تک اُس سن کا ذکر نہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ امام مسلم کی شرائط صحت روایت پر چونکہ حدیث سبرہ پورا اترتی تھی۔ اس لیے امام مسلم نے اسے درج فرما دیا۔ صحیح مسلم میں روایت کا درج ہونا تو اس امر کی دلیل ہے کہ وہ صحیح ہے۔ اور جاڑوی بہ تاثر دینے کی کوشش میں ہے۔ کہ چونکہ ایک ہے۔ اس لیے اس کا راوی مجہول ہوا۔ عجیب منطق ہے اور انوکھا ضابطہ۔ نہ کسی نے اس سے قبل پیش کیا اور نہ ہی کسی کے ذہن میں آیا۔ ممکن ہے ثبوت جو از متعہ کے شائق کو یہ ضابطہ اس کا بابا ابیسیں بتا گیا ہو کیونکہ اُسے حرام کاموں کو جائز ثابت کرنے کے بہت دلائل آتے ہیں۔

سوم:

حرمت متعہ کی جناب سبرہ کی روایت چونکہ ان کے پوتے عبد الملک مروی ہے۔ اور عبد الملک کے بارے میں ابن معین نے بہت کچھ لکھا۔ لہذا یہ روایت ریت کی دیوار سے بڑھ کر نہیں۔ سو اس بارے میں سنئے۔ جناب سبرہ سے روایت کرنے والے صرف عبد الملک ہی نہیں بلکہ ایک اور راوی عبد العزیز بھی ہیں۔ اور مسلم شریف میں روایت حرمت متعہ ان دونوں سے مذکور ہے۔ کتب اسما دار جال میں یہ مذکور ہے کہ وہ روایت سبرہ جو عبد الملک کے واسطے سے مروی ہو۔ ضعیف ہے۔ اس واسطے کہ سوا اگر دو واسطے سے مروی ہو۔ تو وہ ضعیف نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرمت متعہ کی روایت جو عبد الملک کے واسطے سے ہے اس میں اگرچہ ضعف ہے۔ لیکن اُسے موضوع نہیں کہا جاسکتا۔ اب اسی روایت کو جب عبد العزیز کے واسطے سے ذکر کیا گیا۔ جو کہ ضعیف بھی نہیں۔ تو اس روایت کی تاکید ہو گئی۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ اگر ایک حدیث ضعیف

کی دوسری غیر ضعیف حدیث تائید و توشیح کر دے۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے
لہذا روایت عبد الملک بوجہ تائید کے ضعف سے نکل کر قوت میں داخل
ہو گئی۔

آخر میں ہم جناب سبرہ کے بیٹے ربیع کے متعلق ایک حوالہ پیش کر رہے
ہیں۔ کیونکہ ربیع کو درجہ اول الشفیعیت ہے، کہہ کر جاڑوسی نے سبرہ پر تنقید کی تھی۔
جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ بیٹے پر تنقید سے باپ کو موٹ کر نازی حماقت ہے۔ لیکن
اس وقت جبکہ بیٹا بھی تنقید سے خالی ہو۔ تو پھر اس پر فرضی جرح و تنقید ثابت کر
کے اس کے باپ کو بدنام کرنا وہ عبد اللہ بن سبأ کی تعلیم کا اثر ہی ہو سکتا ہے؟

تہذیب التہذیب

رَبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ وَقَالَ الْأَجَلِيُّ حَجَّازِي تَابِعِي ثِقَّةٌ
وَقَالَ النَّسَائِيُّ ثِقَّةٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الثِّقَاتِ.

(تہذیب التہذیب جلد سوم ص ۲۴۲)

(حرف الراء)

ترجمہ:

ربیع بن سبرہ کے بارے میں الاجلی نے کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ امام نسائی
نے بھی اسے ثقہ کہا۔ اور ابن حبان نے اس کا ذکر ثقہ راویوں میں کیا ہے،
جہاں تک حرمت متعہ پر بقول جاڑوسی تین روایات ہیں۔ اور ان کو ناقابل
اعتماد ٹھہرانے کی نہایت کذابانہ چالاکی کی۔ ہم نے اس کذب بیانی اور دھوکہ دہی
کو پشت از بام کر دیا ہے۔ روایات مذکورہ ریت کی دیوار نہیں ہیں بلکہ ان پر
کی گئی۔ جھوٹی تنقید تار عنکبوت سے بھی لگی گزری ہے۔ ہم نے اس کو تار تار کر کے

الگ کر دیا۔ اس بنا وٹی محب علی کو جواز متعہ کی فکر اس قدر دامن گیر ہے کہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث کو بھی درخور اعتنا نہ سمجھا۔ اور بڑی ڈھٹائی سے لکھ دیا کہ ”کلام حضرت علی تحریم متعہ کے تقاضے پورے نہیں کرتا۔“ اسے کلام علی بھی تسلیم کر رہے ہو۔ اور پھر اسے دو تقاضے پورے نہ کرنے والا، کہہ کر کس کو خوش کرنا چاہتے ہو۔ یہی علی المرتضیٰ ہیں۔ جن کا مقام و مرتبہ تہا کے عقائد کے اعتبار سے انبیاء سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور جن کی ہر بات قابلِ حجت ہے غلامو! جن کا نام لے کر دکان چمکاتے ہو۔ ان کی توہین سے بھی باز نہیں آتے حدیث علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مستند، مرفوع اور صحیح ہے۔ اسے ہم تحقیق سے ثابت کر چکے ہیں۔

لہذا ”جواز متعہ جیسے تھا ویسا ہی رہا“ اس سے اپنوں کا دل تو بہلا یا جا سکتا ہے۔ لیکن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چاہنے والوں کے نزدیک جواز متعہ کا وجود ختم ہو گیا ہے۔ اور اب بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح بقول علی المرتضیٰ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دے دیا تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ

اور

کذب بیانی نمبر

جواز متعہ

نوٹ: اب ذرا شرح نووی کے دعوائی اجماع اور امام فخر الدین رازی کے مذکورہ فرمان کا موازنہ کریں۔ کہ ان میں سے کون درست ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ صرف اہل سنت کے ہاں متعہ منسوخ ہے۔ اور عبداللہ بن عباس اور عمران بن حصیب جواز متعہ کے قائل ہیں۔ اور علامہ نووی لکھتے ہیں۔ کہ حرمت پر اجماع ہے۔

(جواز متعہ ص ۴۱)

جواب:

ایشیہ جازوسی نے رسالہ ”جواز متعہ“ ص ۳۹ پر ایک عنوان ”متفق علیہ نظر یہ ہے کہ تحت چند حوالہ جات درج کیے ہیں۔ جن میں ابتدائے اسلام میں متعہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور آخر میں مندرجہ بالا دھوکہ اور کذب بیانی کا ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ ہم اس سے قبل اس امر کی تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ آیت استمتاع کہ جسے اہل تشیع جواز متعہ کی سند کے طور پر لاتے ہیں۔ اس کا صحیح معنی نکاح دائمی ہے

اس کی مزید تحقیق انشاء اللہ ذکر ہوگی۔ اب اس کی طرف آئیے۔ کہ ابتداء اسلام میں متعہ جائز تھا۔ سو اس بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ دو متعہ، دو دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز فرمایا۔ اور دونوں دفعہ حرام بھی فرمادیا تھا۔ اس کی قطعی تحریم فتح مکہ کے دن ہوئی تھی۔ اور پھر تمام صحابہ کرام نے اس کی حرمت پر اجماع فرمایا تھا۔ جاڑوی نے بزعم خود امام رازی اور امام نووی کے نظریات کو متناقض کہا۔ حالانکہ ان میں درحقیقت کوئی تناقض نہیں ہے۔ امام نووی نے حرمت متعہ پر اجماع کا قول کیا ہے اور امام رازی نے آیت متعہ کی تفسیح کا دعویٰ کیا ہے اس میں قابل غور یہ بات ہے۔ کہ امام رازی نے تفسیح کا قول اپنی طرف سے نہیں کیا۔ بلکہ اس کا ایک پس منظر بیان کیا۔ وہ اس طرح کہ امام موصوف نے حرمت اور جواز متعہ کی، مختلف روایات ذکر فرمانے کے بعد روایت حرمت کو بطور ناسخ اور روایت جواز کو بطور منسوخ ذکر کیا۔ جواز کے منسوخ ہونے پر انہوں نے روایت ذکر کی ہے۔ اس لیے تفسیح کا دعویٰ ان کا اپنا نہیں۔ کہ قارئین کرام کو یہ تاثر دیا جائے۔ کہ امام نووی حرمت متعہ پر اجماع کہتے ہیں۔ اگر اجماع تھا۔ تو پھر امام رازی تفسیح کا دعویٰ کیوں کر رہے ہیں۔ اس لیے دونوں اماموں کے اقوال میں تعارض نہیں ہے۔ حرمت کی صورت چونکہ شریعہ اسلام سے تھی۔ اسی لیے صحابہ کرام نے اپنی مجبوری اور، معذوری کا اظہار کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حرمت، حلت میں تبدیل فرمادی۔ پھر اس وقتی حلت کو ختم فرما کر اس کی اصلیت بحال فرمادی۔ یہی امام رازی کا بیان ہے۔ اور اسی کو امام نووی نے آخر میں ذکر فرمایا۔

تناقض کی ایک اور صورت بھی ہو سکتی ہے۔ وہ اس طرح کہ امام رازی متعہ کی تفسیح کا قول کرتے ہیں۔ حالانکہ عبد اللہ بن عباس اور عمران بن حصین جواز متعہ کے قائل تھے۔ اگر دو جواز، منسوخ ہو چکا تھا۔ تو پھر ان صحابہ نے اس کے خلاف

کیوں عقیدہ بنائے رکھا؟ لہذا معلوم ہوا کہ امام رازی کا قول تیسخ درست نہیں۔
حقیقت حال یہ ہے کہ امام رازی نے عبد اللہ بن عباس کے متعہ کے بارے
میں تین اقوال نقل کیے ہیں۔ ۱۔ متعہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ ۲۔ حالت اضطرار میں جائز
سمجھتے ہیں۔ ۳۔ اس کے جواز کو منسوخ کہتے ہیں۔ اور اس تیسرے قول میں امام رازی
نے عبد اللہ بن عباس کا جواز متعہ سے رجوع اور توبہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ اب ان تین
اقوال میں وہ پہلا قول کہ جس سے انہوں نے رجوع فرمایا۔ اور توبہ کر لی۔ جائز ہی نے
اُسے تو لے لیا۔ اور ان کی توبہ و رجوع کو گول کر گیا۔ آخر ایسا کرنا ہی اس کے لیے مفید
تھا۔ کیونکہ دوسرا اور تیسرا قول نقل کرنے سے اس کی قائم کردہ عمارت دھڑام
سے گر جاتی اور ان دونوں کو ذکر کرنے سے اس کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ جاتا
ایسے تفسیر کبیر سے یہ اقوال ملاحظہ کریں۔

تفسیر کبیر

الرِّوَايَةُ الثَّلَاثَةُ أَنَّهُ أَقْرَبُ بِأَنَّهَا صَارَتْ مَنْسُوحَةً
رَوَى عَطَاءُ الْخَرَامَانِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ
(فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ مِنْهُنَّ) قَالَ صَارَتْ هَذِهِ الْآيَةُ
مَنْسُوحَةً لِقَوْلِهِ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ
النِّسَاءَ فَطَلِقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ) وَرَوَى أَيْضًا
أَنَّهُ قَالَ عِنْدَ مَوْتِهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَتُوبُ إِلَيْكَ
مِنْ قَوْلِي فِي الْمُتَعَةِ -

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۴۹ زیر آیت فما
استمتعتم مطبوعہ مصر جدید)

ترجمہ:

تیسری روایت (حضرت عبداللہ بن عباس سے) یہ ہے۔ کہ انہوں نے جواز متہ کی آیت کے مسوخ ہونے کا اقرار کیا۔ عطاء الخراسانی نے ابن عباس سے آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ کے بارے میں روایت کی۔ کہ وہ اسے مسوخ فرماتے تھے۔ اور اسکی ناسخ یہ آیت بتلاتے تھے یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء الخ۔ اور خراسانی سے ہی یہ روایت بھی ہے۔ کہ ابن عباس نے بوقت انتقال یہ کہا دولہ اللہ! متہ کے متعلق جو میرا قول (جواز کا) تھا۔ میں اس سے تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس اگرچہ جواز متہ کے قائل رہے۔ اور اسی قول پر اہل تشیع اور جاڑوی بغلیں بجاتے ہیں۔ لیکن یہ آخری کیفیت ان کی کیوں نقل نہیں کرتے۔ یا انہیں نظر کیوں نہیں آتی۔ اللہ کے حضور جاتے وقت آخری دُعا یہ مانگی۔ کہ اے اللہ! جواز متہ کے قول سے مجھے معاف کر دے۔ اس کے بعد ان کی طرف سے جواز متہ کا کونسا قول تلاش کرو گے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ جاڑوی سا کم فہم یہ کہہ دے۔ کہ یہ روایت امام رازی نے اپنی طرف سے گھڑ کر پیش کی۔ اس وہم باطل کو بھی ہم جڑ سے اکھیڑ دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر جسے دو تفسیر ابن عباس، کہتے ہیں۔ اس میں ان کی اپنی زبانی اس بارے میں الفاظ پیش خدمت ہیں:-

تفسیر ابن عباس:

وَيُقَالُ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ أَنْ تَطْلُبُوا بِأَمْوَالِكُمْ

فَرُوجُهُنَّ وَهِيَ الْمُتَعَةُ وَقَدْ نَسِخَتْ الْآنَ
 (مُحْصِنِينَ) يَقُولُ كُونُوا مَعَهُنَّ مَتَزَوِّجِينَ
 (غَيْرِ مُسَافِحِينَ) غَيْرَ زَانِينَ بِلَا نِكَاحٍ
 (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ) اسْتَنْفَعْتُمْ (بِهِ مِنْهُنَّ)
 بَعْدَ النِّكَاحِ (فَاتَوْهُنَّ) فَاَعْطُوهُنَّ (اَجُورَهُنَّ)
 مُهُورَهُنَّ كَامِلَةً (فَرِيضَةً) مِنَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
 اَنْ تُعْطُوا الْمَهْرَ تَامًا (وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ)
 وَلَا حَرَجَ عَلَيْكُمْ (فِي مَا تَرَاضِيْتُمْ بِهِ) فِي مَا
 تَنْقُصُونَ وَتَزِيدُونَ فِي الْمَهْرِ بِالتَّرَاضِي
 (مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ) الْاُولَى الَّتِي سَمَّيْتُمْ لَهَا
 (اِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا) فِي مَا اَحَدَ لَكُمْ مُتَعَةً
 (حَكِيمًا) فِي مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ الْمُتَعَةَ وَيَقَالُ
 عَلِيمًا بِاضْطِرَّارِكُمْ اِلَى الْمُتَعَةِ حَكِيمًا فِي مَا
 حَرَّمَ عَلَيْكُمْ الْمُتَعَةَ

(تفسیر ابن عباس ص ۶۸ زیر آیت)

فما استمتعتم

ترجمہ:

اور کہا گیا ہے کہ ان تبذخوا با مو انکم کا معنی یہ ہے کہ تم مال
 کے عوض ان کی شرمگاہوں کو طلب کرو۔ یہی متعہ ہے۔ اور اب
 یہ منسوخ ہو چکا ہے۔ محصنین کا معنی یہ ہے کہ تم عورتوں کے ساتھ باقاعدہ
 شادی کر کے رہو۔ یوں نہیں کہ نکاح کیے بغیر زنا کرتے رہو۔ پھر تم نے

ان عورتوں میں سے جس سے نکاح کے بعد نفع اٹھایا۔ تو ان کے حق مہر مکمل ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ان کا مہر ادا کرنا فرض کر دیا گیا ہے۔ اور تم پر اس صورت میں کوئی حرج نہیں کہ آپس میں رضامندی کے ساتھ حق مہر میں کمی یا زیادتی کر لو۔ یہ کمی یا زیادتی اس حق مہر پر ہوگی جو بوقت نکاح تم نے بیوی کے لیے مقرر کر لیا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے متعہ کو حلال کرنا بخوبی جانتا ہے۔ اور حرمتِ متعہ کی حکمت بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس مجبوری کو جانتا ہے۔ جس کی وجہ سے تم متعہ کے خواہش مند ہوئے۔ اور متعہ کی پھر حرام کر دینے کی حکمت وہ بہتر جانتا ہے۔

توضیح:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر سے ان کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ متعہ حرام ہو چکا ہے۔ اور اس کی تین وجہیں بیان فرمائیں۔

۱۔ ”ان تتبخوا باموالکم“ سے متعہ جائز ہونا ثابت ہوا۔ لیکن اس کی منسوخ محصنین، غیر مساقین نے کر دی۔ اور اجور رهن کا معنی حق مہر فرمایا۔ یا درہے کہ ”اجور رهن“، ہی وہ لفظ تھا۔ جسے جاڑوی نے ”متعہ“ کے جواز پر دلیل بنایا تھا۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے حق مہر کے معنی میں لیا۔ اور چونکہ متعہ میں حق مہر نہیں ہوتا۔ اس لیے یہاں اجور رهن سے مراد متعہ کا معاوضہ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کے علیم و حکیم دونوں کی توجیہ یہ ذکر فرمائی۔ کہ علیم اس لیے

کودہ جواز متعہ کو جانتا تھا۔ اور حکیم اس لیے کہ اس نے حرام کر دیا۔ لیکن اس میں بھی حکمت تھی
۳۔ علیم اس لیے کہ اس نے حالت اضطراری کو جانتے ہوئے متعہ کی اجازت
دے دی۔ اور حکیم ہونے کے اعتبار سے اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ اسے حرام
کر دے۔ سو کر دیا۔

لہذا ان دلائل کے ہوتے ہوئے حضرت ابن عباس کے جواز متعہ کے قول
کا سہارا لینا نری جہالت ہے۔ اور ان کے بقیہ دو اقوال نہ پیش کرنا مکمل خیانت
ہے جو جاڑوسی اینڈ کمپنی میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ اور کذب بیانی ۱۲

آیت استمتاع سے استنباط

جواز متعہ: سلسلہ روایات و احادیث کو دیکھ لینے کے بعد مناسب ہوگا۔ اگر نفس

آیت میں بھی ایک مرتبہ غور کریں۔ تاکہ حکم الہی کا یہ واضح اور غیر مبہم پہلو بھی
تشہد تکمیل نہ رہے۔ جن لوگوں نے جواز متعہ سے انکار کیا ہے انہوں نے قرآن حکیم
کی اس آیت محکمہ کو دو طریقوں سے کالعدم کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ ذاتی استنباط و اجتہاد کے ذریعہ (۲) دعویٰ کہ آیت منسوخ ہے۔

استنباط اجتہاد جصاص اور اس کے دیگر ہم نور کہتے ہیں۔ کہ آیت کریمہ سابقہ اور لاحقہ کے

اعتبار سے نکاح دائمی پر دلالت کرتی ہے۔ اور نکاح متعہ مقصود آیت نہیں اس سلسلہ میں جصاص
نے احکام القرآن جلد ۷ ص ۸۰ میں تین دلائل پیش کیے ہیں۔

۱۔ فہم استمتعتم کاعطف احل لکم ما وراۃ ذالکم پر ہے۔ اور احل لکم سے محرمات کے علاوہ دیگر عورتوں سے نکاح کو جائز بتایا گیا ہے کیونکہ اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں احل لکم سے مراد باری تعالیٰ نکاح ہی ہے۔ بنا بریں استمتاع بھی اسی احل لکم کی وضاحت ہونا چاہیے۔ اور نکاح چونکہ نکاح دائمی کہتے ہیں۔ لہذا اجرت متعہ سے مراد حق مہر ہی ہوگا۔

۲۔ اسی آیت میں لفظ محصنین ہے۔ اور احصان صرف نکاح صحیحہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ متعہ سے وطی کو احصان نہیں کہا جاتا۔ اور نہ ہی متعہ سے مباشرت پر احصان کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہذا مراد نکاح ہے۔

۳۔ اسی آیت میں لفظ محصنین ہے۔ اور گویا ذاتِ احدیت نے زنا کو سفاح سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور سفاح کا معنی ہوتا ہے پانی کو ضائع کرنا۔ چونکہ متعہ کرنے والا بھی زانی کی طرح اپنے ماؤہ منورہ کو ضائع کرتا ہے۔ اس لیے متعہ کو نکاح نہیں کہا جائے گا۔ اور استمتاع سے مراد نکاح دائمی اور اجود سے مراد حق مہر ہوگا۔ اب آئیے اور جصاص کے ان دلائل کو امام فخر الدین رازی کے سامنے پیش کیجئے اور سنئے کہ آپ نے کیا فرمایا ہے۔ یعنی تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۳ کھولیے اور پڑھیے۔ دلیل اول لکھ کر امام رازی فرماتے ہیں کہ جصاص مقصود قرآن نہیں سمجھ سکا۔ کیونکہ ذاتِ احدیت نے ابتدائے آیات میں انسان کو ایسے رشتوں سے مطلع کیا ہے۔ جن سے مباشرت حرام ہے۔ ان رشتوں کے ذکر کے بعد خالق نے فرمایا ہے۔ کہ ان کے علاوہ ہر عورت سے مباشرت جائز اور مباح ہے۔

یعنی امام رازی کے اس جملہ کی توضیح کر دوں۔ ذاتِ احدیت نے

اولاً ان عورتوں کا ذکر کیا ہے جن سے انسان شادی نہیں کر سکتا۔ ازاں بعد مطلقاً اباحت کا حکم دے دیا۔ کہ ان کے علاوہ دوسری ہر عورت سے شادی اور مباشرت جائز ہے۔ اب بھلا آپ ہی بتلائیں بقول امام رازی آیت میں متعہ کا عدم جواز کہاں سے ثابت ہوا بلکہ آیت میں تو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ مذکورہ عورتوں سے نکاح علی الاطلاق حرام ہے۔ اور ان کے علاوہ ہر عورت سے نکاح علی الاطلاق جائز ہے۔ اس کے جواب میں امام رازی فرماتے ہیں۔ جصاص نے یہ تو کہہ دیا ہے۔ کہ احصان کا اطلاق صرف نکاح صحیح یعنی نکاح دائم پر ہوتا ہے۔ لیکن اپنے اس دعویٰ کی دلیل نہیں دی۔ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔

یہیے ذرا امام رازی کے اس جملہ کی مختصر سی توضیح دیکھ لیجئے۔ امام رازی فرماتا یہ چاہتے ہیں کہ احصان کا معنی ہے عورت اور مرد دونوں اپنے اپنے ناموس کو بدکاری یعنی زنا سے محفوظ رکھیں۔ اس لفظ سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ احصان صرف نکاح دائمی ہی سے مخصوص ہے۔ اور نکاح میعادی میں احصان نہیں بولا جاسکتا؟ بلکہ احصان جس طرح نکاح دائمی میں ہے اسی طرح نکاح میعادی میں بھی ہے۔ اب امام رازی تیسری دلیل کا جواب دیتے ہیں۔ زنا کو سفاح کہا گیا ہے کیونکہ زنا میں مقصود صرف پانی گرانا ہوتا ہے۔ اور متعہ بھی اسی طرح ہے۔ جصاص کا یہ نظریہ غلط ہے۔ کیونکہ متعہ اس ذیل میں ہرگز نہیں آتا۔ متعہ میں اذن الہی کے مطابق جائز طریقے سے پانی گرایا جاتا ہے۔ اور یہ طریقہ بالکل نکاح دائمی کی طرح ہے اس کے بعد امام رازی لکھتے ہیں۔ کہ اگر تم یہ کہو کہ متعہ حرام ہے۔ تو یہی آغاز بحث ہے۔ آخر میں بطور اختتام لکھتے ہیں۔ کہ جصاص کے دلائل انتہائی بڑے ہیں۔

(جواز متعہ ص ۴۲)

جواب:

دو استنباط اور اجتہاد، کے عنوان کے تحت جاڑوی کے الفاظ کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ سے مراد و نکاح دائمی، لینا ایک اجتہادی، کوشش ہے۔ اور و نکاح دائمی، مراد لینے پر ابوجہصاص کے تین دلائل ذکر کر کے امام رازی کے حوالہ سے ان تینوں کی تردید بیان کر دی۔ اس سے ثابت یہ ہوا۔ کہ جصاص کے استنباط و اجتہاد کو خود ان کے ایک شیخی عالم نے تسلیم نہیں کیا۔ اور ان دلائل کی تردید کر دی۔ لہذا دلائل کی تردید کر دی۔ لہذا دلائل کی تردید سے و نکاح دائمی کا دعویٰ باطل اور نکاح میعادی ثابت ہو گیا۔

جاڑوی کے اس انداز سے بھی دھوکہ دہی اور کذب بیانی ٹپک رہی ہے کیونکہ جصاص کے دلائل اور پھر ان پر امام رازی کی تنقید کو جس رنگ میں اس نے پیش کیا۔ وہ ان کی عبارات میں ہے ہی نہیں۔ آئیے ذرا ان دونوں حضرات کی بات کا تعین کریں۔ کہ جصاص نے دلائل کس بات پر دیئے اور امام رازی نے ان کی تردید یا تضعیف کیوں کی؟ علامہ جصاص کا کہنا یہ ہے۔ کہ آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ میں متعہ معروفہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ نکاح دائمی مراد ہے۔ یعنی و جواز متعہ، قرآن سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے لیکن حرمت متعہ کا حکم جس طرح احادیث میں ہے اسی طرح اس بارے میں قرآنی آیات بھی ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ و جواز متعہ، اسلام کے ابتدائی دور میں تھا۔ اور اسے جصاص بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن وہ منسوخ ہو گیا۔ اس کی تفسیح قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے۔ تو اپنے اس دعویٰ پر جواز متعہ معروفہ قرآن کی آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ سے نہیں انہوں نے تین دلائل پیش کیے۔ جن سے

آیت مذکورہ سے مراد نکاح دائمی لینا ثابت کیا۔ اور متعہ معروفہ مراد لینا ناقابل قبول قرار دیا۔ جب امام جصاص کا نظریہ آپ جان چکے ہیں۔ تو اب امام رازی کی تحریر کی طرف آئیے۔

امام رازی بھی یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ دو متعہ، دائمی حرام ہے۔ لیکن ان کا خیال ہے کہ جب ابتدائے اسلام میں اس کی اجازت دی گئی۔ تو اس اجازت کا ثبوت اس جواز متعہ کے لیے آیت "فما استمتعتم" دلیل بن سکتی ہے۔ لہذا آیت مذکورہ متعہ کے جواز کے لیے ہے۔ لیکن اس کو بعد میں دوسری آیات نے منسوخ کر دیا۔ اس نظریے کی قوت اور جصاص کے نظریہ کی کمزوری ثابت کرنے کے لیے امام رازی نے تین دلائل پر گرفت کی۔ لیکن اس سے جاڑوی اینٹ لپکنی کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ آیت مذکورہ بقول جصاص نکاح دائمی کے لیے ہے۔ اور شیعہ اسے متعہ معروفہ کے معنی میں لیتے ہیں۔ اور امام رازی کے نزدیک یہ آیت متعہ معروفہ کے جواز کے لیے ضرور ہے لیکن منسوخ ہو چکی ہے اب اگر انہیں امام رازی پسند ہیں۔ اور ان کے نظریات قبول ہیں۔ تو سبحان اللہ! لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ کیونکہ امام رازی اگرچہ آیت مذکورہ سے مراد متعہ معروفہ ہی لیتے ہیں۔ لیکن دوسری ناخ آیاتوں سے متعہ معروفہ کے ابدی حرام ہونے کے معتقد ہیں۔ یہ چکر جاڑوی نے صرف اس لیے چلایا تاکہ یہ بنا سکے۔ کہ جصاص کے تینوں دلائل جب امام رازی نے رد کر دیئے۔ تو متعہ معروفہ کا اب بھی جواز ثابت ہو گیا۔ حالانکہ ان دونوں بزرگوں کا اس میں اختلاف نہیں۔ ہم ذیل میں ابو بکر جصاص کے تینوں دلائل اور امام رازی کی ان پر تنقید نقل کر رہے ہیں۔ تاکہ حقیقتِ حال واضح ہو جائے۔

دلیل اول:

آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ سے پہلے احل لکم ما وراہ ذالکم ہے۔ یہ دونوں

معطوف اور معطوف علیہ ہونے کی وجہ سے ایک ہی کیفیت کو بیان کرتی ہیں۔ یعنی جب اس سے پہلے ایسے رشتے بیان کیے گئے جن سے نکاح، دائمی طور پر حرام تھا تو اب ایسے بیان کیے جا رہے ہیں۔ جن سے دائمی نکاح جائز ہے۔ احل لکم ما وراذ الکفر سے نکاح دائمی مراد لینا چونکہ سنی شیعہ دونوں کا متفق علیہ ہے۔ اس لیے اس متفقہ نکاح کو ہی مراد لیا جائے گا۔ اور استمتاع سے مراد نفع دائمی ہوگا۔ جس کا حصول نکاح دائمی سے ہوتا ہے۔ اس لیے اجموعہ سے مراد حق مہر ہے۔ اس دلیل پر امام رازی کی گرفت ملاحظہ فرمائیں۔

تنقیدِ رازی:

احل لکم ما وراذ الکفر سے جب یہ مراد ہے کہ مذکورہ محرمات عورتوں کے علاوہ دوسری ہر عورت سے وطی حلال ہے۔ تو وطی حلال وقتی ہو یا دائمی دونوں کو شامل ہے۔ فاحی فساد فی هذا الکلام۔ اس کلام میں کونسا فساد ہے؟

دلیل دوم:

آیت مذکورہ میں دو محضین، جو احسان سے ماخوذ ہے۔ یہ نکاح دائمی سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ یعنی محصن وہ آدمی ہے۔ جس نے دائمی نکاح کر کے اپنی زوجہ سے وطی کی ہو۔ متہ کے طور پر وطی کرنے والا محصن نہیں کہلاتا۔ اس لیے یہ لفظ اس بات کا قرینہ ہے۔ کہ استمتاع سے مراد نکاح دائمی ہے۔

تنقیدِ رازی:

جو خاص نے احسان کے مذکورہ معنی لینے پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

نوٹ:

دلیل بیان نہ کرنے سے کسی دعویٰ کی دلیل ہی نہ ہونا لازم نہیں آتا۔
 دلیل کی اس وقت ضرورت پڑتی ہے۔ جب مد مقابل دعویٰ تسلیم نہ کرتا ہو۔ اور اگر دعویٰ فریقین کے مابین مسلم ہو۔ تو پھر دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی
 ”واحصان“ کا معنی جب اہل تشیع بھی وہی کرتے ہیں۔ جو جصاص نے کیا تو اس پر دلیل کی کیا ضرورت تھی۔ سنی شیعہ دونوں کا اتفاق ہے۔ کہ زانی کی سزا دو طرح کی ہے۔ کنوارے کو سو کوڑے اور شادی شدہ کو سنگسار کرنا یا یوں کہہ لیں کہ محصن کی سزا رجم اور غیر محصن کی سو کوڑے ہے۔ جب متعہ کے طور پر وطی کرنے والا خود اہل تشیع کے نزدیک محصن نہیں۔ تو پھر احصان سے مراد نکاح دائمی کر کے وطی کرنے والا ہوا۔

مجمع البیان

وَ الْاِحْصَانُ هُوَ اَنْ يَكُوْنَ لَكَ فَرَجٌ يَغْدُو عَلَيْكَ
 وَيُرْوَحُكَ عَلٰى وَجْهِ الدَّوَامِ۔

(مجمع البیان جلد ۷ ص ۲۴ مطبوعہ تہذیب)

ترجمہ:

احصان کی تعریف یہ ہے۔ کہ کس کے پاس اپنی بیوی ہو۔ اور اس سے صبح و شام جب چاہے وطی کرے۔ لیکن یہ بیوی دائمی بیوی ہو۔

دلیل سوم:

”غیر مسافین“ میں لفظ سفاح بھی استمتاع سے مراد نکاح دائمی پر قرینہ

ہے۔ کیونکہ سفاح بمعنی زنا آتا ہے۔ جس طرح زنا میں مادہ منویہ ضائع کیا جاتا ہے اسی طرح متعہ میں بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

تنقید رازی:

زنا اور متعہ میں فرق ہے۔ زنا میں ماڈیہ منویہ ضائع کرنا ہی مقصود ہوتا ہے لیکن متعہ میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایسا ہوتا ہے۔ زنا میں اذن نہیں۔

نوٹ:

”غیر مسافین“ کا معنی صاحب مجمع البیان میں ”غیر زانین“، کر کے ثابت کر دیا۔ کہ سفاح اور زنا دونوں ایک ہی ہیں۔ علاوہ ازیں جب امام رازی بھی متعہ کے ابدی حرام ہونے کے معتقد ہیں۔ تو پھر متعہ کے طور پر گرایا گیا۔ پانی اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ گرانہ کیسے بن گیا؟

لمحہ منکر یہ:

امام رازی نے احکام القرآن کے مصنف جناب جصاص پر جو تنقید کی۔ وہ اپنی جگہ درست لیکن اس بات پر دونوں متفق ہیں۔ کہ متعہ کچھ عرصہ جائز رہنے کے بعد ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا تھا۔ امام رازی نے آخری میں جو دلیل بھی ذرا اس پر بھی نظر پڑ جائے۔

فلو كانت هذه الآية دالة على انها مشروعة

لم يكن ذلك قادحاً في عرضنا۔

یہ آیت اگر اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ متعہ جائز تھا۔ تو بھی ہمارے

عقیدہ میں اس سے کوئی اعتراض نہیں پڑے گا۔ کیونکہ اس کی اباحت منسوخ ہو چکی ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۳)

امام رازی اور امام جصاص کی تحریرات کے مطالعہ کے بعد ہر ذی فہم اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ ان دونوں بزرگوں کا ایت استمتاع سے مراد لینے میں اختلاف تو ہو سکتا ہے۔ لیکن جواز متعہ کے بعد اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔ لہذا جاڑوی اینڈ کمپنی کو ان دونوں بزرگوں سے مایوسی کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ یہ جواز متعہ کا شائق اور وہ حرمت متعہ کے قائل۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ

اور

کذب بیانیؑ

دعویٰ منسوخیت ایتؑ

جواز متعہ

اس بحث میں امام رازی رقمطراز ہیں۔ کہ متعہ کے سلسلہ میں قابل اعتماد بات یہ ہے۔ کہ ہم کھلے دل سے یہ تسلیم کر لیں۔ کہ متعہ ایک وقت مباح تھا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اب منسوخ ہو چکا ہے۔ اس کے بعد امام رازی نے بھی اپنے دعوے کے ثبوت

میں تین دلائل پیش کیے۔

۱۔ آیت متعہ کو ذاتِ احدت نے اُرتِ طلاق سے منسوخ کر دیا ہے یعنی سورۃ طلاق کی آیت *لَا يَأْتِيهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلَّقْتُموهنَّ* لعدتھن۔

اسے نبی جب عورتوں کو طلاق دو تو طلاق کے بعد دوسرے نکاح کے لیے عدت کا انتظار کرو۔

اس آیت کے مطابق چونکہ میاں بیوی کی جدائی طلاق پر موقوف ہے۔ اور طلاق کے بعد عدت ہوتی ہے۔ اور متعہ میں نہ طلاق ہے نہ عدت۔ لہذا یہ آیت، آیتِ متعہ کی ناسخ ہے۔

لیکن امام رازی کی آنکھوں پر تعصب اور افرادِ نوازی کی دین سرپیچی نہ ہوتی۔ انہوں نے لکھنے کو تو یہ لکھ دیا ہے۔ لیکن اس کا ثبوت کرنا ان کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ متعہ میں بھی عدت ہوتی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ متعہ کی عدت، عدتِ طلاق کا نصف ہوتی ہے۔ بہر صورت عدت ہوتی ہے۔ میاں اور بیوی میں جدائی کا ذریعہ صرف طلاق تو نہیں۔ اگر امام رازی فقہ میں جھانکیں۔ تو اسبابِ فسخ کی موجودگی میں جدائی بلا طلاق بھی ہوتی ہے۔ اور میاں بیوی دونوں فسخ نکاح کے اختیارات رکھتے ہیں۔ لہذا میاں بیوی کی جدائی طلاق میں منحصر نہیں۔ اس کے علاوہ آیت میں حکم طلاق ہے۔ یعنی ایسی صورتوں میں جب یہاں بیوی کی جدائی طلاق میں ذریعہ ہو جیسا کہ دائمی نکاح میں ہوتا ہے۔ اس کا مقصد نہیں کہ ہر مقام پر میاں بیوی کی جدائی صرف طلاق پر موقوف ہے۔

۲۔ امام رازی کی دوسری دلیل یہ ہے کہ آیتِ متعہ کی ناسخ آیتِ میراث ہے۔ چونکہ نکاحِ متعہ میں میاں بیوی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ اس لیے

متعہ کی اجازت منسوخ ہو گئی ہے..... دلیل آپ نے دیکھ لی۔ چونکہ جصاص اور دیگر علمائے سواد اعظم کی طرح امام رازی بھی اباحت متعہ کو حرمت میں بدلنا چاہتے ہیں اس لیے قدم جمیں یا نہ جمیں بات سے نہیں ہٹنا۔ پہلے آیت طلاق کو آیت متعہ کا ناسخ بتانا۔ لیکن جب دل کو سکون نہ ہوا۔ تو آیت طلاق سے ہٹ کر میراث پر آگئے۔ حالانکہ امام ہونے کے باوجود تعصب نے اتنا تک نہ سوچنے دیا۔ کہ نسخ اور تخصیص میں فرق ہوتا ہے۔ ناسخ حکم اول کو کالعدم قرار دیتا ہے۔ جبکہ تخصیص سے حکم اول کی عمومیت ختم ہو کہ حلقہ محدود ہو جاتا ہے۔ آیت میراث نے میاں بیوی کے توارث کو مخصوص کیا ہے۔ نہ کہ آیت متعہ کو منسوخ کیا ہے۔ اگر اسے ناسخ بنا یا جائے۔ تو پھر اپنے شوہر کی قاتلہ بیوی یا اپنی بیوی کا قاتل بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ کیا یہ بھی نکاح دائمی کی ناسخ ہوگی۔ نکاح متعہ میں عدم توارث، توارث عمومی کا مخصوص ہے۔ حکم متعہ کا ناسخ نہیں۔ علاوہ ازیں امام رازی نے چونکہ احکام شرعیہ متعہ میں غور نہیں کیا اس لیے ان سے یہ امر پوشیدہ رہا۔ ورنہ احکام متعہ میں اگر ان کی نگاہ میں ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ میعادی نکاح میں بھی اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے توارث کی شرط قرار دے دیں اور مدت متعہ میں کسی کا انتقال ہو جائے تو وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

۳۔ امام رازی کی تیسری دلیل یہ ہے۔ کہ آیت متعہ حدیث نبوی سے منسوخ ہے۔۔۔۔۔ سابقہ سرور کونین کی طرف منسوب کردہ حرمت متعہ کی احادیث آپ دیکھ چکے ہیں۔ اور ہم بتا چکے ہیں۔ کہ یہ ریت کی دیواریں متعہ کے جواز میں دراڑ ڈالنے سے قاصر ہیں۔ احادیث کو تو تفصیل سے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ اولاد سرور کونین سے حرمت متعہ کی احادیث ثابت ہی نہیں نبی اکرم پر افتراء اور بہتان ہے۔ اور سنائیاً اگر ثابت ہو بھی جائیں تو علم اصول میں با اتفاق امت یہ ثابت ہے۔ کہ

حدیث نص قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی خواہ اقسام حدیث میں سے کسی قسم کی حدیث ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ حدیث کا مقام ظن کا ہوتا ہے۔ اور قرآن کی حیثیت یقین کی ہے اور کبھی بھی یقین کو ظن سے مٹا دیا نہیں جاسکتا۔

جواب :

میاں بیوی کی جدائی طلاق پر موقوف ہے۔ اور طلاق کے بعد عدت ہوتی ہے اور متعہ میں نہ طلاق نہ عدت ہوتی۔ آیت طلاق، آیت متعہ کی ناسخ ہوئی۔ امام رازیؒ کی پہلی دلیل جاڑوی نے مذکورہ الفاظ سے ذکر کی۔ لیکن امام صاحب کی تحریر سمجھنے کے لیے علم درکار ہے۔ جو اتفاق سے جاڑوی کے پاس نہیں۔

امام صاحب کا کہنا ہے۔ کہ نکاح کے احکام سے ایک حکم ”طلاق“ بھی ہے اور یہ حکم ”متعہ“ میں موجود نہیں ہے۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم نازل فرمایا تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ طلاق سے قبل مرد اور عورت کے درمیان ایسا تعلق ہونا چاہیے۔ جو طلاق سے ختم ہو سکتا ہو۔ اور تعلق ”متعہ“ میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ متعہ کرنے والے مرد اور عورت دونوں کی جدائی کے لیے طلاق کے لیے طلاق کی ضرورت نہیں۔ اور آیت طلاق کے بعد عدت کا بھی ذکر ہے۔ یعنی طلاق کے بعد جب تک عورت عدت ختم نہ کرے۔ اسے دوبارہ کسی سے شادی کرنے کی اجازت نہیں۔ اور متعہ کے بعد عورت اسی وقت دوسرے سے متعہ کر سکتی ہے۔ اسے عدت کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس کی تائید کتب شیعہ سے ملاحظہ کیجئے۔

فروع کافی :

تَقُولُ يَا أُمَّةَ اللَّهِ أَنْزَلْنَاكِ كَذًّا وَكَذًّا يَوْمًا يَكْذًا

وَكَذَٰلِكَ إِذْ رَهْمًا فَإِذَا مَضَتْ تِلْكَ الْآيَاتُ كَانَ هَلَاقُهَا فِي
شَرِّهَا وَلَا عِدَّةَ لَهَا عَلَيْكَ۔

(فروع کافی جلد ۲۵۶ نمبر ۲۵۶ مطبوعہ

نہران جدید)

ترجمہ:

امام جعفر نے فرمایا۔ کہ جب تو متہ کرنا چاہیے۔ تو عورت سے یوں کہہ
اے اللہ کی بندی! میں تجھے اتنے دنوں کے لیے اتنے درہموں کے
بدلے زوجیت میں لانا چاہتا ہوں۔ پھر جب مقررہ دن گذر جائیں
تو اس کی طلاق دنوں اور روپوں کی شرط میں ہوگی۔ (یعنی مقررہ دن
گزرنے اور معاوضہ دینے پر وہ نکاح طلاق دینے بغیر خود بخود ختم ہو جائے
گا۔) اور اس عورت کی تجھ پر کوئی عدت نہیں۔

الاستبصار:

عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام فی
المتعة قال لیست من الاربع لاقبلها لا تطلق ولا تراث
ولا تورث و انما هی مستأجرة

(الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۷ باب

ان دیجوزا لجمع بین اکثر

من الاربع فی المتعة)

ترجمہ:

امام جعفر سے محمد بن مسلم راوی میں کہ امام نے متعہ کے بارے میں فرمایا

جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے۔ وہ ان چار عورتوں میں سے نہیں ہوتی جن کو بیک وقت نکاح میں رکھنا شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ متعہ کی گئی عورت کو طلاق دے کر فارغ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (بلکہ وہ مقررہ میعاد گزرنے پر خود بخود کا دوسرے کے لیے فارغ ہو جاتی ہے) اور وہ نہ کسی متعہ کرنے والے کی وارث ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی متعہ کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے۔ وہ تو ایک کرایہ پر لی گئی عورت ہوتی ہے۔

الاستبصار

عن عبید بن زرارۃ عن ابیہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ذکر لہ المتعۃ اھی من الاربعۃ قال تزوج منہن الفا فانہن مستاجرات۔

(الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۷)

ترجمہ:

زرارہ امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ امام موصوف کے ہاں متعہ کا ذکر ہوا۔ اور پوچھا گیا۔ کیا وہ عورت جس سے متعہ کیا جاتا ہے۔ وہ چار میں سے ہوتی ہے؟ فرمایا۔ تو بطور متعہ ایک ہزار عورت سے شادی کرے۔ (اس میں کوئی گناہ نہیں) کیونکہ وہ تو کرایہ پر لی گئی عورتیں ہیں۔

لمحکمہ کریہ:

جو کچھ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح اور متعہ کے درمیان فرق بیان فرمایا

تھا۔ وہی بعینہ امام جعفر صادق بھی بیان فرما رہے ہیں۔ اب جاڑوی کو وہی زبان اپنے امام کے بارے میں بھی استعمال کرنی چاہیے۔ جو اس نے اس فرق پر امام رازی کے بارے میں استعمال کی ہے۔ ائمہ اہل بیت نے صراحت فرمادی۔ کہ متعہ والی عورت کے لیے طلاق کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی لیے اس کے لیے عدت کی بھی ضرورت نہیں۔ وہ مقررہ وقت جس پر اس نے ہاں کی تھی۔ گزرنے پر وہ فارغ ہے۔ اور اب کسی نئے سے معاہدہ کرنے میں کوئی روکاوٹ نہیں۔ لہذا جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا۔ کہ عورتوں کو طلاق دے کر فارغ کرو۔ اور ان کی عدت گزرنے پر دوسری جگہ ان کی شادی ہونی چاہیے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اب وہ نکاح کہ جس کے بعد فراغت کے لیے طلاق کی ضرورت نہ تھی۔ اور کسی دوسرے سے معاہدہ کرنے کے لیے عدت گزارنا بھی ضروری نہ تھا۔ وہ منسوخ ہو گیا۔ اسی نکاح کو معیادی نکاح یا متعہ کہتے ہیں۔ یہ تھا امام رازی کی تحریر کا مفہوم۔ جسے جاڑوی نے متمتع عورت کی طرح گھسیٹ کر اپنا مطلب پورا کرنے کی کوشش کی۔ اب امام رازی کی دوسری دلیل کی طرف آئیے۔

۲۔ آیت میراث، آیت متعہ کی ناسخ ہے۔ کیونکہ متعہ والی عورت متعہ کرنے والے مرد کی وارث نہیں ہوتی۔ اس پر جاڑوی نے تفتیح کرتے ہوئے لکھا۔ کہ بوی اپنے خاوند کی میراث نہیں پاتی۔ اگر محدودی وارث نسخ کی وجہ سے۔ تو پھر اس سے نکاح دائمی بھی منسوخ ہو گیا۔ کیونکہ دائمی نکاح کے ہوتے ہوئے اگر عورت خاوند کو یا بالعکس قتل کر دیتے ہیں۔ تو ان میں تو ارث نہیں چلتا۔

یہاں بھی جاڑوی نے خود مغالطہ میں پھنسانے کی کوشش کی۔ بات دراصل یہ ہے۔ کہ چند اشیاء ایسی ہیں۔ جو مانع وراثت ہیں۔ اور وہ شیعہ سنی دونوں کے مابین متفق علیہ ہیں۔ مثلاً رقیہ (غلامی) قتل اور اختلاف دین۔ گویا زوجین

کے درمیان توارث معاملاً لازم ہے۔ مگر ان موانع اور عوارض میں سے اگر کوئی موجود ہو۔ تو زوجین کے مابین توارث نہیں رہے گا۔ لیکن نکاح متعہ ایسا معاہدہ ہے۔ کہ متعہ کرنے والا اور کرانے والی دونوں ان عوارض کے بغیر بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ یعنی نکاح متعہ میں ایک دوسرے کا وارث ہونا یا وارث بننا "معملاً لازم" نہیں ہے۔ توجیب اللہ تعالیٰ نے زوجین کے درمیان وراثت جاری کی۔ تو اس حکم سے ایسے میاں بیوی جو ایک دوسرے کے انتقال پر وارث نہ بنتے ہوں۔ یعنی یہ کہ خاوند مر جائے تو اس کی بیوی کو اس کے مال متروکہ میں سے وراثت ملے گی۔ اور اگر بیوی مر جائے تو اس کے ترکہ سے خاوند کو وراثت ملے گی۔

تو اس حکم سے ایسے میاں بیوی جو ایک دوسرے کے انتقال پر وارث نہ بنتے ہوں۔ ایسے رشتہ دار کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دیا۔ نکاح متعہ میں توارث "معملاً لازم" نہیں۔ یہ اہل تشیع کو بھی تسلیم ہے۔ بلکہ ان کی ہی بات ہے

تہذیب الاحکام:

وَلَيْسَ يُحْتَاجُ إِلَى أَنْ يُشْتَرَطَ أَهْلًا لِأَنَّ تَرِثَ لِأَنَّ مِنْ
شُرُوطِ الْمُتَعَةِ إِلَّا زَمَةً أَنْ لَا يَكُونَنَّ بَيْنَهُمَا
تَوَارِثٌ۔

(تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۶۴)

ترجمہ:

اور نکاح متعہ کے وقت اس بات کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ متعہ کرنے والا عورت سے یہ شرط ٹھہرائے۔ کہ تو میری وارث نہیں ہو گی۔ کیونکہ متعہ کے لیے جو شرائط لازم ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے

کہ متعہ کرنے والے مرد اور متعہ کرانے والی عورت کے درمیان توارث نہیں ہوگا۔

الاستبصار:

لَا مِيرَاتَ بَيْنَهُمَا سَوَاءً أَشْتَرَطَ كَفَى الْمِيرَاتِ أَوْ لَوْ
يُشْتَرَطُ لِأَنَّ مِنَ الْأَحْكَامِ اللَّازِمَةِ فِي الْمُتَعَةِ كَفَى
التَّوَارِثِ وَإِنَّمَا يُحْتَاجُ ثَبُوتَ الْمُوَارَثَةِ إِلَى شَرْطِ

(الاستبصار جلد سوم ص ۱۵۰)

ترجمہ:

متعہ کرنے والے مرد اور متعہ کرانے والی عورت کے درمیان وراثت کا حکم ہرگز نہ ہوگا۔ چاہے وہ میراث کی نفی بطور شرط رکھیں یا اس کی شرط نہ رکھیں۔ کیونکہ متعہ کے احکام لازمہ میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ اس میں توارث نہیں ہوتا۔ اور یہ یقیناً ثبوت توارث، شرط کا محتاج ہے۔

مذکورہ دونوں حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ متعہ میں ”توارث“ ہرگز نہیں ہوتا۔ اور یہ ہی نکاح متعہ میں اصل ہے۔ یعنی اگر کسی نے نکاح متعہ کہا۔ اور بوقت نکاح باہم توارث نہ ہونے کی کوئی بات نہ کی۔ تو یہ بات از خود موجود ہوگی۔ اور ان میں سے ایک دوسرے کا کوئی بھی وارث نہیں ہوگا۔ ہاں اگر یہ شرط باندھ لیں۔ کہ ہم نکاح متعہ اس شرط پر کرتے ہیں۔ کہ ہم دونوں میں سے مدت مقررہ میں جو مر گیا اس کا زندہ رہنے والا وارث ہوگا۔ تو اس صورت میں وراثت چل سکتی ہے۔ لیکن اس کے برخلاف نکاح دائمی میں میاں بیوی توارث کی شرط لگائیں یا نہ لگائیں۔ وہ

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ لہذا آیت میراث نے ایسے نکاح کو کہ جس میں عدم توارث بطور شرع لازم ہو۔ اس کو منسوخ کر دیا۔ یعنی نکاح متعہ کو منسوخ کر دیا۔ اب وہی نکاح جائز رہ گیا۔ جس میں باہم وراثت ہو۔ اور وہ نکاح دائمی ہی ہے۔

جہاں تک توارث زوجین کا ”امر لازم“ ہونے کا معاملہ ہے۔ وہ ہم نے بیان کر دیا۔ اب اس ”امر لازم“ کے موانع اور عوارض کہ جن میں سے کسی ایک کی موجودگی میں توارث ختم ہو جاتا ہے۔ ان میں رُق، کفر اور قتل بھی ہیں۔ جن کو اہل تشیع بھی تسلیم کرتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

المبسوط:

يَمْنَعُ مِنَ الْمِيرَاثِ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ الْكُفْرُ وَالرِّقُّ
وَالْقَتْلُ۔

(المبسوط جلد چہارم ص ۷۹)

ترجمہ:

وراثت سے تین باتیں محروم کر دیتی ہیں۔ کفر۔ رُق اور قتل۔

نوٹ:-

جاڑوی نے جس قتل کو باعث تنفیذ بنایا ہے۔ اور امام رازی کی دلیل کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا ایک عمدہ جواب علامہ جصاص نے یہ دیا ہے۔

احکام القرآن

فَإِنْ قِيدَ عَلَى مَا ذَكَرْنَا مِنْ نَفِي النَّسَبِ وَالْعَبْدَةِ
 وَالْمِيرَاثِ لَيْسَ اِسْتِغْنَاءُ هَذِهِ الْأَحْكَامِ بِمَانِعٍ
 مِنْ أَنْ تَكُونَ نِكَاحًا لِأَنَّ الصَّغِيرَ لَا يُلْحِقُ
 بِهِ نَسَبًا وَيَكُونُ نِكَاحَهُ صَحِيحًا وَالْعَبْدَ
 لَا يَرِثُ وَالْمُسْلِمَ لَا يَرِثُ الْكَافِرَ وَكَمْ يُخْرِجُهُ
 اِسْتِغْنَاءُ هَذِهِ الْأَحْكَامِ مِنْ أَنْ يَكُونَ نِكَاحًا
 قِيدَ لَهُ إِنَّ نِكَاحَ الصَّغِيرِ قَدْ تَعَلَّقَ بِهِ
 ثُبُوتُ النَّسَبِ إِذَا صَارَ مِمَّنْ يَسْتَفْرِشُ
 وَيَتَمَتَّعُ وَأَنْتَ لَا تُلْحِقُ نَسَبًا وَلَدَهَا
 مَعَ الْوَطْئِ الَّذِي يَجُوزُ أَنْ يُلْحِقَ بِهِ النَّسَبُ
 فِي النَّكَاحِ وَالْعَبْدِ وَالْكَافِرِ اِسْمًا لَمْ يَرِثَا
 لِلرِّقِّ وَالْكَفْرِ وَهُمَا يَمْتَعَانِ الشَّوَارِثَ
 بَيْنَهُمَا وَذَلِكَ غَيْرُ مَوْجُودٍ فِي الْمُتَمَتِّعَةِ
 لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِنْ أَهْلِ الْمِيرَاثِ مِنْ
 صَاحِبِهِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا مَا يَقْطَعُ
 الْمِيرَاثَ ثُمَّ لَمْ يَرِثْ مَعَ وُجُودِ الْمُتَمَتِّعَةِ
 عَلِمْنَا أَنَّ الْمُتَمَتِّعَةَ لَيْسَتْ بِنِكَاحٍ لِأَنَّهَا لَوْ كَانَتْ
 نِكَاحًا لَا وَجِبَتْ الْمِيرَاثُ مَعَ وُجُودِ سَبَبِهِ

مِنْ غَيْرِ مَانِعٍ لَهُ مِنْ قَبْلِهِمَا -

(احکام القرآن جلد دوم ص ۵۰ مطبوعہ
ہیمل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ:

اگر اعتراض کیا جائے کہ جو تم نے نسب، عدۃ اور میراث کی نفی ذکر کی ہے۔ ان احکام کا انتظار اپنی جگہ لیکن ان کے امتداد سے یہ لازم نہیں آتا کہ نکاح ہی منتفی ہو جائے۔ (یعنی نکاح موجود ہوتے ہوئے بھی نسب، عدۃ اور میراث کی نفی ہو سکتی ہے۔ لہذا امتنع میں اگرچہ نسب نہیں، عدت کی ضرورت نہیں اور وراثت نہیں چلتی۔ لیکن اس کے باوجود نکاح متنع و نکاح رہتا ہے) دیکھئے کہ نابالغ بچہ جب اس کی شادی ہو جائے۔ تو اس کی بیوی کے ہاں بچہ بچی پیدا ہونے پر اس نابالغ خاوند سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس کا نکاح بہر حال صحیح ہے۔ اور غلام وارث نہیں ہوتا۔ (لیکن وہ بھی اگر مولیٰ کی اجازت سے کسی عورت سے نکاح کرے۔ تو نکاح درست ہے) اور اسی طرح مسلمان بھی اپنے کافر عزیز کا وارث نہیں ہوتا۔ (لیکن مسلمان کا نکاح درست اور صحیح ہے) تو نسب، میراث اور عدت کی نفی سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اصل نکاح ہی ختم ہو جائے۔

اس اعتراض کے جواب میں کہا جائے گا۔ کہ چھوٹے نابالغ خاوند کے نکاح سے اس کی بیوی کے ہاں پیدا ہونے والے بچے کا اس سے نسب ثابت ہوتا ہے اور یہ اس وقت کہ وہ چھوٹا خاوند ایسا ہو۔ کہ وہ اپنی بیوی سے ہم بستری کر سکتا ہو لیکن اسے معترض تو نکاح متنع میں باوجود اس کے کہ متنع کرنے والے دونوں

اس قابل ہیں۔ اگر وہ نکاح صحیح کے بعد وطی کرتے تو ان کا نسب ثابت ہوتا۔ لیکن متعہ میں وطی کرنے پر تو نسب کا بالکل انکار کرتا ہے۔ لہذا صغیر پر اسے قیاس کرنا درست نہیں۔ کیونکہ اگر وہ وطی کے قابل ہو تو پھر نسب کی نفی نہیں ہوگی اور غلام و کافر اس لیے وارث نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان میں سے ایک میں رقیہ اور دوسرے میں کفر ہے۔ اور یہ دونوں اوصاف وراثت کے مانع ہیں۔ لیکن متعہ میں یہ دونوں موجود نہ ہونے کے باوجود پھر ان دونوں میں تواریث کیوں نہیں؟ حالانکہ متعہ کرنے کرانے والے دونوں ایک دوسرے کے وارث بننے کے اہل ہیں۔ لہذا جب ان دونوں کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں جو وراثت کو روکے۔ لیکن اس کے باوجود وہ وارث نہ نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان کے مابین اس کی وجہ سے تواریث واجب ہو جاتا۔ جبکہ متعہ کرنے والے دونوں افراد میں سبب وراثت موجود ہیں۔ اور کوئی مانع بھی ان کی طرف سے موجود نہیں ہے۔

۳۔ آیت متعہ کی ناسخ حدیث ہے۔ اور کوئی حدیث شیعہ سنی دونوں کے نزدیک قرآن کی ناسخ نہیں بن سکتی۔

آیت متعہ کی تفسیر اگرچہ خود آیات سے ہے۔ جس کی تفصیل گذشتہ اوراق میں ہم پیش کر چکے ہیں۔ یہاں جاڑوی کے فریب اور محرم کو ہم واضح کرتے ہیں۔ کہ اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ کوئی حدیث بالاتفاق قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔ یہ دعویٰ نہ صرف دھوکہ اور فریب دینے کے لیے ہے بلکہ اس سے جاڑوی کے اصول فقہ سے لاعلمیت بھی ٹپک رہی ہے۔ کم از کم اپنے مذہب کی اصول فقہ کی کتب کو دیکھ لیا ہوتا۔ آئیے دونوں مکتبہ فخر کی کتب سے حوالہ جات دیکھیں۔ کہ حدیث، ناسخ قرآن ہو سکتی ہے یا نہیں۔

حسامی:

إِنَّمَا يَجُوزُ النَّسْخُ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَيَجُوزُ
نَسْخُ أَحَدِهِمَا بِالْآخَرِ.

(حسامی ص ۸۹ بحث سنت)

ترجمہ:

”نسخ“ قرآن کریم اور سنت نبوی سے جائز ہے۔ اور ان دونوں میں
سے ہر ایک کا دوسرے سے نسخ بھی جائز ہے۔

معالم الاصول:

نَسَخَ الْكِتَابَ بِالسُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ وَهِيَ بِهِ وَلَا
نَعُرِفُ فِيهِ مِنَ الْأَصْحَابِ مُخَالِفًا.

(معالم الاصول ص ۳۹۳)

ترجمہ:

کتاب اللہ کا نسخ سنت متواترہ اور سنت متواترہ کا نسخ کتاب اللہ
سے ہو سکتا ہے۔ ہم اس بارے میں اپنے اصحاب میں سے کسی کی
مخالفت نہیں جانتے۔

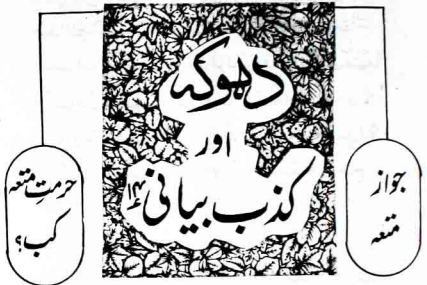
شرح:

نیز جائز است نسخ سنت متواترہ اہل خود نسخ حکم کربتفاد شود از
از خبر واحد بشل خود نسخ کتاب بسبب سنت متواترہ و نسخ سنت متواترہ۔

بسبب کتاب۔ یعنی سنت متواترہ کا نسخ اور خبر واحد کا حکم خبر واحد کے حکم سے
مسخ ہو سکتا ہے۔ اور کتاب اللہ کا نسخ سنت متواترہ سے اور سنت متواترہ کا
نسخ کتاب اللہ سے ہو سکتا ہے۔

ان تصریحات سے بالاتفاق یہ ثابت ہوا۔ کہ قرآن کریم کے کسی حکم کو سنت
متواترہ سے مسخ کیا جا سکتا ہے۔ اس تصریح کے باوجود جاڑوی نے دعویٰ کر
ڈالا کہ قرآن کریم کے کسی حکم کی تنسیخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث سے بھی نہیں ہو
سکتی۔ جہالت کا یہ عالم ہے۔ کہ اپنے مسلک کی کتبِ اصول کی بھی چھان بین نہ کی۔ یا
عوام کو دھوکہ دینے کی غرض سے امام جعفر صادق کے قول پر عمل کیا۔ بقول اہل تشیع
امام نے فرمایا۔ کہ جس نے ہماری کوئی بات ظاہر کی۔ اس نے ہمیں عداقتل کر دیا۔
حالانکہ یہی امام ایک جگہ یہ بھی فرما چکے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے
کہ جس نے جان بوجھ کر ایک جھوٹ بولا۔ اس کے نامہ اعمال میں ستر زنا کا گناہ لکھا
جاتا ہے۔ جس میں کم درجہ وہ زنا ہے جو اپنی والدہ سے کیا جائے۔

(بحوالہ منتہی الآمال جلد اول ص ۵۴۵)



محترم قارئین آپ نے یہ تو دیکھ لیا ہے کہ جواز متعہ کے خلاف نہ تو قرآن کریم سے کوئی آیت مل سکی ہے۔ اور نہ ہی حدیث نبویہ میں سے کوئی حدیث دستیاب ہوئی ہے۔ اب آئیے اور کتب احادیث سے جواز متعہ کے خلاف حکم اول کی تلاش کریں۔ کہ متعہ کو کب ناجائز کیا گیا؟ کیوں ناجائز کیا گیا۔ اور کس نے حلالی محمد کو حرام کرنے کی جسارت کی؟ لیجئے یہ سنن بہیقی ہے جلد ۱ اور ص ۲۰۶

سنن بہیقی

قَالَ أَبُو نَضْرَةَ قُلْتُ لِجَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 إِنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ
 يَأْمُرُ بِهِ قَالَ عَلِيُّ يَدِي جَرَى الْحَدِيثُ تَمْتَعْنَا
 مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ ابْنِي
 بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمَّا وُلِّيَ عُمَرُ خَطَبَ النَّاسَ

فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 هَذَا الرَّسُولُ وَإِنَّ الْقُرْآنَ هَذَا الْقُرْآنُ وَإِنَّمَا كَاتِبَاتُنَا
 مُتَّعَتَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ وَأَنَا أَنْهَى عَنْهُمَا
 وَأَعَاقِبُ عَلَيْهِمَا أَحَدُهُمَا مُتْعَةُ النِّسَاءِ وَلَا
 أَقْدِرُ عَلَى رَجُلٍ تَزَوَّجَ الْمَرْأَةَ إِلَى آجِلٍ إِلَّا
 عَيَّبْتُهُ بِالْحِبَارَةِ وَالْأُخْرَى مُتْعَةُ الْحَيْحِ.

ترجمہ:

ابو نضر کہتا ہے کہ میں نے جابر سے عرض کیا۔ کہ ابن زبیر متعہ سے
 منع کرتا ہے۔ اور ابن عباس متعہ کا حکم دیتا ہے۔ جابر نے کہا میری
 ہی زبان سے حدیث نکلی ہوئی ہے۔ ہم نے سرور کونین اور ابو بکر
 کے زمانہ میں متعہ کیا۔ جب عمر حکمران بنا تو اس نے خطبہ دیا اور کہا کہ
 رسول اللہ بہر طور رسول اللہ تھے اور قرآن بھی بہر طور قرآن ہے۔ البتہ
 زمانہ رسول اللہ میں دو متعے تھے۔ اور میں ان سے روکتا ہوں۔ اور ان
 پر سزا دوں گا۔ ایک متعہ النساء ہے۔ میں نے جس شخص کو بھی میعاد ہی
 نکاح کرتے ہوئے دیکھا اسے پتھروں میں دبا دوں گا۔ اور دوسرا
 متعہ الحج ہے۔

۲ احکام القرآن:

باسنادہ الی ابی نضرۃ۔

يَقُولُ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ يَأْمُرُ بِالْمُتْعَةِ وَكَانَ ابْنُ

الرُّبَيْرِ يَنْهَى عَنْهَا قَالَ قَدَّ كَرْتُ ذَلِكَ لِيَجَابِرِ
ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ عَلَى يَدِي دَارَ الْحَدِيثِ تَمَعْنَا
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ
عَمْرٌ قَالَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ يُجِدُّ لِرَسُولِهِ مَا شَاءَ
بِمَا شَاءَ فَأَتَوْا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ كَمَا أَمَرَ اللَّهُ
وَأَنْتَهُمُ عَنْ نِكَاحِ هَذِهِ النِّسَاءِ لَا أُوتِي بِرَجُلٍ
نَكَحَ امْرَأَةً إِلَى آجِلٍ إِلَّا رَجَمْتُهُ -

(احکام القرآن جلد دوم ص ۱۷۹)

ترجمہ:

اپنے سلسلہ سند کے ذریعہ ابونضرہ نے نقل کیا ہے۔ کہ ابن عباس متعہ کا حکم دیتے تھے۔ اور ابن زبیر متعہ سے منع کرتے تھے۔ ابونضرہ کہتا ہے کہ میں نے جابر سے اس کا تذکرہ کیا تو جابر نے کہا کہ میرے ہی ہاتھوں یہ حدیث آگے بڑھی ہے۔ ہم نے سرور کونین کے زمانہ میں متعہ کیا جب عمر حکمران بنا تو اس نے کہا کہ اللہ اپنے رسول کے لیے جو چاہتا تھا حلال کر دیتا تھا۔ اب حج اور عمرہ تو حکم خدا کے مطابق پورا کرو۔ لیکن عورتوں کے مباحی نکاح سے باز آ جاؤ۔ مجھے اگر کسی ایسے مرد کی اطلاع ملی جس نے مباحی نکاح کیا۔ تو میں اُسے سنگسار کر دوں گا۔

۳۔ براۓتہ المحدثہ

نَعَلَ ابْنُ رُشْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ
وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ

جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبْنِي بَكْرٍ
وَإِنْصَفًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ ثُمَّ نَهَى عَنْهَا
عُمَرَ النَّاسَ -

(برایۃ المجتہد جلد دوم ص ۵۸)

ترجمہ:

ابن رشد ابن جریر عمرو بن دینار سے اور عمرو بن دینار عطارد سے نقل کرتا
ہے کہ میں نے جابر سے سنا کہ ہم نے زمانہ سرور کو نین زمانہ ابوبکر
اور خلافت عمر کے نصف دور تک متعد کیا۔ پھر عمر نے لوگوں کو متنع سے
منع کر دیا۔

۴۲- مسلم:

عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ
قَالَ قَالَ لِحَايِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ كُنَّا نَسْتَمِعُ بِالْقَبْضَةِ
مِنَ التَّمْرِ وَالذَّقِيقِ إِلَى أَيَّامِ عَلِيٍّ هَمْدِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبْنِي بَكْرٍ حَتَّى نَهَى عَنْهُ عُمَرُ
فِي سَنَةِ عُمَرَ وَابْنِ حُرَيْثٍ -

مسلم جلد چہارم ص ۱۸ تا ۱۹ مطبوعہ مکتبہ
شعیب برنس روڈ کراچی (۱)

ترجمہ:

ابوزبیر سے مروی ہے کہ جابر نے کہا کہ زمانہ ابوبکر اور سرور کو نین میں

کچھ اور آمانکی ایک مٹھی کے عوض متعہ کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ عمر و ابن عدیس کے واقعہ کے بعد عمر نے متعہ سے روک دیا۔

۵۔ مسند احمد ضعیل

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ تَرَكْتُ
 آيَةَ الْمُتْعَةِ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِعَمَلِنَا
 بِهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ فَلَمْ تَنْزِلْ آيَةٌ تَنْسِيْهَا وَلَمْ
 يَنْتَهَ عَنْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مَاتَ.
 (مسند احمد ضعیل جلد چہارم ص ۲۳۶)

ترجمہ :

عمران بن خطاب سے منقول ہے کہ جب کتاب خدا میں آیت متعہ نازل ہوئی۔ تو ہم نے سرور کونین کے ساتھ متعہ کیا۔ اور پھر کوئی ایسی آیت نازل نہ ہوئی جو متعہ کو منسوخ کر دیتی اور نہ ہی سرور کونین نے اپنی زندگی کے آخری لمحے تک منع فرمایا۔

۶۔ تفسیر کبیر

فِي حَدِيثٍ صَحِيحٍ إِسْنَادٍ أَخْرَجَهُ
 الطَّبْرِيُّ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ رِضَى اللَّهِ عَنْهُ
 لَوْلَا أَنَّ عُمَرَ نَهَى الْمُتْعَةَ مَا زِلْنَا إِلَّا شَقِيًّا.

(تفسیر ابن کثیر جلد ۱۵، ص ۱۵)

ترجمہ:

ایک ایسی حدیث میں جس کا سلسلہ سند صحیح ہے۔ طبری نے حکم سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر عمر متہ سے منع نہ کرتا تو کوئی بد نصیب ہی زنا کرتا۔

۶۔ درمنثور

عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَابْنِ الْمُنْذِرِ عَنْ
عَطَاءٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرْحَمُ اللَّهُ عُمَرَ مَا كَانَتْ
الْمُتَعَةُ إِلَّا رَحْمَةً مِنَ اللَّهِ رَحِمَ بِهَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ
لَوْ لَا نَهْيُهُ مَا احْتَجَّ إِلَى الزَّيْنِ إِلَّا الشَّقِيُّ.

(درمنثور جلد دوم ص ۱۲۱)

ترجمہ:

عبدالرزاق اور ابن منذر عطاء سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ابن عباس نے کہا اللہ عمر پر رحم کرے۔ متہ امت محمد کے لیے ایک نعمت تھا۔ اگر عمر کی روکاؤٹ نہ ہوتی۔ تو کوئی بد بخت ہی زنا کرتا۔

۸۔ عمدۃ القاری

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَا تَمْتَعْنَا إِلَى نِصْفِ مَنْ
خِلَافَةِ عُمَرَ حَتَّى نَهَى عُمَرَ النَّاسَ -

(عمدۃ القاری یعنی جلد ۱ ص ۳۱۰)

ترجمہ:

ابوسعید خدری اور جابر کہتے ہیں کہ ہم نے عمر کے نصف زمانہ حکومت تک
متعہ کیا۔ حتیٰ کہ عمر نے لوگوں کو متعہ سے روک دیا۔

۹۔ تفسیر کبیر

صَحَّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ
إِنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ فِي الْمُتْعَةِ آيَةً وَمَا نَسَخَهَا بِآيَةٍ
أُخْرَىٰ وَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَمَا نَهَانَا عَنْهَا ثُمَّ قَالَ رَجُلٌ يُبْرَائِيَةَ .

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۳)

ترجمہ:

عمر بن خطاب کی روایت صحیحہ میں ہے۔ کہ ذاتِ احدیت نے متعہ کے بارے
میں آیت نازل کی۔ اور پھر اُسے کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا۔ اور
ہمیں سرور کونین نے اجازت دی۔ اور منع نہ فرمایا۔ پھر ایک فرد نے اپنی
مرضی کا حکم دے دیا۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۳ قسطلافی نے ارشاد الساری جلد ۴
ص ۱۶۹ اور ابن حجر نے فتح الباری ص ۳۲۹ میں بھی یہی لکھا ہے۔ بطور نمونہ یہ چند ایک
احادیث لکھ دی ہیں۔ جن میں متعہ سے منع کرنے والے صرف حضرت عمر ہیں۔ نہ تو
ذاتِ احدیت نے متعہ منسوخ کیا۔ اور نہ ہی سرور کونین نے اس سے منع فرمایا ہے۔ یہ
بھی آپ دیکھ چکے ہیں۔ کہ حضرت عمر کے باوجود حضرت علیؑ علیہ السلام ،
عبداللہ بن عباس ، جابر بن عبداللہ انصاری ابوسعید خدری اور عمران بن حصین نے جواز متعہ

کی تصریح کی ہے۔ اور یہ بھی آپ دیکھ چکے کہ حضرت عمر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ منعدہ قرآن میں بھیجی ہے۔ اور سردر کونین کے زمانہ میں بھی تھا۔ لیکن اب میں اسے حرام کرتا ہوں (جواز منعدہ ص ۲۸ تا ۵۲)

جواب:

مذکورہ نو عدد روایات تعداد میں تو نو ہی ہیں۔ لیکن ان میں جو متضد بیان ہو رہے اُسے ہم تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلے حصہ میں روایت نمبر ۲۱ دوسرا حصہ میں ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸ اور تیسرے حصہ میں ۵، ۹ اور ۱۰ ہوں گی۔ ترتیب وار ان پر بحث ملاحظہ فرمائیے۔

روایت نمبر ایک اور دو سنن بیہقی میں روایت اولیٰ کی سند میں ایک راوی جن کا نام قتادہ ہے بہت مجروح بحوالہ یہ ہے۔

تہذیب التہذیب

وَقَالَ حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ كَانَ طَاوُسٌ يَفِرُّ مِنْ قَتَادَةَ وَكَانَ قَتَادَةَ يَرْمِي بِالْقَدْرِ وَقَالَ جَرِيرٌ عَنْ مُغَيَّرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ قَتَادَةُ حَاطِبُ اللَّيْلِ۔
(تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۵۳)

ترجمہ:

حنظلہ بن ابی سفیان نے کہا۔ کہ طائوس، قتادہ سے روایت کرنے میں بھاگتا تھا۔ اور قتادہ پر فرمے "قدریہ" میں سے ہونے کا الزام بھی ہے ہے۔ جریر نے مغیرہ اور انہوں نے شعبی سے بیان کیا۔ کہ قتادہ حاطب اللیل تھا۔ (یعنی جو ہاتھ لگے۔ اُسے لے لینے والا تھا)

اسی طرح روایت مذکورہ کا آخری راوی محمد بن عبد اللہ ہے۔ اور اس پر شیعیت کا الزام ہے۔ صاحب میزان نے لکھا ہے۔

میزان الاعتدال

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ التِّيسَابُورِيُّ الْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
صَاحِبُ التَّصَانِيفِ إِمَامٌ صَدُوقٌ لِكِتَابِهِ يُصَحِّحُ
فِي مُسْتَدْرِكِهِ أَحَادِيثَ سَاقِطَةً وَيَقْصُرُ مِنْ ذَلِكَ
فَمَا أَدْرَى الْخِيفَةَ عَلَيْهِ مَا هُوَ لِمَنْ يَجْهَلُ ذَلِكَ
وَإِنْ عَلِمَ فَهَذِهِ خِيَانَةٌ عَظِيمَةٌ ثُمَّ هُوَ شَيْعِيٌّ
مَشْهُوبٌ بِذَلِكَ مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلشَّيْخَيْنِ وَ
قَدْ قَالَ ابْنُ الطَّاهِرِ سَأَلْتُ أَبَا إِسْمَاعِيلَ عَبْدِ اللَّهِ
الْأَنْصَارِيَّ عَنِ الْحَاكِمِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ
إِمَامٌ فِي الْحَدِيثِ رَافِضِيٌّ حَيْثُ قُلْتُ اللَّهُ يُحِبُّ
الْإِنْصَافَ مِنَ الرَّجُلِ بَرِافِضِيٌّ بَلْ شَيْعِيٌّ فَقَطْ -

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۸۵ تذکرہ)

محمد بن عبد اللہ مطبوعہ مصر قدیم)

(۲- لسان المیزان جلد ۵ ص ۲۳۳)

ترجمہ:

محمد بن عبد الحاکم نیشاپوری بہت سی تصانیف کا مصنف ہے۔ اور
امام صدوق ہے۔ لیکن اس نے مستدرک میں بہت سی ایسی احادیث
کو صحیح حدیث کے طور پر پیش کیا ہے۔ حالانکہ وہ ساقط ہیں۔ اور وہ

درجہ صحت تک نہیں پہنچتیں۔ پس میں نہیں جانتا کہ یہ بات اس پر کس طرح مخفی رہی۔ کیونکہ وہ ایسی باتوں سے جاہل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اسے ان احادیث کے ساقط ہونے کا علم تھا۔ اور اس کے باوجود اس نے انہیں صحیح بنا دیا۔ تو یہ بہت بڑی خیانت ہے۔ پھر وہ شیعہ ہونے میں بھی مشہور ہے۔ اگرچہ شیخین پر اعتراض نہیں کرتا۔ ابن طاہر نے کہا۔ کہ میں نے ابو اسماعیل عبداللہ انصاری سے حاکم کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ حدیث میں امام تھا۔ رافضی خبیث تھا۔ میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ انصاف کو پسند فرماتا ہے۔ وہ یعنی حاکم رافضی نہیں بلکہ فقط شیعہ تھا۔

لسان المیزان

أَنَّ ذَكَرَ جَمَاعَةً فِي كِتَابِ الصُّعْفَاءِ لَهُ وَقَطَعَ
بِتَرْكِ الرَّوَايَةِ عَنْهُمْ وَمَنْعَ مِنَ الْإِحْتِجَاجِ
بِهِمْ أَخْرَجَ أَحَادِيثًا بَعْضُهُمْ فِي مُسْتَدْرِكِهِ
وَصَحَّحَهَا مِنْ ذَلِكَ أَنَّ أَخْرَجَ حَدِيثًا
لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ وَكَانَ قَدْ
ذَكَرَهُ فِي الصُّعْفَاءِ فَقَالَ إِنَّهُ رَوَى عَنْ أَبِيهِ
أَحَادِيثَ مَوْضُوعَةً لَا تَخْفَى عَلَى مَنْ تَأَمَّلَهَا
مِنْ أَهْلِ الصُّنْعَةِ أَنَّ الْحَمَلَ فِيهَا عَلَيْهِ.

(لسان المیزان جلد پنجم ص ۲۳۳)

ترجمہ:

حاکم نے ایک جماعت کا اپنی کتاب الصغفاء میں ذکر کیا۔ اور لکھا۔ کہ ان کی روایت کو ہرگز نہ لیا جائے۔ اور ان کی روایت کو حجت نہ بنایا جائے۔ اور انہی لوگوں کا حاکم نے اپنی دوسری تصنیف مستدرک میں ذکر کیا۔ اور ان کی روایات کی تصحیح کی۔ ان میں سے بطور نمونہ ایک یہ ہے کہ ایک روایت عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی ذکر کی۔ حالانکہ اس کا ذکر ضعیف راویوں میں بھی حاکم نے کیا ہے۔ وہاں لکھا۔ کہ یہ عبدالرحمن اپنے باپ سے احادیث موضوعہ کی روایت کرتا ہے۔ اور یہ طریقہ الحاکم کا ہر اس شخص پر واضح ہے۔ جو اس فن کو جانتا ہے۔ اس بنا پر اس سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

المستدرک

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِمُبَازِرَةَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لِعَمْرِوَابِ بْنِ عَبْدِوَدٍ
يَوْمَ الْخَنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ أَعْمَالِ أُمَّتِي إِلَى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ -

المستدرک ص ۳۲ کتاب المغازی جلد ۲
مطبوعہ دکن حیدرآباد

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق میں جو مقابلہ کیا۔ وہ ناقیامت تمام امت کے اعمال سے افضل ہے۔

نوٹ:

اس روایت کی تحقیق میں علامہ ذہبی نے لکھا کَلَّمْتُ قَبِيحَ اللَّهِ رَافِضِيًّا اِقْتَرَاهُ۔
ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے۔ اس رافضی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء
باندھا۔

اہل سنت اگرچہ حاکم صاحب مستدرک کو احادیث میں عموماً قابل اعتبار سمجھتے
ہیں۔ لیکن رافضی شیعہ ہونے کی بنا پر ایسی احادیث و روایات کے بارے میں جن کا تعلق
عقائد کے ساتھ ہوتا ہے، اس کی بات ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔ اور عقیدہ کے خبث
کے علاوہ فی حدیث و روایت میں بھی اس کی بے احتیاطی بیان کی گئی۔ کہ ایک جگہ
ایک شخص کو ضعیف کہہ دیتا ہے۔ اور دوسری جگہ اسی کی روایت کو دروایت صحیحہ کا
درجہ دے دیتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق میں عمرو کو قتل
کیا۔ یہ سلیم کو عمرو ایک بے دین اور پکا کافر تھا۔ لیکن اس کی اہمیت اور کفر میں مقام وہ نہ
تھا۔ جو ابو جہل کا تھا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی امت کا فرعون کہا۔ اور
اس کے داخل جہنم ہونے پر آپ نے سجدہ شکر بھی ادا کیا تھا۔ لیکن عمرو مذکور کے قتل پر
آپ نے اس قدر خوشی نہ منائی۔ کیونکہ اس کی کفار میں کوئی وقعت نہ تھی۔ کوئی سرداری
نہ تھی۔ اب ایک ایسے شخص کو قتل کرنے پر یہ عمل بے مثل ہو جائے۔ تو پھر ابو جہل کو مارنا کیا
ہوگا؟ معلوم ہوا۔ کہ رافضی ہونے کی وجہ سے اس نے حضرت علی المرتضیٰ کے منسلک یہ حدیث
بیان کی۔ اور اس میں اپنے عقیدہ کو بھی ختم کر دیا۔ اسی حاکم نیشاپوری کا تعارف اہل تشیعہ
کی کتب سے بھی ملاحظہ کر لیں۔

اعیان الشیعہ

قَالَ ابْنُ الظَّاهِرِ سَأَلْتُ أَبَا إِسْمَاعِيلَ الْأَنْصَارِيَّ

عَنِ الْحَاكِمِ فَقَالَ ثِقَّةٌ فِي الْحَدِيثِ رَافِضِيٌّ
 خَبِيثٌ ثُمَّ قَالَ ابْنُ الظَّاهِرِ كَانَ شَدِيدَ التَّعَصُّبِ
 لِلشَّيْعَةِ فِي البَاطِنِ وَكَانَ يُظْهِرُ التَّقَدِيمَ النَّسَبِيَّ
 فِي الخِلَاقَةِ وَكَانَ مُتَحَرِّفًا عَنِ مُعَاوِيَةَ وَآلِهِ
 مُتَظَاهِرٌ بِذَلِكَ وَلَا يَعْتَرِزُ مِنْهُ قُلْتُ إِمَّا انْخِرَافَهُ
 عَنْ خُصُومِ عَلِيٍّ فَظَاهِرٌ فَأَمَّا الشَّيْخَانِ
 فَيُعَظَّمُهُمَا فَهُوَ شَيْعِيٌّ لَا رَافِضِيٌّ.

(ایمان الشیعہ جہم ص ۲۹۱)

ترجمہ:

ابن طاہر کہتا ہے۔ کہ میں نے ابراہیم انصاری سے حاکم کے بارے
 میں پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ وہ حدیث میں ثقہ تھا۔ نجیث رافضی تھا۔ پھر
 کہا باطنی طور پر وہ سخت متعصب شیعہ تھا۔ اور ظاہری طور پر شیخین کی فطرت
 کا اقرار کرتا تھا۔ امیر معاویہ اور ان کی اولاد سے منحرف تھا۔ یہ بات وہ
 علی الاعلان کرتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا انحراف حضرت علی کی لڑائی
 سے تروہ ظاہر ہے۔ بہر حال وہ شیعہ تھا۔ رافضی نہ تھا۔

الکفی واللقاب

وَقَدْ يُعَالَى لَهُ الْحَاكِمُ التَّيْسَابُورِيُّ هُوَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
 مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْدٍ وَبِهِ
 الْحَافِظُ الْمَعْرُوفُ بِابْنِ الْبَيْعِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ
 الشَّيْعَةِ وَسَدَنَتِهِ الشَّرْعِيَّةَ وَكَانَ ابْنُ الْبَيْعِ

يَمِيلُ إِلَى التَّشْيِيعِ صَرَخَ جَمْعٌ مِنَ الْفَرِيقَيْنِ
 يَنْشِئُ بِهِ عَنِ الذَّهَبِيِّ عَنِ ابْنِ الطَّاهِرِ كَانَ شَدِيدَ
 التَّعَصُّبِ لِشِيعَتِهِ فِي الْبَاطِنِ وَذَكَرَهُ ابْنُ
 شَهْرَآشُوبٍ فِي مَعَالِمِ الْعُلَمَاءِ وَصَاحِبِ
 الرِّيَاضِ فِي الْقِسْمِ الْأَوَّلِ فِي لَعْدَادِ الْإِسْمَائِيَّةِ
 عَلَى مَا نَقَلَ عَنْهُمَا.

(الکنی واللقاب تصنیف شیخ عباس قمی
 جلد دوم ص ۱۶۰ تا ۱۶۱ مطبوعہ تہران
 طبع جدید)

ترجمہ:

جسے حاکم نیشاپوری کہا جاتا ہے۔ وہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حافظ تھا۔ اور
 ابن ابی عمیر عرف رکھتا تھا۔ وہ بہت بڑا شیعہ مجتہد تھا۔ اور ان کا ستون تھا۔
 یہ حاکم نیشاپوری تشیع کی طرف مائل تھا۔ اس بات کی دونوں فریق نے
 تصریح کی ہے۔ امام ذہبی نے ابن طاہر سے ذکر کیا ہے۔ کہ یہ حاکم اپنے
 شیعہ بھائیوں کے حق میں بہت متعصب تھا۔ ابن شہر آشوب نے معالم العلماء
 اور صاحب الریاض نے اسے شیعہ امامی علماء میں سے صف اول کا عالم
 لکھا ہے۔

مذکورہ

حاکم نیشاپوری عرف علمائے اہل سنت کے نزدیک ہی شیعہ نہیں بلکہ شیعہ
 سنی دونوں کے نزدیک متفقہ شیعہ ہے۔ اور وہ بھی بہت بڑا عالم اور مجتہد ہے۔ اب جس

عبارت سے جاڑوی پھولا نہیں سماتا۔ وہ اسی حاکم سے مروی ہے۔ جاڑوی کو اگر احتقاق حق مطلب ہوتا۔ تو کسی ایسے شخص کی روایت پیش کرتا۔ جو قابلِ حجت ہوتی۔ آخری راوی شیعہ ہے۔ اور دوسرا دوسرا دوسرا جمع کرنے والا ہے۔ ان حالات میں مذکورہ روایت پر اعتماد جاڑوی اینڈ لکینی تو کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم اہل سنت کے نزدیک یہ ناقابلِ اعتماد ہے علاوہ ازیں یہ بھی کی مذکورہ روایت اگر من و عن مکمل طور پر نقل کی جاتی۔ تو سرے سے اس کی اہمیت ختم ہو جاتی۔ اور جاڑوی کے ارادوں پر پانی پھر جاتا۔ اب ایسے ہم وہ عبارت پیش کر دیتے ہیں۔

یہ بھی شریف

وَالْأُخْرَى مُتَعَةَ الْحَجِّ أَوْ صَلَوًا حَجَّكُمْ مِنْ
عُمْرَتِكُمْ فَيَا تَهُ أَتَمُّ لِحَجِّكُمْ وَأَتَمُّ لِعُمْرَتِكُمْ
أَخْرَجَهُ الْمُسْلِمُ فِي الصَّحِيحِ مِنْ وَجْهِ آخَرَ
عَنْ حَمَّامٍ قَالَ الشَّيْخُ نَحْنُ لَا نَشُكُّ فِي كَوْنِهِ
عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَكِنْ وَجَدْنَا نَاهُ نَهَى عَنْ تِكَاجِ الْمُتَعَةِ عَامَ
الْفَتْحِ بَعْدَ الْإِذْنِ فِيهِ ثُمَّ لَمْ نَجِدْهُ إِذْ
فِيهِ بَعْدَ النَّهْيِ عَنْهُ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ نَهَى عُمَرَ بْنِ
الْخَطَّابِ عَنْ تِكَاجِ الْمُتَعَةِ مُوَافَقًا لِسُنَّةِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآخَذْنَا بِهِ
وَلَمْ نَجِدْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ

مُتَعَةَ الْحَجِّ فِي رِوَايَةٍ صَحِيحَةٍ عَنْهُ وَ
وَجَدْنَا فِي قَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا دَلَّ
عَلَى أَنَّهُ أَنْ يَفْصَلَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ لِيَكُونَ
أَتَمَّ لَهُمَا فَحَمَلْنَا نَهْيَهُ عَنِ مُتَعَةِ الْحَجِّ
التَّنْزِيهِهِ وَعَلَى اخْتِيَارِ الْإِفْرَادِ عَلَى غَيْرِهِ
لَا عَلَى التَّحْرِيمِ وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ .

(نہجی شریفین جلد ۲ ص ۶۰۶ کتاب النکاح)

ترجمہ:

دوسرا متعہ الحج۔ تم اپنے حج کو اپنے عمرہ کے ساتھ ملا کر ادا کرو کیونکہ یہ
طریقہ تمہارے حج اور عمرہ کا کامل طریقہ ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک
اور سند کے ساتھ جو حمام سے ہے۔ اسے ذکر کیا۔ ہم متعہ النکاح کے
عہد رسول میں جواز کا انکار نہیں کرتے۔ لیکن ہمیں ایسی احادیث پہنچی ہیں
جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال متعہ سے منع فرمایا تھا۔ لہذا
اس نہی کے بعد کوئی ایک حدیث ایسی ہمیں نہیں ملی۔ جس میں پھر سے
اجازت دینے کا ذکر ہو۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات
سے تشریف لے گئے۔ لہذا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا متعہ النکاح
سے منع کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہے۔ اس لیے ہم نے
اس پر عمل کرنا قبول کر لیا۔ اس کے مقابلہ میں متعہ الحج سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا منع فرمانا ایک بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے قول میں اس سے منع کرنا ملتا ہے۔ لہذا یہ اس امر کی دلالت کرتا ہے۔ کہ
حضرت عمر بن الخطاب نے حج اور عمرہ کے درمیان جدائی رکھنا محبوب سمجھا۔

تا کہ اس طرح دونوں پطریقہ کامل ادا ہوں۔ لہذا ہم نے ان کے منع کرنے کو محض احتیاط اور پسندیدگی پر محمول کیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حج اور عمرہ دونوں کو اکٹھا اکرنا ان کے نزدیک حرام تھا۔ وباللہ التوفیق۔

خلاصہ:

امام بیہقی کی تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اگرچہ متع الحج اور متعہ النکاح دونوں سے منع فرمایا تھا۔ لیکن اول الذکر سے منع فرمانا۔ اولویت کے پیش نظر تھا۔ نہ کہ حرمت کی بنا پر۔ اس لیے ان کے اجتہاد کے مطابق حج اور عمرہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ ادا کرنا تمتع سے بہتر ہے۔ لیکن متعہ النکاح سے منع کرنا ان کی اپنی رائے نہ تھی۔ بلکہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تائید اور تقریر ہے گویا میعاد ہی نکاح یا تمتع سے منع کرنے کی ابتدا حضرت عمر نے نہیں بلکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اور جب سے آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ دوبارہ اس کی اجازت کے لیے ایک بھی حدیث صحیح نہیں ملتی۔ اب جو کچھ جاڑوسی نے تانا بانا بنایا تھا۔ اس کا مرکز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس نبی ہے۔

۳، ۴، ۶، ۷، ۸ اور ۹ نمبر روایات۔ ان پانچ عدد روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ متعہ النکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پھر اس کے بعد ابو بکر صدیق کے پورے دور خلافت اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت تک جائز رہا۔ اس کے منع کی ابتداء عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کی۔ اگر عمر منع نہ کرتے۔ تو کوئی بد بخت ہی زنا کرتا۔

”کوئی بد بخت ہی زنا کرتا، اس جملہ کی نسبت حضرت علی المرتضیٰ کی طرف کی گئی ہم گذشتہ صفحات میں اس کی تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ اس روایت کا مرکزی

اور پہلا راوی ”حکم“ ستمت مجروح اور ناقابل اعتبار ہے۔ جاڑوسی نے یہاں بھی ”صحیح الاسناد“ کہہ کر اپنا الو سیدھا کیا۔ طبری میں اس کی اسناد کی صحت کا نشان تک موجود نہیں۔ اس پر تو ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ لعنة الله على الكافرين۔

ان تمام روایات کا ایک ہی جواب ہے۔ وہ یہ کہ جن حضرات نے جو از متعہ کی روایات ذکر کیں۔ چونکہ ان کو ابھی تک حرمت متعہ کی روایت نہ پہنچی تھی۔ اس لیے انہوں نے اپنے سابقہ علم کے مطابق متعہ کے بارے میں وہی کچھ بیان کیا۔ جو انہیں معلوم تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس چونکہ حرمت کی روایات موجود تھیں اس لیے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرانے میں سختی فرمائی۔

خوٹ:

روایات مذکورہ میں اگرچہ منع کی نسبت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف ہے۔ لیکن یہ حقیقت پر مبنی نہیں۔ بلکہ از روئے مجاز ہے۔ اور اس قسم کی نسبت قرآن و حدیث میں بکثرت وارد ہے۔ جبرئیل امین نے مریم سے کہا: ”میں تجھے صاف ستمرا بیٹھا عطا کرتا ہوں“ حالانکہ اولاد عطا کرنا درحقیقت اللہ رب العزت کے اختیار میں ہے۔ تو جس طرح یہاں مجازی طور پر نسبت ہے اسی طرح حرمت متعہ کی نسبت مجازاً فاروق اعظم نے اپنی طرف کر دی۔

اب اس کی تائید کہ حضرت فاروق اعظم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت متعہ والی حدیث پر عمل کرایا۔ ہم درج ذیل حوالہ جات سے پیش کرتے ہیں:-

درمثور

أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ عُمَرَ أَنَّه خَطَبَ وَقَالَ مَا
بِأُلْ رِجَالٍ يَنْكِحُونَ هَذَا الْمُتْعَةَ وَقَدْ نَهَى
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا لَا
أُوتَى بِأَحَدٍ تَكَهَمَهَا إِلَّا رَجِمَتْهُ .

(۱- درمثور جلد دوم ص ۱۴۱)

(۲- بیہقی جلد ہفتم ص ۲۰۶ مطبوعہ دکن حیدرآباد)

ترجمہ :

بیہقی نے عمر ابن الخطاب سے ذکر فرمایا۔ کہ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے
یہ کہا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نکاح متعہ کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا تھا۔ کوئی ایک آدمی بھی اگر ایسا نکاح
کرنے والا پایا گیا۔ تو میں اُسے رجم کرنے کا حکم دوں گا۔

ابن ماجہ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَلْفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ شَنَا الْفَرَّيَّانِي
عَنْ أَبِي بَانَ بْنِ أَبِي حَازِمٍ مَرَّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ حَفْصِ بْنِ
أَبِي عُمَرَ قَالَ لَمَّا وَلى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ خَطَبَ
النَّاسَ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَذِنَ لَنَا فِي الْمُتْعَةِ فَلَا نَأْتِيهَا حَرَمًا مَهَا وَ
اللَّهُ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا يَتَمَتَّعُ وَهُوَ مُحْصِنٌ إِلَّا

رَجَمْتُهُ بِالْحِجَارَةِ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَنِي بِأَرْبَعَةٍ
يَشْهَدُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَحَلَّهَا بَعْدَ إِذْ حَرَّمَهَا.

(سنن ابن ماجہ - باب نبی عن نکاح المتعة)

ص ۱۴۱ مطبوعہ نور محمد آرام باغ کراچی)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں۔ جب عمر بن الخطاب خلیفہ بنے۔ تو آپ نے لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے کہا۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین مرتبہ متعہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ پھر اسے حرام کر دیا تھا۔ خدا کی قسم! اگر کوئی محسن آدمی متعہ کرتے پایا گیا۔ تو میں اسے رحم کی سزا دوں گا۔ ہاں اگر وہ چار گواہ ایسے پیش کر دے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام فرمانے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا۔ (تو اسے چھوڑ دیا جائے گا۔)

سہتی

حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ
الْأَصْبَهَانِي ابْنُ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
يَحْيَى الزُّهْرِيُّ الْقَاضِي بِمَكَّةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ إِسْمَاعِيلَ الصَّائِعُ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَمَوِيُّ
حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا عَنْ عَمْرِو بْنِ
مُحَمَّدٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَعَدَ
عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ
ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَتَنَكِّحُونَ هَذِهِ الْمُتَنَعَةَ
وَقَدْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْهَا إِلَّا وَرَائِي لَا أُوتِي بِأَحَدٍ نَكَحَهَا إِلَّا
رَجَعْتُهُ .

(اسنن الکبریٰ للبیہقی جلد ہفتم ص ۲۰۰)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر جلوہ فرما کر ہرگز اللہ کی حمد و ثنا
کہی۔ پھر فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نکاح متنعہ کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا تھا۔ خبردار! اگر کوئی شخص یہ نکاح کرتا
پکڑا گیا۔ تو میں اسے رجم کر دوں گا۔

لمنفکریہ :-

ان تین عدد روایات میں صاف صاف موجود ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب
متنعہ سے از خود منع کرنے کی ابتداء نہ فرمائی۔ بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم
کی تعمیل کرتے ہوئے آپ نے یہ حکم دیا۔ اس لیے آپ نے علی الاعلان کیا۔ کہ کوئی چار
گواہ پیش کر دو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمانے کے بعد پھر سے اس کی اجازت
دی تھی۔ ان روایات کے پیش نظر حضرت عمر بن الخطاب کا متنعہ سے منع کرنے
کو اپنی طرف منسوب کرنے سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ یہ مجازاً تھا۔

روایت ۱۵/۹ اور ۹ - تفسیر کبیر اور مسند امام احمد بن حنبل کے حوالے سے عمران بن حصین

کی روایت کہ ہم حضور کے زمانہ میں متعہ کرتے رہے۔ اور آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے تک کوئی ایسی حدیث نہ فرمائی۔ کہ جس سے اس کی حرمت فرمادی گئی ہو۔ ان دونوں روایتوں کے سلسلہ سند میں دو راوی یحییٰ بن سلیم اور عمران بن مسلم ایسے شخص نہیں۔ جو قابل اعتماد نہیں۔ جس کی بنا پر روایت مذکورہ قابل حجت نہیں۔

یحییٰ بن سلیم: تہذیب التہذیب :-

يَحْيَىٰ بْنُ سَلِيمٍ التَّمِيزِيُّ الطَّائِفِيُّ هُوَ مُشْكِرُ
الْحَدِيثِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ الدَّوْلَابِيُّ
لَيْسَ بِالْقَوِي قَالَ الْعُقَيْلِيُّ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ
أَتَيْتُهُ فَكَتَبْتُ عَنْهُ شَيْئًا فَرَأَيْتُهُ يَخْلُطُ فِي
الْأَحَادِيثِ فَتَرَكْتُهُ وَفِيهِ شَيْءٌ قَالَ أَبُو
جَعْفَرٍ وَلَيْتَ أَمْرُهُ وَقَالَ السَّاجِيُّ صُدُوقُ
يَهُمُّ فِي الْحَدِيثِ وَاحْطَأَ وَقَالَ الدَّارِ قُطَيْبِيُّ
سُوءَ الْحِفْظِ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ فِي تَارِيخِهِ فِي
تَرْجَمَةِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَافِعٍ مَا حَدَّثَ
الْحُمَيْدِيُّ عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ سَلِيمٍ فَهُوَ صَحِيحٌ

(تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۲۶۶)

ترجمہ :

یحییٰ بن سلیم "مشکر الحدیث" ہے۔ دولابی نے کہا یہ "قوی نہیں"۔
عقبیلی نے امام احمد بن حنبل سے بیان کیا۔ کہ امام احمد بن حنبل کہتے
ہیں۔ میں یحییٰ بن سلیم کے پاس گیا۔ تو اس سے کچھ روایات میں لے لکھیں۔

دیکھا کہ وہ احادیث میں "دراخلاط" کرتا ہے۔ لہذا میں نے اس کو چھوڑ دیا
ابو جعفر نے کہا۔ اس کا معاملہ سست ہے۔ ساجی کے بقول وہ حدیث میں
صدوق ہے اور متہم بھی۔ اور حدیث میں غلطی کرتا ہے۔ دارقطنی نے
سواء الحفظ کہا۔ اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ وہ روایات جو
حمیدی نے یحییٰ بن سلیم سے بیان کیں۔ وہ صحیح ہیں۔

عمران بن مسلم: تہذیب التہذیب :-

عِمْرَانُ بْنُ مُسْلِمٍ الْمُنْقَرِي ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي
الْمِثْقَاتِ قُلْتُ وَنَادَا الْاِنَانِ فِي رِوَايَةِ يَحْيَى ابْنِ
سَلِيمٍ عَنْهُ بَعْضَ الْمَتَاكِيرِ وَكَذَا فِي رِوَايَةِ
سُوَيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْهُ اِنْ تَلَّهِي -

(تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۳۸)

مطبوعہ حیدرآباد

ترجمہ:

عمران بن مسلم المنقری کو ابن جہان نے ثقہ راویوں میں سے ذکر کیا۔ میں کہتا
ہوں۔ کہ اس کے علاوہ یہ بھی زائد عبارت موجود ہے۔ کہ یہی عمران بن
مسلم ان روایات میں جو اس نے یحییٰ بن سلیم اور سدید بن عبدالعزیز
سے ذکر کیں۔ بہت سی مناکیر ہیں۔

لمنکر یہ:

روایت مذکورہ کے ان دونوں راویوں کے متعلق کتب اسما الرجال سے

سے جرح آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ دونوں ناقابل اعتماد اور ناقابل حجت ہیں۔
 سوء الحفظ، مختلط، منکر الحدیث وغیرہ صفات کا راوی کب قابل حجت ہو سکتا ہے
 اور صاحب تہذیب التہذیب نے تو بالکل صراحت کر دی ہے۔ کردہ روایت
 جو روایت جو عمران بن مسلم کی یکھنے بن سلیم نے روایت کی وہ ”منکر“ ہے۔
 جاڑوی کی ذکر کردہ ۹ عدد روایات میں جو کچھ جواز متعہ پر پیش کیا گیا تھا۔ ہم نے
 ان میں سے ہر ایک کی تحقیق پیش کر دی ہے۔ انہی روایات کے سہارے جاڑوی
 نے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں
 نے متعہ کی حرمت کا حکم دیا۔ اور ان کے حرام کر دینے کے باوجود حضرت علی المرتضیٰ
 عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری اور عمران بن حصین بدستور
 جواز متعہ کے قائل تھے۔ مذکورہ تحقیق کے پیش نظر ان ۹ عدد روایات میں ایک بھی
 روایت اس درجہ کی نہیں جو جاڑوی کا مقصد پورا کرنے میں متحد معاون ہو۔ ان
 روایات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے متعہ کو جائز ثابت کر دکھانے میں بھی روایت
 اس درجہ انتہائی مکاری اور چالاک کی کا مظاہرہ کیا تھا۔ لیکن کچھ کام نہ آسکا۔
 (فاعتبرو یا اولی الابصار)

دھوکہ اور کذب بیانیہ

جواز متعہ

حضرت عمر نے ایسا کیوں کیا؟ ابن عبداللہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف الامالیٰ فی تہذیب العیاب، کی جلد دوم ص ۶۳ میں تحریر متعہ کا واقعہ یوں لکھا ہے۔ کہ مسلمہ بن امیہ بن خلف جمعی نے حکیم بن امیہ بن اقص سلمیٰ کی کنیز سے متعہ کیا جس سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ لیکن مسلمہ بن امیہ نے بچہ لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمر کو اس کی اطلاع ملی۔ تو آپ بڑے غضب ناک ہوئے۔ اور مسجد میں کھڑے ہو کر جواز متعہ ہی کو کالعدم قرار دیدیا۔ نہ ہے بانس اور نہ بچے بانسری۔ ہر دانشمند چاہتا ہے۔ کہ ہر قانون میں قانون شکنی ہوتی رہے۔ لیکن کوئی بھی یہ نہیں کہے گا کہ کسی ایک شخص کی قانون شکنی سے قانون ہی کو کالعدم قرار دے دیا جائے۔ حق تو یہ تھا۔ کہ حضرت عمر مسلمہ کو سزا دیتے تاکہ پھر کسی کو جرأت نہ ہوتی۔ حضرت عمر کے اس فعل کا تو مطلب یہ ہے۔ کہ اگر چند لوگ نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔ تو نماز ہی کو ممنوع قرار دے دیا جائے۔ اگر کچھ لوگ روزے نہ رکھیں۔ تو روزے پر ہی خطہ نیسج کھینچ دیا جائے۔ جبکہ کوئی بھی دانشمند اس نظریہ کی حمایت نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی آج تک یمننے والے عالمی قوانین میں سے

کسی قانون کو اس طرح پامال کیا گیا۔ جس طرح سے متذکرہ گیا۔ حالانکہ قرآن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورہ فصلت آیت ۴۲۔

الکتاب الذی لایاتیہ الباطل من بین ید ید ولا من خلفہ

تنزیل من حکیم حمید۔

ایسی کتاب جس کے ہاں باطل نہ تو سامنے سے آسکتا ہے۔ اور نہ ہی پیچھے سے یہ تو حکم حمید کا نازل کردہ آئین حیات ہے۔ پھر سرور کونین کے متعلق ارشاد قدرت ہے۔ سورہ حشر۔

ما اتاکم الرسول فخذوہ۔ جو کچھ سرور کونین تمہیں فرمادیں اس پر عمل کرو۔

اب ذرا علامہ توشیحی جو اہل سنت والجماعت کے اشاعرہ گروپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور علم کلام میں اپنا نظیر نہیں رکھنے کا نظریہ شرح تجربہ الاعتقاد میں بحکمت امامت کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ کہ حضرت عمر نے صرف متعہ النساء پر ہی خط نسخ نہیں کھینچا بلکہ کچھ اور احکام الہیہ میں بھی جو حضرت عمر کی نظر کرم میں نہ سما سکے۔ انہوں نے انہیں کالعدم قرار دے دیا۔ علامہ توشیحی لکھتے ہیں۔

اِنَّ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلٰی الْمُنْتَبِرِ اَيْهَا النَّاسُ
ثَلَاثٌ كُنْتُ كُنْتُ عَلٰی عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْتَ هٰی
عَنْهُمْ وَاُحَرِّمُهُمْ وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمْ مَّتَعَةَ
النِّسَاءِ وَمَّتَعَةَ الْحَجِّ وَحَتَّى عَلٰی خَيْرِ الْعَمَلِ۔
اِنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ مِمَّا يُوْجِبُ قَدْحًا فِيْهِ فَاِنَّ
مُخَالَفَةَ الْمُجْتَمِعِ لِغَيْرِهِ فِي الْمَسْأَلِ الْاجْتِهَادِيَّةِ
لَيْسَ بِبِدْعٍ۔

ترجمہ:

حضرت عمر منبر پر کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! تم میں چیزیں
 زمانہ رسول میں تھیں۔ اور میں ان سے منع کرتا ہوں۔ انہیں ناجائز قرار
 دیتا ہوں۔ اور ان پر سزا دوں گا۔ وہ ہیں متعہ النساء، حج تمتع اور
 حی علی خیر العمل۔ لیکن ان پر قرح نہیں ہو سکتی کیونکہ کسی ایک
 مجتہد کا دوسرے مجتہد سے اجتہادی مسائل میں اختلاف بدعت نہیں
 ہوا کرتا۔ دیکھ لیا آپ نے حضرت عمر کا ارشاد بھی آپ کے سامنے
 ہے اور علامہ توشیحی کی معذرت بھی آپ کی نگاہوں میں ہے۔

علامہ توشیحی کی نگاہ میں جس طرح ذاتِ احدیتِ اباحت متعہ میں مجتہد ہے۔
 اسی طرح حضرت عمر حرمت متعہ میں مجتہد ہیں۔ علامہ توشیحی کی نظیر میں جس طرح سرور
 کونین اعلان اباحت متعہ میں مجتہد ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر اعلان حرمت متعہ میں
 مجتہد ہیں۔ علامہ توشیحی کی نظیر میں جس طرح ذاتِ احدیتِ دین سازی میں مختار محض
 ہے۔ اسی طرح حضرت عمر بھی کلی مختار ہیں۔ علامہ توشیحی کی نظیر میں جس طرح سرور کونین
 نفاذ شریعت میں مالک ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر بھی آزاد ہیں۔ اب آپ ہی انصاف
 فرمائیں۔ کہ اگر یہ اصول بنا لیا جائے تو پھر ذاتِ احدیت کے حاکم مطلق ہونے
 سرور کونین کے مرسل ہونے اور حضرت عمر کے حکمران ہونے میں کیا فرق رہ جاتا
 ہے۔ اور سلسلہ وحی و نبوت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی مقام
 ہے۔ کہ کیا سرور کونین مجتہد تھے، کیا سرور کونین احکامِ دین میں ذاتی رائے رکھتے
 تھے۔ اگر تسلیم کر لیا جائے۔ کہ سرور کونین بھی حضرت عمر ام المؤمنین عائشہ۔
 امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام حنبلی کی طرح ایک مجتہد تھے۔ تو پھر
 سلسلہ وحی اور دین الہی کا تصور کیسے ممکن ہو سکے گا۔ اور قرآن کریم کا مقام کیا رہ

جائے گا۔؟

میرے دوستو! یہ دو مجتہدین کا اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ نبی وامتی کا اختلاف ہے۔ خالق اور مخلوق کا اختلاف ہے۔ قرآن اور انسان کا اختلاف ہے۔ نبی مجتہد نہیں تھا بلکہ نبی تھا۔ اور یہ مقابلہ مجتہدین کے فتاویٰ کا نہیں بلکہ نص اور اجتہاد کا ہے۔ سرور کونین کا ارشاد نص ہے۔ فتویٰ نہیں۔ حضرت عمر کا حکم فتویٰ ہے نص نہیں ہے۔ اور کوئی بھی مسلمان سرور کونین کے جواز متعہ کو فتویٰ نہیں سمجھتا۔ بلکہ حکم الہی سمجھتا ہے۔ اور کوئی بھی مسلمان حضرت عمر کے حکم کو نص نہیں بلکہ فتویٰ سمجھے گا۔ اور ایسی صورت میں جہاں نص اور فتویٰ کا اختلاف ہو۔ تو جس طرح نص قابل پذیرائی ہوگی۔ اس طرح فتویٰ دیوار سے مارنے کے قابل ہوگا۔ خواہ وہ فتویٰ حضرت عمر کا ہو یا مفتی محمود کا۔ (جواز متعہ ص ۵۲)

جواب:

- وہ جواز متعہ، سے پیش کیا گیا اقتباس اجمالاً تین امور پر مشتمل ہے۔
- ۱۔ مسلم بن امیہ نے ایک لونڈی سے متعہ کیا۔ اس سے نطفہ ٹکھ گیا۔ جب بچہ پیدا ہوا۔ تو مسلم بن امیہ نے اسے نہ لیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ کو حرام کر دیا۔
 - ۲۔ قرآن کریم اپنے اعلان کے مطابق غیر متبدل ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام قرار دے کر اسے تبدیل کر دیا۔
 - ۳۔ علامہ قوشچی سنی نے حضرت عمر کے بارے میں لکھا۔ کہ انہوں نے تین چیزوں کو حرام کر دیا۔ حالانکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجود تھیں۔
 - ۴۔ جاڑوی شیعہ کو اس بات کا انتہائی صدمہ کہ حضرت عمر فاروق اعظم نے حرمت متعہ پر سختی سے عمل کیا یہ اس صدمہ کو کچلے ہوئے سانپ کی طرح

بل کھاتے ہوئے اظہار کرتا ہے۔ اور بے باکی سے حضرت عمر کو قرآن کا محرف ثابت کر رہا ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لیے ”الاصابت فی تمییز الصحابہ“ کا سہارا لیا۔ مذکورہ کتاب میں لونیڈی کا واقعہ جہاں درج ہے۔ اس کی سند اس طرح موجود ہے

روی عمر و بن شبیبہ فی اخبار المدینۃ من طریق سماک

ابن حرب عن رجل ان رجلا ان سلمۃ بن امیۃ تزوج

مولاة

ترجمہ :

یعنی اخبار المدینہ میں سماک بن حرب کے طریقہ سے عمرو بن شیبہ روایت کرتا ہے۔ کہ ایک مرد نے بیان کیا کہ سلمہ بن امیہ نے ایک لونیڈی الخ روایت مذکورہ میں سلمہ بن امیہ کا واقعہ ایک ”رجل“ بیان کر رہا ہے۔ یہ ”رجل“ کون ہے اس کا نام دہنہ کیا ہے؟ جاڑوی ہی بتا دے تو منہ مانگا انعام پائے۔ تو ایسے نامعلوم آدمی کی روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشی کی جا رہی ہے۔ روایت مذکورہ کا ایک پہلو تو یہ تھا۔ اب دوسرا پہلو بھی پیش خدمت ہے۔ روایت مذکورہ میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

قلت و ذکر ذالک ابن الکلبی و زاد فیبلغ ذالک عمر

فصلی عن المتعۃ و روی ایضاً ان سلمۃ استمتع

بامر اة قبلخ عمر فتوعد۔

ترجمہ :

صاحب اصحابہ کہتا ہے۔ کہ روایت تو اسی طرح ہے۔ کہ سلمہ بن امیہ نے بچہ قبول کرنے سے اتکار کر دیا۔ لیکن ابن کلبی کچھ زیادہ بیان کرتا

ہے۔ کہ عمر نے متعہ سے منع فرمایا۔ اور یہ بھی روایت ہے۔ کہ سلمہ نے ایک عورت سے متعہ کیا۔ جب حضرت عمر کو اس کی خبر ہوئی۔ تو آپ نے اُسے ڈانٹا۔

گویا روایت مذکورہ میں جہاں یہ بات آئی ہے۔ کہ عمر بن الخطاب نے متعہ سے منع کر دیا۔ وہاں یہ بھی موجود ہے۔ کہ آپ نے متعہ کرنے والے کو ڈانٹ پلائی اور ان دونوں باتوں کے علاوہ صرف اتنا بھی ہے۔ کہ سلمہ بن امیہ نے متعہ کا بچہ لینے سے انکار کر دیا۔ اس سے اُگے حضرت عمر کا منع کرنا یا ڈانٹنا مذکور نہیں۔ اب ان مختلف باتوں میں سے صرف ایک کو لے کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو موجب الزام قرار دینا کہاں کا انصاف ہے۔؟ اور اگر صرف یہی بات اختیار کر لی جائے۔ کہ حضرت عمر نے متعہ سے منع کر دیا۔ تو اس بارے میں ہم کھیلے صفحات پر لکھ چکے ہیں۔ کہ حضرت عمر نے اس لیے منع فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمادی تھی۔ اسی لیے آپ نے جوازِ متعہ کے لیے چار گواہ مانگے۔ جاڑوی کے پیش نظر حقیقت معلوم کرنا نہیں بلکہ کوئی نہ کوئی جیلہ یہاں چاہیے کہ جس سے اپنا کام نکلتا دکھائے۔ اور حضرات صحابہ کرام پر زبانِ طعن و تشنیع دراز کرے۔

(ب) قرآن کریم غیر متبدل ہے۔ الخ اس سلسلہ میں جاڑوی نے جس قرآنی آیت کا حوالہ دیا۔ وہ خود اس کے لیے مفید ہونے کی بجائے نقصان دہ ہے۔ وہ اس طرح کہ قرآن کریم میں متعہ کی حلت پر کوئی آیت نہیں اتری۔ بلکہ اس کا وقتی طور پر حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ اب حلت و جوازِ متعہ کو قرآنی آیت سے ثابت کرنا دراصل قرآن میں باطل داخل کرنا ہے۔ جس کا ارتکاب خود جاڑوی اینڈ کمپنی نے کیا۔ صرف حلتِ متعہ پر اکتفا نہیں (یہ صرف ہماری طرف سے ہی الزام نہیں) بلکہ اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے

کہ موجودہ قرآن، مکمل قرآن نہیں۔ اس میں کمی بیشی ہو چکی ہے۔ ہم اس کا ثبوت عقائد جعفریہ جلد سوم میں بالتفصیل ذکر کر چکے ہیں۔ یہاں سردست صرف ایک حوالہ پیش کرتے ہیں :-

انوار نعمانیہ

الْأَخْبَارُ الْمُسْتَفِيدَةُ بِلِ الْمُتَوَاتِرَةِ الدَّالَّةُ
بِصَرِيحِهَا عَلَى وَتُوجِجِ التَّحْرِيفِ فِي الْقُرْآنِ
كَلَامًا وَمَادَّةً وَإِعْرَابًا۔

(انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۵، نور فی الصلوٰۃ
طبع قدیم ص ۹۳۹)

ترجمہ:

اخبار مستفیدہ بلکہ متواترہ اس بات پر صراحتہ دلالت کرتی ہیں۔ کہ قرآن کریم میں کلام، مادہ اور اعراب میں تحریف واقع ہے۔ نعمت اللہ جزاؤں نے اہل تشیع کا قرآن کریم کے بارے میں کس صراحت سے عقیدہ ذکر کیا۔ اس کے ہوتے ہوئے جاڑوی کا بیان یا تیبہ الباطل، کا تحریر کرنا خود جال میں پھنسا ہے۔

ج۔ علامہ توشیحی کی ایک عبارت اور اسے اہل سنت اشاعرہ کا بہت بڑا عالم کہنا الخ۔

علامہ توشیحی نہ تو دینی علوم کا امام ہے۔ اور نہ ہی ایسے محدثین میں سے ہے جو متقی اور صالح ہوئے ہیں۔ بلکہ علوم عقلیہ میں ماہر اور آزاد خیال آدمی تھا اور اسی بنا پر اسے رو توشیحی، کہا گیا۔ یعنی کھیل کود کا رسیا۔ ”ہمارے“ اس علامہ

کا حال تم اپنی کتابوں میں ہی دیکھ لیتے۔ تو شرما جاتے۔

الکفی واللقاب

الْقَوْشِجِيُّ الْمَوْلَى عَلَا وَالدِّينِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ
الَّذِي حَصَلَ فِي حِدَاثَةِ سَنَةِ غَالِبِ الْعُلُومِ
وَبِهَمَّتِهِ كَمَلْ زَيْجِ الْغِي بِيكِ وَكَانَ مُوَحَّافِظَ
الْبَازِي وَهُوَ مَعْنَى الْقَوْشِجِيِّ فِي لُغَتِهِمْ وَلَهُ
مِنَ التَّصَانِيفِ شَرْحُهُ لِلتَّجْرِيدِ الْمَشْهُورِ
بِالشَّرْحِ الْجَدِيدِ وَرِسَالَةُ الْمُحَمَّدِيَّةِ فِي
عِلْمِ الْحِسَابِ سَمَاهَا بِاسْمِ السُّلْطَانِ مُحَمَّدِ بْنِ
وَرِسَالَةُ الْفَتْحِيَّةِ فِي عِلْمِ الْهَيْئَةِ سَمَاهَا بِذَلِكَ
لِمَصَادِقَتِهَا فَتُحِ السُّلْطَانِ مُحَمَّدِ بْنِ
عِرَاقِ الْعَجَمِ.

(الکفی واللقاب جلد سوم ص ۹۴ ،

تذکرہ القوشجی -)

ترجمہ:

قوشجی مولیٰ علاؤ الدین علی بن محمد جس نے چھوٹی عمر میں بہت سے علوم
دیکھ لیے تھے۔ اور الزم بیگ کی زوج پڑھی۔ یہ کھیل کود کا شوقین تھا لفظ
قوشجی کا ان کی لغت میں یہی معنی تھا۔ اس کی تصانیف میں سے تجرید
کی شرح ہے۔ جسے شرح الجدید کہتے ہیں، اور محمدیہ نام کا ایک رسالہ
جو علم حساب میں ہے۔ اس کا نام اپنے بادشاہوں محمد خان کے

نام پر رکھا۔ ایک اگرا لہ نتیجہ ہے۔ جو علم ہیئت سے متعلق ہے۔ اس کے نام کی وجہ یہ بنی کہ سلطان محمد خان نے عراق و عجم کو فتح کیا تھا۔

توضیح

علامہ توشیحی کا تعارف جو شیخ عباس قمی نے کرایا۔ وہ یہ کہ علم ہیئت حساب اور منطق و فلسفہ کا ایک فاضل آدمی تھا۔ ان علوم کو علوم شرعیہ نہیں کہتے۔ ایسے کھنڈرے منطقی اور حساب دان آدمی کی بات لے کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشی کسی عقلمند کو زیب نہیں دیتی۔ جاڑوی نے فلسفہ کے کیمچر میں پڑے ہوئے توشیحی کو آسمان پر چڑھا کر فاروق اعظم کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کی۔

علاوہ ازیں توشیحی کو اہل سنت اشاعرہ کا عالم قرار دینا دوسری بڑی حماقت ہے۔ توشیحی کی عبارت جس کتاب سے پیش کی گئی۔ وہ تجرید الکلام کی شرح ہے اور تجرید الکلام اس شخص کی تصنیف ہے جسے محمد بن الحسن الطوسی کہتے ہیں۔ جو صحاح اربعہ شیعہ میں سے دو کا مصنف ہے۔ توشیحی نے جب اس کی شرح لکھی تو اس کے مصنف کی تعریف میں کیا کچھ کہا۔ خود شیعہ تصنیف سے سینے۔

الذریعة

تَجْرِيدِ الْكَلَامِ فِي تَخْرِيْرِ عَقَائِدِ الْاِسْلَامِ
لِسُلْطَانِ الْحُكَمَاءِ وَالْمُتَكَلِّمِينَ خَوَاجَةَ
نَصِيرِ الدِّينِ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ
الطُّوسِيِّ الْمُتَوَفِّي سَنَةِ ٤٢٠ وَهُوَ أَجَلُ كِتَابِ

فِي تَحْرِيرِ عَقَائِدِ الْإِسْلَامِيَّةِ وَقَدْ مَدَحَهُ
 الْفَاضِلُ الْقَوْشِجِيُّ مِنَ الْعَامَّةِ فِي شَرْحِهِ
 الْمَعْرُوفِ بِالشَّرْحِ الْجَدِيدِ بِأَنَّهُ مَخْرُوجٌ
 بِالْعَجَائِبِ مَشْحُونٌ بِالْفَرَائِبِ صَغِيرِ الْحِجْمِ
 وَجِيزِ النَّظْمِ كَثِيرِ الْعِلْمِ جَلِيلِ الشَّانِ حَسَنِ
 النَّظَامِ مَقْبُولِ الْأَيْتَمَةِ الْعِظَامِ لَمْ يُظْفَرْ بِمِثْلِهِ
 عُلَمَاءُ الْأَمْصَارِ -

(الذریعۃ الی تصانیف الشیعہ جلد سوم)

ص ۳۵۲ مذکورہ تجرید۔ مطبوعہ بیروت

(طبع جدید)

ترجمہ :

”تجرید الکلام“، خواجہ نصیر الدین محمد بن حسن طوسی متوفی ۶۷۲ھ کی تصنیف
 ہے۔ یہ کتاب امامیہ عقائد میں جلیل الشان کتاب ہے۔ فاضل قوشجی نے اس
 کی شرح المعروف ”شرح الجدید“ میں ان الفاظ سے اس کی تعریف
 کی۔ عجائب کا خزانہ، عزائب سے لبریز، حجم میں مختصر نظم میں بے نظیر
 کثیر العلم، جلیل الشان، حسن النظام، ائمہ عظام کی مقبول اور ایسی کتاب
 کہ اس دور میں کسی عالم کو ایسی تصنیف لکھنا ناممکن۔

توضیح

قوشجی نے جس کتاب کی شرح لکھی۔ وہ عقائد امامیہ میں لکھی گئی تھی۔ اگر
 قوشجی واقعی سنی تھا۔ تو اسے شیعہ عقائد کی شرح لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ عمر فاروق رضی

کے بارے میں تین باتوں کا تذکرہ ”بحث امامت میں لایا گیا جس سے اس تقیہ باز نے یہ ثابت کر دکھانے کی کوشش کی۔ کہ امامت حقہ، وہی ہے۔ جسے اہل تشیع تسلیم کرتے ہیں۔ جواز متعہ بھی اسی امامت کا ایک رکن ہے۔ لیکن حضرت عمر سے متعہ کے بارے میں حرمت پر زور ملتا ہے۔ اسی لیے قوشچی نے متعہ کے ضمن میںنا فاروق اعظم کی ذات پر کیمپ اچھالا۔ اور تاویلات باطلہ کے سہارے جناب فاروق اعظم کی ذات کو داغدار کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اس لیے ایسے شخص کی عبارت سے قطعاً کوئی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔ جو عقائد شیعہ کے موافق اور نظریات اہل سنت کے مخالف ہو۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دھوکہ

اور

کذب بیانی ۱۶

جوز متعہ

اب آئیے ذرا علامہ قوشچی کے اس نظریہ اجتہاد کو حضرت عمر کے فرزند عبد اللہ بن عمر کی نگاہ سے دیکھیں۔ اور پھر اندازہ کریں کہ علامہ قوشچی کا نظریہ اجتہاد درست ہے۔ یا ہمارا نظریہ رسالت، ترمذی جلد اول ابواب الحج ص ۲۰۵ حدیث ۸۰۵۔ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی۔

مترجم حافظ حامد الرحمن صدیقی کاندھلوی۔

ترذی شریف

سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا
مِّنْ أَهْلِ الشَّامِ وَهُوَ يُسَالُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ
عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
عُمَرَ هِيَ حَلَالٌ فَقَالَ الشَّامِيُّ إِنَّ أَبَاكَ قَدْ
نَهَى عَنْهَا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَرَأَيْتَ إِنْ
كَانَ أَبِي نَهَى عَنْهَا وَضَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ أَمْرًا يَجِزُ
يُتَّبَعُ أَمْ أَمْرُ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ الرَّجُلُ بَلْ أَمْرُ
رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ لَقَدْ ضَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ هَذَا
حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترذی شریف جلد اول ابواب الحج ۴۰۵

حدیث ۸۰۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

ترجمہ :

سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شامی کو متا کہ
وہ حضرت ابن عمر سے حج تمتع کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ
حلال ہے۔ شامی نے کہا کہ آپ کے والد نے تو اس سے منع کیا ہے۔
حضرت عبد اللہ نے کہا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ اگر میرے باپ نے منع کیا
اور رسول نے وہ عمل کیا تو کیا رسول اللہ کے طریقہ کی پیروی کی جائے
گی۔ یا میرے باپ کے طریقہ کی۔ اس آدمی نے کہا رسول اللہ کے

طریقہ کی اس پر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ایسا کیا ہے۔ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

یعنی قارئین اب فیصلہ ہو گیا۔ ایک شامی شخص حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس اگر حج تمتع کے بارے میں پوچھتا ہے عبداللہ بن عمر جواب دیتے ہیں کہ حج تمتع کرنا جائز ہے۔ شامی کہتا ہے کہ آپ کے باپ نے حج تمتع کرنے سے منع کیا ہے۔ عبداللہ بن عمر شامی سے پوچھتے ہیں۔ میرے باپ کا حکم مانو گے یا رسول اللہ کا؟ شامی کہتا ہے رسول کا۔ عبداللہ بن عمر کہتا ہے۔ پھر رسول نے حج تمتع کیا ہے۔ علامہ توشیحی نے سرور کونین اور حضرت عمر دونوں کو ایک ہی درجہ کا مجتہد قرار دے کر ان کے باہمی اختلاف کو دو مجتہدوں کا اختلاف بنایا ہے۔ جب کہ عبداللہ بن عمر نے سرور کونین کو سپر پاور قرار دیا ہے۔ اور سرور کونین اور حضرت عمر کے باہمی اختلاف کی صورت میں ارشاد سرور کونین کو آخری حکم فرمایا ہے۔ ایک امام ان پڑھ شامی کی نگاہ میں بھی سرور کونین کے مقابل میں حضرت عمر کا کوئی مقام نہیں۔ بھلا اب بتائیے سرور کونین کا جواز تمتع کا حکم باقی ہے۔ یا حضرت عمر کا حرمت تمتع کا ارشاد؟ اب بھی اگر حرمت تمتع پر اصرار ہو تو پھر کھلے لفظوں سے اعلان کر دیں۔ کہ ہمیں حضرت عمر کا قول منظور ہے اور سرور کونین کا ارشاد منظور نہیں۔

اب آئیے اور امام احمد بن حنبل سے پوچھئے وہ کیا فرماتے ہیں۔

مسند امام حنبل

سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ عَنِ مُتَعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ وَ
 اللَّهُ مَا كُنَّا عَلَيَّ عَمِيدٍ سَأَلْتُ اللَّهَ وَآيَاتِهِ وَلَا
 مَسَافِحِينَ - (مسند امام حنبل جلد دوم ص ۹۵)

ترجمہ:

ایک شخص نے عبداللہ بن عمر سے متعہ النساء کے متعلق پوچھا۔ تو اس نے جواب دیا۔ بخدا۔ ہم زمانہ رسول میں نہ تو زنا کرتے تھے۔ اور نہ ہی سفاح کرتے تھے۔ یعنی متعہ جائز نکاح ہے جو ہم زمانہ رسالت پناہ میں کرتے تھے۔ اور آپ کو اس کا علم تھا۔

تفسیر قرطبی

عَنْ سَالِمِ ابْنِ أَبِي لَجَالِسٍ مَعَ ابْنِ
عُمَرَ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ
الشَّامِ فَسَأَلَهُ عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمُرَةِ إِلَى الْحَجِّ
فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ حَسَنٌ جَمِيلٌ قَالَ فَإِنَّ أَبَاكَ كَانَ
يُنْهَى عَنْهَا فَتَالَ وَيَلِكَ فَإِنْ كَانَ ابْنِي نَهَى عَنْهَا
وَقَدْ فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ وَأَمْرِيهِ أَفِيَسْئَلُ
ابْنِي أَخْذًا مَّرِيًّا رَسُولِ اللَّهِ قُمْرِعَتِي .

(تفسیر قرطبی جلد دوم ص ۲۶۵)

ترجمہ:

سالم کہتا ہے۔ کہ میں ابن عمر کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ شام سے ایک شخص آیا۔ اس نے حج تمتع کے متعلق پوچھا۔ تو ابن عمر نے کہا اچھا کام ہے۔ شامی نے کہا آپ کے والد تو اس سے منع کیا کرتے تھے۔ ابن عمر نے کہا۔ تجھ پر دلیل ہو۔ اگر میرا باپ منع کرتا ہے۔ اور سرور کونین حکم دیتے ہیں۔ تو کیا میں اپنے باپ کی بات مانوں یا حکم رسول؟ اٹھ جا میرے

پاں ہے۔

محرم قارئین دیکھ لیا اپنے عبداللہ بن عمر اپنے باپ کو مجتہد تو مانتا ہے لیکن سرور کونین کو اپنے باپ بیبا مجتہد نہیں بلکہ باپ کے مقابل میں سپر پاور مانتا ہے۔
(جواز متعص ۵۷)

جواب

جاڑوی اپنے کلام سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ توشیحی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پڑ مجتہد کہا ہے۔ اور کثیثیت مجتہد ہونے کے حضرت عمر کو یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ دوسرے مجتہد یعنی رسول الاصلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور اس کی تردید جاڑوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے پیش کی۔ تو اس سلسلہ میں اولاً یہ بات پیش نظر رہے۔ کہ توشیحی ہمارا نہیں بلکہ تشیع سے تعلق رکھنے والا ایک فلسفی اور آزاد خیال فاضل ہے۔ اس نے اگر حضرت عمر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو برابر کا مجتہد کہا۔ تو اس سے شیعہ مسلک کی بد عقیدگی اور بے باکی ثابت ہوتی ہے۔ اگرچہ ہمارے پاس توشیحی کی شرالمجید نہیں۔ پھر بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جاڑوی نے دوسرے حوالہ جات کی طرح اس میں بھی بددیانتی کی جوگی۔ کیونکہ یہ اس کی فطرت ہے اور اگر واقعی توشیحی نے یہ کچھ لکھا۔ تو اس کا جواب تمہیں دینا چاہیے۔ ہم تو تمہاری ایک گزشتہ فریڈیکس کے جواب میں اس کی تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متع سے منع فرمایا۔ وہ ان کا اپنا اجتہاد یا حکم نہ تھا۔ بلکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرانا مقصود تھا۔ اس لیے کوئی اہل سنت اس بات کی سوچ بھی نہیں سکتا کہ حضرت عمر کا اجتہاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے بڑھ کر یا برابر ہی تھا حاشا وکلا۔ یہ بہتان ہے۔ باقی جاڑوی نے عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عبارت پیش کی

کہ انہوں نے اپنے والد کے کلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مقابل میں ٹھکرا دیا۔ تو حقیقت بیان فرمائی۔ کون ایسا مسلمان ہے۔ جو کسی مجتہد یا عالم کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ترجیح دے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول سے حضرت فاروق اعظم کی ذات پر کھینچا اچھالنا انتہائی بددیانتی ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ شامی مرد کو خاموش کرانے کے لیے الزامی جواب عطا فرمایا۔ لیکن جاڑوی کے دماغ میں ایسی باتیں کہاں آسکتی ہیں۔ اس میں تو بغض صحابہ اور نام نہاد محبت اہل بیت سمائی ہوئی ہے۔ جب شامی سے آپ نے دریافت فرمایا۔ تم بتاؤ کہ تمہارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مضبوط ہے یا عمر بن خطاب کی؟ تو اس نے فوراً جواب دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اس میں اس طرف اشارہ تھا۔ کہ میں باوجود عمر بن الخطاب کے فرزند ہونے کے ان کی باتوں کا وہ مطلب نہ سمجھ سکا۔ جو تم نے سمجھا۔ یعنی شامی کا خیال تھا۔ کہ حضرت عرض نے حج تمتع کو منع کر دیا تھا۔ یا اس کی حرمت کے قائل تھے۔ ان کی بات کا مطلب یہ ہے۔ کہ عمرے کو حج میں داخل نہ کرو حج الگ اور عمرہ الگ کرنا چاہیے۔ یعنی احرام حج کو فاسد کر کے عمرے کا احرام نہ باندھو۔ اس کا ثبوت احادیث میں موجود ہے۔

اس کا پس منظر مختصر یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ہمراہ جب پہلی مرتبہ حج کے لیے مکہ تشریف لانا چاہتے تھے۔ تو مکہ شریف کے قریب پہنچ کر اپنے فرمایا۔ تم میں سے جو اپنے ساتھ قربانی لے کر نہیں آیا وہ حج کے احرام کو توڑو۔ اور عمرے کا احرام باندھ لے۔

عمرہ پورا کرنے پر وہ احرام کو کھول دے۔ اور پھر حج کا احرام باندھ لے۔ حج کا احرام توڑ کر عمرے کا احرام باندھنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا اس کی بعد میں اجازت نہ تھی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

ارشاد الساری

وَفِي حَدِيثِ أَبِي ذَرِّغَنْدَةَ الْمُسْلِمِ كَانَتْ الْمُتَعَةَ
فِي الْحَجِّ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ خَاصَّةً يُعْنَى فَسَخَّ الْحَجَّ إِلَى الْعُمْرَةِ
وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ عَنِ الْحَرْبِ بْنِ بِلَالٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَسَخَّ الْحَجَّ لَنَا خَاصَّةً أَمْ
لِلنَّاسِ عَامَّةً فَقَالَ لَا بَلَّ لَنَا خَاصَّةً -

(ارشاد الساری جلد سوم ص ۲۷۰)

ترجمہ :

امام مسلم نے ابو ذر سے روایت لکھی کہ حج میں متعہ کرنا صرف رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے لیے مخصوص تھا۔ یعنی حج کا احرام باندھ لینا۔
امام نسائی نے حرب بن بلال کے واسطے سے ان کے والد کی ایک روایت
ذکر کی۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! حج کا فسخ
کیا ہمارے لیے ہی مخصوص ہے یا عام لوگوں کو اس کی اجازت ہے؟
آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ صرف ہمارے لیے یہ رعایت تھی۔

مسند امام احمد بن حنبل

عَنْ سَالِمٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُعْنَى بِالذِّنْيِ
أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الرَّخْصَةِ يَتَمَتَّعُ وَ
سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ

فَيَقُولُ نَاسٌ لِابْنِ عُمَرَ كَيْفَ تَخْلَعُ أَبَاكَ وَقَدْ
 نَهَى عَنْ ذَلِكَ فَيَقُولُ لَهُمْ عَبْدُ اللَّهِ وَيَلَكُمْ
 إِلَّا تَتَّقُونَ اللَّهَ إِنْ كَانَ عُمَرُ نَهَى عَنْ ذَلِكَ
 فَيُبَيِّنُ فِيهِ الْخَيْرَ يَلْتَمِسُ بِهِ تَعَامُ الْعُمْرَةَ
 فَلَمْ تَحْرِمُوا ذَلِكَ وَقَدْ أَحَلَّهُ اللَّهُ وَعَمَلَ
 بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ
 تَتَّبِعُوا سُنَّتَهُ أَمْ سُنَّةَ عُمَرَ إِنْ عُمَرُ لَمْ
 يَقُلْ لَكُمْ إِنْ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ حَرَامٌ
 لِكِنَّةٍ قَالَ أَنْ أَيْمُوا الْعُمْرَةَ أَنْ تَقْرَ دُومًا
 مِنْ أَشْهُرِ الْحَجِّ -

(مسند امام احمد بن حنبل ص ۹۵ جلد دوم)

ترجمہ :

سالم کہتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ اللہ تعالیٰ کی
 آیات کے مطابق ہونا تھا۔ وہ حج تمتع کی اجازت دیتے تھے۔ اور یہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہے۔ لوگوں نے اس پر انہیں
 کہا۔ کہ تم اپنے والد کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ حالانکہ انہوں نے حج
 تمتع سے منع کر دیا ہے۔ اس پر جناب ابن عمر نے لوگوں سے کہا۔ خدا کا خوف
 کرو۔ اگر عمر نے اس سے منع کیا ہے تو وہ اس لیے کہ وہ عمرہ کو کامل ادا
 کرنے کے خواہش مند تھے۔ تم اسے حرام کیوں قرار دیتے ہو۔ حالانکہ
 اللہ تعالیٰ نے اسے حلال فرمایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر

عمل کیا۔

لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، عمر کی سنت سے اتباع کے لیے زیادہ
 صحیح رکھتی ہے۔ عمر نے یہ نہیں کہا کہ عمرہ حج کے دنوں میں حرام ہے۔ لیکن ان کا کہنا یہ ہے کہ
 عمرہ کوچ سے الگ ادا کرو۔

نوٹ:

- سیدنا قاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حج تمتع کے بارے میں یہ قول منقول ہیں۔
- ۱۔ اول یہ کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کرنا اور پھر حج کرنا اس سے منع فرماتے ہیں۔
 - ۲۔ دوسرا قول یہ کہ آپ حج کا احرام توڑ کر عمرہ کا احرام باندھ لینا اس سے منع کرتے تھے
 ان دونوں میں سے جس قول کو صحیح کہا گیا وہ یہ کہ آپ حج کے احرام کو توڑ کر عمرے کا احرام
 باندھنا اس سے روکتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

نووی شرح مسلم شریف

قَالَ الْمَاذِرِيُّ اُخْتَلَفَ فِي الْمُتَعَةِ الَّتِي نَهَى عَنْهَا
 عُمَرُ فِي الْحَجِّ فَقِيلَ هِيَ فَسَخُ الْحَجِّ إِلَى الْعُمْرَةِ
 وَقِيلَ هِيَ الْعُمْرَةُ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ الْحَجُّ
 مِنْ عَامِهِ وَعَلَى هَذَا إِسْمَاعِيلُ نَهَى عَنْهَا تَرْغِيبًا
 فِي الْأَفْرَادِ الَّذِي هُوَ أَفْضَلُ لِأَنَّهُ يَعْتَقِدُ
 بَطْلَانَهَا أَوْ تَحْرِيمَهَا وَقَالَ الْقَاضِي عِيَّاضٌ ظَاهِرُ
 حَدِيثِ جَابِرٍ وَعُمَرَانَ وَابْنِ مُوسَى أَنَّ الْمُتَعَةَ
 الَّتِي اُخْتَلَفُوا فِيهَا إِسْمَاعِيلُ فَسَخُ الْحَجِّ إِلَى

الْعُمْرَةَ قَالَ وَلِهَذَا كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
يَضْرِبُ النَّاسَ عَلَيْهَا وَلَا يَضْرِبُهُمْ عَلَى
مُجَرَّدِ التَّمَتُّعِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ .

(النووی شرح المسلم جزا اول ص ۳۹۴
اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

الماذری کا کہنا ہے۔ کہ جس تمتع سے حضرت عمر نے منع کیا اس میں
اختلاف ہے۔ پہلی گج کہ یہ حج کو توڑ کر عمرہ کرنا ہے۔ یہ بھی قول ہے۔ کہ حج
کے مہینوں میں عمرہ کرنے کے بعد پھر اسی سال حج کرنا۔ اس دوسری وجہ
کے مطابق منع کرنے میں احتمال ہوگا۔ کہ آپ دراصل حج مفرد کرنے کی
ترغیب دینا چاہتے تھے۔ جو افضل ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ حضرت عمرؓ
ایسا کرنے کو باطل یا حرام کا عقیدہ رکھتے تھے۔ تاقاضی عیاض نے کہا کہ
جابر، عمران اور ابو موسیٰ کی حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے
کہ جس تمتع میں اختلاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ حج کا احرام توڑ کر عمرہ کا احرام
باندھنا۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا کرنے والے کو سزا دیا کرتے
تھے۔ اور حج کے مہینوں میں محض تمتع کرنے پر نہیں مارتے تھے۔

نوٹ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے جاڑوی نے یہ تاثر دینے کی
کوشش کی ہے۔ کہ یہ اپنے والد جناب عمر بن الخطاب کے خلاف تھے۔ اگرچہ مخالفت
حج تمتع کے بارے میں ذکر کی۔ لیکن متد النساء بھی چونکہ بعض جگہ اس کے ساتھ ذکر ہوا
اس لیے حج تمتع کی مخالفت کے ضمن جاڑوی نے یہ تاثر دینا چاہا۔ کہ حضرت عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے برعکس متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ حالانکہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ اس بات کے قائل ہیں کہ شروع شروع میں متعہ کو جائز کیا گیا تھا لیکن بعد میں اسے حرام قرار دے دیا گیا۔

بیہقی

أَبُو ابْنٍ وَهَيْبٍ أَخْبَرَ نِيَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ
عَنْ تَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا أَنََّّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ
حَرَامٌ

(بیہقی جلد ہفتم ص ۲۰۶ کتاب النکاح)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے متعہ النساء کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ حرام ہے۔

طحاوی

عَنِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَ نِيَّ سَالِمُ ابْنُ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ حَرَامٌ
قَالَ فَيَا نَّ فُلَانًا يَحُولُ فِيهَا قَالَ وَاللَّهِ لَعَدُ
عَلِمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَرَّمَ مَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ وَمَا كُنَّا مُسَافِحِينَ

(طحاوی جلد دوم ص ۱۶ باب نکاح المتعہ)

ترجمہ :

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے متعہ کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ حرام ہے۔ سائل نے کہا کہ ایک آدمی متعہ کے بارے میں چرمیکوٹیاں کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! وہ جانتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیر کو اسے حرام کر دیا تھا۔ اور ہم زانی نہیں۔

اس تم گفست کو سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کے مطابق حرام قرار دیا۔ اور لوگوں سے سختی کے ساتھ اس پر عمل کرنے کا مطالبہ کیا۔ اپنی طرف سے اجتہاد نہ کیا۔ اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مخالفت کی۔ اس امر کی تائید آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی فرمائی۔ لیکن جاڑوی کی آنکھوں میں مخالفت کی پٹی اور دماغ میں متعہ کی ہوس تھی۔ اس لیے ادھر ادھر کی بانگ کراپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنا چاہا۔ لیکن اُسے منہ کی کھانی پڑی۔ امید واثق ہے۔ کہ غیر جانب دار کے لیے حق کی پہچان ہو جائے گی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دھوکہ

اور

کذبِ بیکانیؑ

سکوتِ صحابہ

جوازِ متعہ

ملکن ہے کہ بعض خوش فہم اور سادہ لوح افراد یہ سوچنے کی کوشش کریں کہ اگر سرورِ کونین کے جائز کردہ حکم کو جب عمر ناجائز کر رہے تھے۔ تو صحابہ کے اتنے بڑے مجمع میں سے کسی صحابی نے حضرت عمر کو کیوں زد روکا؟ اگر صحابہ نے اس کی مخالفت کی ہے تو مخالفت ثابت کی جائے۔ اور اگر صحابہ نے مخالفت نہیں کی۔ تو اس کا دوسرا مطلب یہ ہوگا۔ کہ حرمت کے حکم سے دوسرا کوئی صحابی مطلع نہ تھا۔ اور جب حضرت عمر نے اعلانِ حرمت کیا تو تمام صحابہ سن کر فاشوش ہو گئے گویا اعلانِ حضرت عمر فی الواقع اعلانِ رسول تھا۔ اور تحریمِ حضرت عمر تحریمِ رسول تھی۔

امام رازمی سے بیچے تفصیلاً کبیر جلد ذم ۵۴ میں فرماتے ہیں۔ اگر عمر کا مقصد یہ تھا۔ کہ متعہ زمانہ رسول میں تو مباح تھا۔ لیکن میں اسے ناجائز قرار دیتا ہوں۔ تو اس سے حضرت عمرؓ کا کفر لازم آئے گا۔ اور تمام ان افراد کو بھی کافر کہنا ہوگا۔ جو حضرت عمر سے نبرد آزما ہوئے حتیٰ کہ امیر المؤمنین علیؓ کو بھی کافر کہنا ہوگا۔ چونکہ کسی صحابی کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ لہذا ایسی صورت رہ جاتی ہے۔ کہ ہم یہ بات مان لیں۔ کہ حضرت عمر کے کہنے کا مقصد یہ تھا۔ کہ زمانہ رسالت

میں تو متعہ مباح تھا۔ لیکن چونکہ دوسرا کسی کو نہی رسول اور نسخ متعہ معلوم نہیں۔ اس لیے میں نسخ متعہ کا اعلان کرتا ہوں۔

مصر کے عظیم مفتی محمد عبدو نے بھی اپنی تفسیر المنار جلد پنجم ص ۵۵ پر تقریباً امام رازی کی تقلید کرتے ہوئے لکھا ہے۔ حرمت متعہ کی تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے اپنے دور حکومت میں متعہ سے منع فرمایا۔ اور برسر منبر تحریم متعہ کا سختی سے اعلان کیا۔ جبکہ صحابہ نے اس کا اعتراف کیا۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ صحابہ کبھی غلط بات کا اعتراف نہیں کرتے۔

اب ایسے امام رازی اور محمد عبدو کے اس استدلال کی حقیقت معلوم کریں کہ کیا واقعاً تمام صحابہ اعلان حضرت عمر کے بعد اباحت متعہ سے منکر ہو گئے تھے؟ کیا پھر کسی صحابہ نے اباحت متعہ کا فتویٰ نہیں دیا۔؟ کیا تمام صحابہ نے حضرت عمر کی بات مان لی تھی؟ کتب حدیث و تاریخ بیانگ دہل اس دعویٰ کا مذاق اڑاتی ہیں اور کتب حدیث و تفسیر نے عظیم تر صحابہ کی مخالفت کو بھی اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح حضرت عمر کے اعلان حرمت متعہ کو نقل کیا ہے۔

۱۔ تفسیر طبری جلد پنجم ص ۱۳ میں حضرت علی کھلے لفظوں میں حضرت عمر کا نام لے کر مخالفت کا اعلان کرتے ہیں۔

تفسیر طبری

لَوْلَا اِنَّ عُمَرَ فَلَمْ يَأْمُرْ بِالْمُتْعَةِ لَمَا زَفَى اِلَّا شَقِيًّا

(تفسیر طبری جلد پنجم ص ۱۳)

ترجمہ:

اگر عمر متعہ سے منع نہ کرتے تو بد نصیب ہی زنا کرتا۔

صحیح مسلم

أَخْبَرَ فِي عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ
 قَامَ بِمَكَّةَ فَقَالَ إِنَّ نَاسًا أَعْمَى اللَّهُ قُلُوبَهُمْ
 كَمَا أَبْصَارُهُمْ يَفْتُونُ بِالْمُتَّعَةِ يَعْْرِضُ بِرَجُلٍ
 فَتَاوَاهُ فَقَالَ إِنَّكَ حَلَفْتَ حَافٍ فَلِعَمْرٍ لَقَدْ
 كَانَتْ الْمُتَّعَةُ تَفْعَلُ فِي عَهْدِ إِمَامِ الْمُتَّقِينَ
 يُرِيدُ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ مَحْبُوبٍ
 بِنَفْسِكَ وَاللَّهِ لَئِنْ فَعَلْتَهَا لَا رُجْمَتَكَ بِأَحْجَارِكَ

(صحیح مسلم جلد چہارم ص ۲۳ مطبوعہ مکتبہ
 شعیب برنس روڈ کراچی) ترجمہ مولانا
 وحید الدین۔

ترجمہ:

مجھے عروہ ابن زبیر نے خبر دی۔ کہ عبد اللہ بن زبیر مکہ میں خطبہ دینے کو کھڑے
 ہوئے۔ اور کہا کہ بعض لوگوں کے دل اللہ اس طرح اندھے کر دیتے ہیں
 یہ اشارہ کیا انہوں نے ابن عباس کی طرف کہ وہ آخر عمر میں نابینا ہو
 گئے (کہ وہ جوازِ متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جناب عباس نے فرمایا۔ تو تم نقل
 اور گستاخ۔ بخدا ہم نے متعہ امام المتقین کے زمانہ میں کیا ہے۔ ابن زبیر
 نے کہا ذرا اب تجربہ کر کے دیکھو۔ اگر تو نے متعہ کیا تو میں تجھے پتھر دل سے
 سنگسار کروں گا۔

ملاحظہ فرمایا ابن عباس کتنا مصر ہے متعہ کے معاملہ میں اور دوسری طرف انکا متعہ

پر کتنا اصرار ہے۔ کاش کہ علامہ وحید الدین اپنے ترجمہ میں انصاف سے کام لیتے۔ فرماتے ہیں کہ ابن عباس کو نسخ متعہ معلوم نہ تھا۔ اور ابن زبیر کو نسخ متعہ معلوم تھا۔ حدیث آپ کے سامنے ہے۔ ذرا عبد اللہ بن عباس کا انداز بیان بھی دیکھ لیں۔ اور عبد اللہ بن زبیر کا انداز گفتگو بھی ملاحظہ کریں۔ عبد اللہ بن زبیر دورانِ خطبہ عبد اللہ بن عباس پر بطور طنز اشارہ کرتا ہے کہ اللہ نے کچھ لوگوں کی آنکھوں کی طرح دل کو بھی اندھا کر دیا ہے جس کی بدولت وہ جواز متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جواب میں ابن عباس کا انداز گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔ وہ ابن زبیر کو نادان اور گستاخ کہہ کر حکم رسول مانتے ہیں۔

ابن زبیر حکم رسول کے جواب میں نہ تو آیت متعہ کی ناسخ آیت پڑھتا ہے۔ اور نہ ہی قول رسول پڑھتا ہے۔ ابن زبیر تشدد پر اتر آتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ۔ ذرا اب متعہ کر کے دکھائیں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ یعنی دلیل کے جواب میں دھونس اور قول رسول کے مقابل میں ڈنڈا۔ یہ ہے حرمت متعہ کا ثبوت۔ (جواز متعہ ص ۶۴)

جواب:

اوپر ذکر کی گئی عبارت میں ایک تو وہی استدلال ہے۔ (یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حضرت عمر بن الخطاب کے متعہ کو امام فرمانے پر افسوس کرنا اس استدلال کا تفصیلی جواب گزشتہ صفحات کی زینت ہو چکا ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت مذکورہ کا اصلی اور مرکزی لاوی و محکم، ہے۔ اور وہ سخت قسم کا مجروح ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ اس کی روایت کو حجت کا درجہ دیا جاسکے۔ ہاں ایک نئی بات جاڑوی نے ذکر کی۔ وہ یہ کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور جواز متعہ پر اصرار کرنا بحوالہ جصاص کی کتاب احکام القرآن۔ اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ اس روایت کی کوئی سند ذکر نہیں کی۔ اس بنا پر یہ روایت ناقابل قبول ہے۔ اور ثانیاً یہ کہ احکام القرآن کے

مذکورہ مقام سے جو عبارت جاڑوی نے ذکر کی۔ اس سے متصل عبارت میں اس کی وضاحت تھی۔ لیکن مغالطہ دینے کی خاطر اسے ہڑپ کر لیا گیا۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

احکام القرآن

كَوْلَا نَهْيِهِ لَمَّا اِحْتَجَّ اِلَى التَّرْنَا اِلَّا شَقِيحٌ فَنَالَذِي
 مِنْ اَقَاوِيْدِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْقَوْلُ بِاِبَاحَةِ الْمُتَعَةِ
 فِي بَعْضِ رِوَايَةٍ مِنْ غَيْرِ تَقْيِيْدٍ لَهَا لِضُرُوْرَةٍ
 وَلَا غَيْرِهَا وَالشَّائِنِي اَنَّهَا مَيِّتَةٌ تُجَلُّ لِضُرُوْرَةٍ
 وَالشَّالِثُ اَنَّهَا مُحَرَّمَةٌ وَقَدْ قَدِمْنَا ذِكْرَ
 سَنَدِهِ وَقَوْلِهِ اَيْضًا اَنَّهَا مَنْسُوْحَةٌ مِنْ
 يَدِلُّ عَلَيَّ رُجُوْعِهِ عَنِ اِبَاحَتِهَا مَا رَوَى
 عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ
 الْحَرَبِيِّ اَنَّ بَكَيْرَ بْنَ الْاَشَّحِ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا اِسْحَاقَ
 مَوْلَى بَيْتِي هَاشِمٍ حَدَّثَهُ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ
 عَبَّاسٍ فَقَالَ كُنْتُ فِي سَفَرٍ وَمَعِيَ جَارِيَةٌ
 لِي وَلِي اَصْحَابٌ فَحَلَلْتُ جَارِيَتِي لِاَصْحَابٍ
 يَسْتَمْتِعُوْنَ مِنْهَا فَقَالَ ذَلِكَ السَّفَاحُ فَهَذَا
 اَيْضًا يَدِلُّ عَلَيَّ رُجُوْعِهِ .

(احکام القرآن جلد دوم ص ۴۸۳) مطبوعہ دار الفکر لاہور

ترجمہ:

اگر حضرت عمر متوع سے منع نہ فرماتے۔ تو کوئی بد بخت ہی ہوتا جو زنا کرتا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعہ کے بارے میں چند اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے۔ کہ آپ اس کی اباحت، ضرورت کے وقت دینے کے قائل تھے۔ اور دوسرا قول یہ کہ آپ اس کی اباحت، ضرورت کے وقت دینے کے قائل تھے۔ اور تیسرا قول یہ ہے۔ کہ متعہ حرام ہے۔ اس تیسرے قول کی سند ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور ان کا ایک قول یہ ہے کہ آیت جواز متعہ منسوخ ہے۔ اور آپ کے مباح کہنے سے آپ کا رجوع اس دلیل سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ وہ ایک روایت ہے جو عبداللہ بن وہب نے عمرو بن حرث سے اور انہوں نے بکیر بن اشج سے بیان کی۔ بنی ہاشم کا ایک مولیٰ ابواسحاق بیان کرتا ہے۔ کہ ایک شخص نے حضرت عباس سے پوچھا۔ اُس نے بیان کیا۔ کہ میں ایک سفر میں تھا۔ اور میرے ساتھ میری ایک لونڈی بھی تھی۔ میں نے بطور متعہ وہ اپنے ساتھیوں کے لیے حلال کر دی۔ یعنی اجازت دے دی۔ کہ وہ اُس سے متعہ کر سکتے ہیں۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔ یہ زنا ہے۔ لہذا یہ روایت بھی آپ کے رجوع پر دلالت کرتی ہے۔ (یعنی اس پر کہ آپ نے جواز متعہ سے رجوع فرمایا تھا۔ اور حرمت کے قائل ہو گئے تھے)

دہا جاڑوی کا آخری حوالہ جس میں حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر کا مکالمہ بیان کیا ہے۔ اس کا جواب بھی وہی ہے۔ جو اوپر لکھا جا چکا ہے۔ یعنی یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ابن عباس نے اباحت متعہ سے رجوع نہیں فرمایا تھا۔ جب آپ کا رجوع ثابت اور آپسے اس کی حرمت ثابت ہے۔ تو پھر دونوں کے مابین تنازع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تفسیر ابن عباس سے اس بارے میں ہم حوالہ لکھ چکے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

کڑھوکہ

اور

کذب بیانی

جاہر بن عبداللہ صحابی نے جواز متعہ کا اعلان کیا

جواز متعہ :-

جاہر بن عبداللہ جیسا جلیل القدر صحابی حکم عمر کی پرواہ نہ کرنا۔ اور کھلے لفظوں میں
مخالفت عمر کرتے ہوئے جواز متعہ کا اعلان کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

صحیح مسلم

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ قَالَ قَدِيمُ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ مُعْتَمِرًا
فَجِئْنَا فِي مَنْزِلِهِ فَسَأَلَهُ الْقَوْمُ عَنْ أَشْيَاءَ
ثُمَّ ذَكَرُوا الْمُتْعَةَ فَقَالَ نَعْمَ اسْتَعْتْنَا عَلَى
عَمْدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي
بَكْرٍ وَعُمَرَ.

(صحیح مسلم جلد چہارم ص ۱۸ مطبوعہ مکتبہ تشییب برس روڈ
کراچی ماہترجم مولانا وحید الزمان)

ترجمہ:

عطاء نے کہا جابر بن عبد اللہ عمرے کے لیے آئے۔ اور ہم سب نے
 کے لیے ان کی منزل میں گئے۔ لوگوں نے ان سے بہت سی باتیں پوچھیں
 پھر متعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا۔ ہاں ہم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
 کے زمانہ مبارک اور ابوجرد عمر کے زمانہ خلافت میں متعہ کیا۔

نوی شرح مسلم جلد ۱ ص ۱۷۹۔ جن لوگوں نے مسئلہ متعہ میں حضرت عمر کی مخالفت
 کی ہے۔ ان میں عظیم صحابی جناب عبد اللہ بن مسعود بھی ہیں۔ جو بھرے جموں میں ہونما
 استمتعتم بھہ منلہن، کی آیت پڑھ کر وہ اِلٰی اَجَلٍ مَّسْخُوعٍ، (مدت معینہ تک)
 پڑھا کرتے تھے۔ اور جواز متعہ پر نص قرآن کا ثبوت دیتے تھے۔ عبد اللہ بن مسعود سے حدیث
 متواتر جواز متعہ میں منقول ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

درہنخور

عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنَّا نَغْزُوَ مَعَ رَسُولِ
 اللَّهِ وَلَيْسَ لَنَا شَيْءٌ فَفَعَلْنَا إِلَّا نَسْتَخْصِي فَتَهَانَا
 عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا كَمَا أَنْ تُنِكَحَ الْمَرْأَةَ
 بِالشُّؤْبِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا
 تَحْرِمُوا طَبِيبَاتٍ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ

(درہنخور جلد دوم ص ۳۰۷۔ احکام القرآن

جلد دوم ص ۱۸۴۔ صحیح بخاری جلد ۱ کتاب النکاح

ص ۷۰ حدیث ۶۶ ملقبہ بر بنی کتب خانہ ۳۸ اردو بازار

لاہور۔ مترجم قاری محمد عادل خان)

ترجمہ:

تیس کہتا ہے۔ کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا۔ کہ ہم سرکارِ دو عالم کے ساتھ جنگ میں جاتے تھے۔ اور ہمارے پاس کچھ نہ ہوتا تھا۔ تو ہم نے عرض کیا۔ ہم خنصری نہ ہو جائیں۔ تو آپ نے ہمیں اس فعل سے منع فرمایا۔ پھر ہمیں ایک کپڑے کے عوض نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔ اور یہ آیت تلاوت کی۔ اے ایمان والو! پاک چیزیں اپنے لیے حرام مت کرو۔ جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں ہیں۔

آئیے اور سوچئے۔ عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ عورتوں کے نہ ہونے کا شکوہ کرتے ہیں۔ سرورِ کونین منع فرماتے ہیں۔ پھر آپ کپڑے کے عوض عقد کرنے کی اجازت دیتے۔ اور حکمِ قرآن سناتے۔ کہ اللہ کے حلال کو حرام مت کرو۔ اب ظاہر ہے۔ کہ کپڑے کے عوض جس نکاح کا تذکرہ ہے۔ وہ نکاحِ متعہ ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ جابر کی احادیث اور صحیح مسلم کی دیگر احادیث میں کپڑے کے عوض نکاحِ متعہ ملتا ہے۔ پھر سرورِ کونین کا یہ فرمانا کہ جو اللہ نے حلال کیا ہے۔ اسے حرام مت کرو۔ ظاہر ہے بات عورت سے نکاح کی مراد ہی ہے۔ اس لیے آپ یہاں کبوتروں اور بیٹروں کا حلال ہونا تو بیان نہیں کریں گے۔ کسی نکاح ہی کی بات ہوگی۔ اور نکاح بھی دائمی کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ تو عبداللہ بن مسعود نے پہلے ہی بتا دیا ہے۔ کہ نکاح دائمی والے بیسیاں ہمارے ساتھ نہ تھیں۔ اب نکاحِ متعہ بھی رہتا ہے۔ جس کے متعلق سرورِ کونین حدیث پڑھ کر متوجہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ جو چیز اللہ نے حلال کر دی ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور کپڑے کے عوض مدتِ معینہ تک نکاحِ متعہ کرو۔ تفسیر طبری جلد ۱۲ ص ۱۲۱ کھول کر دیکھئے عبداللہ بن مسعود کی طرح! بنی بن کعب بھی حضرت عمر کی تحریرِ متعہ کے خلاف لکھے عام آیتِ متعہ کی تلاوت الیٰ اہلِ مَسْمُوعِ سے کرتے ہیں۔ فتح الباری شرح

صحیح بخاری اذان حج جلد ۱۸ ص ۷۸ پر ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت عمر کے تحریم متعہ کے مخالفین میں سے ابو سعید خدری ہیں۔ جو جواز متعہ کے نظریہ پر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔
 فتح الباری شرح صحیح بخاری اذان حج جلد ۱۸ ص ۷۸ اور تفسیر طبری جلد ۱۲ مخم ص ۱۳ اکھول کر دیکھئے۔ سعید بن جبیر جیسا عظیم صحابی بھی حضرت عمر کی تحریم متعہ کے خلاف جواز متعہ کا کافقوی دیتا ہے۔ اور آیت متعہ کی تلاوت کے بعد بطور تفسیر الیٰ اَجَلٍ مُّسْتَسْتَقِیْمٍ پڑھتا ہے۔
 (جواز متعہ ص ۶۷)

جواب:

عبارت مذکورہ میں ان حضرت صحابہ کرام کے نام ذکر کیے گئے ہیں۔ جو بقول جابر بن عبد اللہ بن جابر نے حضرت عمرؓ کے اعلان حرمت متعہ کے مخالف تھے۔ اور ان کے برخلاف وہ متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ ان صحابہ کرام میں سے حضرت جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن مسعود، ابو سعید خدری، اور سعید بن جبیر کے اسماء گرامی مراحت سے ذکر کیے گئے۔ مختصر یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعہ کو حرام قرار دینے کے باوجود ان صحابہ کرام نے اُن کی بات نہیں مانی۔ اور حرمت کی بجائے جواز کے پابند رہے۔ اب اس مقام پر ہم دو باتوں کا تذکرہ کریں گے۔ اول یہ کہ کیا ضرورت کی طرف سے پیش کردہ مذکورہ روایات واقعی حضرت عمر کے اعلان حرمت کے بعد کی ہیں؟ اور دوسری بات یہ کہ کیا ان روایات میں جو ان صحابہ کرام کا جواز متعہ کا نظریہ پیش کیا گیا۔ وہ اسی نظریہ پر دنیا سے رخصت ہوئے یا اس سے رجوع کر لیا تھا؟ ان صحابہ کرام کے بارے میں ہم دونوں امور کو ہمیشہ نظر رکھیں گے۔ سب سے پہلے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ پیش خدمت ہے۔ اور وہ بھی مسلم شریف سے مذکورہ روایت کے متصل روایت کے الفاظ سے۔ ملاحظہ ہو۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور متعہ کی منسوخی

مسلم شریف

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
فَاتَاهُ ابْنُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ
اِخْتَلَفَا فِي الْمُتْعَتَيْنِ فَقَالَ جَابِرٌ فَعَلْنَا مِمَّا
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَقَرْنَا
نَهَانَا عَنْهُمَا عَمْرٌ فَلَمْ نَعُدْ لَهُمَا.

(مسلم شریف جلد اول ص ۴۵۱ باب النکاح)

ترجمہ:

ابو نضرہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ کے پاس حاضر
تھا۔ کہ ایک آدمی آیا۔ اور کہنے لگا۔ ابن عباس اور ابن زبیر دونوں متعہ الحج
اور متعہ النکاح میں اختلاف کرتے ہیں۔ اس پر جناب جابر نے کہا۔
ان دونوں کو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیا ہے پھر
ہمیں عمر بن الخطاب نے منع کر دیا۔ پس اس کے بعد ہم نے پھر اس کا
اعادہ نہیں کیا۔

توضیح:

مسلم شریف کی مذکورہ روایت سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

ترجمہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ دو متعہ، آیت طلاق، عدت اور میراث سے منسوخ ہو گیا ہے۔

بہت ہی شریف

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ نَسَخَتْهَا الْعِدَّةُ
وَالطَّلَاقُ وَالْمِيرَاثُ.

(بہت ہی جلد ہفتم ص ۲۰۶ مطبوعہ جبر آباد دکن)

ترجمہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آیات عدت، طلاق اور میراث نے دو متعہ کو منسوخ کر دیا ہے

ابی بن کعب اور ابن عباس کی قرأت تازہ ہے

تفسیر طبری

أَمَّا مَا رَوَى عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ مِمَّنْ
قَرَأْتِيهِمَا فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ أَجَلٍ
مُّسَمًّى فِقِرَاتٌ بِخِلَافِ مَا جَاءَتْ بِهِ
مَصَاحِفُ الْمُسْلِمِينَ وَعَيْرُ جَائِزٌ لِأَحَدٍ أَنْ
يُدْحِقَ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى شَيْئًا لَمْ يَأْتِ بِهِ

الْخَبْرُ الْقَاطِعُ الْعُدَّةَ عَمَّنْ لَا يَجُوزُ خِلَافَهُ -

(تفسیر طبری جلد: پنجم ص ۱۰ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

بہر حال وہ زاہد الفاظ جو حضرت ابی بن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت فما استمتعتم بہم من "الی اجل مسمی" سے مروی ہیں۔ یہ ایسی قرآنہ ہے جو مسلمانوں کے مصاحف کے خلاف ہے اور کسی کو اس بات کی اجازت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کوئی ایسے لفظ لائے جو یقینی خبر کے ذریعہ ثابت نہ ہوں اور جو اس کی مخالفت جائز نہیں سمجھتا اس کے عذر کو ختم کر دے۔

توضیح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہم نے چند حالات پیش کیے جو ان کی طرف سے "متعد" کے فسوخ ہونے کی مراحت کرتے ہیں۔ موصوف سے جو جاڑوی نے روایت ذکر کی۔ وہ فتح مکہ سے پہلے کی ہے جبکہ متعد قطعی طور پر فسوخ نہ ہوا تھا۔ اس لیے حرمت کے بعد اس کی ناسخ آیات کی نشاندہی کر دی گئی اور دوسری بات جو حرمت کے سلسلہ میں تھی۔ تفسیر طبری نے اس کا بھی جواب پیش کر دیا کہ کوئی ایسی روایت جو مسلمانوں کے مصاحف کے ساتھ متفق ہو۔ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں ہے۔ اب اس خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی کا ثبوت کرنا یا تو خبر واحد کو اس قدر اہمیت دینا ہے۔ جو قرآن کی مراحت کی ناسخ ہو سکے۔ اگر جاڑوی کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ خبر واحد قرآن کی ناسخ ہوتی ہے۔ تو اس کی یہ بہت بڑی جہالت ہے ان کی اپنی کتب بھی اس کی تائید نہیں کرتیں۔ یا پھر یہ کہنا چاہتا ہے۔ کہ الی اجل مسمیٰ..

کے الفاظ آیت متعہ میں موجود تھے۔ اب نہیں۔ تو یہ ثبوت جاڑومی کے ذمہ ہے کہ یہ الفاظ قرآن کریم میں دیکھا ہے۔ تو منہ مانگا انعام پائے۔ یا پھر تسلیم کر لیا جائے۔ کہ موجود قرآن ناقص اور محرف ہے۔ یہ خود اس کی کچھلی تقریر کے خلاف ہے۔ لایا تیدہ الباطل من بین یدیدہ الخ

ادھر اعلان یہ تھا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعہ کو حرام فرمانے کے بعد ان صحابہ کرام نے آپ کی مخالفت کی۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت وہ ہمیش کی جا رہی ہے۔ جو فتح مکہ سے پہلے کی ہے۔ اب جاڑومی کے لیے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ثنابت کیا جائے۔ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواز متعہ کے متعلق جو کچھ کہا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ کے بعد کہا۔ دوسرا یہ کہ اگر بعد میں ہی کہا تو پھر اسے خبر متواتر یا کم از کم خبر مشہور ہی ثنابت کر دکھائے۔ کیونکہ کتاب اللہ پر زیادتی یا اس کے مطلق کو مقید کرنا خبر واحد سے نہیں ہوتا۔

ابوسعید خدریؓ جواز متعہ والی روایت مجروح ہے۔

فتح الباری

وَأَمَّا أَبُو سَعِيدٍ فَأَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جَرِيدٍ أَنَّ عَطَاءً قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ شِئْتُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ لَقَدْ كَانَ أَحَدٌ نَأَيْسَمْتَعُ بِمَلَأٍ الْقَدْحِ سَوِيئًا وَهَذَا مَعَ كَوْنِهِ ضَعِيفًا لِلْجَهْلِ بِأَحَدٍ رَوَاتِهِ كَيْسَ فِيهِ التَّصْرِيحُ بِأَنَّهُ كَانَ

بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(فتح الباری جلد ۹ ص ۲۳ مطبوعہ بیروت
لمع جدید)

ترجمہ :

بہر حال جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا متعہ کے بارے میں نظریہ تو
عبدالرزاق نے ابن جریر سے بیان کیا۔ کہ عطاء نے مجھے میری پسندیدہ
شخصیت کے حوالے سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا
کہ جناب ابوسعید نے فرمایا۔ ہم میں سے کوئی ایک ستو کے بھرے ہوئے
پیالے کے عوض متعہ کیا کرتا تھا۔ یہ بات ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کا ایک
راوی مہول ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں اس بات کی تصریح بھی موجود
نہیں۔ کہ کیا ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تھا؟

توضیح :-

فتح الباری کے حوالے سے اشیر جاڑوی نے حضرت ابوسعید خدری کے متعلق یہ تاثر
دینے کی کوشش کی تھی۔ کہ کتاب مذکورہ میں ان کے جواز متعہ کی صراحت ہے۔ صاحب
فتح الباری علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواز متعہ کی روایت کو ضعیف اور صریح
نہ ہونے کے طور پر پیش کر کے جاڑوی کے کیے پر پانی پھیر دیا۔ اگر فتح الباری کی
پوری بات نقل کر دی جاتی۔ تو انصاف ہوتا۔ لیکن دھوکہ اور کذب بیانی کا کام تو
ان شیعوں کو اپنے اسلاف سے منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ قرآن یہ بتاتے ہیں کہ جناب
ابوسعید کی جواز متعہ والی روایت اس دور کی ہوگی۔ جب متعہ جائز تھا۔ جیسا کہ حضرت
جابر بن عبد اللہ کے قول میں تھا۔ اس لیے جاڑوی کو چاہیئے تھا۔ کہ ان حضرات کوئی
ایسی روایت پیش کرتا۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع فرمانے کے بعد سے متعلق

ہوتی۔ کیونکہ جاڑوی نے یہی باور کرانے کی کوشش کی تھی۔ کہ حضرت عمر کے حرمت منہ کے مخالفین بڑے بڑے صحابہ کرام ہیں۔ جن میں عبداللہ بن مسعود ابو سعید خدری وغیرہ بھی ہیں لیکن قارئین کرام! آپ دیکھ چکے ہیں کہ جاڑوی اپنی اس بے ہودہ کوشش میں بری طرح ناکام ہو چکا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دھوکہ

اور

کذب بیانی ۱۹

عبداللہ بن زبیر متعہ کی پیداوار تھے۔ راغب اصفہانی کی عبارت

جواز متعہ

مخاضرات راغب جلد دوم ص ۹۳۔ اٹھا کر دیکھیں۔ عظیم صحابی زبیر بن العوام اور علیہ القدر صحابیہ حضرات اسماء بنت ابی بکر خواہرام المؤمنین عائشہ زہراء حضرت عمر کی قولی مخالفت کرتے ہیں بلکہ حکم متعہ کی عملی تفسیر کر کے آپس میں متعہ کرتے ہیں۔ جس سے حضرت عبداللہ بن زبیر جیسا عظیم القدر سپوت جنم لیتا ہے۔ تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۳ سے امام رازی سے پوچھئے فرماتے ہیں۔ صحابہ میں سے عمران بن حصین حضرت عمر کے خلاف جواز متعہ کا قائل تھا۔

مسند امام احمد بن حنبل جلد دوم ص ۹۵ میں حضرت عمر کے فرزند رشید اور صحابہ کے بھتیجے
 راوی عبدالقدوس بن عمر اپنے باپ کے خلاف جواز متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ارشاد الساری جلد
 ص ۸۷ میں مبعذ بن امیہ ابن خلف بھی مسکلتہ میں حضرت عمر کے کھلے مخالفین میں سے
 ہیں۔ ارشاد الساری جلد ۱ ص ۸۷ میں مبعذ بن امیہ ابن خلف بھی مسکلتہ میں حضرت عمر
 کے مخالفین میں سے ہیں۔ سنن بیہقی جلد ۵ ص ۲۰۵ میں خالد بن ہماجر جیسا صحابی تھی
 حضرت عمر کی مخالفت کرتے ہوئے جواز متعہ کا قائل نظر آئے گا۔ کنز العمال جلد ۷ ص ۲۹۲
 کھول کر دیکھیں عمرو بن حریش نے بھی حضرت عمر کی مخالفت میں جواز متعہ کا فتویٰ دیا
 ہے۔ موطا جلد دوم ص ۱۱۳ اٹھا کر دیکھیے ربیعہ بن امیہ بھی حضرت عمر کے خلاف جواز متعہ
 کا فتویٰ دیتا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر صحابہ کی کثیر تعداد جواز متعہ کی قائل رہی ہے۔ اور بعض
 نے تو کھلے الفاظ میں حرمت متعہ کو حضرت عمر کی طرف منسوب بھی کیا ہے۔ اور پھر مخالفت
 بھی کی ہے۔ اور بعض نے حضرت عمر کا نام نہیں لیا۔ البتہ حضرت عمر کے حکم متعہ کو تسلیم کرنے
 سے انکار کرتے ہوئے جواز متعہ کا فتویٰ دیا ہے۔ اب رہے عموم صحابہ نوارثہ و الساری
 جلد ۱ ص ۸۷ کے مطابق جواز متعہ تقریباً تمام سے مروی ہے لکھا ہے۔

رَوَى جَابِرٌ عَنْ جَمِيعِ الصَّحَابَةِ - جابر نے تمام صحابہ سے جواز متعہ روایت
 کیا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ بعض صحابہ حضرت عمر کے فتوے حرمت متعہ کے خلاف
 سے خاموش رہ جاتے تھے۔ اور مخالفت نہیں کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا
 ”حی علی خیر العمل“ سے روکنا، نماز تراویح کا حکم دینا اور تدوین و نقل حدیث
 وغیرہ پر پابندی عائد کرنا جیسے مسائل میں صحابہ خاموش رہے۔ لیکن صحابہ کی خاموشی
 کا معنی ہرگز یہ نہیں کہ وہ حضرت عمر کے تمام ان کاموں کو جائز قرار دیتے تھے۔ جو کتاب مُحدّث
 اور سنت رسول کے خلاف تھے۔

راعنہ اصفہانی غالی شیعہ ہے

بحوالہ شیعہ کتب

جواب

سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ”متعہ کی پیداوار“ جیسے غیظ اور خبیث عقیدت سے بھرے ہوئے الفاظ دراصل گندی ذہنیت کی سوچ ہے اور پھر اس کو ثابت کرنے کے لیے محاضرات راعنہ اصفہانی کا سہارا ایک کر بلا دوسرا نیم چڑھا۔ کے مترادف ہے۔ قابل توجہ یہ امر ہے۔ کہ عبداللہ بن زبیر کے والد گرامی جناب زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور ابو بکر صدیق کی فقر اور ام المؤمنین عائشہ کی ہمیشہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا یہ دونوں کیا باقاعدہ دائمی نکاح کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یا میعاد ہی نکاح کے طور پر رہے تھے۔ ہاں تاریخ شاہد ہے۔ کہ ان دونوں نے نکاح متعہ نہیں بلکہ نکاح دائمی کو رکھا تھا۔ دائمی نکاح میں وطی کے بعد پیدا ہونے والا بچہ ”متعہ کی پیداوار“ نہیں کہلاتا۔ بلکہ اسے اُن الفاظ سے وہی ذکر کرتا ہے۔ جو خود اس راستے سے آیا ہو۔ لہذا دائمی نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد پر ”متعہ“ کا اطلاق سخت تعصب کی نشاندہی کرتا ہے۔ محاضرات راعنہ اگرچہ ہمارے پاس نہیں۔ چلو، ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اس میں یہ عبارت ہوگی۔ تو پھر بھی یہ کوئی قابل توجہ بات نہیں۔ کیونکہ راعنہ اصفہانی بھی کوئی دو قابل اعتماد، نہیں لگتا۔ بلکہ وہ بھی اشیر جاڑوی کا ہم نوالہ وہم پیالہ ہے۔ منیئے ان کی اپنی کتابوں سے اس کا تعارف۔

الکافی والاقاب

فَقَالَ الْمَاهِرُ الْخَبِيرُ الْمُرْزَا عَبْدُ اللَّهِ فِي (ض) فِي
تَرْجُمَتِهِ وَنَقَلَ الْخِلَافَ فِي إِعْتِرَائِهِمْ وَتَشْيِيعِهِمْ
هَذَا الْفُطْرَةَ لِيَكُنَّ الشَّيْخَ حَسَنَ بْنِ عَلِيٍّ الطَّبْرِسِيِّ قَدْ
صَرَحَ فِي آخِرِ كِتَابِهِ إِسْرَارَ الْأَمَلَةِ أَنَّهُ أَمَى الرَّاعِبِ
كَانَ مِنْ حُكَمَاءِ الشِّيْعَةِ الْإِمَامِيَّةِ لَهُ مُصَنَّفَاتٌ
فَالْقَةَ مِثْلُ الْمُفْرَدَاتِ فِي غَرِيبِ الْقُرْآنِ وَأَفَانِينَ
الْبَلَاغَةَ وَالْمَحَاضِرَةَ -

دالکافی والاقاب جلد دوم صفحہ نمبر ۲۶۸
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

ماہر اور باخبر شخص مرزا عبد اللہ نے اصفہانی کے حالات کے متعلق کہا۔
کہ اس کے معتزلہ اور تشیع ہونے میں اختلاف ہے۔ لیکن شیخ حسن
بن علی طبرسی نے اپنی تصانیف اسرار الامامہ کے آخر میں اس کی صراحت
کر دی ہے۔ کہ رابع اصفہانی شیعہ امامیہ حکم دین سے تھا۔ اس کی
اعلیٰ درجہ کی تصانیف میں مثلاً مفردات فی غریب القرآن اور افانین
البلاغت والمحاظرہ -

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ

جامع التفسیر (الإمام أبو العباس محمد بن

مُحَمَّدُ بْنُ فَضْلِ بْنِ مُحَمَّدِ الشَّهِيرِ بِرِاغِبِ
 الْأَصْفَهَانِيِّ ذُكِرَ فِي الرِّيَاضِ الْأَوَّلَا وَفُتُوخِ الْخِلَافِ
 فِي تَشْيِيعِهِ ثُمَّ قَالَ لَكِنَّ الشَّيْخَ حَسَنَ بْنَ عَلِي
 الطَّبْرِسِيِّ صَاحِبِ كَامِلِ الْبَهَائِيِّ صَرَّحَ فِي أُخْرِ
 كِتَابِهِ اسْرَارُ الْإِمَامَةِ أَنَّهُ كَانَ مِنْ حُكَمَاءِ
 الشِّيْعَةِ الْإِمَامِيَّةِ

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ جلد ۵

(ص ۲۵)

ترجمہ:

جامع التفسیر امام ابوالقاسم راغب اصفہانی کے بارے میں ”ریاض“
 میں پہلے تو یہ ذکر کیا گیا کہ اس کے تشیع میں اختلاف ہے پھر لکھا۔ شیخ ابی
 مصنف صرف بہائی نے اپنی کتاب اسرار الامامہ کے آخر میں یہ تصریح
 کی ہے کہ راغب شیعہ حکماء میں سے تھا۔

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ

الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ فَضْلِ بْنِ مُحَمَّدِ الْمُتَوَفَّى كَمَا
 وَرَحَهُ فِي أَحْيَارًا بَشْرِي سَنَةِ اثْنَتَيْنِ وَ
 خَمْسِمِائَةِ الْعُرُوهُ بَيْنَ كُونِهِ مَعْتَزِلِيًا وَشَيْعِيًا
 وَجَزَمَ بِالشَّافِي حَسَنَ بْنَ عَلِي كَامِلِ الْبَهَائِيِّ فِي أُخْرِ
 كِتَابِهِ اسْرَارِ الْإِمَامَةِ وَلِذَا تَرَجَمَهُ صَاحِبُ الرِّيَاضِ
 فِي الْقِسْمِ الْأَوَّلِ - (الذریعہ جلد ۵ ص ۱۲۸)

ترجمہ:

راعب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اس کے شیعہ یا معتزلی ہونے میں اختلاف ہے۔ لیکن حسن بن علی نے اپنی تصنیف اسرار الاممہ کے آخر میں اس کے شیعہ ہونے پر حزم کیا ہے۔ اسی وجہ سے صاحب الریاض نے اس کا ذکر ”قسم اول“ میں کیا ہے۔

اعیان الشیعہ

فِي الرِّيَاضِ اُخْتَلِفَ فِي كَوْنِهِ شِيعِيًّا فَالْعَامَّةُ صَرَّحَ بِكَوْنِهِ مُعْتَزَلِيًّا وَبَعْضُ الْخَامِسَةِ صَرَّحَ بِذَلِكَ وَلَكِنَّ الشَّيْخَ حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ الطَّبْرِسِيَّ قَدْ صَرَّحَ فِي آخِرِ كِتَابِ اسْرَارِ الْاِمَامَةِ بِاَنَّهٗ كَانَ مِنْ حُكَمَاءِ الشِّيعَةِ فَاِنَّ كَثِيْرًا مِنَ النَّاسِ يَظُنُّوْنَ اَنَّهٗ مُعْتَزَلِيٌّ اَقُوْلُ يُؤَيِّدُ كَتَبِيْعَهٗ قَوْلَ مَنْ قَالِ اِنَّهٗ مُعْتَزَلِيٌّ فَاِنَّهٗمْ كَثِيْرًا اِمَّا يَخْلُطُوْنَ بَيْنَ الشِّيعِيِّ وَالْمُعْتَزَلِيِّ لِلتَّوَافُقِ فِي بَعْضِ الْاَصُوْلِ وَيُؤَيِّدُهٗ اَيْضًا كَثِيْرَةٌ رَوَايَلِهٖ عَنْ اَيْمَنَةَ اَهْلِ الْبَيْتِ وَتَعْبِيْرُهٗ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَوْلُهٗ فِي مَحَاصِرَاتِهٖ كَمَا فِي رَوْضَاتِ الْجَنَابِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَّا بِرَضْمِهِمْ اَنْ تَكُوْنَ مِيْتِي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُؤَسَّسِيْ غَيْرِ اَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَقَالَ

عَنْ أَلَسِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
 خَلِيلِي وَوَزِيرِي وَخَلِيفَتِي وَخَيْرَ مَا أَتْرَكُ
 مِنْ بَعْدِي يَقْضِي بَيْنِي وَيَنْجِزُ مَوْعِدِي
 عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَقْسَمٍ
 لِلشَّيْخِ بِالبَصْرَةِ بِمَنْ أَفْتَيْتَ فِي جَوَازِ الْمُتَعَةِ فَقَالَ
 بِعُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ فَقَالَ كَيْفَ هَذَا وَعُمَرُ كَانَ
 أَسَدَ النَّاسِ فِيهَا قَالَ لِأَنَّ الخَبْرَ صَحِيحًا قَدْ آتَا
 أَكْثَرَهُ صَعْدًا أَلْتَبَرُ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولُهُ قَدْ أَحَلَّا
 لَكُمْ مُتَعَتَيْنِ وَأَنَا أَحْرَمُهُمَا عَلَيْكُمْ وَأَعَاقِبُ عَلَيْهِمَا
 فَقِيلَ لَنَا شَهَادَتُهُ وَلَمْ نَقْبَلْ تَحْرِيمَهُ هَذَا مَا نُقِلَ
 فِي الرَّوَضَاتِ عَنِ الْمُحَاضِرَاتِ-

داعیان اشیعہ جلد ششم تذکرہ راعب ضابطہ
 اصفہانی مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:

”در الرياض“ میں ہے کہ راعب اصفہانی کے شیعہ ہونے میں اختلاف
 کیا گیا ہے۔ عام لوگوں نے اس کو معتزلی کہا اور بعض فاس لوگوں نے
 بھی اسی کی تصریح کی۔ لیکن شیخ حسن بن علی طبرسی نے اپنی کتاب
 اسرار الامامہ کے آخر میں لکھا کہ یہ شیعہ حکماء میں سے تھا۔۔۔۔۔ بہت سے
 لوگوں کا ظن ہے کہ راعب اصفہانی معتزلی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ جن
 لوگوں نے اس کے معتزلی ہونے کا قول کیا ہے۔ اسی سے اس کا شیعہ
 ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ شیعہ اور معتزلہ بہت سے مسائل میں

ایک دوسرے کے موافق نظریات رکھتے ہیں کیونکہ کچھ اصول میں ان دونوں کا اتفاق ہے۔ اور اس کے شیعہ ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس کی اکثر روایات کا تعلق ائمہ اہل بیت سے ہے۔ اور یہ اس سے بھی کہ حضرت علی المرتضیٰ کو "امیر المؤمنین" کہہ کر لکھتا ہے۔ اور اس کے شیعہ ہونے کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ جو اس نے محاضرات میں لکھا۔ اسی طرح کا قول روایات الجنات میں بھی ہے۔ قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی! کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میرے ساتھ اس طرح ہو جائے جس طرح موسیٰ کے ساتھ ہارون کا معاملہ تھا۔ صرف یہ بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ میرا خلیل، وزیر، خلیفہ اور میرے بہترین وارثوں میں سے وہ ہے جو میرے فرض ادا کرے گا۔ اور میرے وعدوں کو پورا کرے۔ وہ علی ابن ابی طالب ہے۔۔۔۔۔ شیخ کو بصرہ میں یکے بن انتم نے عرض کیا کہ تو نے جواز متعہ کا فتویٰ کسی کی رائے پر دیا؟ کہنے لگا عمر بن الخطاب کی رائے پر پوچھا کس طرح کیا۔ کہ انہوں نے برسر منبر یہ اعلان کیا تھا۔ پوچھا گیا ان سے جواز متعہ کیونکہ وہ تو اس بارے میں بڑے سخت تھے۔ کیا وہ اس طرح کہ صحیح خبر یہ ہے۔ کہ حضرت عمر منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسول کے تم پر دو متعہ حلال کیے تھے۔ اور میں ان دونوں کو حرام کرتا ہوں۔ ان پر عمل کرنے والوں کو سزا دوں گا۔ تو ہم نے ان کی گواہی تو قبول کر لی۔ لیکن متعہ کو حرام قرار دینا قبول نہ کیا۔ یہ ہے وہ جو روایات میں بحوالہ محاضرات ذکر کیا گیا ہے۔

ملحوظ فکر یہ ہے۔ جاڑوسی نے محاضرات کا حوالہ دے کر اپنا دعویٰ ثابت کرنے کی

کوشش کی ہے اور صاحب محاضرات کے بارے میں یا تو اسے معلوم تھا۔ کہ وہ بھی شیعہ ہے۔ لیکن عوام کو مخالف دینے کے لیے اس کا مذہب بیان نہ کیا۔ یا پھر کم علمی کی بنا پر راعب اصفہانی کے بارے میں اس کے مذہب کا کوئی علم نہ تھا۔ ان کے علاوہ طبرسی نے راعب کے شیعہ ہونے پر بطور دلیل وہی عبارت پیش کی ہے جس کو جاڑوی نے جواز متعہ کے لیے پیش کیا ہے۔ اب کون ذمی علم یہ مانے گا۔ کہ ایک شیعہ کی تحریر سے اہل سنت پر حجت قائم کی جائے۔ اب اس کے بعد تفسیر کبیر سے جو حوالہ دیا گیا ہے اور عمران بن حصین کے جواز متعہ کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے ذرا اس کی طرف چلتے ہیں۔ اس روایت میں یحییٰ بن سلیم اور عمران بن مسلم دروادی ہیں۔ جن پر جرح کی گئی ہے۔ ان کا ذکر پچھلے اوراق میں ہو چکا ہے۔ لہذا مجروح راویوں کی روایت مقام حجت و استدلال پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہوتی۔

آخر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو متعہ کے جائز ماننے والا بیان کیا ہے اس کا تفسیلی تذکرہ بھی ہم لکھ چکے ہیں۔ آپنی منع کی حرمت کے واضح طور پر الفاظ فرماتے ہیں۔ جواز متعہ کی روایات سے مراد متعہ النساء نہیں بلکہ متعہ الحج ہے میعاد نکاح یعنی متعہ کی حرمت کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

بہتقی شریف

عن نافع عن عبد اللہ بن عمر اَنَّهٗ سَئِلَ عَنْ مُتَعَةِ النِّسَاءِ
فَقَالَ حَرَامٌ۔

(بہتقی شریف جلد ۱ ص ۲۰۶)

ترجمہ:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بروایت نافع ہے۔ کہ ان سے متعہ النساء

کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ حرام ہے۔

بیہقی شریف

اخبرنی شعيب عن نافع قال قال ابن عمر لا يحل
لرجل ان يتكبح امرأة الا نكاح الاسلام ميمهرها ويرثها
وترثه ولا يبقا فيها الى اجل معلوم انهما امرأتان فان
مات احد همالر يتوارثا۔

دیہقی شریف جلد ۷ ص ۲۰۷ کتاب النکاح
مطبوعہ حیدرآباد دکن

ترجمہ

جناب نافع سے شعیب بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
نے فرمایا۔ کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی عورت سے نکاح اسلام
کے سوا کوئی نکاح کرے۔ اس عورت کو حتی مہر دے۔ مرد اس عورت
کا وارث ہوگی۔ اور ایک مقررہ وقت تک کے لیے نکاح نہ کرے۔ پھر
اگر اس عورت میں ان میں سے کوئی ایک مر جائے۔ تو ان کے درمیان
وراثت جاری نہ ہوگی۔

توضیح

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جاڑوی نے کہا تھا۔ کہ بیٹا اپنے باپ
کے خلاف فتویٰ دے رہا ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ متعہ کی حرمت کے قائل
اور ان کے بیٹے اس کے جواز کے قائل تھے۔ ہم نے جو دو روایات بیان کی ہیں۔ ان

میں اور جاڑوی کے بیان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ابن عمر نکاح متعہ کو اسلامی نکاح کہتے ہیں نہیں۔ ان کے نزدیک اسلامی نکاح وہ ہے جس کے بعد مرد اور عورت ایک دوسرے کے وارث بنیں۔ نکاح متعہ میں وراثت نہیں ہوتی اس کی تحقیق ہم بیان کر چکے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد گرامی کی طرح متعہ النساء کی حرمت کے بالتصریح قائل و معتقد تھے۔

سلمہ بن امیمہ معبد بن امیمہ اور عمرو بن حزم کی حلت متعہ کی حقیقت

ان تینوں حضرات کے متعلق جاڑوی کا کہنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ کے بعد یہ تینوں حضرات بھی اس اعلان کے سمت مخالف تھے۔ اور یہ کہ تینوں حضرات متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ یہ اس کا دھوکہ اور مغالطہ وہی ہے۔ اگرچہ اس کے حوالہ کے طور پر ارشاد الساری کتاب کا نام لیا گیا۔ لیکن اصل کتاب یہ نہیں۔ بلکہ فتح الباری ہے۔ کتاب مذکورہ میں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ابن حزم کی اس عبارت کی تردید کر رہے ہیں۔ جس میں ابن حزم نے چند ان صحابہ کرام کے نام گنوائے ہیں۔ جن کے بارے میں اس کا خیال یہ تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد یہ حضرات متعہ کی حلت کے قائل تھے۔ صاحب فتح الباری نے ان تمام دلائل و روایات کا ایک اجمالی جواب ذکر کیا۔ دیکھئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے وہ الفاظ کہ متعہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کی خلافت کے کچھ حصہ تک کیا۔ دروہ جابر عن جمیع الصحابہ، اس پر صاحب فتح الباری لکھتے ہیں۔ فان كان قوله فعلنا يعمر جميع الصحابة فقولہ شر لم تعد يعمر جميع الصحابة

فیکون اجماعاً۔ یعنی اگر حضرت جابر کا یہ کہنا کہ سب کرتے رہے۔ اس ”ہم سب“ سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں۔ تو پھر اس کے بعد ان کا یہ قول کہ ”پھر ہم نے دوبارہ یہ نہیں کیا“ سے مراد بھی تمام صحابہ کرام ہی ہوگا۔ جب تمام صحابہ کرام نے متفق کرنا چھوڑ دیا تو حرمت متعہ پر اجماع صحابہ ہو گیا۔ اولاً اگر اس سے مراد تمام نہ ہوں۔ تو پھر اس سے مراد صرف حضرت جابر کی اپنی ذات ہوگی۔ اور اس طریقہ سے تمام صحابہ کرام کا متعہ کرنا ثابت نہ ہوا۔ اسی لیے ابن حزم نے جب ”فعلنا“ سے مراد تمام صحابہ لیے تو ابن حجر نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ بہر حال اگر ”فعلنا“ سے مراد تمام صحابہ ہوں۔ تو ”لہ لعد“ سے بھی تمام مراد ہوں گے۔ اس طریقہ سے حرمت متعہ باجماع صحابہ ثابت ہوگی۔ اور اگر ”فعلنا“ سے مراد صرف حضرت جابر کی اپنی ذات ہے تو پھر تمام صحابہ کرام کو اس میں شامل کرنا زیادتی ہے۔ اس سے صرف یہ معلوم ہو گا۔ کہ حضرت جابر متعہ کے قائل تھے۔ لیکن پھر اس کی حرمت کے قائل ہو گئے تھے۔ یہ تھا حال اس روایت کا جو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی تھا۔ غلط فہمی کی بنا پر جاڑوی نے دوسروں کو بھی غلط فہمی کا شکار کرنا چاہا۔ اب آخر میں خالد بن مہاجر کے بارے میں حقیقت حال پیش قدمت کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے بارے میں بھی جاڑوی نے یہی تاثر دیا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع فرمانے کے باوجود یہ حضرت اس کی مخالفت پر ڈٹے رہے۔ اور اس کے ثبوت کے لیے سنن بیہقی کا حوالہ دیا گیا۔ اس میں بھی کذب بیانی سے کام لیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ کے بعد جناب خالد بن مہاجر کا ایسا ایک قول بھی جاڑوی نہیں دکھا سکتا جس میں اُس کا ”بنا ہونا بنا نا نا نظر آتا ہو“ سنن بیہقی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

بیہقی شریف:

قَالَ ابْنُ شَهَابٍ فَأَخْبَرَنِي خَالِدُ بْنُ مَهَاجِرٍ بِنِ سَيْفِ اللَّهِ

أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ رَجُلٍ جَاءَهُ رَجُلٌ فَاسْتَقْتَاهُ
 فِي الْمَتَعَةِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْانصَارِيُّ مَهْلًا
 قَالَ مَا هِيَ وَاللَّهِ لَقَدْ فَعَلْتُ فِي عِلْدِ إِمَامِ الْمُتَّقِينَ
 قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ إِنَّهَا كَانَتْ رُحْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ
 لِمَنْ يَبْطِئُ إِلَيْهَا كَالْمَيْتَةِ وَالذَّهْرُ وَالْحَمْرُ الْخَنْزِيرُ
 ثُمَّ أَحْكَمَ اللَّهُ الَّذِينَ وَنَلَّهَى عَنْهَا-

(بیہقی شریف جلد ۵ ص ۴۰۵ کتاب النکاح)

ترجمہ:

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے خالد بن مہاجر نے بتایا کہ وہ ایک مرتبہ بیٹھا
 ہوا تھا کہ ایک مرد آیا۔ اور اس نے اس سے متعہ کے بارے میں فتویٰ
 طلب کیا۔ اسے ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا۔ ٹھہرو۔ کہا۔ وہ کیا ہوتا ہے؟
 خدا کی قسم! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کیا ہے۔ ابن ابی
 عمرہ نے کہا۔ متعہ کرنا اول اسلام میں رخصت تھا۔ لیکن اس شخص کے لیے
 جو اس پر مجبور ہو جائے۔ جس طرح مجبور کے لیے مردار، خون اور خنزیر
 جائز ہو جاتے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے دین کو مضبوطی عطا فرمادی
 تو پھر اس متعہ سے منع کر دیا۔

توضیح

خالد بن مہاجر اگرچہ متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ لیکن انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے منع فرمانے کا چونکہ علم نہ تھا۔ اس لیے جب ابن عمرہ انصاری نے حقیقت حال
 کی وضاحت کی۔ اور متعہ کی ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی۔ تو اس

کو سن کر خالد بن مہاجر کے پاس کوئی دلیل نہ تھی۔ آپ نے اس پر خاموشی فرمائی۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے ہوتے ہوئے اپنے نظریہ سے رجوع فرمایا تھا۔ یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا اگر متعہ کی حرمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان فرمائیں۔ تو خالد بن مہاجر اسے تسلیم نہ کریں۔ اور ابن ابی عمرہ انصاری کہیں۔ تو اسے تسلیم کر لیں۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خالد بن مہاجر کے اقوال کا فرضی اختلاف پیش کر کے جاڑوی نے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔

ربیعہ بن امیہ

موطا امام مالک کے حوالہ سے حضرت عمر اور ربیعہ بن امیہ کی متعہ کے بارے میں جاڑوی نے مخالفت ذکر کی۔ جھوٹ اور فریب دہمی کی یہ بھی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ موطا میں اس اختلاف کا کوئی نام و نشان نہیں۔ بلکہ جو کچھ ربیعہ بن امیہ سے ہوا۔ وہ لاعلمی کی بنا پر تھا۔ اگر مقابلے یا مخالفت کے طور پر ہوتا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں رجم کر دیتے۔ سینے امام مالک موطا میں کیا فرماتے ہیں۔

موطا امام مالک

مالك عن ابن شهاب عن عروة زبیران خوله بنت حكيم دخلت على ابن الخطاب فسألت أن ربیعہ بن امیہ استمتع بامرأة فحملت منه فخرج عمر بن الخطاب فرعاً یجرد رداءه فقال هذه المتعة لو كنت تقدرت

فِيهَا الرَّجْمُ -

(موطا امام مالک ص ۷۰ نکاح متد مطبوعہ
میر محمد کراچی)

ترجمہ:

خوابت حکیم ایک دفعہ حضرت عمر بن الخطاب کے ہاں آئیں۔ اور ان سے پوچھا۔ کہ ربیعہ بن امیہ نے ایک عورت سے نکاح متد کیا۔ تو وہ عورت اس سے حاملہ ہو گئی۔ یہ سن کر حضرت عمر غصہ میں باہر تشریف لائے۔ اور آپ اپنی چادر گھسیٹ رہے تھے۔ پھر فرمایا۔ یہ متد ہے۔ اگر میں اس بارے میں پہلے سے اعلان کر چکا ہوتا۔ تو ربیعہ کو سنگسار کر دیتا۔

توضیح

موطا کی درج بالا عبارت واضح طور پر یہ اعلان کر رہی ہے۔ کہ ربیعہ بن امیہ کا واقعہ داصل متد کی حرمت سے لاعلمی کی بنا پر وقوع پذیر ہوا۔ جب انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس اعلان کا علم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم فتح مکہ کو اس سے منع کر دیا تھا۔ تو انہوں نے اس کی مخالفت نہ کی۔ اسی بنا پر جناب فاروق اعظم نے ربیعہ کو رجم نہ کرایا۔ اب اس وضاحت کے ہوتے ہوئے ان دونوں حضرات کے مابین فرضی مخالفت ثابت کرنا ظلم ہے۔

نوٹ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متد کی ممانعت کا اعلان یوم فتح مکہ کو فرمادیا تھا۔ بعد میں جب ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم کا دور خلافت آیا تو ان دونوں خلفاء کو اغیار

کی سازشوں اور جہاد میں مصروفیات کی بنا پر اس کا موقع نہ مل سکا۔ کہ وہ اپنے اپنے دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کو شہرت دیتے۔ اس لیے بہت سے افراد اس کی ممانعت سے بے خبر تھے۔ بعد میں حضرت فاروق اعظم نے اعلان عام فرمایا۔ تاکہ کسی کے لیے کوئی حجت نہ رہے۔ اسی بنا پر انہوں نے ربیعہ کو بوجہ لاعلمی جرم کی سزا نہ دی۔ اور علم ہو جانے کے بعد ربیعہ نے پھر اس قسم کی حرکت نہ کی۔ ایک طرف جاڑوسی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت عمر کے اعلان کے خلاف صحابہ کرام کی بہت سی شخصیات میدان میں اتر آئیں۔ اور دوسری طرف اس نے یہ منطقی اپنائی۔ کہ دو صحابہ کرام اگرچہ متعہ کے بارے میں یہ سمجھتے تھے کہ یہ جائز ہے۔ لیکن حضرت عمر کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے۔ جیسا کہ حسی علی خیر العمل اور تدوین قرآن ایسی باتوں پر صحابہ کرام نے مخالفت نہ کی۔ حالانکہ یہ ان کے نزدیک ناجائز تھے۔“

ایک طرف کھلی مخالفت اور دوسری طرف ڈر کے مارے چپ سادھے ہوئے۔ کیا یہ صحابہ کرام کی عظمت بیان ہو رہی ہے؟ چلو مان لیتے ہیں۔ کہ عمر بن الخطاب کا ڈر تھا۔ لیکن جب عمر فاروق کا انتقال ہو گیا۔ عثمان عنی کا دور سازشوں کی زد میں تھا۔ اور علی المرتضیٰ خلیفہ چہارم بن کر مستند خلافت پر متمکن ہوئے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ حتیٰ کہ ائمہ اثناعشر نے اپنے اپنے دور میں اس کا رواج جائز کیوں نہ قرار دیا۔ اب عمر بن الخطاب تو نہ تھے۔ پھر کس کا ڈر تھا۔ کوئی شیعہ یہ ثابت کرنے کی جرات کر سکتا ہے۔ کہ ان کے بارہ اماموں میں سے کتنے وہ ہیں جنہوں نے متعہ پر عمل کیا۔ جب ان کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ متعہ کے بغیر ایمان نہیں۔ تو پھر اس کا اپنا ناہت ضروری تھا۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ سے منع فرمایا۔ اس میں

ان کا اپنا ذاتی مفاد کیا تھا جنہ کا اجراء خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کے منع کرنے سے حضرت عمر کو کیا ملا؟ اگر کوئی صاحب عقل و خرد غور کرے۔ تو اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خواہش پرست نہ تھے اور اس عمل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نفسانی خواہشات نہ اپنے لیے پسند کرتے تھے۔ اور نہ ہی اپنے دوسرے مسلمان بہن بھائیوں کے لیے پسند فرماتے تھے۔ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان **دِدِ الشَّيْطَانِ يَفْتِنُ مَنْ ظَلَّ عَمَدًا**، کا یہ عملی نمونہ تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے اول آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا تحفظ کیا ہے۔ ذاتی اغراض و مقاصد پیش نظر نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین ثم امین

دھوکہ

— اور —

کذب بیانی

حرمت متعہ کی روایات باہم متضاد ہیں

جواز متعہ: نظریہ ابن حجر۔

اب آئیے اور حضرت عمر کے روکنے اور صحابہ کرام کے خاموش رہنے کا سبب جو ابن حجر نے بیان کیا ہے۔ کہ صحابی کی خاموشی ان کی رضا اور موافقت کے علاوہ حکم رسول پر دلالت کرتی ہے۔ اس کا جائزہ لیں کہ یہ نظریہ کہاں تک درست ہے

جہاں تک سکوت صحابہ کا تعلق ہے۔ وہ تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ صحابہ نے قاموشی نہیں کی بلکہ بانگِ دہل مخالفت کرتے رہے ہیں۔ البتہ ارشاد الساری جلد ۱ ص ۷۷ میں حرمت متعہ کے لیے تین روایات پیش کی گئی ہیں۔ ایک روایت ابو ہریرہ سے ہے اور وہ عبداللہ بن عمر سے ہے۔

جہاں تک ابو ہریرہ کی روایت کا تعلق ہے۔ صاحب ارشاد الساری نے ابو ہریرہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد خود اس حدیث پر یوں تبصرہ کیا ہے۔

ان فی حدیث ابی ہریرۃ متالا فانہ من روایۃ موئل
ابن اسماعیل عن عکرمہ ابن عمار و فی
کل منہا مقال

ترجمہ :

ابو ہریرہ کی حدیث سلسلہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں موئل بن اسماعیل اور عکرمہ بن عمار ہیں۔ اور یہ دونوں مجروح ہیں۔ اب اُیمن اور عبداللہ ابن عمر کی دو احادیث دیکھیں۔ ان کی عبارت کچھ یوں ہے۔

لما ولی عمر خطب فقال ان رسول اللہ اذن لنا
فی المتعہ۔

جب عمر حکمران بنا تو اس نے دورانِ خطبہ کہا۔ کہ سرورِ کونین نے ہمیں

تین بار متعہ کی اجازت دی تھی۔ لیکن پھر اسے حرام قرار دے دیا۔ ان احادیث کے سلسلہ سے قطع نظر اصل حدیث کو دیکھیں۔ عبداللہ بن عمر سرور کونین سے حدیث نقل نہیں کر رہا۔ حضرت عمر حکم ان بنتے ہیں۔ تو دوران خطبہ فرماتے ہیں۔ کہ سرور کونین نے اجازت متعہ دینے کے بعد متعہ سے منع فرمادیا تھا۔ علاوہ ازیں سابقا مسند احمد حنبلی جلد دوم ص ۹۵ پر یہی عبداللہ بن عمر جواز متعہ کی حدیث نقل کرتا ہے۔ جو گزر چکی ہے۔ جس میں عبداللہ بن عمر وضاحت سے بتاتے ہیں۔ کہ سرور کونین کے زمانہ میں متعہ ہوتا رہا ہے۔ کیا عبداللہ بن عمر کے کلام میں تضاد نہیں ہے؟ کیا حدیث کو عبداللہ بن عمر نے اپنے باپ سے منسوب کیا؟ اور کیا عبداللہ بن عمر کی جواز متعہ کی احادیث کے مستند روای حرمیت متعہ کے ضعیف راویوں پر غالب نہیں رہیں گے۔؟

(جواز متعہ ص ۶۹)

جواب:-

نظریہ ابن حجر کے تحت جو کچھ جاڑوی نے کہا۔ اس کا خلاصہ تین امور ہیں۔

اول:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمیت متعہ پر صحابہ کرام کی خاموشی دراصل حکم رسول کی موافقت ہے۔ کہ متعہ جائز ہی ہے۔

دوم: حرمیت متعہ کی تین ہی روایات ہیں۔ ان میں سے روایت ابو ہریرہ مرفوع ہے۔ کیونکہ وہ عبداللہ بن عمر سے مروی ہے۔

سوم: عبداللہ بن عمر کی روایات میں تضاد ہے۔ اور حرمیت متعہ کی روایات بمقابلہ جواز متعہ ضعیف ہیں۔

اول: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمیت متعہ پر صحابہ کی خاموشی خود جاڑوی کی اپنی تحریر اس کا منہ چڑھاتی ہے۔ گزشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

کہ بقول جاڑوی اعلانِ عمر کے وقت پر اور اس کے بعد عظیم صحابہ کرام نے اس کی مخالفت کی۔ اور پھر ان کے نام بھی جاڑوی نے گوائے۔ اب یہاں اوروں کے ساتھ نہیں بھی "غاموش" بنا لیا گیا۔ یہ تو تھا ایک پہلو کہ جس سے جاڑوی کی بدحواسی ٹپک رہی ہے۔ دوسرا پہلو یہ کہ حضرات صحابہ کرام نے مخالفت کی بجائے موافقت میں اپنا تاثر بھی کر دیا۔ اور ایک حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا وہ قول بطور حجت کافی ہے جس میں آپ نے تمام صحابہ کرام کی کیفیت بیان فرمائی۔ فرمایا۔ اعلانِ حرمتِ متعہ کے بعد "فَلَمْ نَعُدْهَا" ہم نے پھر اس (متعہ) کا اعادہ نہ کیا۔ کیا یہ غاموشی ہے؟

دوم: "حرمتِ متعہ پر روایت ابو ہریرہ سنتِ مجروح ہے،" فتح الباری سے جو یہ اقتباس پیش کیا گیا۔ جاڑوی نے اس کا پس منظر بیان نہ کر کے تالیف و تصنیف میں بددیانتی کا ارتکاب کیا۔ صاحبِ فتح الباری بحث یہ کر رہے۔ کہ حرمتِ متعہ کی روایات کے مقامات مختلف ہیں۔ یعنی یہ اعلانِ خیر کے دن ہوا، فتح مکہ کے دن، طاؤس کے دن، تبوک یا حجة الوداع کے دن۔ سفر تبوک کے دوران جن روایات سے حرمتِ متعہ ثابت ہوتی ہے۔ وہ یمن ہیں۔ جن میں ایک روایت حضرت ابو ہریرہ کی ہے۔ یعنی ابن حجر بیان یہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حرمتِ متعہ کا اعلان دوم مرتبہ ہوا۔ ایک اس وقت جبکہ یومِ خیر تھا۔ یہ اعلان اس بنا پر کیا گیا۔ کہ دورِ جاہلیت میں لوگ متعہ کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاہلی فعل کو ممنوع فرمادیا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر صرف تین دن کے لیے اس کی اباحت کر دی گئی۔ پھر آپ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس سے منع فرمادیا۔ اس بحث کے بعد ابن حجر تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ وہ روایات جن میں سفر تبوک کے دوران متعہ کی حرمت ملتی ہے۔ وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ یعنی ان روایات کو حرمتِ متعہ پر پیش کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ حرمت بعد میں اٹھالی گئی۔ اور پھر دائمی حرمت کا اعلان فتح مکہ ہوا۔ جس کے بعد دوبارہ متعہ کی اجازت نہ دی گئی۔

اب اس حقیقت کو سامنے رکھ کر ادرادھر جاڑوی کی تحقیق سے اس کا موازنہ کیا جائے۔ تو بات صاف صاف نظر آئے گی۔ کہ ابن حجر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ حرمتِ متعہ کو یومِ فتح مکہ کو ہوئی۔ سفر تبوک کی روایات ناقص ہیں۔ تین روایات پر جرح کر رہے ہیں لیکن جاڑوی اینڈ کمپنی ان تین روایات کی جرح تو پیش کر رہا ہے۔ یہ نہیں بتا رہا کہ ابن حجر نے یہ جرح کیوں کی۔ چلئے مان لیا۔ کہ مذکورہ تین روایات جن میں سے ایک روایت ابو ہریرہ کی بھی ہے۔ مجروح ہیں۔ لیکن وہ روایات جو حرمتِ متعہ کو یومِ فتح مکہ سے ثابت کرتی ہیں۔ ان کے بارے میں جاڑوی کا کیا خیال ہے؟ فتح الباری کی عبارت اور پھر اس کا مطلب اپنے حق میں ہموار کرنے کے لیے جاڑوی نے کیا کیا جن کیے۔ اُیے فتح الباری کی عبارت دیکھیں۔ کہ وہ جاڑوی کا کس طرح منہ چڑاتی ہے۔

فتح الباری

والمشهور في تحريمها ان ذلك كان في غزوة الفتح كما اخرجہ المسلمون من حديث الربيع بن ثمره..... فاما رواية التبوک اخرجها اسحاق بن راهويه وابن حبان من طريقته من حديث ابي هريره الخ-

(فتح الباری جلد ۵ ص ۱۳۸)

ترجمہ:

متعہ کی تحریم کے متعلق مشہور یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن کے ہوئی۔ جیسا کہ امام سلم نے ربیع بن ثمرہ کی حدیث، بیان کی۔..... لیکن وہ روایات

کہ جن سے حرمت متعہ یوم تبوک کو ثابت ہوئی ہے۔ جن کا اخراج اسحاق بن راہویہ اور ابن جہان نے کہا۔ اور حدیث ابو ہریرہ اس پر پیش کی۔ یہ غیر مشہور ہے۔ سوہرہ: حضرت عبداللہ بن عمر کی احادیث میں تضاد۔ جاڑوی کو تو دو تضاد، کی تعریف کا ہی علم نہیں۔ اسے کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر کی احادیث میں اس لفظ کا استعمال کرے۔ حضرت ابن عمر کی وہ دونوں احادیث پیش خدمت ہیں۔ ان میں تضاد تلاش کیجئے۔

- ۱۔ حضرت عمر نے دورانِ خطبہ کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک کے لیے متعہ کی اجازت دی تھی۔ اس کے بعد اپنے اس سے منع فرمادیا۔
- ۲۔ بحوالہ مستند امام احمد بن حنبل، حضرت عبداللہ بن عمر نے متعہ کو جائز قرار دیا۔

روایت اولیٰ اور ثانیہ میں ایک بات متفق علیہ ہے۔ وہ یہ کہ متعہ جائز تھا۔ پہلی روایت میں اس کی اجازت تین دن تک مخصوص ذکر کی گئی ہے۔ اور دوسری روایت میں جواز متعہ کی روایت علی الاطلاق ہے۔ اس حد تک دونوں روایتوں میں اتفاق ہے۔ لیکن پہلی روایت میں تین دن کے بعد حرمت کا ذکر ہے دوسری میں نہیں۔ لیکن حرمت متعہ کا حکم دوسری روایت کے خلاف نہیں۔ خلاف تب ہوتا۔ کہ اس میں یہ بیان کیا جاتا۔ کہ متعہ کا جواز تین دن کے بعد منسوخ نہیں ہوا۔ جاڑوی کو یہ فرق نظر آیا۔ اور تضاد کی بھینس کو اندھے کی لالچی سے ہانکنا شروع کر دیا۔

علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جس متعہ کے جواز کے قائل ہیں وہ متعہ النساء ہے ہی نہیں۔ (اس کی ہم تحقیق پیش کر چکے ہیں) بلکہ اس سے مراد متعہ الحج ہے اب یہ کس قدر ستم ظریفی ہے۔ کہ ایک روایت میں متعہ النساء کی

تین دن تک اباحت اور پھر بدی حرمت کا ذکر اور دوسری روایت میں متعہ الحج کے جواز کا مسئلہ، ان دونوں کو باہم تضاد بنایا گیا۔ کیا تضاد کے لیے ایک ہی چیز کا متعین ہونا ضروری نہیں۔ اگر جاڑوی کے نزدیک تضاد یہی ہے۔ کہ دو مختلف چیزیں دو مختلف حکم رکھیں۔ تو پھر اتفاق کہاں ہوگا؟ آخر میں یہ دعویٰ جڑا گیا۔ کہ روایات جواز متعہ مضبوط ہیں۔ اور حرمت والی ضعیف۔ ہمارا چیلنج ہے۔ کہ جاڑوی اینڈ کپیتی کوئی ایک ایسی روایت پیش کر دیں۔ جس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح مکہ کے دن متعہ النساء کے حرام ہونے کا اعلان فرمایا۔ تو اس کے بعد متعہ النساء کے جواز کا بھی ارشاد فرمایا۔ منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔

مختصر یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جواز متعہ کی روایات مقبول ہیں۔ لیکن یہ جواز قبل تحریم کی ہیں۔ دائمی جواز کی ایک روایت بھی ان سے مروی نہیں۔

لہذا ضعیف و قوی کہنے کو تو جاڑوی نے کہہ دیا۔ لیکن اس کا ثابِت کرنا اس کے لیے بلکہ اس کی تمام "امت شیعیت" کے لیے مشکل ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

کھوکھوہ ۲

اور

حاصل مطالعہ

جواز متعہ

ما قبلہ بیان سے جو حقیقت ثابت اور واضح ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ (۱) جواز متعہ احکام شریعہ میں سے ہے۔ (۲) قرآن کریم سے جواز متعہ ثابت ہے (۳) سرور کونین سے جواز متعہ ثابت ہے (۴) سرور کونین سے متعہ کی حرمت ثابت نہیں (۵) صحابہ کی اکثریت زمانہ رسالت میں عملاً متعہ پر عمل کرتی رہی۔ صحابہ کی واضح اکثریت تا دم آخر جواز متعہ کی قائل رہی (۶) متعہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے ابتدائی دور میں ہوتا رہا (۷) حضرت عمر نے اپنے زمانہ حکومت میں متعہ پر سختی سے پابندی عائد کی (۸) بعض صحابہ نے حضرت عمر کے دورہ کے ڈر سے چپ سا دھلی (۹) جلیل القدر صحابہ نے حضرت عمر کی پروا نہ کرتے ہوئے کھلے عام مخالفت کی بعد کے فقہائے اہل سنت کی دو قسم ہو گئیں۔ کچھ متعہ کو جائز قرار دیتے رہے۔ اور کچھ متعہ کو حرام اور غیر شرعی کہتے رہے (۱۰) متعہ کو حرام کہنے والے علماء نے حضرت عمر کی تحریم کو سامنے رکھ کر آیات قرآن کی مختلف تاویلیں کیں۔ اور حضرت عمر کی تحریم کو درست ثابت کرنے کی خاطر مقام مصطفیٰ تک کا خیال نہ کیا (۱۱) حتیٰ کہ توشیحی جیسے علم کلام کے مسلم علماء نے حضرت عمر اور سرور کونین دونوں کو اجتہاد کی ایک لڑی میں پرو دیا۔ اور انتہائی بے باکی سے کہہ دیا۔ کہ اجتہاد عمر اجتہاد رسول

سے متصادم ہو گیا۔ (۱۲) متعہ کو جائز قرار دینے والوں نے قرآن حکیم اور رسول کریم کے اصل جواز کو سامنے رکھا۔ اور حضرت عمر کی تحریم متعہ کی پروا نہ کی (۱۳) حضرت عمر کو امتی اور سرور کونین کو ذات احدیت کا نمائندہ سمجھا۔ سرور کونین کو مجتہد نہیں بلکہ شامع اور حضرت عمر کو دوسرے صحابہ کی طرح کا ایک صحابی سمجھا۔ حضرت عمر کی رائے کو دیگر افراد امت میں سے ایک فرد کی ذاتی رائے قرار دے کر قابل اعتماد نہیں سمجھا۔ (۱۴) یہی نظریہ ائمہ اہل بیت اور شیعیان علی بن ابی طالب کا ہے۔ حتیٰ کہ شیعیان اہل بیت میں گزشتہ چودہ صدیوں میں ایک بھی اسی نظریہ کا مخالفت نہیں ہوا۔ آخر میں مناسب ہو گا۔ اگر علماء امامیہ میں سے شیخ مفید کی مختارات شیخ مفید سے اثبات متعہ پر ایک مناظرہ لکھ دیں۔ تاکہ قارئین کو امام کی بصیرت میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ تفریح طبع ہو جائے۔ (جواز متعہ ص ۷۱، ۷۲)

جواب بالترتیب

- ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یوم فتح کو متعہ کی حرمت کا اعلان فرما دیا۔ تو اب جواز نہیں بلکہ حرمت متعہ احکام شرعیہ میں سے ہے۔
- ۲۔ جس آیت قرآنیہ سے جواز متعہ ثابت کیا جاتا ہے۔ اولاً وہ آیت نکاح دائمی کے لیے اتری نہ کی میعادی نکاح کے لیے، دوم اگر میعادی نکاح کے لیے تھی تو پھر اس کے حکم کو نسخ کر دیا گیا۔
- ۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اگرچہ متعہ کی اجازت ثابت ہے۔ لیکن صرف تین دن تک کے لیے تھی۔ بعد میں اسے ممنوع فرما دیا۔
- ۴۔ مستند و مرفوع احادیث صحیحہ سے متعہ کی حرمت ثابت ہے۔ لیکن صرف تین دن تک کے لیے تھی۔ بعد میں اسے قرآن کریم نے نسخ فرما دیا۔ تو اصل

حرمت پھر سے موجود ہوگئی۔

۵۔ باہر مجبوری تین دن کے لیے متعہ کی اجازت اور وہ بھی اُن صحابہ کرام کے لیے جو آپ کے ساتھ غزوة میں تھے۔ صحابہ کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار سے متجاوز تھی ان میں سے اکثریت کے بارے میں قول کرنا تو بہت آسان ہے۔ لیکن ہم چیلنج کرتے ہیں۔ کہ جاڑوی وغیرہ تمام اصاغر و اکابر پچاس صحابہ کرام کے اسماء گرامی ہی گنوادیں۔ جنہوں نے فتح مکہ کے وقت متعہ کی وقتی حلت اور پھر حرمت کے بعد اس سے فائدہ اٹھایا ہو۔ بلکہ جاڑوی تو اپنے ہم مسکوں کی اکثریت بھی نہیں کھا سکتا۔ کہ جنہوں نے اس ”شریعتِ عمل“ کو گلے لگایا ہو۔

۶۔ فتح مکہ کے دن حرمتِ متعہ کا اعلان ہوا۔ بعد میں دو راہِ ابو بکر اور عمر کے ابتدائی دور میں چونکہ سازشوں اور فتنوں نے سراٹھا رکھا تھا۔ اس لیے اس اعلان کی تشبیہ اور اس پر سختی سے عمل کرانے کا موقع نہ مل سکا۔ جس کی وجہ سے کچھ لوگ اس کی حرمت کا علم نہ ہونے کی بنا پر اس میں مصروف رہے۔ حالات سازگار ہونے پر حضرت عمر نے اس پر سختی سے عمل کروایا۔

۷۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از خود اپنی طرف سے متعہ کی حرمت نہیں فرمائی۔ بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احادیث کے پیش نظر ایسا کیا۔ اسی لیے آپ نے اعلان میں یہ بھی فرمایا۔ کہ جو از متعہ پر چار گواہ پیش کر دو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد اس کی حرمت کو ختم فرما کر اباحت فرمائی تھی۔

۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دَوْرہ ٹھیک سے بہت کارگر تھا۔ لیکن کس کے لیے؟ حضرت صحابہ کرام نے ”لَعْنَةُ الْعَدُوِّ“ کہا۔ کہ حرمتِ متعہ پر اجماع کر لیا۔ اب انہیں کس دَرے کا ڈر تھا۔ پھر یہ بھی کہ اگر ایک بڑھیا کھڑی ہو کہ حضرت عمر کو ٹوک

سکتی ہے جس کا ذکر کتب اہل تشیع میں بھی موجود ہے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ نے جنہیں ”عادل“ فرمایا۔ ان کے دُرسے سے ڈرنے کا کیا مطلب؟ صحابہ کرام کوئی ”شعیبہ“ تھوڑے ہی تھے۔ کہ ”تقیہ“ کر لیتے۔ انہوں نے خاموشی اختیار نہیں کی۔ بلکہ بیانگ دہل حضرت عمر کا ساتھ دیا تھا۔

۹۔ جلیل القدر صحابہ کرام نے مخالفت نہیں بلکہ موافقت کی۔ جس کی دلیل حضرت جابر کا یہ جملہ ہے۔ ”ہم نے متعہ کو دوبارہ نہیں اپنایا، اور یہ بات کہ اہل سنت کی دو قسمیں ہو گئیں۔ ایک جواز کی قائل اور دوسری حرمت کی تو یہ بھی کذب ہے۔ اس سے مراد امام مالک کی ذات ہے۔ کہ وہ جواز متعہ کے قائل تھے۔ لیکن موطا امام مالک میں حرمت متعہ کی روایات موجود ہوتے ہوئے یہ کہنا بھی غلط ہے۔ ۱۰۔ تاویلوں کی ضرورت تب پڑتی ہے۔ جب قرآن کریم اور احادیث مصطفیٰ سامنے نہ ہوں۔ جب آیات ناسخ اور صریح احادیث موجود ہیں۔ تو پھر تاویل کی کیا

ضرورت؟

۱۱۔ تو شیخی ہمارا نہیں تمہارا بزرگ ہے۔ اور اسی لیے اس نے تمہاری طرح بھروسے کی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت کو داغدار کرنے کے لیے اس نے یہ منطقی و فلسفہ جھاڑا ہے۔

۱۲۔ کیا جواز متعہ والوں نے قرآن کے اصل جواز اور رسول اللہ کے اصل ارشاد کو سامنے رکھا؟ وہ ہیں کون؟ جاڑوسی اینڈ ٹیکنی ہی جواز کی شائق ہے جبکہ تمہارے نزدیک روایات صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے کہ موجود قرآن، محرف اور غیر کامل ہے۔ پھر کس شوخی پر ”قرآن کے اصل جواز“ کو پیش کیا جا رہا ہے۔ ہاں وہ آیات جو اکتیس سے چالیس تک کے کسی سپارے میں ہوں۔ وہ پیش کر دو۔ تو شائد بات بن جائے۔ رہی دوسری اصل یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

امادیت، تو اس سے بھی تمہارا دامن خالی ہے۔ ادھر ادھر سے گھڑ کر صحاح اربعہ بنائیں۔ اور ائمہ اہل بیت کے نام سے دکان چمکائی۔ ائمہ اہل بیت نے اسی لیے فرما دیا تھا۔ کہ خیر دار! ہماری طرف سے پیش کردہ ہر بات کو ہماری بات نہ سمجھنا۔ ہاں اگر قرآن و سنت مصطفیٰ سے مطابقت رکھے تو ٹھیک ورنہ پھینک دینا۔ کیونکہ کسی کی سازش ہوگی۔

۱۳۔ حضرت عمر واقعی حضور کے امتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے محبوب خلیفہ اور نمائندہ ہیں۔ ہمیں اس سے کب انکار کرے۔ اگر انکار کیا تو تمہارے ملاں جی توشیحی نے کیا۔ اب سنایا نہیں جا رہا ہے۔ ٹھیک ہے الشاچور کو تو ال کوٹھانٹے۔

۱۴۔ ائمہ اہل بیت کا نظریہ اور شیعیان علی کا پسندیدہ درمقہ، ہے۔ جہاں تک اول الذکر کا دعویٰ ہے۔ تو اس پر کوئی ایک مستند حوالہ کہ کسی امام نے خود یا اپنے فرزند کو اس کا شوق دلایا ہو۔ رہا موخرالذکر لوگوں کا معاملہ تو ان کے لیے تو نفس پرستی اور خواہش برآری کے سامان چاہئیں۔ لیکن بدقسمتی سے شام، لبنان اور عراق کے ”شیعیان علی“ بڑے بے وفا اور کم ہمت نکلے۔ کہ انہوں نے اپنے ائمہ کے نظریہ کو اپنے گھروں میں داخل نہ ہونے دیا۔ بلکہ ایسا کرنے والوں کو بے شرم، کہا۔

شرم تم کو مگر نہیں آئی۔

کھوکھ

— اور —

کذب بیانی ۲۲

مناظرہ شیخ مفید برائے متعہ ابن لؤلؤ کے ساتھ

جواز متعہ:

ابن لؤلؤ نے شیخ مفید سے سوال کیا۔ ثبوت متعہ پر آپ لوگوں کے پاس کیا دلیل ہے
 شیخ مفید نے جواب دیا۔ ہمارے پاس قرآن کی یہ آیت ہے۔ احل لكم ما وراہ
 ذالکمر ان تلبغوا یا موالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم
 بہ منہن فاتوہن اجورہن فریضۃ ولا جناح علیکم فیما
 تراصیتم بہ من بعد القریضۃ ان اللہ کان علیما حکیم۔
 علاوہ ازیں تمہارے لیے سب کچھ حلال ہے۔ اگر تم اپنے مال کے ذریعہ بدکاری
 سے ہٹ کر شرافت کے ساتھ وطنی کرنا چاہو چنانچہ جن عورتوں سے متعہ کرو
 انہیں ان کی اجرت واجباً ادا کر دو۔ اور باہمی رضامندی کے بعد اگر کچھ کمی بیشی
 مدت اور اجرت) کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔ اللہ علیم و حکیم ہے۔ ذات احدیت
 نے واضح الفاظ سے نکاح متعہ کا شرائط و اوصاف کے ساتھ ذکر فرمایا۔ مثلاً اجرت

باہمی رضامندی، اجرت اور مدت میں بعد از عقد کمی یا بیشی کا افتیاء وغیرہ... ابن لوہو نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ یہ آیت منسوخ ہے۔ اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے۔

والذین ہم لہم فانیہم غیر ملومین فمن ابتغى وراء ذلك
فاولئك هم العادون۔

اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں اور کینیزوں کے کسی طرف نہیں دیکھتے وہ قابلِ مذمت نہیں۔ علاوہ ازیں جو بھی نتجاوز کرے گا۔ تو وہ نافرمانوں میں شمار ہوگا۔ شیخ مفید نے ابن لوہو کی دلیل کا رد کرتے ہوئے کہا۔ جہاں تک یہ سمجھتا ہوں۔ تو وجوہ کی بنا پر آپ کو اشتباہ ہوا۔ کہ آیت متعہ کی، ناسخ ہے۔

وجہ اول:

آیت میں ازواج کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اور آپ نے اپنے ذاتی مفروضہ کی بنا پر متعہ والی عورت کو زوجہ شمار نہیں کیا۔ حالانکہ اثباتِ متعہ کے قائل متعہ والی عورت کو نہ صرف زوجہ مانتے ہیں۔ بلکہ متعہ والی عورت کی زوجیت کو بھی ثابت کرتے ہیں

وجہ دوم:

شائد اپنے خیال نہیں فرمایا۔ اور ممکن ہے کہ جامعین قرآن کو بھی اس بات کا خیال نہ رہا ہو۔ کہ ناسخ اس آیت کو کہا جاتا ہے۔ جو بعد میں آئے۔ اور منسوخ اس کو کہتے ہیں۔ جو پہلے اچھی ہو۔ جبکہ زیر بحث مسئلہ میں آپ اگر غور فرمائیں تو

معاظ برعکس نظر آئے گا۔ جو آپ نے آیت پیش کی ہے۔ وہ سورہ مومن سے ہے۔ یہ قرآن پڑھنے والا جانتا ہے۔ کہ سورہ مومن کو جامعین قرآن نے مکی سورتوں کے ذیل میں شمار کیا ہے۔ اور یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔ کہ مکی سورتیں نزول کے اعتبار سے پہلے نازل ہوئیں ہیں۔ جب کہ آیت متعہ سورہ نساء میں ہے۔ اور سورہ نساء کو جامعین قرآن نے مدنی سورتوں کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مدنی سورتیں وقت نزول میں مکی سورتوں کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ اب بھلا آپ بتائیں۔ کہ مدنی حکم کا نسخ مکی ہو سکتا ہے۔ اگر آیت متعہ مکی ہوتی۔ اور آیت ازواج مدنی ہوتی تو پھر آپ کہہ سکتے تھے۔ کہ آیت متعہ منسوخ ہے۔ اور آیت ازواج نسخ ہے۔ (جواز متعہ تصنیف اشیر جلد اولیٰ فاضل تم)

جواب امر اول

”عورت متمتعہ“ ازواج“ میں داخل ہے۔ اور اس کی زوجیت بھی ثابت ہے۔ کہنے کو تو بات بڑی آسان ہے۔ اور بزم خود بہت بڑا اعتراض ہے۔ لیکن اس دعویٰ پر دلائل کا مطالبہ کرنا ابن لؤلؤ کا حق بنتا ہے۔ جلد تمہارے کہنے کے مطابق مان لیتے ہیں۔ کہ ابن لؤلؤ نے مطالبہ نہ کیا۔ اور تم نے اپنی طرف سے ڈگری جاری کر دی لیکن اب ان کی طرف سے ہمارا مطالبہ ہے۔ کہ جاڑوی وغیرہ اس دعویٰ پر دلائل پیش کریں۔ تاکہ سنی علماء کو تسلی ہو جائے۔ اس کے برعکس ابن لؤلؤ کی تائید میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ چند وجوہ کی بنا پر عورت متمتعہ“ ازواج“ میں داخل نہیں ہو سکتی۔

۱۔ منکوحہ مدخولہ کو طلاق طے پر عدت گزارنا قرآن سے ثابت ہے۔ لیکن

متمتعہ کے ساتھ عیسیٰ کی صورت میں عدت کی کوئی ہر دورت نہیں۔

۲۔ منکوحہ کے ساتھ اس کا خاوند ایلاہ کرنا چاہیے۔ تو ہو سکتا ہے۔ متمتعہ کے ساتھ نہیں۔

- ۲۔ منکوحہ کے ساتھ اظہار بھی ہو سکتا ہے۔ متمتعہ کے ساتھ نہیں۔
- ۳۔ منکوحہ کے وطی کرنے والا دو محسن، کہلائے گا۔ متمتعہ کے ساتھ ہم بستری سے دو احسان، ثنابت نہیں ہوتا۔
- ۵۔ نکاح دائمی میں عورت کی رہائش، نان و نفقہ وغیرہ کا ذمہ دار مرد ہوتا ہے نکاح میعادی میں ان میں سے کسی کی ذمہ داری مرد پر نہیں ہوتی۔
- ۶۔ خاندان اور بیوی کے مابین اگر عصمت فروشی یا بدکاری کا الزام آجائے۔ تو تقاضی لگانے کو لائے گا۔ نکاح متمتعہ میں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔
- ۷۔ میاں بیوی میں سے کسی کے انتقال کی صورت میں دوسرا اس کا لازماً وارث ہوگا۔ نکاح متمتعہ میں تو وارث نہیں۔
- ۸۔ نکاح دائمی میں تو والد و تناسل ہوتا ہے۔ متمتعہ میں صرف نفس کی خواہش پورا کرنا ہے۔
- ۹۔ منکوحہ دائمی ان عورتوں میں سے ہر ایک ہوتی ہے۔ جن کو چار تک زوجیت میں لایا جا سکتا ہے۔ یعنی چار عورتوں سے زائد بیک وقت نکاح میں نہیں آسکتیں۔ لیکن عورت متمتعہ ان میں داخل نہیں۔ (بحوالہ فروع کافی جلد ۲ نمبر ص ۲۵)
- متمتعہ محض لونڈی کی حیثیت والی ہے۔ چاہے ایک ہزار ہو جائیں۔
- ۱۰۔ بیوی یا منکوحہ کا از روئے عرف اطلاق اس عورت پر ہوتا ہے۔ جو دائمی نکاح میں ہو۔ اور میعادی نکاح والی کو اہل بیت نے "مستاجرہ" کہا ہے
- (فروع کافی جلد ۲ ص ۲۵۱)

چیلنج

شیخ مفید نے عورت متمتعہ کو "ازواج" میں داخل کیا۔ اور جاڑوی نے اس

مناظرہ پر بغلیں سجائیں۔ اب مفید تو ”غیر مفید“ ہو گیا۔ اس لیے اُس سے مطالبہ نہیں ہاں جاڑوی اینڈ کمپنی سے ہمارا یہ مطالبہ ہے۔ کہ مذکورہ دس امور جو منکوحہ کے لیے ہم نے بیان کیے۔ متمتعہ کے لیے ان کا ثبوت کہیں سے پیش کر دو۔ اور پچاس ہزار کا انعام پاؤ۔

جواب امر دوہ

آیت متعہ مدنی سورت میں ہے۔ اور اس کی ناسخ منکوحہ ہے۔ لہذا بعد میں اترنے والی منسوخ نہیں ہو سکتی الخ۔ ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ دلیل اور وجہ شیخ مفید نے بیان نہیں کی ہوگی جاڑوی نے اپنی دکان چمکانے کے لیے اس کا نام استعمال کیا ہے۔ اور اگر شیخ مفید کی ہی تسلیم کر لی جائے یا جاڑوی کی خود ساختہ۔ تو حیرت اس امر پر ہے۔ کہ ایسی کچی اور گٹی گزری باتوں پر ”مناظرہ“ کی فتح کا ڈھول پیٹا جا رہا ہے۔ مکی اور مدنی سورتوں کی تعریف کیا ہے؟ علماء نے اس کی تین صورتیں پیش کی ہیں۔

۱ قول: ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہونے والی مکی اور اس کے بعد اترنے والی مدنی ہیں۔
 ۲ ۹۰: جن میں اہل مکہ سے خطاب وہ مکی اور جن میں اہل مدینہ مخاطب وہ مدنی ہیں۔
 ۳ سوم: جو مکہ میں نازل ہوئیں چاہے ہجرت سے پہلے یا بعد وہ مکی اور جو ایسی نہیں وہ مدنی ہیں۔

ان تینوں تعریفوں میں سے زیادہ مشہور آخری لڑ کر ہے۔ گزشتہ اوراق میں ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ کہ متمتعہ کی حرمت فتح مکہ کے دن ہوئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوئی اس لیے صاحب تفسیر روح المعانی نے لکھا ہے۔ ”والذین ہم لفر وجہ صلوٰۃ حافظون“ اس دن نازل ہوئی ہوگی۔ جس دن (یعنی فتح مکہ کے دن) آپ نے متعہ کو ابدی حرام قرار دے دیا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ شیخ مفید اور ابن لودلو کا مناظرہ محض شیعوں کو خوش کرنے کے لیے گھڑا گیا۔ تاکہ اپنی بدترتی ثابت کر کے ”متعہ“ کو جزو ایمان بنائے رکھیں۔ (دفاعتہ وایا ذی الابصار)

کھولہ

— اور —

کذب بیانی ۲۳

متنعہ والی عورت کو میراث نہ ملنے کی بھونڈی بخت

جواز متعہ:

ابن لؤلؤ۔ اگر متعہ والی عورت زود حقیقہ ہوتی تو اُسے وراثت میں سے بھی حصہ ملنا چاہیے تھا۔ اور اسے طلاق بھی دی جاسکتی۔ چونکہ متعہ والی عورت کو نہ میراث سے حصہ ملتا ہے۔ اور نہ ہی اُسے طلاق دی جاتی ہے۔ اور ان دونوں صورتوں پر علماء امامیہ کا اتفاق ہے۔ تو پھر اُسے کس طرح زود حقیقہ کہا جاسکتا ہے۔ شیخ مفید۔ یہ بھی آپ کا اشتباہ ہے۔ وراثت کا سبب صرف زوجیت ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ زوجیت کے ساتھ کچھ اور بھی ہو تو میراث سے حصہ لے سکے گی۔ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ حسب ذیل بیویاں میراث سے حصہ نہیں لے سکتیں۔

۱۔ مطلقہ عورت کو میراث سے کچھ نہیں ملتا۔

۲۔ لونڈی اگر لونڈی ہوتے ہوئے بیوی ہو تو اُسے میراث سے کچھ نہیں ملتا۔

۳۔ جو بیوی اپنے شوہر کی قاتلہ ہو اسے میراث نہیں ملتی۔

۲۔ بیوی اگر کافرہ ذمیہ ہو تو اسے مسلمان شوہر کی میراث سے حصہ نہیں ملتا۔ مذکورہ بالا ہوتی تو بیویاں ہیں۔ لیکن وفات شوہر کے بعد انہیں پوری امت مسلمہ کی کوئی نفع بھی میراث کا حق دار نہیں سمجھتی۔ گویا میراث کے لیے صرف زوجیت ہی کافی نہیں اب لیجئے آپ کا دوسرا ارشاد ہے۔ کہ متہ والی عورت کو طلاق نہیں دی جاسکتی لہذا یہ حقیقی زوجہ نہیں۔ آپ خود غور فرمائیں۔ اور امت مسلمہ کے ہر مکتب فکر کی فقہ کو دیکھ لیں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہاں اور بیوی کی جدائی طلاق سے مشروط نہیں۔ بلکہ طلاق کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں۔ جن میں میاں اور بیوی بغیر طلاق ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ توجہ فرمائیں۔

- ۱۔ جو عورت لعان کر دے۔ کیا وہ طلاق کے بغیر شوہر سے علیحدہ نہیں ہو جاتی۔
- ۲۔ جس عورت سے خلع کر لیا جائے۔ کیا وہ طلاق کے بغیر مرد سے علیحدہ نہیں ہو سکتی
- ۳۔ جس مسلمان بیوی کا خاوند مرد مرند ہو جائے کیا وہ بلا طلاق شوہر سے جدا نہیں ہو سکتی۔

۴۔ اگر نانی، نواسے، یا نواسی کو شراٹھ رضاع کے ساتھ دودھ پلا دے۔ تو کیا ان بچوں کی ماں ان بچوں کے باپ کے لیے بلا طلاق حرام مویبہ نہیں ہو جاتی آپ اندازہ لگائیں۔ کیا یہ ازدواج حقیقیہ نہیں ہیں؟ دونوں فہرستیں آپ کے سامنے ہیں۔ وہ بھی ازدواج حقیقیہ ہی ہیں۔ جو زوجہ ہونے کے باوجود میراث سے حصہ نہیں لے سکتیں۔ اور وہ بھی ازدواج حقیقیہ ہی ہیں۔ جو زوجہ ہونے کے باوجود میراث کی مستحق اور طلاق کی پابند نہیں اسی طرح بنا برائیں آپ کا یہ کلیہ کلیہ نہ رہا۔ جو زوجیت کے لیے طلاق اور میراث دونوں ضروری ہیں۔ لہذا جس طرح مذکورہ بالا عورتیں حقیقی ازدواج ہونے کے باوجود میراث کی مستحق اور طلاق کی پابند نہیں اسی طرح متہ والی عورت بھی زوجہ ہونے کے باوجود میراث کی مستحق اور

طلاق کی پابند نہیں۔ جب ابن لؤلؤ خاموش ہو گئے۔ اور انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو میں نے کافی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا محترم آپ انصاف فرمائیں۔ مسئلہ متعہ میں ہمارا اور جمہور مسلمین کا عجیب معاملہ ہے۔ جب جمہور مسلمین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ متعہ فرقہ جعفریہ کی بدعات سے ہے۔ جمہور مسلمین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ آیت متعہ قرآن میں موجود ہے۔ سرور کونین نے اجازت دی۔ اور زمانہ رسالت میں متعہ ہوتا بھی رہا ہے۔ صحابہ اور صحابیات باہم متعہ بھی کرتے رہے ہیں۔ جمہور مسلمین اس بات پر بھی متفق ہیں۔ کہ ائمہ اہل بیت کا اباحت متعہ پر اجماع ہے۔ اور جمہور مسلمین اس بات پر بھی متفق ہیں۔ کہ متعہ کے عدم جواز کا حکم حضرت عمر نے اپنے دور حکومت میں دیا تھا۔ اور اعتراف کرنے کے بعد کہ زمانہ رسالت میں متعہ تھا۔ لیکن میں اُسے حرام کرتا ہوں۔ گویا جس طرح دیگر صحابہ زمانہ رسالت میں اثبات متعہ کی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر بھی ان صحابہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور زمانہ رسالت میں اثبات متعہ کی روایت کرتے ہیں۔ البتہ روایت اثبات متعہ کرنے کے بعد حرمت متعہ کا فتویٰ فرماتے ہیں۔

واقعہ شیخ مفید ختم ہوا۔ اب آپ دیکھیں فرقہ جعفریہ کا کیا مقصود ہے۔ فرقہ جعفریہ نے صرف یہی کہا ہے۔ کہ ہم نے دیگر اصحاب کے ساتھ حضرت عمر کی اثبات متعہ کی روایت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور حضرت عمر کا فتویٰ ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اور ہمارا یہ فعل صرف ہمارا نہیں۔ بلکہ اس میں سرور کونین کے حلیل القدر صحابہ بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ جن کی فہرست سابقہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب امت مسلمہ کی مرضی خواہ ہمیں کچھ بھی کہیں ہم قرآن کریم سرور کونین کے فرامین اصحاب سرور کونین خواہرام المؤمنین عائشہ کے عمل اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے عمل کو ٹھکرا کر کسی طرح صرف حضرت عمر کے فتویٰ کو تسلیم کر سکتے ہیں؟

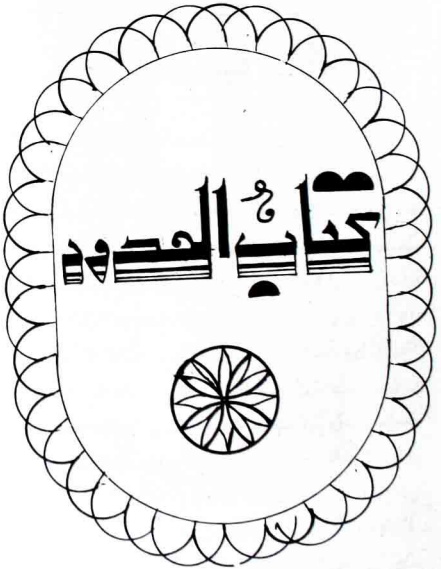
(جواز متعہ ص ۷۵)

جواب: اثیر جاڑوی نے ایک فرضی مناظرہ اور دو مناظر اپنی طرف سے پیش کر کے

ادھر ادھر کی ہانک کر خود ہی فاتح بن گیا۔ فرضی طور پر دو اعتراضات کے جو جوابات دیئے گئے۔ آپ پران کی اہمیت چھپی نہیں۔ اہل سنت کا دعویٰ یہ ہے کہ اگر نکاح دائمی ہو اور اس کو توڑنا چاہیں۔ تو طلاق کی ضرورت پڑتی ہے۔ جبکہ طلاق کا کوئی مانع نہ ہو۔ وہ جو جاڑوی نے شیخ مفید کی طرف سے چار چار باتیں ذکر کیں۔ وہ موانع کی فہرست میں آتی ہیں۔ مطلقہ کو میراث نہیں ملتی لیکن متمتعہ، مطلقہ کب سے ہوئی؟ مطلقہ کو طلاق دے کر فارغ کر دیا گیا متمتعہ کو فارغ کس طلاق سے کیا گیا؟ لونڈی بیوی ہو تو وراثت نہیں۔ اور اگر آزاد عورت ہو تو پھر کیا خیال ہے؟ لیکن متمتعہ لونڈی ہو یا آزاد دونوں صورتوں میں وراثت سے محروم ہے۔ شوہر کی قاتلہ نہ ہو تو پھر متمتعہ اور منکوحہ میں فرق ہوگا یا نہ؟ منکوحہ اگر مسلمان ہو کہ فرہ یا ذمید نہ ہو۔ تو وراثت ہوگی یا نہیں؟ صرف دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے طلاق، رقیقت، قتل اور اختلاف دین وہ امور ہیں۔ جو وراثت سے محروم کر دیتے ہیں کیا ان میں کے ضہوتے ہوئے بھی زوجہ وراثت سے محروم ہوگی؟ ہماری گفتگو ان موانع کے نہ ہونے کی صورت میں ہے۔ یعنی منکوحہ اگر مطلقہ، لونڈی، قاتلہ یا کافرہ نہیں تو کیا وارث ہوگی یا نہیں۔ اور انہی اوصاف کے ساتھ متمتعہ وارث ہوگی یا نہیں؟ صاف بات ہے۔ کہ منکوحہ وارث ہوگی۔ اور متمتعہ نہیں۔ لہذا متمتعہ اور منکوحہ دونوں ایک جیسی کیسی ہو گئیں؟ یہاں شیخ مفید کے سر پر مناظرہ کی پگڑھی باندھ کر یہ باور کروا یا جا رہا ہے۔ کہ نکاح دائمی اور نکاح بیعادی میں آنے والی عورت ایک جیسی ہے۔ اور جاڑوی نے اپنی اسی کتاب کے شروع میں منکوحہ اور متمتعہ کے درمیان خود فرق بیان کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ عورت متمتعہ سے جب مقررہ وقت تک استفادہ ہو جائے تو اس کے جدا کرنے کے لیے طلاق کی ضرورت نہیں۔ اور یہ بھی کہ متمتعہ ان چار عورتوں میں سے نہیں ہوتی جو شرعاً ایک وقت میں اکٹھی نکاح میں لانا جائز ہیں۔ اور متمتعہ کے لیے وراثت کا معدوم ہونا اور خود حقیقی شرط ہے۔ ایک طرف خود فرق بیان کیا جا رہا ہے اور دوسری

طرت دونوں کو ایک کر کے دکھایا جا رہا ہے۔ سچ ہے۔ دعوغ گورا مافظ نہ باشد۔
 ”اجماع مسلمین“ کے ضمن میں جاڑوسی نے چند اجتماعی صورتیں ذکر کیں۔ ہم ان میں
 سے ہر ایک کا تفصیلی جواب تحریر کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ آیت متہ اگر تسلیم کر لی جائے کہ
 قرآن میں ہے۔ تو وہ منسوخ ہو چکی ہے۔ صحابہ کرام نے متہ کیا۔ لیکن حرمت کے بعد اور
 علم حرمت کے بعد ایک واقعہ بھی پیش نہیں کیا جاسکتا۔ باقی رہا یہ کہ ہم اہل تشیع قرآن کو
 چھوڑ کر سنت پیغمبر سے منہ موڑ کر اہل بیت کے عمل کو ترک کر کے صرف ایک عمر کے
 فتویٰ پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عمر نے از خود
 اسے حرام نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس پر سنت رسول پیش کی تھی۔ اہل بیت کرام نے بھی متہ
 کی حرمت کو تسلیم کیا ہے۔ فروع کافی وغیرہ کتب کو دیکھ لیا جائے۔ اور اہل بیت کے
 سردار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کی حرمت کو صراحتاً بیان فرمایا ہے۔ ان
 حالات میں قرآن کریم سے روگردانی سنت مصطفیٰ سے جان چھڑوانی اور اہل بیت
 کے ارشادات پر من مانی تمہیں مبارک ہو۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)



کتاب الحدود

حدود الہیہ کا مقصد بنی نوع انسان سے جرائم کا خاتمہ ہے۔ اور ان کے تیا م سے ظالم و مظلوم کے مابین عدل و انصاف کے باعث معاشرہ صراط مستقیم پر گامزن ہوتا ہے۔ چوری کرنے پر اگر چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں تو دوسروں کے لیے یہ بات باعث عبرت ہو جائے گی۔ قاتل کو قضا صا مار دیا جائے تو انسانی جانوں کو تحفظ مل جائے گا۔ اسی طرح کسی کی عزت و آبرو سے کھیلنے والا اگر کوڑوں کی زد میں آجائے۔ تو مردوزن کی عزت و آبرو محفوظ ہو جائے گی۔ مختصر یہ کہ قطع ید، قصاص، رجم اور ستویا استی کوڑے چند سنگین جرائم کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے۔ ان میں سے سخت ترین سزایا زانی (شادی شدہ) کے لیے ہے۔ وہ یہ کہ اسے پتھر مار مار کر موت کی نیند سلا دیا جائے۔ لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ فقہ جعفریہ میں اس سزا کا ذکر تو ضرور ہے۔ لیکن اس کے اجراء کے لیے ایسا طریقہ کار اور دروازہ کار بخشیں ان کے ہاں موجود ہیں۔ جن کے ہوتے ہوئے اس کا نفاذ ناممکن ہو گیا ہے۔ اس عدم امکان پر حوالہ جات سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ووزنا، کی تعریف کر دی جائے۔ تاکہ اصل مقصد تک رسائی آسان ہو جائے۔

”زنا، کسی ایسی عورت سے وطی کرنا ہے۔ جو نہ ملکِ تکین (لونڈری) میں ہو اور نہ ہی اس سے نکاح کیا گیا ہو۔ نکاح یا عقدِ شرعی کا انعقاد ایجاب و قبول بشرطِ دو گواہ ہوتا ہے۔ شہادت اس لیے شرط ہے۔ کہ اس سے دو افراد کا رشتہٴ زوجیت میں منسلک ہونے کا نیا تعلق (زوجیت) لوگوں میں شہرت پکڑے۔ اور ان کے اکٹھا ہونے پر کوئی اعتراض نہ کرے۔ اس کے برخلاف اگر صرف ایجاب و قبول پر ہی عقدِ شرعی کو موقوف رکھا جائے۔ اور گواہی شرط نہ ہو۔ تو پھر زنا اور عقدِ شرعی میں فرق مشکل ہو جائے گا۔ زنا میں بھی زانی اور مزنیہ اکثر باہم راضی ہوتے ہیں۔ لیکن فقہ جعفریہ میں عقدِ شرعی کے لیے گواہی شرط نہیں رکھی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ آپ کسی جوڑے کو بدکاری کا الزام نہیں دے سکتے۔ کیونکہ وہ کہہ دیں گے۔ ہم نے باہم رضامندی سے یہ کام کیا ہے اب زنا کے ثبوت اور اس پر مقرر حد کا نفاذ کیونکر ہو گا؟

اگر اہل تشیع اس امر سے انکار کریں۔ کہ احناف کی طرح ہمارے ہاں بھی عقدِ شرعی کے لیے گواہی شرط ہے۔ اور ہم پر یہ الزام ہے۔ کہ ہم شہادت کو شرط قرار نہیں دیتے۔ تو اس بارے میں گزارش ہے۔ کہ ان کے ہاں انعقادِ نکاح کے لیے شہادت کا نہ ہونا بطور نص ثابت ہے۔ اہل تشیع کے نزدیک نکاح میں شہادت اس لیے ہونی چاہیے۔ کہ کل کلاں اگر میاں بیوی کے درمیان تنازعہ ہو جائے تو میراث یا اولاد کے بارے میں یہ گواہی کام دے گی۔ اس لیے گواہی کو مستحسن اور اولویت کا درجہ دیا گیا ہے۔ اب اس شرط کے فائدہ کے ساتھ جس عیاشی اور بے راہ روی کی گنجائش نکالی گئی۔ وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔



گواہی کے بغیر نکاح شرعی ہو جاتا ہے

فروع کافی

علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر
عن عمر بن اذینہ عن زرارة بن اعین قال
سُئِلَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الرَّجُلِ يَكْرَهُ وَجْهَ
الْمَرْأَةِ بِغَيْرِ شَهَادَةٍ قَالَ لَا بَأْسَ بِتَزْوِيجِ الْبَتَّةِ
فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ إِنَّمَا جَعَلَ الشَّهَادَةُ فِي تَزْوِيجِ
الْبَتَّةِ مِنْ أَجْلِ الْوَلَدِ لَوْلَا ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ
بِهِ بَأْسًا۔

دفعہ کافی جلد ۵ ص ۳۸۷ - باب

التزویج بغیر البتہ۔

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی عنہ سے ایسے مرد کے نکاح
کے بارے میں پوچھا گیا۔ جو بغیر گواہوں کے نکاح کرتا ہے؟ فرمایا
اللہ اور اس مرد کے مابین اس نکاح کے ہونے میں کوئی حرج نہیں

گواہ تو اس لیے رکھے جاتے ہیں۔ تاکہ اولاد کے بارے میں بوقتِ ضرورت کام آئے۔ اگر یہ (اولاد) نہ ہو۔ تو گواہی کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے

توضیح

جب نکاح شرعی کے لیے گواہی کی ضرورت نہ رہی۔ اور اگر ہے بھی تو صرف اولاد کے حلالی ہونے کے لیے۔ تو پھر واضح ہے۔ کہ زانی اور مزنیہ یہ بدکاری حصولِ اولاد کی خاطر تو کرتے نہیں۔ بلکہ خواہشِ نفس کو پورا کرتے ہیں۔ اور اولاد سے بچنے کا ہر ممکن طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک زنا اور عقد شرعی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کچھ فرق نظر آتا ہے۔ تو شاید ایجاب و قبول اور وہ بھی زبان سے کہنا۔ ورنہ باہم رضامندی تو دل میں موجود ہی ہوتی ہے۔ اسی لیے ان کے ہاں اگر عقد کیے بغیر بھول کر کسی عورت سے وطی کر لی۔ تو وہ سزا کے زمرے میں نہیں آئے گا۔



عقد کیے بغیر اگر بھول کر عورت سے وطی کر لی جائے تو کوئی سزا نہیں

فروع کا فی

عدۃ من اصحابنا عن احمد بن محمد عن بعض

اصحابہ عن زرع بن محمد عن سماعة قال
سَأَلْتُهٗ عَنِ رَجُلٍ اَدْخَلَ جَارِيَةً يَتَمَتَّعُ بِهَا ثُمَّ
اَسْأَلُ اَنْ يَشْرَطَ حَتَّى وَاقْعَلَهَا يَجِبُ عَلَيْهِ
حَدُّ الرَّاٰفِي قَالَ لَا وَاَلَيْكُنْ يَتَمَتَّعُ بِهَا بَعْدَ النِّكَاحِ
وَیَسْتَعْفِرُ اللّٰهَ مِنْ مَا اَفْعٰی۔

۱۔ فروع کافی جلد پنجم ص ۲۶۶ کتاب النکاح

باب النواذر

۲۔ وسائل الشیخ جلد ۱ ص ۳۹۲

کتاب النکاح باب ان من اراد تمتع

بامرأة ففسى العقد حتى وطئها

ترجمہ:

اسماء کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ
ایک مرد کسی عورت کے پاس نکاح متعہ کے لیے گیا۔ لیکن وقت وغیرہ
کی شرط مقرر کرنا بھول گیا۔ اور اس سے ہم بستری کر بیٹھا۔ کیا اس پر
زنا کی حد واجب ہوگی؟ فرمایا نہیں۔ لیکن اس عورت کے ساتھ
نکاح کرے۔ اور پھر وطی کرے۔ اور جو پہلے کرچکا۔ اس کی اللہ تعالیٰ
سے معافی مانگے۔

توضیح

حوالہ مذکورہ میں نکاح متعہ کا ذکر ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ متعہ کرنے
والا ایجاب و قبول اور وقت کی تعیین سب کچھ بھول گیا۔ اگر یاد رہا تو

صرف خواہش نفس پوری کرنا۔ وہ پوری کر چکا۔ تو یاد آیا۔ ہٹے میں کیا کر بیٹھا۔ لیکن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ”اپنے لاڈلے، کو بقول سماء وہ رعایت کی۔ کہ اس پر مٹھنے کو جی چاہتا ہے۔ فرمایا۔ چلو اب نکاح کر لو۔ اور شرائط باندھ لو۔ اور پھر ہم بستری کر لو۔ اس سے پہلے رہ گئی کسر پوری ہو جائے گی۔ اور صرف اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لینا۔ بتلائیے۔ کہ اس طریقہ سے کس چیز کو رواج دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور پھر وہ بھی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے؟ شہادت تو پہلے ہی شرط نہ تھی ایجاب و قبول بھی نکاح کے رکن نہ رہے۔ ملاحظہ ہو۔

منہ
۳
منہ
۳
منہ

ایجاب و قبول اور گواہی کے بغیر نکاح ہو
سکتا ہے

فروع کافی

علی بن ابراہیم عن ابیہ عن نوح بن شعیب
عن علی بن حسان عن عبد الرحمن بن کثیر
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جاءت
امرأة الی عمر فقالت انی زینت قطیئر فی
قامر بہا ان ترجمہ فاحیر بذالک امیر المؤمنین

فَقَالَ كَيْفَ زَيْتٍ فَقَالَتْ مَرَرْتُ بِالْبَادِيَةِ
فَأَصَابَنِي عِطَشٌ شَدِيدٌ فَاسْتَقَيْتُ إِحْرَابِيًّا
فَأَجَبَنِي أَنْ يَسْقِيَنِي إِلَّا عَنَّ امْكِنْتُ مِنْ نَفْسِي فَلَمَّا
أَجَلَدْتُ فِي الْعِطَشِ وَخَفِيتُ عَلَى نَفْسِي سَمَانِي
فَأَمْكِنْتُ عَنْ نَفْسِي فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
تَزَوَّجْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ -

(فردوس کانی جلد پنجم ص ۴۶ کتاب النکاح)

باب النواذر -

ترجمہ:

امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ ایک عورت حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں نے زنا کر لیا ہے۔ لہذا مجھے اس گناہ سے پاک کرو۔ آپ نے اُسے رجم کا حکم دیا۔ جب اس کا علم حضرت علی المرتضیٰ کو ہوا۔ تو آپ نے اس عورت سے پوچھا۔ تو نے زنا کیسے کیا؟ کہنے لگی۔ میں بے آباد جگہ سے گزری۔ مجھے سخت پیاس لگی۔ تو ایک دیہاتی سے میں نے پانی مانگا۔ وہ کہنے لگا۔ اگر تم مجھے اپنے ساتھ دھکی کرنے دو۔ تو میں پانی وے دوں گا۔ مجھے چونکہ سخت پیاس لگی تھی۔ اور جان جانے کا خطرہ تھا۔ اس لیے میں نے اس کی یہ شرط مان لی۔ پانی پینے کے بعد اس نے مجھ سے بدکاری کر لی۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ رب کعبہ کی قسم! یہ تو شادی ہے۔

مذکورہ حوالہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ عورت چونکہ مسلمان تھی۔ اس لیے اسے مسئلہ شرعی یہی معلوم تھا۔ کہ جو کچھ میں نے کروایا ہے۔ وہ زنا ہے۔ اور بہت بڑا جرم ہے۔ اس کی تلافی اور خدا خوفی کے سبب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی تاکہ اس کی خلاصی کا کوئی طریقہ اسے بتائیں۔
- ۲۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا فیصلہ بمطابق شرع کیا۔ اور دیگر صحابہ کرام کی موجودگی میں رجم کی سزا کا حکم دیا۔ جس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ تمام صحابہ کرام بھی اس فعل کو زنا ہی سمجھتے ہیں۔ ورنہ ان میں سے کوئی نہ کوئی اس کے خلاف بول پڑتا۔ گویا رجم کی سزا (جماعی) تھی۔
- ۳۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ فرمایا یہ نکاح ہے۔
- ۴۔ مذکورہ صورت جماع جس طرح بھی وقوع پذیر ہوئی۔ اس عورت اور اس مرد کے درمیان قطعاً۔ سبب و قبول نہ پایا گیا۔

خلاصہ کلام:

ایک عورت جو مسلمان ہوتے ہوئے اپنے فعل کو زنا سمجھ کر اس سے طہارت کا طریقہ معلوم کرنا چاہتی ہے۔ پھر اس کے فعل کو ضلیفۃ المسلمین اور دیگر موجود صحابہ کرام نے بھی زنا ہی سمجھ کر اس پر صدر رجم کی توثیق کر دی۔

یہ فعل کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ذکر کیا گیا، کہنا کس قدر زیادتی ہے۔ لیکن زیادتی تو ہمیں معلوم ہوتی ہے۔ ان کے ”مجموع“ کو تو یہ رعایت مل رہی ہے۔ کہ مولانا علی نے بغیر ایجاب و قبول ایک مرد و عورت کے جماع کو ناجائز نہیں کہا۔ بلکہ رب کعبہ کی قسم اٹھا کر اسے عقد شرعی قرار دے دیا۔ لہذا ان کا عقیدہ ٹھہرا۔ کہ ایجاب و قبول کے بغیر بھی نکاح شرعی ہو جاتا ہے۔

نوٹ:

روایت مذکورہ کے محشین کو عجیب چکر پڑا۔ کبھی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مطلوبہ پانی اس نکاح کا حتی مہر ہو گیا۔ اور کبھی یہ تاویل کہ اضطراب اور مجبوری کی بنا پر یہ فعل زنا نہ رہا۔ اور کلیبیٰ کہتا ہے۔ کہ یہ نکاح بالمعاوضہ ہونے کی بنا پر متعہ ہو جائے گا۔

لیکن پانی کا حتی مہر ٹھہرا یا جائے۔ تو پھر عورت اس کو زنا کیوں کہہ رہی ہے۔ جس کے ساتھ یہ معاملہ طے پایا۔ معلوم ہوا۔ کہ اگر ایجاب و قبول کے بغیر کچھ معاوضہ ٹھہرا کہ مختصر وقت کے لیے خواہش نفس پوری کر لی جائے۔ تو اسے زنا ہی کہا جائے گا۔ البتہ یہ شیعی متعہ، تو شاید بن جائے۔ لیکن نکاح شرعی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دوری تاویل سے بھی یہ فعل دو نکاح شرعی، نہیں بن سکتا۔ کیونکہ نہ تو اس کی تائید پر کوئی آیت یا حدیث پیش کی جا سکتی ہے۔ اور نہ ہی عقل اسے تسلیم کرتی ہے۔ ورنہ حالت اضطرابی میں کی گئی بدکاری معاف ہو جاتی۔ اور کلیبیٰ صاحب نے خواہ مخواہ اسے متعہ ٹھہرا دیا۔ سوچا ہوتا۔ کہ وہ عورت سستی تھی۔ یا شیعہ۔ اگر شیعہ تھی تو پھر پہلے ہی دو ظاہرہ، ہے۔ دو بارہ فاروق اعظم کے پاس طہارت کے لیے حاضر کیوں ہوئی۔ اور اگر سستی تھی۔ تو متعہ اہل سنت کے نزدیک حرام ہے۔ لہذا وہ حرام، حلال کس طرح ہو گیا؟ مختصر یہ کہ یہ فعل فقہ جعفریہ کی رو سے نکاح ہوا۔ اور وہ بھی ایجاب و قبول کے بغیر۔ لہذا اس میں اور زنا میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا۔

چوری کی حد میں خصوصی رعایت

قرآن کریم میں چوری کرنے والے کی سزا ان الفاظ سے بیان ہوئی ہے۔
 التارِق والتارِقَة فاقطعو ایدیہما۔ چور مرد اور چور عورت
 کے ہاتھ کاٹ دو۔ اس حد میں بھی اہل تشیع نے دخل اندازی کی۔ اور ہاتھ کاٹنے
 کی بجائے صرف انگلیوں کے کاٹنے پر اکتفا کیا۔ بلکہ انگلیوں میں سے بھی صرف
 انگوٹھا کاٹنا بطور حد کہا۔ ہاتھ کلائی سے کاٹنے پر عادیث شاہد ہیں۔ اور یہی
 اہل سنت کا مسلک ہے۔ لیکن اہل تشیع کو اپنے مسلک پر ایک حدیث مصطفیٰ
 بھی بطور دلیل نہیں مل سکتی۔ اس سلسلہ میں اُن کی دوڑ دھوپ ائمہ اہل بیت کے
 اقوال و افعال تک ہے۔ اور ان میں بھی وہ صرف ان حضرات کے قیاس
 ہی کا حوالہ دیتے ہیں۔ یعنی یہ کہ ہاتھ سے مراد انہوں نے انگوٹھا لیا ہے پھر اس
 کے بہت سے مقیس علیہ گنوائے۔ کہیں لکھنے کے لیے ہاتھ کا استعمال بطور دلیل
 پیش کیا۔ کہیں اعضائے سجدہ پر قیاس کرتے ہوئے صرف انگلیاں مراد
 لیں۔ ہم ان کے چند دلائل اور پھر ان کے جوابات تحریر کرتے ہیں جو اڑھ ملاحظہ ہوں

چوٹی پر صرف انگیلیاں کاٹنے کے مسائل

اور ان کے جوابات

وسائل شیعہ

محمد بن مسعود العیاشی فی تفسیرہ عن زرقان صاحب ابن ابی داؤد عن ابن ابی داؤد، اندرجع من عند المعتصم و هو معتزم نقلت له فی ذالک الی ان قال فقال ان سارقا اقر علی نفسه بالسرقه و سأل الخلیفۃ تطہیرہ باقامۃ الحد علیہ فجمع لذلک الفقہاء فی مجلسہ وقد احضر محمد بن علی علیہ السلام فسألنا عن القطع فی ای موضع ینجب ان یقطع فقلت من الکرسوع لقول اللہ فی التیمم فامسحوا برؤوسکم وایدیکم واتفق معی علی ذالک قوم و قال اخرون بل ینجب القطع من المرفق قال و ما الدلیل علی ذالک؟ قال لان اللہ قال و ایدیکم الی امرأ ففی قال فالتفت الی محمد بن علی علیہ السلام فقال ما تقول فی هذا

يَا أَبَا جَعْفَرَ؟

قَالَ قَدْ تَكَلَّمَ الْقَوْمُ فِيهِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
 قَالَ دَعْنِي وَمَا تَكَلَّمُوا بِهِ أَحَى شَيْءٍ عِنْدَكَ؟
 قَالَ اعْفِنِي عَنْ هَذَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ أَقْسَمْتُ
 عَلَيْكَ بِاللَّهِ لِمَا أَخْبَرْتَنِي بِمَا عِنْدَكَ فِيهِ فَقَالَ
 أَمَا إِذَا أَقْسَمْتَ عَلَيَّ بِاللَّهِ إِنِّي أَقُولُ إِنَّهُمْ أَخْطَئُوا
 فِيهِ الشَّيْءَ فَإِنَّ الْقَطْعَ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مِنْ مِفْصَلِ
 أَصُولِ الْأَصَابِعِ فَيَتَرَكُ الْكَفَّ قَالَ يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَسْجُودٌ عَلَيَّ سَبْعَةٌ
 أَعْضَاءُ أَلْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ وَالتَّرْكَبَيْنِ وَالتَّرْجَلَيْنِ
 فَإِذَا قَطَعْتَ يَدَهُ مِنْ الْكُرْسُوعِ أَوِ الْمِدْفَقِ
 لَمْ يَبْقَ لَهُ يَدٌ يَسْجُدُ عَلَيْهَا وَقَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى
 وَأَنْ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ يَعْنِي بِهِ هَذِهِ الْأَعْضَاءُ السَّبْعَةُ

۱۱۔ وسائل الشیعیہ جلد ۱ ص ۹۰ مکتب الحدیث

والتعزیرات ابراب حد السرقہ

۲۔ تفسیر عیاشی جلد اول ص ۳۱۹ زیاریت

السارق والسارقة الخ

ترجمہ:

محمد بن مسعود عیاشی نے اپنی تفسیر میں زرقان کے حوالے سے ابن
 ابی داؤد سے روایت بیان کی۔ کہ جب ابن ابی داؤد، معتمقم
 باللہ کے ہاں سے واپس آیا۔ تو وہ غلگین تھا۔ میں نے اس

سے پریشانی کے متعلق پوچھا۔ اس نے بیان کیا کہ ایک چور نے چوری کا اقرار کیا۔ ادرخلیفہ سے کہا کہ مجھے اس جرم سے پاک کیا جائے۔ اور مجھ پر چوری کی حد لگائی جائے۔ خلیفہ نے اپنے ہاں تمام فقہاء کو جمع کیا۔ ان میں محمد بن علی (امام محمد باقر) بھی تھے۔ خلیفہ نے ہم سے ہاتھ کاٹنے کے بارے میں پوچھا کہ چور کھانا کھائے کہاں سے کاٹا جائے۔ میں نے کہا کلائی سے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اپنے مومنوں اور ہاتھوں کا مسح کرو، میری اس رائے پر لوگوں نے اتفاق کیا۔ کچھ دوسرے لوگ بولے کہ کہنی سے ہاتھ کاٹنا واجب ہے خلیفہ نے پوچھا اس پر کوئی دلیل؟ کہا۔ دلیل یہ قول باری تعالیٰ ہے ”تم اپنے ہاتھوں کو مرقع تک دھوؤ“ وہ پھر امام باقر کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا۔ اے ابو جعفر! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔؟ کہنے لگے۔ اے امیر المؤمنین! لوگوں نے اس بارے میں کافی گفتگو کر لی ہے۔ خلیفہ کہنے لگا۔ چھوڑیے ان باتوں کو آپ اپنی رائے بتلائیں؟ امام باقر نے کہا مجھے اس سے معاف رکھو۔ پھر خلیفہ نے انہیں قسم دلائی۔ کہ اپنی رائے کا اظہار کریں۔ فرمایا اب جبکہ تم نے مجھے قسم دلائی ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ ان تمام کی آراء سنت کے خلاف ہیں۔ کیونکہ ہاتھ انگلیوں کے جوڑ سے کاٹا جاتا واجب ہے، نہ کہ ہتھیلی باقی رہ جائے۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے۔ چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔ اگر کسی چور کا کلائی یا کہنی سے ہاتھ کاٹ

دیا گیا۔ تو سجدہ کرنے کے لیے اس کا ہاتھ نہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”ان المساجد لله“ یعنی سجدہ کے ساتوں اعضاء اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

توضیح:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کاٹنے کی حد خود بیان فرما کر دوسری آراء کو خلاف سنت فرمایا۔ یعنی کہنی یا کلائی سے کاٹنا غلط ہے۔ بلکہ انگلیوں کی جڑوں سے کاٹنا واجب ہے۔ تاکہ حدیث مصطفیٰ کی مخالفت لازم نہ آئے۔ امام محمد باقر کا منقول قول ہی اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ چونکہ پہلے دو جواب مع دلیل امام موصوف نے تو کر دیئے تھے۔ اس لیے ان کی تردید کی ضرورت نہ رہی۔ صرف امام صاحب کی طرف منسوب قول کے جوابات عرض کیے جاتے ہیں۔

جواب اول

خليفة نے جب ایک دو مرتبہ امام محمد باقر سے چور کے قطع ید کے بارے میں پوچھا تو وہ خاموش رہے۔ اور فرمایا۔ نہ پوچھو۔ یہی بہتر ہے۔ یہ بات بطور تقیہ تو ہر نہیں سکتی۔ اس لیے کہ تقیہ خوف کے وقت ہوتا ہے۔ یہاں جب خلیفہ وقت خود ان کی عزت کرتا ہے۔ اور ان سے اس امر کی تحقیق چاہتا ہے۔ تو پھر بطور تقیہ کوناس طرح درست ہوا۔ لہذا نہ آپ نے خاموشی بطور تقیہ فرمائی۔ اور نہ ہی جو کچھ بیان کیا وہ بطور تقیہ تھا۔ لیکن اگر اس روایت کو درست تسلیم کر جائے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ وقت کا امام، مسائل شرعیہ کو بلاوجہ چھپا رہا ہے۔ اور یہ ان کی شان کے لائق نہیں۔ علاوہ ازیں اگر دلیل کو دیکھا جائے۔ تو ایک اور خرابی لازم آتی ہے۔

کہ ہم نے مان لیا کہ ہاتھ کلائیوں سے کاٹنے کی صورت میں اعضائے سجدہ صرف پھر رہ جائیں گے۔ لہذا سجدہ کا سات اعضاء کے ساتھ نہ ہونے کی صورت میں ایک فرض رہ گیا۔ اور یوں فرض کے رہ جانے سے نماز نہ ہوئی۔ لیکن انگلیوں کی جڑ سے کاٹنے پر بھی ایک بہت خرابی اُٹے گی۔ وہ یہ کہ نماز کے لیے وضو فرض ہے اور فرض وضو میں سے ایک فرض ہاتھوں کا دھونا بھی ہے۔ اور ہاتھوں کا دھونا انگلیوں سمیت فرض ہے۔ لہذا جس چور کی صرف انگلیاں کاٹی گئیں۔ اب ان کا وضو میں دھونا ختم ہو گیا۔ جب وضو کا ایک فرض ناقص ہوا۔ تو پورا وضو ناقص ہو گیا۔ بلکہ فرض رہ جانے کی وجہ سے وضو ہوا ہی نہیں۔ جب وضو ہی نہ ہوا تو نماز کس طرح درست ہوگی۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ سرے سے ہاتھ کی ایک انگلی بھی نہیں کاٹنی چاہیے۔ اور اگر ایسا کیا جائے۔ تو چوری کی سزا بالکل ختم اور اگر اس پر امام باقر کے رائے کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور اسی طرح کا سہارا لیا جائے تو پھر نماز کی بالکل چھٹی ہو گئی۔

جواب دواہ:

قرآن کریم کی آیت قصاص اس طرح ہے۔
 إِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ
 بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَاللِّسَانَ
 بِاللِّسَانِ وَالْجُرْحَ
 قِصَاصًا۔

یعنی جو عضو کسی کا کسی نے ضائع کر دیا۔ اس کا قصاص یہی ہے۔ کہ اس ضائع کرنے والے کا بھی وہی عضو ضائع کر دیا جائے۔ اب اس قانون کے پیش نظر اگر کسی نے دو سرے کا ہاتھ کلائی یا کہتی سے کاٹ دیا۔ تو اس کا

قصاص بھی یہی ہوگا۔ کہ اس کا ہاتھ بھی اسی جگہ سے کاٹا جائے۔ اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اس قصاص کے بعد وہ اگر نماز پڑھنا چاہے۔ تو اس کی نماز ہوگی۔ یا نہیں؟ اگر ہوگی۔ تو چوری کی بھی ہو جائے گی۔ اور اگر نہیں ہوئی؟ تو پھر نماز معاف ہونی چاہیے کیونکہ ساتواں عضو اس کا رہا ہی نہیں۔ اب وہ ساتوں اعضاء پر سجدہ کیسے کرے؟ معلوم ہوا کہ اہل تشیع نے جو دلیل امام محمد باقر کی طرف منسوب کی ہے۔ وہ غلط ہے۔ اس پر عمل نہیں ہو سکتا

جواب سوہ:

اگر کسی شخص کا ہاتھ بطور قصاص کاٹا گیا۔ اب اس نے چوری کی۔ اور جرم ثابت ہونے پر چوری کی حد اس پر نافذ ہوگئی۔ کیونکہ یہ حقوق العباد سے ہے۔ اور اس کی تصریح شیخ الطائفہ محقق طوسی نے بھی کی ہے۔ محقق طوسی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

تہذیب الاحکام

فَقُلْتُ لَهُ كَوَانَ رَجُلًا قَطَعَتْ يَدَهُ الْيَسْرَى فِي
قِصَاصٍ فَسَرَقَ مَا يُصْنَعُ بِهِ قَالَ فَقَالَ لَا يَنْقَطِعُ
وَلَا يُبْذَرُكَ بِغَيْرِ سَاقٍ قَالَ قُلْتُ فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا
قَطَعَتْ يَدَهُ الْيَمْنَى فِي قِصَاصٍ ثَمَّ قَطَعَتْ يَدَ رَجُلٍ
أَيَقْتَصُّ مِنْهُ أَمْ لَا فَقَالَ إِنَّمَا يُبْذَرُكَ فِي حَقِّ اللَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ فَمَا فِي حَقِّ النَّاسِ فَيَقْتَصُّ مِنْهُ فِي
الْأَرْبَعِ جَمِيعًا -

(تہذیب الاحکام جلد نصاب ۱۰۱ فی حد الشَّرْقَةِ الخ مطبوعہ مہران مطبع جدید)

ترجمہ:

عبداللہ بن حجاج کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا۔ کہ اگر ایک آدمی کا بایاں ہاتھ کسی قصاص میں کاٹا جائے۔ پھر وہ چوری کرے تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا کہنے لگے۔ نہ مکمل کاٹا جائے اور نہ بغیر پنڈلی کے چھوڑا جائے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر کسی شخص کا دایاں ہاتھ قصاص میں کاٹ دیا گیا پھر اس نے ایک اور آدمی کا ہاتھ ظلماً کاٹا تو کیا اب اس سے قصاص لیا جائے گا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کا حق تو چھوڑا جاسکتا ہے۔ لیکن حقوق العباد میں چاروں صورتوں میں قصاص لیا جائے گا۔

توضیح

مسئلہ مذکورہ کی تفصیل یوں ہوگی۔ کہ ایک آدمی نے کسی دوسرے کا ظلماً ہاتھ کاٹ دیا۔ اب اس نے دایاں کاٹا ہو یا بایاں۔ اس کے متعلق امام صاحب کا فیصلہ یہ ہے۔ کہ جو ہاتھ اس نے کاٹا۔ وہی اس کا کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے ظلماً کسی کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے۔ تو اس ظالم کے بھی دونوں ہاتھ کاٹیں جائیں گے۔ کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔ اس لیے اس کی معافی یا رعایت نہیں ہو سکتی۔ اب یہ سزا میں جب امام جعفر صادق سے منقول ہیں۔ تو ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ اگر ایک ہاتھ کاٹا گیا۔ یا دونوں ہاتھ قصاصاً کاٹ دیئے گئے۔ بلکہ آپ کے آخری الفاظ چاروں صورتوں میں۔ یعنی کسی نے کسی کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کاٹ دیئے۔ تو اس کے بھی دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹے جائیں گے۔ تو کیا اس کی نماز ہوگی۔ یا نہ۔ کیونکہ ایک ہاتھ کلنے کی صورت میں اعضائے سجدہ چھو رہ گئے۔ اور دونوں

ہاتھ کٹنے کی صورت میں پانچ رہ گئے۔ اور اگر دونوں پاؤں بھی کاٹ دیئے گئے۔ تو صرف تین اعضاء رہ گئے۔ اب تو اکثر اعضاء سجدہ کے بغیر سجدہ کیا جا رہے۔ لہذا پجوری والی دلیل کے مطابق تو نماز بالکل نہیں ہونی چاہیے۔ اس لیے ایسے آدمی پر نماز کی فرضیت ہی نہیں رہنی چاہیے۔ اور اگر قصاصاً ہاتھ پاؤں نہیں کاٹے جاتے تو امام صاحب کے فتویٰ کے خلاف ہو گا۔ لہذا معلوم ہوا کہ چور کے ہاتھ کاٹنے کے متعلق یہ فتویٰ کہ صرف اس کی انگلیاں کاٹی جائیں۔ امام صاحب کا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ مذکورہ دلیل ان کی دلیل ہے۔ یہ سب کچھ جان چھڑانے کے لیے کسی نے امام صاحب پر بہتان باندھا ہے۔

فَاَعْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ -

صرف انگلیاں پر دو تھری دلیل

مسائلک الافہام

وَ اَمَّا حَدْ مَا يَشْتَعُ عِنْدَ نَاقِلُوْمِ مِنْ اَسْوَلِ
 الْاَصَابِعِ وَ مِيْمَرِكُ لَدُ الرَّاحَةِ وَ الْوَجْهَانِ وَ رَوَاهُ
 اَصْحَابُ بِنَا عَنِ اَيْمُنِيْمِ وَ رَوَاهُ الْعَامِدَةُ اَيْضًا عَنِ
 عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اِطْلَاقُ الْيَدِ عَلٰى ذَالِكَ
 كَثِيْرَةٌ قَالَ اللهُ تَعَالٰى فَوَيْلٌ لِلَّذِيْنَ يَخْتَبِئُوْنَ
 الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ وَ لَا خِلَافَ فِيْ اَنَّ الْكِتٰبَ لَا

يَكْتُمُ إِلَّا بِأَصَابِعِهِ وَعَلَىٰ هَذَا نَيِّكُونَ
 فِي هَذَا الْحَمْلِ قَدْ وَقَيْنَا الظَّاهِرَ حَقَّهُ
 وَمَا زَادَ عَلَيْهِ يُحْتَأَجُّ إِلَىٰ دَلِيلٍ إِذْ هُوَ
 بَاقٍ عَلَى التَّحْرِيمِ لِمَا فِيهِ مِنْ إِدْخَالِ
 الضَّرِيرِ وَالتَّمَلُّكِ عَلَى الْعِيَّانِ وَهُوَ عَيْرٌ جَائِزٌ
 عَقْلًا وَ نَقْلًا إِلَّا بِدَلِيلٍ يَقْطَعُ الْعُدْرَ.

(مسائل الانعام جلد ۱ ص ۶۱۔ کتاب الحدود)

(مدالسرقت)

ترجمہ:

اور بہر حال (جہاں تک) چوری کی حد ہاتھ کاٹنا ہے۔ تو ہمارے نزدیک
 یہ ہے۔ کہ انگلیوں کی جڑوں سے ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ مہیصلی اور انگوٹھا
 چھوڑ دیئے جائیں۔ ہمارے ائمہ سے ہمارے اصحاب نے یہی روایت
 کیا ہے۔ اور عام علم نے بھی حضرت علی المرتضیٰ سے یہ روایت کی ہے۔
 اس قدر پر ہاتھ کا اطلاق بکثرت آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ ان
 لوگوں کے لیے تباہی ہے۔ جو کتاب کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں،
 اور یہ بات بغیر اختلاف کے سبھی مانتے ہیں۔ کہ لکھنا صرف انگلیوں
 سے ہوتا ہے۔ (جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے لفظ "ید" فرمایا ہے۔)
 اس طریقہ سے انگلیوں تک کاٹنے کی سزا دینا ظاہری طور پر مکمل معنی
 ہے۔ اور اس سے زائد کاٹنا دلیل کا محتاج ہو گا۔ کیونکہ اس کی حرمت
 باقی ہے۔ کیونکہ بقیہ ہاتھ کے کاٹنے سے ذی حیات کو تکلیف پہنچانا
 ہے۔ جو از روئے عقل و نقل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کوئی دلیل ہو جو اس قدر

کو ختم کر دے۔

توضیح

مختصر یہ کہ آیت ”فَاقْطِعُوا أَيْدِيَكُمْ“ میں لفظ ”ید“ کا اطلاق انگلیوں پر ہوا ہے۔ جس کی دلیل ”یکتبون الكتاب بايديهم“ ہے جب کتابت کے فعل کے لیے لفظ ”ید“ کا اطلاق صرف انگلیاں ہیں۔ تو قطع ید سے مراد بھی انگلیاں ہوں گی۔ انگلیوں سے زائد کا ٹنا دلیل کا محتاج ہے۔ کیونکہ زائد کاٹنے سے تکلیف ہوگی۔ اور کسی ذی روح کو بلا دلیل تکلیف دینا حرام ہے

جواب:

دلیل مذکورہ از روئے عقل و نقل ناقابل اعتبار ہے۔ عقلاً اس طرح کہتے وقت صرف انگلیوں کا استعمال ہونا خلاف عقل ہے۔ کیونکہ جب آدمی کسی کاغذ وغیرہ پر لکھتا ہے۔ تو قلم انگلیوں میں سے دوا انگلیوں اور ایک انگوٹھے میں پکڑا ہوتا ہے۔ باقی دوا انگلیاں فارغ ہوتی ہیں۔ ان میں چھنگلیا تو سطح کاغذ پر لگی رہتی ہے اور اس کے ساتھ والی نہ سطح کاغذ پر اور نہ ہی اس پر قلم رکھا ہوتا ہے۔ لہذا لکھنے میں ان دونوں کا کوئی دخل نہیں۔ اس لیے عقلاً کتابت صرف دوا انگلیوں اور انگوٹھے سے ہوتی ہے۔ اور اہل تشیع انگوٹھے کو ”قطع ید“ میں شامل نہ کر کے خود اپنی دلیل کی مخالفت کر رہے ہیں۔ لہذا یہ دوسرے پر حجت کس طرح ہوگی؟ اگر انگوٹھے اور چھنگلیا کو داخل کرنے کے لیے یہ کہا جائے کہ یہ بھی لکھتے وقت حرکت کرتی ہیں تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ اگر ہتھیلی کا نچلا حصہ سطح کاغذ پر نہ رکھا جائے۔

تو صرف انگلیاں لکھنے میں ناکام رہیں گی۔ اس لیے لکھتے وقت انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی کا نچلا حصہ کھائی تک بھی استعمال ہوتا ہے۔ لہذا کتابت کے وقت

صرف انگلیوں کا استعمال ملحوظ رکھنا کسی طرح بھی درست نہیں۔
 رہا دلیل کا دوسرا پہلو کہ انگلیوں کے علاوہ حصہ کو کاٹنے پر کوئی مستقل دلیل
 ہونی چاہیے۔ کیونکہ ایذا و سانی کی بنا پر حرمت موجود ہے۔ سو اس بارے میں
 ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ لفظ "دید" کا اطلاق کندھے تک پورے بازو پر ہوتا ہے۔
 پورے بازو کو چھوڑ کر صرف انگلیوں تک کا حصہ ایک حصہ مخصوص ہے۔ اس
 تخصیص کی کوئی دلیل ہونی چاہیے۔ اور دلیل قرآن و حدیث سے اہل تشیع کے پاس
 ہرگز نہیں ہے۔ البتہ ہم جب کلائی تک کاٹنے کا کہتے ہیں۔ تو یہ بھی تخصیص ہے
 لیکن ہمارے پاس اس تخصیص کے لیے احادیثِ رسول اللہ ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

تبیین الحقائق

وَلَنَا مَا رَوَى أَنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَطْعِ
 يَدَيْ سَارِقٍ مِنَ الرَّسْغِ -

(تبیین الحقائق ص ۲۲ تذکرہ حدیث السرقہ)

ترجمہ:

ہمارے پاس چور کے کلائی سے ہاتھ کاٹنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی یہ حدیث دلیل ہے۔ وہ آپ نے ایک چور کے کلائی سے ہاتھ
 کاٹنے کا حکم دیا۔

علاوہ ازیں اسی کتاب میں دوسری اہل اجماع امت ذکر فرمائی۔ وَ لَاتِ

كَلِّ مِنْ قَطْعِ مِنَ الْاِمْتِدَةِ مِنَ الرَّسْغِ فَنَصَرُ اَجْمَاعًا فَعَلَا

فَلَا يَجُوزُ خِلَافُهُ -

یعنی ہر دور میں خلفاء اور حکام نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا۔ لہذا یہ فعلی اجماع

ہو گیا۔ اس کی غلاف درزی جائز نہیں مختصر یہ کہ مسالک الانہام میں چور کی موت انگلیاں کاٹنے پر جو دلیل پیش کی گئی۔ وہ باطل اور بے اصل ہے۔

فَاعْتَابِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ -

حدسرقہ میں صرف انگلیاں کاٹنے کی تیسری دلیل

تہذیب الاحکام

سہل ابن زیاد عن محمد بن سلیمان الدیلی عن
 ہارون ابن الجلم عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر
 علیہ السلام قال اتی امیر المؤمنین بقوم قصص
 قد سرقوا فقطع اید یہم من نصف الکف
 وترك الابلہم لم یقطعہا و امر ہم ان یدخلوا
 دار الضیافۃ و امر با ید یہم ان تعالج و اطعمہم
 السن و العسل و اللحم حتی یرءوا و دعا بہم
 و قال یا ہولاء ان اید یکم قد سبقت الی النار فان
 تبتم علم اللہ عز و جل صدق النیت تاب اللہ علیکم
 و جرتکم اید یکم الی الجنة و ان انتم لم
 تتوبوا و لم تقلعوا عما انتم علیہ جرتکم اید یکم
 الی النار۔

(تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۱۲۵ تذکرہ فی حدسرقہ)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے چوروں کی ایک جماعت پیش کی گئی۔ آپ نے اُن کے نصف ہتھیلی سے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا انکو ٹھاچھوڑ دینا۔ پھر انہیں مہمان خانے میں لے جانے کو کہا۔ اور ان کے ہاتھوں کا علاج کرانے اور انہیں گھی، شہد اور گوشت کھلانے کو کہا۔ تندرست ہونے پر انہیں بلایا۔ اور فرمایا اے لوگو! تمہارے ہاتھ آگ (دوزخ) کی طرف سبقت لے گئے۔ سو اگر تم توبہ کرتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہاری صدق نیت کو جانتا ہے۔ تو وہ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا۔ اور تم اپنے اُن ہاتھوں کو دوزخ سے نکال کر جنت لے جانے والے ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم نے توبہ نہ کی۔ اور اپنے کرتوقوں سے باز نہ آئے تو تمہارے ہاتھ تمہیں دوزخ میں پھینچ کر لے جائیں گے۔

توضیح:

روایت مذکورہ میں محقق طوسی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ آپ چوری کی سزائیں ہاتھ کو صرف نصف ہتھیلی تک کاٹتے تھے۔ اور انکو ٹھاچھوڑ دیا کرتے تھے۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔

جواب:

مذکورہ روایت پر کئی طرح سے جرح ہو سکتی ہے۔ جس کی بنا پر اسے دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ پہلی بات یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سے منقول اس روایت میں نصف، متصلی تک ہاتھ کاٹنے کا ثبوت ہے۔ جب کہ اہل تشیع صرف انگلیوں کو کاٹنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ لہذا یہ روایت اہل تشیع کا مسلک ثابت نہیں کرتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپنے اکثر راویوں کے سخت مجروح ہونے کے باعث یہ روایت قابل حجت نہیں ہے۔

پہلا راوی سہل ابن زیاد کے متعلق تنقیح المقال کی تحقیق

تنقیح المقال

سہل ابن زیاد الادمی الرازی ابو سعید
 عن موضع من الاستبصار ان ابا سعید الادمی
 ضعيف جدا عند فقہ الاخبار وقال نجاشی
 سہل ابن زیاد ابو علی ادمی الرازی کان
 ضعيف في الحديث غير معتمد فيه وکان
 احمد بن محمد عيسى يشهد عليه بالخلو
 والكذب وخرجه من القم الى الری وقال
 ابن العضا ئری سہل ابن زیاد ابو سعید الادمی
 الرازی کان ضعيفا جدا فاسد الرواية والدين
 وکان احمد بن محمد بن عيسى الاشعري
 اخرجہ من قم و اظهر البراءة منه و نلہی
 الناس عن السماع منه و الرواية عنه
 و يروى المر اسيل و يعتمد المجاهيل و نقل

عن علی بن محمد القتیبی انه قال سمعت
الفضل بن شاذان يقول فی ابی الخیر و هو
صالح بن سلمی ابی حماد الرازی ابد الخیر کما
کنی وقال کان ابو محمد الفضل یر ترضیه و
یمدحه ولا یر ترضی اباسعید الادمی ویقول
هو احمق -

(تتبع المقال جلد دوم ص ۵۵، باب سهل

من ابواب السین)

ترجمہ!

کتاب الاستبصار میں کئی مقام پر سهل ابن زیاد آدمی کو بہت زیادہ
ضعیف فی الروایہ کہا گیا۔ نجاشی نے اسے ضعیف فی الحدیث کہا۔
اور غیر معتمد آدمی قرار دیا۔ احمد بن محمد عیسیٰ اس پر غلو اور کذب کی شہادت
دیتا تھا۔ اور اس نے اسے قم سے نکال دیا۔ ابن العضاڑی نے بھی
اسے بہت زیادہ ضعیف کہا۔ روایت اور دین میں فاسد کہا۔
جب احمد بن محمد عیسیٰ نے اسے قم سے نکال کر آجی بھیج دیا۔ تو اس
سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ لوگوں کو اس سے روایت
سننے سے منع کر دیا کہ یہ مرسل اور مجہول روایات ذکر کرتا ہے۔ علی بن
قتیبی کہتا ہے۔ کہ میں نے فضل بن شاذان کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ صالح
بن موسیٰ اپنی کینیت کی طرح ابوالخیر تھا۔ اور وہ اس کو پسند کرتا۔ اور
اس کی تہ لہیف بھی کرتا تھا۔ لیکن ابوسبید آدمی (سهل بن زیاد) کے
بارے میں کہتا۔ کہ یہ بے وقوف ہے۔

راوی نمبر ۲: محمد بن سلمان الدیلمی

جامع الرواة

ضَعِيفٌ جِدًّا لَا يَحْوُلُ عَلَيْهِ فِي شَيْءٍ (ص. جش) له

(۱) جامع الرواة - جلد دوم ص ۱۲۲

مصنف محمد ابن علی اردبیلی

(۲) - تنقیح المقال جلد سوم ص ۱۲۲ باب

محمد بن ابواب الیم

ترجمہ:

محمد بن سلمان الدیلمی بہت زیادہ ضعیف فی الروایات ہے۔
کسی چیز کے متعلق اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ خلاصہ اور نجاتی نے
یہی لکھا ہے۔

راوی نمبر ۳: محمد بن سلم

رجال کثی

عَنْ أَبِي الصَّبَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَقُولُ يَا أَبَا الصَّبَّاحِ هَلْكَ الْمُسْتَرِيبُونَ فِي أَدْيَانِهِمْ
مِنْهُمْ زَرَارَةٌ وَ بَرِيدٌ وَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَ إِسْمَاعِيلُ

الجعفی... عن مفضل بن عمر قال سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَعَنَ اللَّهُ مُحَمَّدَ بْنَ مُسْلِمٍ كَانَ
يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ الشَّيْءَ حَتَّى يَكُونُ -

درجال کشی ص ۱۵۱ - مذکرہ محمد بن مسلم الطائفی۔

مطبوعہ کربلا طبع جدید

ترجمہ:

ابو الصباح روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے سنا۔ وہ لوگ جو اپنے دین میں شک لاتے ہیں۔ ہلاک ہو گئے۔ ان
میں سے زرارہ، برید، محمد بن مسلم اور اسماعیل جعفی بھی ہیں۔۔۔ مفضل بن
عمر سے روایت ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
محمد بن مسلم پر خدا کی لعنت۔ وہ یہ کہا کرتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے
وجود میں آنے سے پہلے علم نہیں ہوتا ہے۔

ملحہ فکریہ

روایت مذکورہ کہ جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا چہرہ کے
نصف ہتھیلی تک ہاتھ کاٹنے کا ثبوت تھا۔ اس کے راوی وہ لوگ ہیں۔ جو
انتہائی ناقابل اعتبار، غلو اور کذب کے عادی، مہجول روایتوں کے راوی، احمق
نا قابل اعتماد اور ان سب خرابیوں سے بڑھ کر اپنے دین میں شک لانے
والے اور امام جعفر کی پھٹکار کے مارے ہوئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ
جاہل جانے۔ کیا ان راویوں کی روایت سے استدلال کرتے جو یہی وہ
لوگ ہیں۔ جنہوں نے حضرات ائمہ کی روایات میں ادھر ادھر کی ہزاروں بائیں حادیں

جس کی بنا پر ائمہ کو تنبیہ کرنا پڑی، لہذا یہ روایت بھی دیگر روایات کی طرح من گھڑت اور بے اصل ہے۔ جس کی نسبت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف کردی گئی ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ -

چوری کے جرم پر سے ہاتھ کاٹنے پر

اہل ہمت کے دلائل

چوری کے بارے میں حد کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا اَلْخ۔ ترجمہ: ”چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو، آیت مذکورہ میں ہاتھ کاٹنے کا حکم موجود ہے۔ لیکن اس کی تفصیل موجود نہیں یعنی کہاں سے کاٹا جائے۔ اور کونسا کاٹا جائے؟ اس لیے اس کی تفصیل کے لیے شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رہنمائی کی ضرورت پڑی۔ آپ نے قولاً اور عملاً جو اس کی تشریح و تفسیر بیان فرمائی، وہی قابل قبول اور قابل عمل ہوگی۔ مذکورہ کسی دوسرے مجتہد یا امام کی۔ آیت کریمہ کی تشریح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حضرات ائمہ مجتہدین کا اس کے متعلق فہم و ادراک کیا کہتے ہیں؟ ملاحظہ ہو۔

نصب الراية لاحاديث الهداية

قَالَ الْمُصَنِّفُ وَقَدْ صَحَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَطَعَ يَمِينِ السَّارِقِ مِنَ الزُّنْدِ قُلْتُ فِيهِ
 أَحَادِيثٌ فَمِنْهَا مَا أَخْرَجَهُ الدَّارُ قُطَيْبِيُّ فِي
 سُنَنِهِ عَنْ أَبِي نَعِيمٍ النَّخَعِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
 بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْعُرْرِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ
 شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ
 صَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ بْنِ حَلْفٍ نَائِمًا
 فِي الْمَسْجِدِ وَثِيَابُهُ تَحْتَ رَأْسِهِ فَجَاءَ
 سَارِقٌ فَأَخَذَهَا فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَقْرَأَ السَّارِقُ قَامَرًا بِهِ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقَطَعَ
 فَقَالَ صَفْوَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْقُطِعُ رَجُلًا
 مِنَ الْعَرَبِ فِي ثَوْبِي فَقَالَ لَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا كَانَ قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي
 بِهِ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اشْفَعُوا مَا لَمْ يُصِلْ
 إِلَى الْوَالِي فَإِذَا وَصَلَ إِلَى الْوَالِي فَعَضَّ فَلَاحَ
 عَقَا اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ أَمَرَ بِقُطْعِهِ مِنَ الْمِفْصَلِ -

(نسب الراية لا عاديث الهدى)

جلد سوم ص ۳۷۰ فصل فی کیفیت

القطع مطبوعہ قاہرہ

ترجمہ:

مصنف نے کہا کہ تحقیق یہ بات صحیح اور ثابت ہے، کاتبی کرم علی اللہ وعلیٰ سلم

تے چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے جسے دارقطنی نے اپنی سنن میں ذکر کیا۔ ابونعیم کہتے ہیں۔ کہ محمد بن عبید اللہ عزمی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے ہمیں ایک حدیث سنائی کہ صفوان بن ایبہ بن خلف مسجد میں سویا تھا۔ اور اس نے اپنے کپڑے اپنے سر کے نیچے رکھے تھے۔ چور آیا۔ اور وہ کپڑے لے اٹھا۔ بعد میں پکڑے جانے پر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ چور نے چوری کا اقرار کر لیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر صفوان بوسے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ایک عرب کا ہاتھ میرے کپڑے چرانے کی وجہ سے کاٹا جائے گا؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چور کے میرے پاس آنے سے پہلے تم نے یہ کیوں نہ کہا؟ (مطلب یہ ہے۔ کہ اب اس کی معافی کا کوئی فائدہ نہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس وقت سفارش کرو کہ جب کہ مجرم والی کے پاس نہ پہنچا ہو۔ اور جب حاکم کے پاس اسے لایا جا چکا ہو۔ اور پھر اس کو معاف کر دیا جائے۔ تو اللہ اس کو معاف نہیں کرتا۔ دینی ہاتھ کاٹنے کی سزا منسوخ نہ ہوگی) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس کا ہاتھ کلائی (جوڑ) سے کاٹ دو۔

فتح القدر

اٰخِرَ حَاجِ ابْنِ اَبِي شَيْبَةَ عَنْ رِجَالِ بْنِ

حَيْوَةٌ أَنْ لَنُبَيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ
رَجُلًا مِنَ الْمُفْصَلِ وَإِنَّمَا فِيهِ إِلَّا رَسُولٌ
وَأَخْرَجَ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ إِنَّمَا قَطَعَا مِنَ الْمُفْصَلِ
وَأَنْعَقَدَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ -

(فتح القدير جلد چہارم ص ۲۴۴ فصل

فی کیفیت القلع - مطبوعہ

مصر جدید)

ترجمہ:

رباع بن حیوۃ سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا کلائی سے ہاتھ کاٹا۔ (یعنی چوری
کے جرم میں) اس روایت میں ارسال ہے۔ اور حضرت عمر و علی
رضی اللہ عنہما نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا ہے۔ اسی پر اجماع
منعقد ہوا۔

بدائع الصنائع

أَمَّا الْمَوْضِعُ الَّذِي يُقَطَعُ مِنَ الْيَدِ
الْيَمَنِ فَلَهُوَ مِفْصَلُ الرَّئِدِ عِنْدَ عَامَةِ
الْعُلَمَاءِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ تُقَطَعُ الْأَمَا بَعِ
وَقَالَ الْخَوَارِجُ تُقَطَعُ مِنَ الْمَنْكَبِ لِظَاهِرِ
قَوْلِهِ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى فَا قَطَعُوا أَيْدِيَهُمَا
وَالْيَدُ اسْمٌ لِهَذِهِ الْجُمَّلَةِ وَالصَّحِيحُ

قَوْلَنَا لِمَا رَوَى أَنَّكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَطَعَ يَدَ السَّارِقِ
 مِنْ مِفْصَلِ الزَّنْدِ فَكَانَ فِعْلُهُ بَيَانًا لِلْمُرَادِ
 مِنَ الْآيَةِ الشَّرِيفَةِ كَمَا أَنَّ نَصَّ سَبْحَانَهُ
 فَقَالَ فَا قَطَعُوا أَيْدِيَهُمَا مِنْ مِفْصَلِ الزَّنْدِ
 وَعَلَيْهِ عَمَلُ الْأُمَّةِ مِنْ لَدُنْ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِنَا هَذَا فَاللَّهُ
 سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ

(بدائع الصنائع جلد ۱ ص ۸۸ حد سرقہ)

(مجموعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

بہر حال وہ مقام کہ جہاں سے دایاں ہاتھ کاٹا جائے تو وہ کلائی
 ہے۔ اور یہ قول عام علماء کا ہے۔ اور بعض نے صرف انگلیاں
 کاٹنے کو کہا۔ اور خارجی کہتے ہیں۔ کہ کندھے سے کاٹنا چاہیے۔ کیونکہ
 اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ظاہری معنی یہی ہے۔ فاقطعوا ایدیہما
 اس میں لفظ وید، کا اطلاق کندھے تک ہاتھ پر ہوتا ہے۔ لیکن صحیح
 قول یہی ہے۔ کہ کلائی سے کاٹا جائے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے مروی ہے۔ کہ آپ نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا تھا۔ گویا
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل شریف قرآن کے اجمال کا بیان ہوا۔ یوں
 سمجھے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی ایسے کہ چور کے ہاتھ کلائی سے
 کاٹو۔ اسی مقدار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے لے کر
 آج تک تمام امت کا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

تبیین الحقائق

وَ لَنَا مَا رُوِيَ أَنَّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ
أَمَرَ بِقَطْعِ يَدِ السَّارِقِ مِنَ الرَّسْغِ وَ لِأَنَّ
كُلَّ مَنْ قَطَعَ مِنَ الْأَيْمَةِ مِنَ الرَّسْغِ فَصَارَ
إِجْمَاعًا فِعْلًا فَلَا يَجُوزُ زُخْلًا فَدُ.

تبیین الحقائق ص ۲۲۲ کیفیت قطع السرقة
مطبوعہ مصر طبع جدید

ترجمہ:

ہماری دلیل یہ روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ
کلائی سے کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ اور ہم یہ اس لیے بھی کہتے ہیں۔ کہ تمام
ائمہ اہل سنت نے چور کا ہاتھ کلائی سے ہی کاٹنے کا کہا ہے۔ لہذا یہ
فعلی اجماع ہو گیا۔ سو اس کی مخالفت جائز نہ ہوگی۔

تبیین الحقائق

أَنَّ الْيَدَ ذَاتَ مَقَاطِعَ ثَلَاثَةٍ وَهِيَ أَنَّ الرَّسْغَ
وَ الْمِرْفَقَ وَ الْمِنْكَبَ وَ كُلُّهُ فِيهَا يَحْتَمِلُ أَنْ
يَكُونَ مُرَادًا فَزَالَ الْإِحْتِمَالُ بَبَيَانِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أَمَرَ
بِقَطْعِ الْيَدِ الْيُمْنَى مِنَ الزَّنْدِ وَ لِأَنَّ مِفْصَلَ الزَّنْدِ
مِنَ الرَّسْغِ يَتَيَقَّنُ بِهِ لِكُونِهِ مُرَادًا لِأَنَّ قَوْلَ

فِيؤُ خَدِّهِ لِأَنَّ الْعَقْرَ بَاتٍ لَا كَثَبْتُ بِشَبَهَةٍ
وَفِيْمَا زَادَ عَلَى الرَّسْغِ مُشْتَبَهَةٌ فَلَا تَتَّبْتُ
وَإِنَّمَا كَانَ مِفْصَلُ الرَّنْدِ بَيَانَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(تیسین الحقائق تصنیف علامہ زبیر میمنی رحم

ص ۲۲۲)

ترجمہ:

ہاتھ میں تین جگہ جوڑ ہوتے ہیں۔ کلائی، کہنی اور کندھا۔ ان تینوں میں سے
ہر ایک کا احتمال تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان شریف سے
یہ احتمالات زائل ہو گئے۔ کیونکہ آپ نے ایسا ہاتھ کلائی سے کاٹنے
کا حکم دیا تھا۔ اور یہ اس لیے بھی درست ہے۔ کہ ہاتھ کا کلائی سے کاٹنا
جانا امر یقینی ہے۔ کیونکہ اس سے اور نیچے کوئی جوڑ ہے ہی نہیں لہذا
اسی پر عمل کیا جائے گا۔ اور یہ بات بھی ہے۔ کہ عقوبت شرعی، شبہ
کے ساتھ ثابت نہیں ہو سکتی۔ ہاتھ کا وہ حصہ جو کلائی سے اوپر
کا ہے۔ وہ مشتبہ ہے۔ لہذا یہ ثابت نہ ہوگا۔ بہر حال ہاتھ کا
کلائی والا جوڑ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان شریف سے ثابت ہے
اور وہی معین ہو چکا ہے۔

توضیح

کتب مذکورہ کے حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔
۱۔ چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے پر دلالت کرنے والی احادیث ”صحیح“ ہیں۔

- ۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا۔
- ۳۔ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما نے بھی چور کے لیے دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹنے کی حد لگائی۔
- ۴۔ تمام ائمہ نے اسی پر عمل کیا۔ لہذا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹنے پر اجماع نقلی منقذ ہو چکا ہے۔
- ۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور پاک سے آج تک کلائی سے ہاتھ کٹتا چلا آرہا ہے۔
- ۶۔ اگرچہ بعض نے انگلیوں سے اور قارجیوں نے کندھے سے کاٹنے کا کہا ہے لیکن احادیث جمعی سے اس کی صحت نہیں ہوتی۔
- ۷۔ ہاتھ میں تین جوڑ ہوتے ہیں۔ سب سے کم فاصلہ پر کلائی پھر کہنی اور پھر کندھا ہے۔ لہذا قریب ترین تو لیقینی ہے، دوسرے شبہ کی بنا پر مرد نہ ہوں گے
- نوٹ:

احادیث مذکورہ میں مقام قطع کے لیے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں مفصل زندہ رخ ان میں سے لفظ مفصل، شیعہ سنی دونوں کی کتابوں میں مذکور ہے۔ ان تینوں الفاظ کا از روئے لغت معنی معلوم ہونا چاہیے تاکہ حقیقت جان کھل کر سامنے آجائے۔ اہل تشیع کی کتاب تہذیب الاحکام میں مفصل کا لفظ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ذکر ہوا۔ جس کا معنی دو جوڑ، ہوتا ہے۔ لیکن اس کی تفصیل میں مفصل الاصابع لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ وضاحت یا تفصیل کسی انجان کی نظر آتی ہے۔ کیونکہ ہاتھ میں انگوٹھے سمیت پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔ اور ہر انگلی کا جوڑ مستقل طور پر موجود ہے۔ اس طرح پانچ انگلیوں کے پانچ جوڑ ہوئے۔ اب ان کی تعبیر کے لیے مفصل الاصابع نہیں بلکہ مفصل الاصابع ہونا چاہیے تھا۔ لیکن یہ نہیں لکھا گیا

اس لیے لفظ مفصل کا واحد کے صیغہ کے ساتھ لکھا جانا بتلاتا ہے۔ کہ کوئی ایک جوڑ
 مُراد ہے۔ اور ایک جوڑ (ہاتھ میں) تین جگہ ہیں۔ اسی بحث کو صاحب تبیین الحقائق
 نے ذکر کیا۔ قرآن کریم میں جب ہاتھ کلٹنے کا ذکر آیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 احادیث میں مفصل کو مقام قطع بتایا گیا۔ تو اس طرح تیسری نکلانہ کہ کم از کم مفصل (کلائی)
 کو یقینی ہونے کی بنا پر کاٹا جائے گا۔ اس طرح کتب شیعہ میں موجود لفظ مفصل نے
 مسلک اہل سنت کی تائید کی ہے۔ لیکن اپنا الوسیدھا کرنے کے لیے کسی نابالغ نے
 ”الاصابع“ کی قید بڑھا دی۔

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مفصل کے علاوہ زند اور ریح بھی مستعمل
 ہوئے۔ اس لیے ہم ان کی کتب لغت سے معنی ذکر کرتے ہیں۔

زند کا کتب لغت معنی

لسان العرب

وَقَدْ رَوَى بِأَيِّاءٍ وَسَيِّئَةٍ ذِكْرُهُ وَالزَّيْدَانِ
 طَرَفًا عَظْمًا السَّاعِدَيْنِ مُزَكَّرًا غَيْرَهُ
 وَالزَّيْدَانِ عَظْمًا السَّاعِدِ أَحَدَهُمَا أَدَقُّ
 مِنَ الْأَخِيرِ فَطَرَفُ الزَّيْدِ الَّذِي يَلِي الْأَبْهَامَ
 هُوَ الْكُوعُ وَطَرَفُ الزَّيْدِ الَّذِي يَلِي
 الْخِطْرَكَرُّ سَوْعٌ وَالرُّسْعُ مُجْتَمِعُ الزَّيْدَيْنِ
 وَمِنْ عِنْدَهُمَا تَقَطُّعُ يَدِ السَّارِقِ وَالزَّيْدُ

مَوْصَلٌ طَرَفِ الدِّرَاعِ فِي لُكْفَةٍ وَهَمَّا زَنْدَاكِنِ
الْكُوعِ وَالْكُوسُوعِ-

لسان العرب جلد ۷ ص ۱۹۶

تذکرہ لفظ زندا

ترجمہ:

دو یا،، کے ساتھ لفظ زندا آیا ہے۔ اس کا ذکر عنقریب آئے گا۔
لفظ زندان تثنیہ ہے۔ جو کلائی کی دو طرفوں کو کہتے ہیں۔ جس پر کلائی
ختم ہوتی ہے۔ اس جگہ دو ٹہریاں ہوتی ہیں۔ ایک ہڈی دوسری
کی نسبت کم اُبھری ہوئی ہوتی ہے۔ لہذا زند کی ایک طرف
انگوٹھے کے ساتھ ملی ہوئی اور دوسری طرف چھنگلیا کے ساتھ
ملی ہوئی ہوتی ہے۔ انگوٹھے والی طرف کو دو کوع،، اور چھنگلیا
والی کو دو کرسوع،، کہتے ہیں۔ ان دونوں طرفوں کو ملائیں۔ تو اسے
دو رُسغ،، کہتے ہیں۔ جہاں سے چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور زند کلائی
کو ہاتھ سے ملانے والا ہے۔ اس کی دو طرفوں کے کوع اور کرسوع نام
ہیں۔

توضیح:

کلائی کی انگوٹھے کی طرف واقع متصل حصہ کوع اور چھنگلیا سے متصل حصہ
کرسوع ہے۔ ان دونوں کا مقام اتصال رُسغ اور زند کہلاتا ہے۔

رُسْغ کی تحقیق

لسان العرب

الرُسْغ مفصل ما بین الکف والذراع -
 وقبیل الرُسْغ مجتمع الساقین والقدمین
 وقبیل هر مفصل ما بین الساعد والکف
 والساق والقدم -

(لسان العرب جلد ۱ ص ۲۲۸ بحث
 لفظ رُسْغ)

ترجمہ :

متھیلی اور کلائی کے ما بین واقع جوڑ کو رُسْغ کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے
 کہ دونوں پنڈلیوں اور قدموں کے جوڑ کو رُسْغ کہتے ہیں۔ ایک قول یہ
 بھی ہے۔ کہ کلائی اور متھیلی پنڈلی اور قدم کے جوڑ کو رُسْغ کہتے ہیں۔

المحکمہ

قارئین کرام! اہل تشیع نے اپنے مسلک کے حق ہونے پر جو دلیل پیش
 کی۔ اس کی تائید میں ان کے پاس ایک بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث
 نہیں ہے۔ اور جو دلیلیں گھڑی ہیں۔ وہ بھی ترازوئے عقل پر پوری نہیں اتریں

اڑا ہل بیت کی طرف سے جو حدیث پیش کی گئی اس کے راوی ناقابل اعتبار اور غیر معتقد ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف اہل سنت کا مسلک احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل صحابہ و ائمہ پر قائم ہے۔ اس سلسلہ میں زندگی اور مفسل کے الفاظ بمعہ تحقیق کنوی آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس تمام قیل و قال کا خلاصہ یہ ہوا کہ چور کا ہاتھ دایاں اور وہ بھی کلائی سے کاٹا جائے گا۔ یہی احادیث سے ثابت ہے اور اسی پر آج تک امت محمدیہ کا اجماع ہے۔ صرف انگریزوں سے ہاتھ کاٹنا خلاف عقل و مخالف نقل ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ ۗ)

دو اشکال اور ان کا جواب

اسی بحث میں ایک دو اشکال اور ان کا جواب ذکر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ پہلا اشکال یہ ہے کہ جن احادیث سے ثابت کیا گیا کہ چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے گا۔ وہ ضعیف احادیث ہیں۔ لہذا ان سے استدلال درست نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی حدیث کا ضعیف ہونا اپنے مقام پر لیکن اگر وہ حدیث کئی طریقوں سے وارد ہو۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور وہ درجہ صحت پالیتی ہے۔ لہذا یہ احادیث متعدد طریقوں سے روایت ہونے کی بنا پر ضعیف نہ رہیں۔ اور پھر جب ان پر امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ تو پھر قطعیت کا درجہ پالیتی ہیں۔ اسی لیے جب کسی روایت پر عمل لگاتا رہو اور ہر دور میں بکثرت ہونا رہا ہو۔ تو درجہ تو اثر میں داخل ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ شہر مکہ اور مدینہ کا ثبوت۔

لہذا ایسی روایت کے لیے سند کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی بات کو فتح القدر میں ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

فتح القدر

وَ أَمَّا كَوْنُهُ مِنَ الرَّزَنِدِ وَ هُوَ مِفْصَلُ الرَّسْخِ
وَ يُقَالُ الْكَوْعُ فَلَإِنَّهُ الْمَتَوَارِثُ وَ مِثْلُهُ لَا
يُطْلَبُ فِيهِ سَنَدٌ۔

فتح الباری جلد ۱۱ ص ۸۰ / تحت

قوله السارق الخ

ترجمہ:

ہاتھ کا کلائی سے کاٹنا یعنی کلائی اور ہتھیل کے درمیان واقع جوڑ سے جسے کوع بھی کہتے ہیں۔ تو یہ اس لیے کہ اس پر لگاتار ہر دور میں عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور اس قسم کی بات کے لیے سند کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔

دوسرا اشکال یہ کہ قرآن میں صرف ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے۔ دائیں بائیں کی تخصیص نہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ دایاں ہاتھ کاٹنا جائے گا۔ یہ تخصیص بلا دلیل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق لفظ ”یمن“ موجود ہے۔ اور اس پر کچھ احادیث بھی دلیل ہیں۔ ہم نے اپنی طرف سے تخصیص نہیں کی۔

اعتراض:

کتب اہل سنت میں یہ موجود ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے

ایک چور کی صرف انگلیاں کاٹنے کا حکم دیا۔ لہذا قطعید کا مقام انگلیاں ہی ہوگا۔
حوالہ یہ ہے۔

فتح الباری

وَ أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ مِنْ طَرِيقِ أَبِي حَيْصَةَ أَنَّ
عَلِيًّا قَطَعَهُ مِنَ الْفُصْلِ وَ جَاءَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَطَعَ
الْيَدَ مِنَ الْأَصَابِعِ وَالرَّجْلَ مِنَ مِشْطِ الْقَدَمِ
أَخْرَجَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرِ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ
وَهُوَ مُنْقَطِعٌ

(فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ نمبر ۸۰ تحت
قولہ السارق الخ)

ترجمہ:

ابن حیوہ کے ذریعہ ابن ابی شیبہ نے بیان کیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ
رضی اللہ عنہ نے چور کا ہاتھ مفصل سے کاٹا۔ اور انہی سے روایت ہے
کہ علی المرتضیٰ نے انگلیوں سے ہاتھ کاٹا۔ اور قدم کو درمیان سے
کاٹا۔ اس روایت کو عبد الرزاق نے معمر بن قتادہ سے روایت کیا
ہے۔ اور وہ منقطع ہے۔

جواب:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل دو طرح سے مذکور ہوا۔ سردست دوسرا
عمل کہ آپ نے چور کا ہاتھ انگلیوں سے کاٹنے کا حکم دیا۔ یہ عمل زیر بحث ہے۔
سو اس بارے میں جواب خود اس روایت کے آخری الفاظ ہیں۔ یعنی یہ روایت منقطع ہے

لہذا انقطاع کی وجہ سے یہ روایت مقصد کو ثابت کرنے میں ناکافی ہے۔
 اور اگر انقطاع کی پرواہ کیے بغیر عمل شیر خدا کو دیکھا جائے۔ تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 اور خلفاء راشدین کے عمل کے خلاف نظر آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریعت
 و مسائل الشیعہ میں اس طرح مذکور ہے۔ کہ آپ چور کا ہاتھ نصف سے زائد کاٹا کرتے
 تھے۔ جس کی وجہ سے وہ ہاتھ قابل استعمال درمہتا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ السَّارِقِ
 يَسْرِقُ فَتُقَطَّعُ يَدُهُ ثُمَّ يَسْرِقُ فَتُقَطَّعُ رِجْلُهُ
 ثُمَّ يَسْرِقُ هَلْ عَلَيْهِ قَطْعٌ فَقَالَ فِي كِتَابِ
 عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضَى قَبْلَ أَنْ يَقُطَّعَ أَكْثَرَ مِنْ يَدٍ
 وَرِجْلٍ وَكَانَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لِي لَا
 سُبْحِي مِنْ رَفِيٍّ أَنْ لَا أَدْعَ لَهُ يَدًا أَلَيْسَتْ نَجِيًّا بِهَا
 أَوْ رِجْلًا يَمْشِي عَلَيْهَا.

رو مسائل الشیعہ جلد ۱۸

ص ۲۹۵۔ ابواب حد السرقة

مطبوعہ تہران طبع جدید۔

ترجمہ:

میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے چور کے بارے
 میں پوچھا۔ جس نے ایک مرتبہ چوری کی تو اسے قطعید کی سزا دی گئی

پھر اس نے چوری کی۔ تو اس مرتبہ اس کا ایک پاؤں کاٹا گیا۔ تیسری مرتبہ چوری کرنے پر اس پر قطع کی حد ہے یا نہیں؟ امام نے فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ کی کتاب میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے۔ اور اپنے کسی چور کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے زیادہ نہیں کاٹا۔ حضرت علی المرتضیٰ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر تیسری مرتبہ چوری کرنے پر اس کا دوسرا ہاتھ اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر دوسرا پاؤں بھی کاٹ دوں۔ تو مجھے اللہ سے شرم آتی ہے۔ کہ میں نے اس چور کے لیے استیفاء کرنے کے لیے ہاتھ نہ چھوڑا۔ اور چلنے کے لیے پاؤں بھی نہ چھوڑے۔

توضیح

روایت مذکورہ میں ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ جانے کے بعد پھر چوری کرنے والے کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ کا قول واضح طور پر بتا رہا ہے۔ کہ جس طرح پہلا ہاتھ کاٹا گیا۔ اگر اسی طرح دوسرا بھی کاٹ دیا جائے۔ تو ایسا آدمی استیفاء نہیں کر سکتا۔ اب آپ بتائیں کہ اگر صرف انگلیوں تک ہاتھ کاٹا جائے اور انگوٹھا بھی چھوڑ دیا جائے۔ تو ہتھیلی موجود ہونے کی صورت میں استیفاء کرنا ناممکن کس طرح ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف اس سلسلے میں یہ تھا کہ آپ ہاتھ کاٹنا حصہ کاٹ دیا کرتے تھے۔ جس کے بعد وہ استعمال کے قابل نہ رہتا۔ اور ایسا کاٹنا کلائی یا اس سے تھوڑا اوپر (نصف ہتھیلی) تک ہوتا ہے۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کچھلی روایت کے خلاف ہے۔ جس میں صرف انگلیاں کاٹنے کی بات تھی۔ اس لیے اس تنازع

کی بنا پر ناقابل عمل ہو گئی۔ اور قابل عمل وہی صورت ہوئی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

قطع پید کی حکمت

چور کا ہاتھ کاٹنا کیوں بطور حد مقرر کیا گیا؟ صاف ظاہر ہے۔ کہ کام کرنے میں دایاں ہاتھ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ لہذا چوری کرنے میں بھی دایاں ہاتھ کا زیادہ دخل ہونے کی بنا پر اسے یہ سزا دی گئی۔ تاکہ وہ آگہی باقی نہ رہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی۔ اگر اس کا ہاتھ صرف انگلیوں تک کاٹا گیا۔ تو پھر دوسری تیسری مرتبہ چوری کرنا اگر پہلے کی نسبت ذرا مشکل ہو گا۔ لیکن بہر حال یہ آدھ کٹا ہاتھ ضرور استعمال ہو گا۔ اس لیے اگر کھائی سے کاٹا جائے گا۔ تو پھر اس کا استعمال کم سے کم یا بالکل نہ ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ہاتھ کھائی سے کاٹنا ہی مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ-

کتاب الحضر والاباحۃ

”فقہ جعفریہ“ میں حلت و حرمت کے مسائل میں خصوصی

رعایت

اس سے قبل بہت سے مسائل ہم نے اہل تشیع کی فقہ سے ذکر کئے مقصد یہ ہے کہ چند جدید مسائل کو دیکھ کر بھی قارئین کرام آپ اس فقہ کی مجموعی کیفیت معلوم کریں گے۔ مذکورہ مسائل سے آپ اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہوں گے۔ کہ اس فقہ کی بنیاد خواہشاتِ نفسانیہ کی تکمیل ہے۔ خواہ وہ عبادات و معاملات میں ہمیر پھیر سے حاصل ہو۔ یا نجاست و پاکیزگی کے ضمن میں میسر آئے۔ ان مسائل کو ہم نے ان کی کتب سے بحوالہ ذکر کیا۔ اور پھر ان کے تقابل کے طور پر اہل سنت کا مسلک ذکر کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیا۔ فقہ جعفریہ چونکہ ان لوگوں کی مرویات کا مجموعہ ہے جن پر ائمہ اہل بیت نے ناراضگی اور لعنت تک کا اظہار کیا۔ اس لیے ایسے راویان سے یہ توقع کرنا کہ وہ صحیح اسلامی فقہ پیش کریں گے۔ عبث ہے عقل و نقل دونوں میں سے کسی معیار پر فقہ جعفریہ کے مسائل پورے نہیں اترتے۔ آخر میں حلت و حرمت کے چند مسائل پیش کیے جا رہے ہیں۔ تاکہ کھانے پینے میں جو ان لوگوں نے آسانیاں اور نفس پر ولیاں بنا رکھی ہیں آپ انہیں دیکھ پائیں۔

منہ مستندہ

”فقہ جعفریہ“ میں گدھا حلال ہے

وسائل الشیعہ

وَفِي الْعِلِّ وَالْعِيُونِ الْأَخْبَارِ بِأَسْنَادِهِ عَنِ
مُحَمَّدِ بْنِ سَنَانٍ أَنَّ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ
كَتَبَ إِلَيْهِ فِيهَا كَتَبَ مِنْ جَوَابِ مَسْأَلِهِمْ كَرِهَ
أَكْلَ لَحْمِ الْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ الْأَهْلِيَّةِ لِحَاجَةِ
النَّاسِ إِلَى ظُهُورِهَا وَإِسْتِعْمَالِهَا وَالْخَوْفِ
فِي فَنَاءِهَا وَقَلَّتِهَا لَا لِقْدُ رِخْلَيْهَا وَلَا لِقْدُ
غَدَائِهَا-

وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۹۲ کتاب بلاطہ
والاشریہ۔)

(۲۔ علل الشرائع جلد دوم ص ۲۵۰
مطبع نیدرہ نجت)

(۳۔ عیون الاخبار جلد دوم ص ۹۷)

ترجمہ:

علل الشرائع اور عیون الاخبار میں اسناد کے ساتھ محمد بن سنان

سے منقول ہے۔ کہ امام رضا نے چند مسائل کے جواب میں اسے لکھا۔ خچر اور گھریلو گدھے کا گوشت مکروہ ہے۔ اور یہ کراہت اس لیے ہے کہ لوگوں کو ان کی سواری کی ضرورت پڑتی ہے۔ انہیں دوسرے کاموں میں استعمال کرتے ہیں۔ اور ان کی نسل نفاذ ہونے کا خطرہ یا قلت کا خطرہ ہو جائے گا۔ کراہت کی یہ وجہ نہیں کہ ان کی خلقت گندی ہے۔ یا ان کی غذا خراب ہوتی ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرَ قَالَ سَأَلْتُهُ
عَنْ لَحْمِ الْخَيْلِ وَالْبَعَالِ وَالْحَمِيرِ فَقَالَ حَلَالٌ
وَلكِنَّ النَّاسَ يَعْافُونَ بَعًا۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۷ ص ۳۹۳)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۹ صفحہ ۴۱
حدیث ۱۷۷)

(۳۔ من لایحضرہ الفقیہہ جلد سوم ص ۲۱۳)

ترجمہ:

محمد بن مسلم نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ خچر، گدھے اور گھوڑے کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ فرمایا حلال ہے۔ لیکن لوگ کھاتے نہیں۔

توضیح:

پہلی روایت میں گدھے اور خچر کے گوشت کو مکروہ کہا گیا۔ وہ بھی اس بنا پر

کہ یہ سواری وغیرہ کے کام آتے ہیں۔ اور لوگوں نے اگر کھانا شروع کر دیئے۔ تو ان کی قلت ہو جائے گی۔ دوسری روایت میں کراہت کا قول نہیں بلکہ صاف صاف حلال کہا گیا اور پھر لوگوں کے حالات کی شکایت کی گئی۔ کہ وہ طلا علی یا طبعی کراہت وغیرہ کی بنا پر نہیں کھاتے۔ گویا دوسری روایت میں ایک قدم اور بڑھ گیا۔ تاکہ بلا کراہت کھائے جائیں۔ اب ذرا اور آگے چلئے۔ تو نظر آئے گا۔ کہ گھوڑے کا گوشت کھانا سنتِ رسول ہے۔

گھوڑے کا گوشت کھانا دو سنتِ رسول ہے

تہذیب الاحکام

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ أَتَيْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَإِذَا فَرَسٌ لَدَيْهِ
يَنْفَسُهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنْ حَرَهُ يَصْعَقُ لَكَ بِهِ أَحْبْرَانِ بِنَحْرِكَ أَيَادٍ وَاحْتِبَابِكَ
لَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْ مِنْهُ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ
كُلْ وَأَطْعِمْنِي قَالَ فَأَمَذَى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَذَّ أَثْمَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ وَأَطْعَمْنِي.

(۱- تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۱۶۴ فی الصيد واندباغ -)

(۲- وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۳۹۴ کتاب الاطعمۃ

والاشربة

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے گھر گئے۔ تو اچانک اس کا گھوڑا مرنے کے قریب نظر آیا۔ آپ نے انصاری سے فرمایا۔ اس کو ذبح کر دو۔ دو مہر ثواب ملے گا۔ ایک ذبح کرنے کا دو سرائیکی کی نیت کا۔ وہ کہتے لگا۔ یا رسول اللہ! کیا اس میں سے مجھے بھی کچھ کھانے کو ملے گا۔ فرمایا۔ ہاں۔ کھاؤ۔ اور مجھے بھی کھلاؤ۔ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے ایک ران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہریہ دیا۔ آپ نے اس سے کھایا اور مجھے بھی کھلایا۔

توضیح

قارئین کرام! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے، گھوڑے اور خچر کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اگرچہ گھوڑے کے بارے میں حدیث کی حدیث بھی موجود ہے۔ لیکن فقہائے اسلام نے اسے کھانا مکروہ تحریمی کہا ہے۔ لیکن یہ جرأت کر سکر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس گھوڑے کا گوشت کھایا۔ یہ جرأت صرف اہل تشیع ہی کر سکتے ہیں۔ آپ جب منع فرما رہے ہیں۔ تو خود کیونکر تناول کریں گے۔ لیکن اہل تشیع نے اس روایت سے یہ اخذ کیا ہے۔ کہ گھوڑے کا گوشت کھانا "سنت رسول" ہے اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ مہتمم تاگدھا بھی کیوں بیکار جائے۔ اس کے کہاب بنا کر تقسیم کیے جائیں۔ اور علماء و ذاکرین کو ہریہ کھلائے جائیں۔

فقہ حنفی میں گدھے کا گوشت کھانا حرام ہے

البنایۃ فی شرح الہدایۃ

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
أَخْرَجَ حَدِيثَ الْبُخَارِيِّ مُسْنَدًا إِلَى سَالِمٍ
و نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَهَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ
يَوْمَ خَيْبَرَ -

(البنایۃ فی شرح الہدایۃ جلد ۹ ص ۷۸ مطبوعہ

مصر طبع جدید)

ترجمہ:

مسند اور مرفوع روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمبر کے دن پالتو گدھوں کا گوشت کھانا منع کر
دیا تھا۔

البنایۃ فی شرح الہدایۃ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نَهَى عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ وَمَنْ لَمْ
أَبُو سَلِيطٍ وَكَانَ بَدْرِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْرَجَ

حَدِيثُهُ الطَّحَاوِيَّ اَيْضًا بِاِسْنَادِهِ اِلَى عَبْدِ اللهِ
 بْنِ اَبِي سَلِيْطٍ عَنْ اَبِيهِ وَ مِثْلُهُ اَنْسُ بْنُ مَالِكٍ
 رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَخْرَجَ حَدِيثُهُ الطَّحَاوِيَّ اَيْضًا
 بِاِسْنَادِهِ اِلَى ابْنِ سَيْرِيْنَ عَنِ النَّوِيْنَ مَالِكٍ
 رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَّا اِفْتَتَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ اَصَابُوا حُمْرًا فَطَبَخُوْا
 مِنْهَا فَنَادَى مَنْادِيٌّ رَّسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 اَلَا اِنَّ اللهَ وَرَّسُوْلَهُ يَنْهٰكُمْ عَنْهَا فَاِنَّهَا نَجَسٌ
 فَاطْفُوْا الْقُدُوْرَ-

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۹ ص ۷۹)

مطبوعہ مصر جدید

ترجمہ:

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو
 گدھوں کے گوشت (کھانے) سے منع کر دیا ہے۔ ان روایۃ میں
 ابوسلیط بدری بھی ہیں۔ جن سے امام بخاری نے حدیث بیان
 کی۔ ان میں سے انس بن مالک بھی ہیں۔ ان کی روایت امام طحاوی
 نے ذکر کی ہے۔ کہتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح
 کیا۔ وہاں کچھ گدھے ہاتھ لگے۔ لوگوں نے کچھ گدھے پکائے حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہلکارے نے اعلان کیا۔ کہ اللہ اور اس
 کا رسول تمہیں اس (گدھے کے گوشت کھانے) سے منع کرتے ہیں
 کیونکہ یہ ناپاک ہے۔ لہذا اپنی ہنڈیوں کو ان کے گوشت سے دور رکھو۔

اور انہیں اذندھا کر دو۔

البنایہ فی شرح الہدایہ

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَهْدَرَ الْمَتْعَةَ وَحَرَّمَ لِحْوَقَ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ يَوْمَ
 خَيْبَرَ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ
 بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 نَهَى عَنِ مَتَاعِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ أَكْحَلِ الْعَمِي
 الْأُنْسِيَّةِ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۹ ص ۸، کتاب النبی بائع
 الخ مطبوعہ مصر جدید)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ بے شک رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو ختم کر دیا۔ اور پالتو گدھوں کا گوشت حرام
 کر دیا۔ یہ اعلان یوم خیبر کو ہوا۔ اسے بخاری اور مسلم نے بالاسناد حضرت
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنا اور پالتو گدھے کا گوشت کھانا یوم خیبر
 کو منع فرما دیا ہے۔

توضیح:

صاحب البنایہ علامہ بدر الدین عینی نے پالتو گدھے کے گوشت کی حرمت کی

روایت کرنے والے چند جلیل القدر صحابہ کرام کے اسماء گرامی ذکر کیے جن میں حضرت علی المرتضیٰ، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ بن عمر، ابن العاص، عبداللہ بن عباس، ابوسلیطہ انس بن مالک، ابوہریرہ، جابر بن عبداللہ، مقداد اور سلمیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس قدر جلیل القدر صحابہ کرام کی متنفعہ روایت درجہ شہرت تک پہنچتی ہے۔ ایسی روایات سے قرآن کریم کی نصوص کی تفصیص و وضاحت کی جاسکتی ہے۔ اس کے باوجود اہل تشیع گدھے کے گوشت کو حلال قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ خصوصی رعایت انہیں مبارک ہو۔

گھوڑے کے گوشت کے بارے میں چونکہ روایات مختلف ہیں۔ کہیں گدھے کی طرح اس کے گوشت کو بھی حرام قرار دیا گیا۔ اور کہیں اس کی حلت معلوم ہوتی ہے۔ فقہی ضابطہ کے مطابق (جب حلت و حرمت جمع ہو جائیں۔ تو حرمت راجح ہوتی ہے)۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کے گوشت کھانے کو مکروہ لکھا۔ اسے بعض فقہاء نے مکروہ تحریمی پر محمول کیا ہے۔ جیسا کہ البنا یہ اور فتح القدیر میں مذکور ہے۔

منہ (۲)
عندہ

”فقہ جعفریہ“ میں کوّا بھی حلال ہے۔

تہذیب الاحکام :

الحسین بن سعید عن خضلی عن ابان عن
ذراة عن احدہما علیہ السلام آتت قتالاً

إِنَّ أَكْلَ الْغُرَابِ لَيْسَ بِحَرَامٍ لِّأَنَّهَا حَرَامٌ مَّا حَرَّمَ
اللَّهُ فِي كِتَابِهِ۔

۱) - تہذیب الاحکام جلد ۹ صفحہ نمبر ۱۸
فی الصیّد الخ

۲) - وسائل الشیعہ جلد ۱۷ ص ۳۹۶ کتاب
الاطعمۃ والاشربۃ الخ

ترجمہ:

ذراہ نے حضرت امام رضا سے روایت کی ہے کہ آپ نے
فرمایا۔ کوا کھانا حرام نہیں۔ حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی
کتاب میں حرام فرمایا ہو۔

توضیح

اہل تشیع کے ہاں حرام وہی ہے۔ جسے قرآن کریم نے حرام کہا ہو۔ چونکہ کوا
کا حرام ہونا قرآن کریم میں موجود نہیں۔ اس لیے وہ حرام نہیں ہے۔ اس قانون سے
بہت سی راہیں کھل گئیں۔ صرف کوا ہی نہیں بلکہ چند حیوانات کے علاوہ ان کے لیے
سب کچھ حلال ہو گیا ہے۔ گدھا، گتتا، بلی، چوہا یعنی خنزیر کے علاوہ تمام حیرات
ان کے لیے حلال ہیں۔ اسی طرح پرندوں میں کوئی بھی حرام نہیں۔ کیڑے مکوڑے
اور حشرات الارض بھی ان کے لیے حلال ہو گئے۔ کتنی رعایت ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔

منہج ۳ سئلہ

ساڑھے گیارہ تولہ کے قریب خون اگر ہنڈیا
میں گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتی

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ الْأَعْرَجِ
قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَنْ قَدْرٍ فِيهَا جَزْوَةٌ
وَقَعَّ فِيهَا قَدْرٌ أَوْ قَيْتَةٌ مِنْ دَهْرٍ أَيْوُكَلُ قَالَ
نَعَمْ فَإِنَّ النَّارَ تَأْكُلُ الدَّهْرَ.

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۷ ص ۶۳ کتاب الطہرۃ

والاشربہ)

(۲۔ فروع کافی جلد ۶ ص ۲۳۵)

(۳۔ من لایخضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۱۶)

ترجمہ:

سعید اعرج کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
پوچھا کہ ہنڈیا میں اونٹ کا گوشت تھا۔ اس میں ایک اونٹ

گیارہ تولہ اٹھ ماشے) خون پڑ گیا۔ تو کیا اس کا کھانا جائز ہے؟ فرمایا ہاں
کیونکہ آگ خون کو کھا جاتی ہے۔ اس لیے خون پڑنے کے باوجود باقی
ذرا بہ لہذا اس کے کھانے میں کیا حرج ہے۔

مفکر

”دخون“ ان حرام اشیاء میں سے ایک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم
میں ذکر فرمایا۔ اَمَّا حَرَمَ عَلَیْكُمْ الْمَيْتَةَ وَالدَّهْرَاءَ اَللَّہُ تَعَالٰی نَعْنِ
یَقِیْنًا تَمَّ بِرُمُرْدَارٍ اَوْ رُخُونٍ حَرَامٌ کَرِیْمًا ہے۔ اس نص صریح کے ہوتے ہوئے ایک
ہندیا میں پکے ہوئے گوشت کو بچانے کے لیے اہل تشیع نے کیا فریب گھڑا ہے
کوٹے کے حلال کرنے کے لیے یہ کہا کہ اس کی حرمت قرآن میں موجود نہیں۔
لیکن خون اور وہ بھی تقریباً ساڑھے گیارہ تولہ ہندیا میں پڑ جائے۔ تو قرآن کریم
کے حرام کہنے کے باوجود وہ حرام نہ ہو۔ اور نہ گوشت کو نجس کیا؟ یہ دورنگی خوب
ہے۔ اور بہا نہ بنا یا۔ کہ آگ سے خون کو کھا لیا ہے۔ اسی جگہ صاحب وسائل الشیعہ
نے اس مسئلہ کے بارے میں لکھا۔ کہ یہ تفتیہ پر محمول ہے۔ محمد بن حسن المرعالی کے
الفاظ یہ ہیں۔ هَذَا مَحْمُولٌ اِمَّا عَلَی النَّقِیَّةِ وَ اِمَّا عَلَی جَوَارِی
اَلَا تَحِلُّ بَعْدَ عَسَلِ اللَّحْمِ۔ دو تاویلات کی گئی ہیں۔ اول یہ کہ یہ تفتیہ
پر محمول ہے۔ دوم یہ کہ یہ اس طرح درست ہوگا۔ کہ گوشت کو دھو کر کھا جائے
لیکن دو تفتیہ، کا الزام امام جعفر پر لگانا انتہائی جرأت کا کام ہے۔ کیونکہ جس دور
میں امام جعفر تھے۔ وہ شیعیت کے پھیلنے پھولنے کا سنہری دور تھا۔ تفتیہ اپنا بستر لویا
باندھ چکا تھا۔ اور اہلیت موجزن تھی۔ ہزاروں لوگ امام جعفر پر تکیہ کر کے
تھے۔ ایسے میں امام جعفر کو تفتیہ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ آخر آپ کو کس کا ڈر تھا کہ

جس کی بنا پر حق بات چھپائی جا رہی ہے۔ پھر جب اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے کہ ائمہ اہل بیت کی اتباع پیغمبروں کی اتباع سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور تلمیذ الشافعی پر جلد سوم صفحہ نمبر ۸۷ مطبوعہ تمجدید پر موجود ہے۔ کہ حضرات انبیائے کرام تقیہ نہیں کرتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو شریعت ختم ہو جاتی۔ جب ان کے نزدیک ادنیٰ کا یہ درجہ تو اعلیٰ کا کیا مقام ہوگا اس لیے تقیہ کا الزام بھی ایک اجتناب سے زیادہ کچھ نہیں۔ رہا یہ کہ دھو کر کھانا جائز ہے یہ تاویل بالکل بے معنی اور لاعاصل ہے۔ کیونکہ دھونے کی ضرورت تب پڑتی ہے۔ جب وہ حرام اور نجس رہے۔ خود امام صاحب نے اس کے حلال ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی۔ کہ آگ نے اس خون کو جلادیا ہے۔ لہذا جل کر وہ باقی نہ رہا۔ اور ہنڈیا میں موجود گوشت پاک کا پاک رہا۔ اس دلیل کے ہوتے ہوئے اور کیا ضرورت پڑ گئی۔ کہ پاک کو پاک کرنے کے لیے دھویا جائے۔ اسی لیے اس تاویل کی تردید کن لاکھنؤ الفقیہ نے ان الفاظ سے کر دی۔ **حُمِلَ الذُّهُرُ عَلَىٰ مَا لَيْسَ بِنَجِسٍ حَكَدَهُ السَّمَكُ وَشَبَّهَهُ** یعنی یہ خون اس خون پر محمول کیا جائے گا۔ جو نجس نہیں ہوتا جیسا کہ مچھلی وغیرہ کا خون۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ تاویلات دور از قیاس ہیں۔ حدیث مذکور اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ فقہ جعفریہ میں شکم پروردی کے لیے ہر ممکن رعایت پائی جاتی ہے۔ شاید ڈھونڈنے سے آپ کو کوئی خوردنی نوشیدنی چیز حرام ہے۔ ورنہ سب کچھ جائز اور حلال ہے۔ خنزیر نجس العین تھا۔ لیکن گوشت کے ربا سے بھی حلال کر گئے۔ اس کی تفصیل باب الطہارت میں گزر چکی ہے۔ لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

منہج

ہندیا میں چوہاگر کر جانے سے بھی

نجات نہیں آتی

تہذیب الاحکام

محمد بن یعقوب عن علی بن ابراہیم عن ابیہ
عن النوفلی عن السکونی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
انَّ امیراً المؤمنین علیہ السلام سئل انَّ قَدْرَ
طَبِخَتْ وَاِذَا فِي الْقَدْرِ فَاَرَهُ قَالَ يُحْرَقُ مَرَقَهَا وَ
يُغْسَلُ اللَّحْمُ وَيُؤْكَلُ۔

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۸۷ باب فی الزبائح الخ)

(۲۔ رسائل اشیعہ جلد ۱ ص ۴۳ باب

ان القدر اذا طبخت)

(۳۔ فروع کافی جلد ۱ ص ۲۶۱ کتاب الاطعمہ)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سے پوچھا گیا۔ ہنڈیا پک کر تیار ہو گئی۔ اچانک اس میں سے چوڑا ملا۔
 (تو اس کا حکم کیا ہے؟) فرمایا۔ اس میں سے سالن گرا دیا جائے۔ گوشت
 دھو کر کھایا جائے۔

توضیح

مقصد یہ ہے۔ کہ کھانے کے لیے جو گوشت پکایا۔ وہ کسی نہ کسی حیلے بہانے
 سے کھانا چاہیے۔ سالن کو گرا دو۔ اور اس میں ابل ابل کر جو گوشت پکا۔ اُسے
 دھو کر کھا لو۔ کیا گوشت کے ہرزہ میں وہ نجس شوہا سرایت نہیں کر چکا تھا؟ سرایت
 کرنے کی بنا پر وہ نرم ہو گیا۔ تو جس طرح تک مرچ اس کے ہرزہ میں سرایت
 کر جاتے ہیں۔

اسی طرح چربا بنا نجس پانی بھی گوشت کے ہرزہ میں پہنچا۔ اب دھو کر کھانے
 کی ترکیب ایسی سوچی۔ کہ اس پر دو نشان حیدر، ملنا چاہیے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ یہ
 سب کچھ پیٹ کے دھندے کے لیے کیا گیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
 کو خواہ مخواہ اس کا نشانہ بنایا گیا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ -

نمبر ۵ مسئلہ

سُنی کی دکان سے خریدی ہو ا حلال گوشت

خنزیر سے زیادہ حرام ہے

تہذیب الاحکام

محمد ابن احمد بن یحییٰ عن احمد بن حمزہ
عن محمد بن علی عن یونس بن یعقوب عن
ابی بصیر قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام
عَنِ الرَّجُلِ يَشْتَرِي الْكُحْمَ مِنَ السُّوْقِ وَعِنْدَهُ
مَنْ يَدْبَحُ وَيَبِيْعُ مِنْ اَخْدَانِهِ فَيَعْتَمِدُ الشَّرَاءَ
مِنَ النَّصَابِ فَقَالَ اَيُّ شَيْءٍ تَسْأَلُنِي اَنْ اَقُوْلَ مَا
يَأْكُلُ اِلَّا مِثْلَ الْمَيْتَةِ وَالَّذِي لَحْمَ الْخِنْزِيرِ
قُلْتُ سُبْحَانَ اللَّهِ مِثْلَ الْمَيْتَةِ وَالَّذِي لَحْمَ الْخِنْزِيرِ
فَقَالَ نَعَمْ وَاَعْظَمَ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ -

(- تہذیب الاحکام جلد ۱۰ ص ۱۰۱ فی الزبائح الخ)

(۲- وسائل الشیخہ جلد ۱۰ ص ۳۵۶ نمبر ۳۵۶)

باب اباحت الذبائح

ترجمہ:

ابو بصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ ایک آدمی بازار سے گوشت خریدتا ہے۔ حالانکہ اس کے پاس اپنے ساتھیوں میں سے ذبح کرنے والا بھی موجود ہے۔ پھر وہ بازار سے کسی سٹی سے گوشت خریدتا ہے (تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟) فرمایا تو کس چیز کے متعلق پوچھتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں۔ کہ وہ ایسا گوشت کھائے گا۔ جو مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کی طرح ہے۔ میں نے عرض کیا۔ سبحان اللہ! آپ اس خریدے گئے گوشت کو مردار خون اور خنزیر کے ساتھ تہیہ دے رہے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو وہ اس سے زیادہ حرام ہے۔

توضیح

حوالہ مذکورہ سے اہل تشیع کی اہل سنت سے دشمنی اور بغض و عداوت کا اظہار ہو رہا ہے۔ ایک طرف جب ان کے پیٹ کا مسئلہ آتا ہے۔ تو گدھا، گتتا، خون، مرا ہوا چوہا سب جائز۔ اور دوسری طرف حتیٰ کی دکان سے خریدا ہوا گوشت اس قدر قابل نفرت ہے۔ کہ اس جیسی نفرت والی کوئی دوسری چیز ہے ہی نہیں۔ ان کے حواس باختہ ہونے کا اندازہ اس سے ہوتا ہے۔ کہ گدھے کو حلال ثابت کرنے کے لیے یہ ضابطہ وضع کیا تھا۔ کہ جسے قرآن نے حرام کیا وہی حرام ہے دوسرا کوئی حرام نہیں۔ اس ضابطہ کے پیش نظر کوئی شیعہ قرآن کریم کی ایک آیت بھی ایسی دکھا دے۔ جس میں یہ کہا گیا ہو۔ کہ سنی سے خریدی گوشت ان سے بھی بڑھ کر حرام ہے۔ اتنے بڑے حرام کے لیے کوئی نص موجود نہیں۔ تو پھر اس کو حرام کہنا

کس طرح درست ہوا؟

حقیقت یہ ہے۔ کہ ان مسائل کا تعلق حضرت ائمہ اہل بیت سے ہرگز نہیں۔ صرف ان کا نام استعمال کر کے اپنی دکان چمکانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یعنی روایت جوا بولیسیر کے حوالہ سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مذکور ہوئی۔ یہ ابولیسیر وہ راوی ہے جس پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کئی بار لعنت بھیجی جو اہل کے لیے رجال کشی ملاحظہ کریں۔ ہم بارہا مذکورہ حوالہ درج کر چکے ہیں ایسے ہی ملعون اور کذاب لوگوں کی عادت کے پیش نظر امام جعفر وغیرہ ائمہ اہل بیت یہ فرمانے پر مجبور ہوئے۔ کہ لوگوں نے ہمارے کلام میں خلط غلط کر دیا ہے۔ صحیح اور غیر صحیح روایات اکٹھی کر دی گئی ہیں۔ اس لیے ہماری کسی روایت یا حدیث کے صحیح ہونے کی پہچان یہ ہے۔ کہ اسے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر پیش کر دو۔ اگر موافقت ہو۔ تو بہتر و زودہ روایات چھوڑ دو۔ اور کتاب اللہ و سنت رسول سے دامن وابستہ رکھو۔ دوسری حدیث جو ہم آگے ذکر کر رہے ہیں ذرا اس پر نظر دوڑائیں۔ اور پھر نتیجہ نکالیں۔

وسائل الشیعہ

عن بشیر بن غیلان قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن ذبائح اليهود والنصارى والتصاب قال فلكوى شدقه وقال كلما الى يوم ملاقول قرينة التقيته لمهنا ظاهراً

وسائل الشیعہ جلد ۱۶، ص ۳۵

ابواب الذبائح

ترجمہ:

بشیر بن عیسان کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یہود و نصاریٰ اور مسیحوں کے ذبیحہ کے متعلق پوچھا۔ تو آپ نے باچھ کو مروڑا۔ اور کہا۔ غیر معینہ دن ہمک کھاؤ۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس ارشاد میں تقیہ کرنا واضح ہے۔

مذکورہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہود و نصاریٰ اور زواصب کا ذبح کردہ حلال جانور کھانے کی اجازت عطا کر دی۔ لیکن خبث باطنی کا مظاہرہ کرنے سے مصنف زچوکا۔ "اقول،، کا دم چھٹا لگا کر امام صاحب کی ذات کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ وہ اس طرح کہ امام صاحب نے ان کے ذبايح کو کھانے کی اجازت بطور تقیہ دی ہے اس تقیہ پر یہاں قرینہ واضح طور پر موجود ہے۔ وہ قرینہ باچھیں مروڑنا، ہی ہو سکتا ہے ہم بار بار یہ ذکر کر چکے ہیں۔ کہ خود شیعہ مورخین اس پر متفق ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا زمانہ تقیہ کا زمانہ نہ تھا۔ حالات سازگار تھے لہذا ایسی جلیل القدر شخصیت پر دو تقیہ، کی تہمت لگانا خبث باطنی سے کم نہیں۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ امام صاحب کے نزدیک اس گوشت میں کوئی حرمت نہیں۔ ان پر حرمت کا فیصلہ تھو پنا کیسی بناوٹی محب کا کام ہے۔ ظالموں کو اہل سنت سے عداوت نے ائمہ اہل بیت پر افتراء باندھنے کی جسارت دی۔ یہ ہے ان کی عقیدت اور محبت الہیت کا ثبوت مخفیہ کہ ہم نے ان کی کتب سے چیدہ چیدہ مسائل ذکر کئے۔ جن کی نسبت امام جعفر و غیرہ ائمہ اہل بیت کی طرف کی گئی ہے۔ اور حقیقت میں ان حضرات کے اقوال و اعمال ایسے مسائل کی ناجازت دیتے ہیں۔ اور نہ ہی انہیں

دیکھ کر یہ خوش ہوتے تھے۔ کیونکہ عقلاً و نقلاً یہ مسائل ناقابل قبول اور حق سے سُرور میں
یہ سب کچھ زرارہ، ابو بصیر وغیرہ کی پیداوار ہے کہ دھوکہ دینے کے لیے ان مسائل کی
نسبت ائمہ کی طرف کر دی گئی۔ اور اس سلسلہ میں زیادہ بدنام امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
کو کرنے کی کوشش کی گئی۔ حتیٰ کہ اپنی من مانی روایات اور خود ساختہ احادیث کی
نسبت ان کی طرف کر کے اس کا مجموعی نام ”دفقہ جعفریہ“ رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ
حق و صداقت کی بصیرت عطا فرما کر حق کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق
عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ)

پھلی جلال و اہموت کے بارے میں شیعہ سنی نظریہ



توضیح المسائل

اگر چھلکے دار پھلی زندہ پانی سے پکڑ لی جائے۔ اور پانی سے باہر مر جائے تو پاک اور اسے کھانا حلال ہے اور اگر پانی میں مر جائے تو پاک ہے لیکن اس کا کھانا حرام ہے۔ اور جس پھلی کے اوپر چھلکے نہیں ہونے اگرچہ وہ پانی سے زندہ پکڑ لی جائے اور پانی کے باہر وہ مرے تو وہ حرام ہے۔

(توضیح المسائل ص ۴۰۲ ذکر پھلی کا شکر مصنف)

(امام حنفی)

فروع کافی

عن عبد الله بن مغيرة عن عبد الله بن سنان
عن ابي عبد الله عليه السلام قال قال امير المؤمنين -
علي ابن ابي طالب عليه السلام بالكوفة تير كذب بعلته
رسول الله ثم يمر بسوق الحيتان فيقول لا

تَاكُلُوْا وَلَا تَبِيعُوْا مِنْ السَّمَكِ مَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ
 قَشْرٌ عَنْ حَنَّانِ بْنِ سَدِيْدٍ قَالَ سَأَلَ
 الْعَلَاءُ مِنْ كَأْ كُلِّ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اَنَا
 حَاضِرٌ عَنِ الْجَرِّيِّ فَقَالَ رَجَدْنَا فِي كِتَابِ عَلِيٍّ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْشَاءً مُحَرَّمَةً مِنَ السَّمَكِ فَلَا تَقْرُبُوْهَا
 ثُمَّ قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ
 قَشْرٌ مِنَ السَّمَكِ فَلَا تَقْرُبُوْهَا۔

دفعہ کافی جلد ۱ ص ۲۲۱ کتاب الصيد

مطبوعہ تہران جدید

ترجمہ :

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرہ شہر
 میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پر سوار ہو کر ایک بازار میں سے گزر
 رہے تھے۔ وہاں مچھلیوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ تو آپ نے فرمایا۔
 جب تک کسی مچھلی پر چھلکے نہ ہوں۔ تو نہ اس کو کھاؤ۔ اور نہ ہی اس کی
 خرید و فروخت کرو۔۔۔۔۔ علاء بن کاکل نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
 ایک مچھلی کے بارے میں پوچھا۔ میں اس وقت موجود تھا۔ آپ نے فرمایا۔
 ہم نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کتاب میں مچھلی کی بہت سی اقسام کو حرام
 لکھا ہوا پایا۔ لہذا ہمیں ان کے قریب نہیں جانا چاہیئے۔ پھر امام جعفر صادق
 رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب تک مچھلی چھلکوں والی نہ ہو۔ ہم اس کے ہرگز
 قریب نہیں جائیں گے۔

ضروری نوٹ: مچھلی کے بارے میں اہل تشیع کا عقیدہ مذکورہ دو عدد و حوالہ جات

سے آپ نے ملاحظہ کیا۔ اس جگہ مچھلی کے ساتھ "مال المریحین" لہ قسشر، یعنی چھلکے دار ہونے کی پابندی لگائی گئی۔ یہ پابندی کہاں سے لی گئی؟ اس کا کوئی سرا نہیں ملتا۔ کیونکہ ان کی تمام کتب فقہیہ وغیرہ فقہیہ میں ایک حدیث بھی اس پابندی کی تائید میں موجود نہیں ہے۔ تہذیب الاحکام میں جو تقریباً پچاس احادیث اسی موضوع پر ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً صحیح ثابت نہیں۔ فروع کافی کی بھی یہی نوعیت ہے۔ ان تمام احادیث کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے ائمہ اہل بیت کی طرف ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر یہ قید شرعی تھی۔ تو پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیوں چھپائے رکھا۔ حالانکہ اہل تشیع بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ نبی تقیہ نہیں کیا کرتا۔ کیونکہ اس طرح حلال و حرام کا امت تک پہنچنا مشکل ہو جاتا۔ ملاحظہ ہو۔

نبی شرعی مسائل میں تقیہ نہیں کرتا

تلخیص الشافی

فَأَمَّا الرَّسُولُ فَمَا لَمْ تَجْزِ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لِأَنَّ الشَّرِيعَةَ
لَا تَعْرِفُ إِلَّا مِنْ جِلَّتِهِ وَلَا يُرْصَلُ إِلَيْهَا إِلَّا بِقَوْلِهِ
فَمَتَى جَازَتْ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لَمْ يَكُنْ لَنَا إِلَى الْعِلْمِ بِمَا
كَلَّفْنَاهُ طَرِيقٌ

د تلخیص الشافی جلد سوم ص ۸۷

مطبوعہ قمر جدید

ترجمہ: بہر حال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تقیہ کرنے کا قول

کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ شریعت کی معرفت صرف ان کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ اور اس کی طرف آگاہی بجز قول رسول کے نہیں ہو سکتی۔ سوا اگر تقیہ کا جواز متصور ہو تو پھر ہمیں اپنے بارے میں احکام کا علم کسی اور طریقہ سے کیسے ہوگا؟

لہذا معلوم ہوا۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال و حرام میں سے کسی کو نہ عظیم بیان کیا۔ اور نہ کسی کے ڈر کے مارے اسے چھپایا۔ بلکہ حقیقت حال واضح فرمادی۔ اب زیر بحث مسئلہ میں پوری کتب شیعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مچھلی کے حلال ہونے کے بارے میں مذکورہ شرط مذکور نہیں۔ ہاں اہل تشیع اس بات کے قائل ہیں۔ کہ امام وقت مسائل شرعیہ و احکام دینیہ میں تقیہ کر سکتا ہے۔ اور ایک ہی مسئلہ کے مختلف جوابات دے سکتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی

عن زرارة بن اعين عن ابي جعفر عليه السلام قال
 سألتُهُ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَأَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ
 عَنْهَا فَأَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا أَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ آخَرُ
 فَأَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا أَجَابَنِي وَ أَجَابَ صَاحِبِي فَلَمَّا خَرَجَ
 الرَّجُلَانِ قُلْتُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ رَجُلَانِ مِنْ أَهْلِ
 الْعِرَاقِ مِنْ شِيعَتِكَ قَدْ مَا يَسْئَلَانِ فَأَجَبْتَ كُلَّ
 وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِغَيْرِ مَا أَجَبْتَ بِهِ صَاحِبَهُ؟ فَقَالَ يَا ذَرَّاهُ
 إِنَّ هَذَا خَيْرٌ لَنَا وَ ابْقَى لَنَا وَ لَكُمْ وَ كَوْنًا جَمَعْتُمْ عَلَيَّ
 وَاحِدٍ لَصَدَقْتُمْ النَّاسَ عَلَيْنَا وَ لَكُنَّا أَقَلُّ بَيْتَانَا

وَبَعَا يَكْمُرُ قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لِأَيِّ عَبْدٍ لِلَّهِ شِيعَتَكُمْ كَوَيْلًا مِمَّنْ
 هُمْ عَلَى الْأَمْتَةِ أَوْ عَلَى النَّارِ لَمْضُوا وَهُمْ يُخْرِجُونَ
 مِنْ عِنْدِكُمْ مُخْتَلِفِينَ قَالَ فَاجَابَنِي بِمِثْلِ جَوَابِ
 أَبِيهِ -

راصول کا فی جلد ۱ صفحہ ۶۵

مطبوعہ تلہران جدید

ترجمہ:

زرارہ بن امین کہتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ
 پوچھا۔ آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا۔ پھر ایک شخص اور آیا۔ اور
 اس نے بھی وہی مسئلہ دریافت کیا۔ امام نے اسے مجھے دیئے گئے جواب
 کے خلاف جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا۔ اس نے بھی وہی مسئلہ
 دریافت کیا۔ امام نے اسے ہم دونوں کے جواب سے الگ تیسرا جواب
 دیا۔ جب وہ دونوں آدمی چلے گئے۔ تو میں نے عرض کیا۔ اے فرزند رسول!
 دونوں آدمی عراقی تھے۔ آپ کے شیعہ تھے۔ سوال پوچھنے کے لیے آئے
 تھے۔ اپنے دونوں کو ایک ہی سوال کا الگ الگ جواب دیا۔ اس کی
 کیا وجہ ہے؟ فرمایا اے زرارہ! ایسا کرنا ہمارے لیے بہتر ہے۔ اور اس
 میں ہماری اور تمہاری زندگی ہے۔ اگر تم ایک بات پر متفق ہو جاؤ تو
 لوگ تمہیں اپنی مجلس سے نکال دیں گے۔ پھر ہماری اور تمہاری زندگی
 دو بھر ہو جائے گی۔ پھر زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 سے ایک مرتبہ پوچھا۔ آپ کے شیعہ ایسے فرمانبردار ہیں۔ اگر انہیں نیزوں
 کے سامنے کر دیا آگ میں کودنے کا حکم دو۔ وہ فوراً بجالائیں گے۔ لیکن جب

وہ مختلف جواب سنتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے۔ تو امام جعفر نے بھی ویسا ہی جواب دید۔ جیسا کہ ان کے والد نے جواب دیا تھا۔

پھلی کے حلال و حرام ہونے کے بارے میں ائمہ اہل بیت کے مختلف فتویٰ

حضرت علی المرتضیٰ کے نزدیک مچھلی کی بہت سی
اقسام حرام ہیں۔ صرف چھلکے والی مچھلی حلال ہے

تہذیب الاحکام

عَنْ آيِي فَضَّلِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِنَا عَنْ آيِي
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْجَارِي وَالْمَارْمَاهِي
وَالْقَاطِي حَرَامٌ فِي كِتَابِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(۱- تہذیب الاحکام جلد ۵ ص ۵ باب

الصید والذبايح)

(۲- وسائل الشیخہ جلد ۱۶ صفحہ ۳۰۳/

مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بہت سے لوگوں نے روایت
کی کہ اپنے فرمایا۔ مچھلی کی جری اور مارماہی اور مکرپانی پر تیرنے والی

اقسام حضرت علی کی کتاب میں حرام ہیں۔

فروع کافی

علی بن ابراہیم عن ابیہ عن عبد اللہ بن المغیرہ عن
عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
قال کان امیر المؤمنین علی بن ابی طالب
بِالْكُوفَةِ يَرْكَبُ بَعْلَةَ رَسُولِ اللَّهِ تُرَيَّمُ بِسُوقِ
الْحَيْثَانَ فَيَقُولُ لَا تَأْكُلُوا وَلَا تَبَيْعُوا مِنَ السَّمَكِ
مَا لَمْ يَكُنْ لَبًا قَشْرًا..... عَنْ حَنَانِ بْنِ سَدِيدٍ
قَالَ سَأَلَ الْعَلَاءُ بْنَ كَالِي أَبَا عَبْدِ اللَّهِ وَأَنَا حَاضِرٌ عَنْ
الْجَرِيِّ فَقَالَ وَجَدْنَا فِي كِتَابِ عَلِيٍّ أَشْيَاءَ مُحَرَّمَاتٍ
مِنَ السَّمَكِ فَلَا تَقْرَأُ بِهَا تُقْرَأُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مَا لَمْ
يَكُنْ لَهُ قَشْرٌ مِنَ السَّمَكِ فَلَا تَقْرَأُ بِنَتْدٍ.

(فروع کافی جلد ۱ ص ۲۲۰ کتاب العید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
رسول اللہ کی فخر پر سوار ہو کر کوئٹہ کے بارے میں چلی فرمائش سے گزرے تو
آپ نے فرمایا۔ کہ جس مچھلی کے پھلکے نہ ہوں نہ اسے کھاؤ اور نہ اس کا لین پین
کو۔ علاء بن کاکی نے امام جعفر سے پوچھا۔ میں اس وقت حاضر تھا۔ کہ جبری
مچھلی کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ ہم نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کتاب میں
بہت سی مچھلی کی اقسام حرام پائی ہیں۔ لہذا تم ان کے قریب نہ جاؤ۔ پھر فرمایا۔

جب تک پھلکے والی مچھلی نہ ہو۔ قریب مت جاؤ۔

امام جعفر صادق کے نزدیک جبری مچھلی کے علاوہ
کوئی دوسری مچھلی مکروہ نہیں ہے

تہذیب الاحکام

عَنْ مُحَمَّدِ الْحَلْبِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ لَا يَكْرَهُ
شَيْءٌ مِنَ الْحَيْتَانِ إِلَّا الْجَرِيءُ۔

(تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۵ / باب
فی الصید والذبايح)

ترجمہ:

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ مچھلی کی جبری قسم مکروہ ہے۔ اس کے سوا
بقیہ تمام اقسام حلال ہیں۔

صرف جریث نامی مچھلی مکروہ ہے۔ (امام جعفر صادق)

تہذیب الاحکام

عن فضالہ عن ابان عن جریر عن حکم عن ابی
عبد اللہ قال لا یکرہ من الحیتان شئ الا

الجریثہ

(تہذیب الاحکام جلد ۵ ص ۵)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جریث نامی پھلی کے سوا کوئی
پھلی مکروہ نہیں ہے۔

سب پھلیاں حلال ہیں (امام جعفر صادق)

تہذیب الاحکام

عنه عن عبد الرحمن بن ابی نجوان عن عاصم
بن حمید عن محمد بن مسلم قال سألت ابا
عبد الله عن الجریثی والماریماهی والذمیر وماله
قشر من السمک حرام هو؟ فقال لی یا محمد
اقرأ هذه الآية فی الانعام قل لا اجد فی ما وُحی
الیّ محرماً علی طایعٍ یطعمه الا ان ینکون الخ قال
فقرا ثلثا حتی فرغت عنثا فقال انما الحرام ما حرم
الله ورسوله فی کتابہ ولکنکم قد کانوا یافون
اشیاء فنحن نعاقلها۔

(تہذیب الاحکام جلد ۵ ص ۵ کتاب فی الصید والذباہ)

ترجمہ:

محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جری

مارا ہی زمیر اور چھلکے والی مچھلی کے بارے میں پوچھا کہ کیا یہ حرام ہیں؟ انہوں نے فرمایا۔ اے محمد! آیت پڑھو۔ جو سورہ انعام میں ہے۔ قل لا اجد فی ما اوحی الی الخ) میں نے جب مکمل پڑھی۔ تو فرمانے لگے۔ حرام وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے لیکن لوگ مچھلیوں کی ان اقسام سے بچتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی اجتناب کرتے ہیں۔

ملحہ فکریہ

گوشہ حوالہ جات کو بار بار پڑھیں اور ان کے مضامین کو باہم ملائیں۔ آپ ان میں تطبیق نہ دے سکیں گے۔ بہر حال یہ بات مسلم ہے۔ کہ پیغمبر حکام شرعیہ میں تقیہ نہیں کرتا۔ مچھلی کے بارے میں وہ چھلکے دار، ہونے کی شرط اہل تشیع کی کسی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت نہیں ہے۔ لہذا جن کے کلام میں تقیہ نہ تھا۔ انہوں نے اس شرط کو نہ لگایا۔ اور جن لوگوں نے یہ شرط لگائی۔ وہ ائمہ اہل بیت ہیں۔ اور ان کا تقیہ کرنا جائز ہی نہیں بلکہ فی الفعل اسی مسئلہ میں موجود ہے۔ سب سے پہلے امام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی طرف ایک کتاب کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا۔ کہ انہوں نے صرف چھلکے والی مچھلی کو حلال فرمایا۔ اس کے علاوہ تمام اقسام کی مچھلیاں حرام ہوئیں۔ ان اقسام میں سے خاص کر جبری، مارا ہی اور طافی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے بعد امام جعفر صادق کا قول مذکور ہوا۔ جس میں انہوں نے صرف جبری نامی مچھلی کی حرمت کا نزل کیا ہے۔ طافی اور مارا ہی وغیرہ کا تذکرہ نہیں۔ بلکہ جبری کی استثناء سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مؤخر الذکر دونوں اقسام حلال ہیں۔ حالانکہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کتاب کے حوالہ سے مطابقت یہ دونوں حرام ہیں۔ اب ان دونوں میں سے کونسا قول

درست ہے اور کونسا غلط؟ ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جب امام بطور تقیہ مسئلہ شرعی بیان کر سکتا ہے۔ تو ممکن ہے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تقیہ کر کے ان کو حرام کہا ہو یا امام جعفر صادق نے بطور تقیہ ان کو حلال کہا ہو۔ پھر اس کے بعد امام جعفر صادق کا ایک اور قول منقول ہے۔ کہ صرف جریت نامی مچھلی حلال ہے۔ اس قول میں "جرئی" کا تذکرہ بھی نہیں ایک نئی قسم کی حرمت پائی گئی ہے۔ اول قول کے مطابق یہ قسم حلال اور جری حرام اس قول کے مطابق جری حلال اور جریت حرام۔ اب کیا فیصلہ کریں۔ اور کیسے کریں؟

بالآخر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر فرما دیا۔ کہ ہماری باتوں میں چونکہ ہمارے ہی مآرائستینوں نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔ بلکہ من گھڑت باتیں ہماری حدیث بنا کر شیعوں کے سامنے پیش کرنے سے بھی باز نہ آئے۔ اب ہمیں یہ کہنا پڑا ہے۔ کہ ہماری ہر وہ بات قابل تسلیم نہیں جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔ لہذا صحت و حرمت میں کسی مچھلی کو حلال و حرام قرار دینے کی ہمیں کیا ضرورت۔ اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا ہے۔ ہاں ہم بھی لوگوں کے دیکھا دکھی کچھ مچھلیاں نہیں کھاتے۔ نہ کھانا اور بات ہے اور اسے حرام قرار دینا اور بات آخری بات خود جو سب پر حاوی ہے وہ یہ کہ ائمہ اہل بیت نے یہ سب کچھ بطور تقیہ کیا اور کہا ہے حقیقت مسئلہ وہ جانیں یا ان کا خدا جانے۔ وسائل الشیعہ ص ۴۰۴ جلد ۱۷ کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ انہیں بار بار پڑھیں۔ مع احتمال حمل الجبیب علی التیۃ۔ یعنی یہ احتمال بھی موجود ہے۔ کہ مذکورہ تمام تر روایات تقیہ کا شاہکار ہوں۔ مختصر یہ کہ جب روایات ائمہ اہل بیت باہم متعارض اور متخالف ہیں۔ تو اس تعارض نے انہیں درجہ سقوط میں رکھ دیا۔ لہذا ایسے موقع پر اس سے بالادلیل پر عمل ہوتا ہے۔ اور وہ قرآن و سنت ہی ہیں۔ اس بات کا علم شیعہ لوگوں کو بھی ہے۔ کہ مچھلی علی الاطلاق حلال ہے۔ لیکن چونکہ یہ اہل سنت کا مسلک بن گیا۔ اس لیے وہ شیعہ ہی کس کام کا

جو اہل سنت کی فقہی جزئیات کی مخالفت نہ کرے۔ اس لیے انہیں مخالفت کے لیے دو آدمیوں کی روایت بھی ایسے مقام پر کام دے جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی

فَإِنْ كَانَ الْخَبْرَانِ عَنْكُمَا مَشْهُورَيْنِ قَدْ رَوَاهُمَا
 الثَّمَنَاتُ عَنْكُمْ قَالَ يُنْظَرُ فَمَا وَافَقَ مُحْكَمَهُ مُحْكَمَ
 الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَخَالَفَ الْعَامَةَ فَيُؤْخَذُ بِهِ
 وَيُتْرَكُ مَا خَالَفَ مُحْكَمَهُ مُحْكَمَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ
 وَوَافَقَ الْعَامَةَ قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ
 الْفَقِيهَانِ عَرَفَا مُحْكَمَهُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَوَجَدْنَا
 أَحَدَ الْخَبْرَيْنِ مُدَا فِقًا لِلْعَامَةِ وَالْآخَرَ مُخَالَفًا لَهُمْ
 بِأَحَدِ الْخَبْرَيْنِ يُؤْخَذُ؟ قَالَ مَا خَالَفَ الْعَامَةَ فَفِيهِ
 الرَّشَادُ قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ فَإِنَّ وَافَقَهُمَا الْخَبْرَانِ
 جَمِيعًا قَالَ يُنْظَرُ إِلَى مَا هُمُ إِلَيْهِ أَمِيلُ مُحْكَمًا عَلَيْهِ
 وَقَضَاتِهِمْ فَيُتْرَكُ وَيُؤْخَذُ بِالْآخَرَ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۶۸ کتاب فصل العلم)

ترجمہ:

اگر دو حدیثیں آپ دونوں سے مشہور ہوں۔ اور انہیں آپ سے ثمر روایوں
 نے روایت کیا ہو۔ (تو ان میں سے کس پر عمل کیا جائے گا؟) فرمایا دیکھا
 جائے۔ کہ جو روایت اللہ کی کتاب پر اور حضور کی سنت کے مطابق حکم
 والی ہو۔ اور عام (اہل سنت) کے خلاف ہو۔ اس پر عمل کیا جائے گا۔

اور جو عام (اہل سنت) کے موافق ہو اور کتاب و سنت کے حکم سے اس کا حکم مخالف ہو اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا۔ میری جان آپ پر نثار! آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ دو فقہاء کرام نے اپنی اپنی روایت کا حکم، کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے معلوم کیا ہو لیکن ہم ان دونوں میں سے ایک کو عام (اہل سنت) کے موافق اور، دوسری کو ان کے مخالف پائیں۔ تو ان دونوں میں سے کس پر عمل کیا جائے گا؟ فرمایا۔ جو عام (اہل سنت) کے خلاف ہے اس میں ہی بہتری اور ہدایت ہے۔ میں نے پھر عرض کیا۔ میری جان آپ پر قربان! اگر دونوں روایتیں عام (اہل سنت) کے موافق ہوں تو پھر کیا کیا جائے؟ فرمایا۔ پھر دیکھو کہ جس کی طرف ان کے حکام اور قاضیوں کا میلان ہے اسے چھوڑ دو اور دوسری کو لے لو۔

پچھلی کے تمام اقسام کی حلت پر اہل سنت کے دلائل

دلیل اول

حدیث پاک کی عمومیت

البنایہ فی شرح الہدایہ

لِقَوْلِهِمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَاتٌ وَ دَمَانٍ أَمَّا
الْمَيْتَاتُ فَالْسَّمَكُ وَالْجَرَادُ وَ أَمَّا الدَّمَانُ فَالْحَبِيدُ.

وَالطَّحَالُ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ - جلد ۹ ص ۹۶)

مطبوعہ دارالفکر طبع جدید

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ ہمارے لیے دو خون اور دو مری ہوئی اشیاء حلال کر دی گئی ہیں۔ دو مری ہوئی اشیاء میں سے ایک مچھلی اور دوسری مکڑی ہے۔ اور دو خونوں میں سے پہلا جگر اور دوسرا رتی ہے۔ (اس حدیث پاک میں مچھلی کو کسی قید و شرط کے بغیر ذکر کرنا اس کے عموم پر دلالت کرتا ہے۔)

سبیل ووم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جریت

کو حلال فرمایا

البنایہ فی شرح الہدایہ

وروی محمد فی الاصل عن عمرو ابن وہب
عن عمرہ بیان الطبیخ قلتُ خَرَجْتُ مَعَ وَوَلِيدٍ قَوْ
لَنَا قَاشْتَرَيْنَا جَرِيَةً بِتَقْنِيْنِزِ حَنْطَةٍ فَوَصَعْنَا هَا

فِي زَنْبِيلٍ فَخَرَجَ رَأْسًا مِنْ جَانِبٍ وَذَنْبًا مِنْ
 جَانِبٍ آخَرَ فَمَرَّ بِنَا عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ «يَكْرَهُ
 أَخَذْتِ»، قَالَتْ فَأَخْبَرْتَهُ فَقَالَ «أَطْعِمْتِ مَا أَرْتَحِصُهُ
 وَأَوْ سَعْتِ لِلْعِيَالِ»، فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْجَرِيثَ
 يُمْرُ كُلُّ لَاتَهُ نَدْعُ مِنَ السَّمَاءِ فَيُجْعَلُ كَسَائِرِ
 الْأَنْوَاعِ وَهَذَا الْحَدِيثُ حُجَّةٌ لَنَا عَلَى بَعْضِ
 الرَّافِضِيِّينَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُمْ يُكْرَهُونَ
 أَكْلَ الْجَرِيثِ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ كَانَ دِيوثًا يَدْعُونَ
 النَّاسَ إِلَى حَيْلِيَّتِهِمْ فَمَسِخَ بِهِ - وَهُوَ مَمْرُوكٌ يَقُولُ عَلِيٌّ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَذَا قَالَ خَوَاهِرُ رَاذِرٍ فِي شَرْحِهِ
 وَرَوَى مُحَمَّدٌ أَيْضًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْجَرِيثِ
 فَقَالَ آمَنَّا نَحْنُ فَلَا نَرَى بِهِ بَأْسًا وَأَمَّا أَهْلُ الْكِتَابِ
 فَيَكْرَهُونَ فَإِذَا صَحَّ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ إِبَاحَةَ
 الْجَرِيثِ وَلَمْ يَرَوْا غَيْرَهُمَا خِلَافًا فَحَلَّ ذَلِكَ
 مَحَلَّ الْجَمَاعِ .

البنایۃ فی شرح الہدایۃ جلد ۱

ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الفکر

ترجمہ:

امام محمد نے اہل میں بواسطہ عمرو بن وہب، عمر سے روایت کی ہے۔
 کہ وہ کہتی ہیں کہ میں اپنی ایک لڑکی کی میت میں بازار گئی۔ وہاں سے ہم
 نے ایک جریث (مچھلی) گندم کی ایک بوری کے بدلہ میں خریدی۔ اور اسے

زنبیل میں رکھ لیا۔ اس کا ایک سر زنبیل کی ایک طرف سے اور دوسرا سر دوسری طرف سے باہر نکلا ہوا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گزرے۔ اور پوچھا۔ کہ یہ کتنے درہم کی خریدی ہے؟ میں نے آپ کو اس کی قیمت بتائی۔ تو فرمانے لگے۔ اللہ نے جو تمہیں اتنی سستی دلوادی اُسے کھاؤ اور اپنے بال بچوں کے لیے اس میں وسعت ہے۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس قول میں جریشٹ مچھلی کے ماکول ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ وہ بھی مچھلی کی ہی ایک قسم ہے۔ لہذا اس کا معاملہ بھی بقیہ تمام مچھلیوں کا سا ہونا چاہیے یہ حدیث ہم اہل سنت کے لیے بعض رافضیوں اور اہل کتاب کے خلاف دلیل ہے۔ کیونکہ یہ دونوں جریشٹ کو مکروہ کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یہ (جریشٹ) ایک بے غیرت آدمی تھا۔ جو لوگوں کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری کے لیے بلایا کرتا تھا۔ تو اس مجرم کی پاداش میں اس آدمی کو جریشٹ مچھلی کی صورت میں مسخ کر دیا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول کی وجہ سے ان (رافضیوں، اہل بیت) کی دلیل ختم ہو گئی۔ خواہ ہر زادہ نے اس کی شرح میں اسی طرح کہا ہے۔ امام محمد نے حضرت ابن عباس سے بھی روایت کی ہے کہ ان سے جریشٹ کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ بہر حال ہم اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں پاتے۔ ہاں اہل کتاب اسے مکروہ کہتے ہیں لہذا جب حضرت علی المرتضیٰ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جریشٹ کی اباحت روایت صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ کسی اور سے اس کا خلاف موجود نہیں۔ تو پھر جریشٹ مچھلی کی حلت اجماع امت، کے طور پر ثابت ہو گئی۔

ملحوظ فکرینہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد عالی جبریت مچھلی کی علت بالاتفاق ثابت ہوئی۔ اسی مچھلی کو مٹی مچھلی بھی کہتے ہیں۔ لہذا رافضیوں کا اس کو حرام یا مکروہ کہنا بالکل غلط ہوا۔ اگر اس کی کوئی درست صورت ہوتی۔ تو کم از کم تمام ائمہ اہل بیت تو اس پر اتفاق کرتے۔ لیکن گزشتہ حالات میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان کا باہم شدید اختلاف ہے۔ بلکہ ایک ہی امام کے متضاد اقوال موجود ہیں۔ اس کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ ان جلیل القدر حضرات سے ایسے متضاد اقوال کا صدور خلاف منصب ہے۔ اس لیے یہ اقوال ان کی طرف سے لوگوں نے خود بنا کر کتابوں میں درج کر دیئے ہیں۔ اب ان اقوال پر اعتماد بالکل اٹھ گیا۔ اس لیے بالآخر سرکارِ دد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی طرف پلٹے بغیر کوئی چارہ نہ رہے گا۔ اور خود کتب شیعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ایک حدیث بھی اس سلسلہ میں موجود نہیں۔ ہم نے جبریت مچھلی کے بارے میں ایک صریح حدیث جو ہر قسم کی مچھلی کی علت بیان کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک شہادت پیش کی ہے۔ اس کے بعد اب رافضیوں کے پاس اور کون سی حجت باقی رہ جاتی ہے۔ جس کی بنا پر ان کے مقابلہ میں اُسے لایا جائے۔ اور ان سے ثابت شدہ علت کو چھوڑ کر حرمت کا قول کیا جائے۔ محض اہل سنت کی مخالفت برائے مخالفت سے کیا فائدہ؟ لہذا ہر قسم کی مچھلی کی علت ہی حکم شرعی ہے۔

بحث دوم

خرگوش کی حلت و حرمت میں شیعہ

بہت سی اختلاف

وسائل الشیعہ

وَفِي عِيُونِ الْأَخْبَارِ وَفِي الْعِلَلِ بِأَسَانِيدَ تَأْتِي فِي الْخَيْرِ
 الْكِتَابِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَنَانَ عَنِ الرَّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ
 فِيمَا كَتَبَ إِلَيْهِ مِنْ جَوَابِ مَسْأَلِهِ فِي الْعِلِّ وَحَرْمِهِ
 الْأَرْسَبِ لِأَنَّهَا يَمْتَنَزِلَةُ السِّنُورِ وَلَهَا مَخَالِبٌ كَمَخَالِبِ
 السِّنُورِ وَسَبَاعِ الْوَحْشِ فَجَرَتْ مَجْرَاهَا مَعَ قَدْرِهَا
 فِي نَفْسِهَا وَمَا يَكُونُ فِيهَا مِنَ الدَّهْرِ كَمَا يَكُونُ
 مِنَ النَّسَاءِ لِأَنَّهَا مَسْحٌ۔

(۱- وسائل الشیعہ جلد ۱۶)

ص ۳۸۳ / الجواب الاطعمۃ -

(۲) / العلل المشرائع باب ۵ ص ۳۳

(ص ۲۸۲)

ترجمہ:

محمد بن سنان امام رضا سے روایت کرتا ہے۔ کہ آپ نے کچھ مسائل
 کے جواب میں جو مختلف عللوں کے بارے میں تھے اسے لکھا خرگوش

حرام ہے۔ کیونکہ تہی کی طرح ہے۔ اور اس کے پنچے بھی تہی جیسے ہی ہیں۔
 اور دوسرے وحشی پھاڑ کر کھانے والوں کی طرح اس کے پنچے ہیں۔
 لہذا یہ بھی ان کے حکم میں ہی ہے۔ علاوہ انہیں اس کی ذات میں گندگی
 بھی ہے۔ اور وہ خون بھی جو عورتوں میں ہوتا ہے (یعنی حیض و نفاس کا خون)
 کیونکہ خرگوش مسخ شدہ عورت ہے۔

توضیح:

عبارت بالامین خرگوش کی حرمت کی تین وجوہات بیان ہوئیں۔ (۱) خرگوش تہی کی طرح ہے اس لیے
 جب تہی حرام ہے تو یہ بھی حرام۔ (۲) اس میں گندگی (حیض و نفاس) ہے (۳) بدکرداری کی
 وجہ سے یہ ایک عورت کی مسخ شدہ حالت ہے۔

جواب وجہ اول

خرگوش اور تہی کی مشابہت درست نہیں۔ کیونکہ مشابہت جس چیز میں دی گئی۔ وہ
 دلوں کے پنچے ہونے میں ہے۔ لیکن ہر ذی عقل اس فرق کو جانتا ہے۔ کہ ملی اور
 خرگوش کے پنچوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ تہی ان درندوں میں سے ہے۔
 جو اپنا شکار پنچے کے ذریعہ پکڑتے ہیں۔ اور اسے چیر پھاڑ کر کھاتے ہیں۔ اور
 خرگوش میں یہ چیز بالکل موجود نہیں ہے۔ وہ نہ کسی کو چیرتا پھاڑتا ہے۔ اور نہ ہی
 اپنی خوراک بنانے کے لیے پنچوں سے شکار کرتا ہے۔ اس لیے یہ قیاس و قیاس
 مع الفارق، ہوگا۔ اور یہ اصولی طور پر درست نہیں ہوتا۔ اور اس سے بڑھ کر
 اسے "سبأ الوحش"، میں سے شمار کرنا اور بھی عقل سے گری ہوئی بات ہے۔
 کیونکہ اسے کسی نے بھی درندہ جانوروں میں سے شمار نہیں کیا۔ لہذا اتنی گھٹیا بات

اور پھر اُسے امام رضا رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا کس طرح اسے باور کیا جاسکتا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی نے اُن کی طرف من گھڑت طریقے سے یہ روایت کتابوں میں منجرح کر دی ہے۔ اس کی تائید ہم اس سے بھی کر سکتے ہیں۔ کہ بتی کے پنچوں کو "مخلب" کہہ کر خرگوش کو "ذی مخلب" بتانا اس لفظ سے لاطمی کی دلیل ہے۔ اس کا قائل یہ بھی نہیں جانتا۔ کہ "مخلب" کن جانداروں کے لیے استعمال کہا جاتا ہے۔ اور جو "وحشی منضرب" ہیں۔ ان کے پنچوں کے لیے عربی میں کیا لفظ ہے۔ کتب شیعہ سے اس کی مثال سنیے۔

العلل اشرع؛

قَالَ أَبِي عَلَيْهِ السَّلَامُ كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ
وَذِي مِخْلَبٍ مِنَ الظَّبْيِ حَرَامٌ۔

(العلل اشرع باب ۲۳۵ ص ۲۸۲)

ترجمہ:

امام موسیٰ کاظم نے فرمایا۔ درندوں میں سے ہر ذی ناب حرام ہے۔ اور پرندوں میں سے ہر ذی مخلب حرام ہے۔

گویا خرگوش کو "ذی مخلب" کہہ کر اسے پرندوں میں شمار کیا گیا۔ حالانکہ یہ پرندہ نہیں۔ اور بتی کے ساتھ تشبیہ دے کر درندہ بتایا گیا۔ حالانکہ یہ درندہ بھی نہیں منقحر یہ کہ نہ تو خرگوش، بتی کی طرح اپنی خوراک چیر پھاڑ کر کھاتا ہے۔ اور نہ ہی پرندوں کی طرح اڑتا ہے۔ اور اپنی خوراک حاصل کرتا ہے۔ اس لیے خرگوش کو بتی کے مشابہ قرار دینا عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہ ہوا۔

جواب و جہت ثانی:

خرگوش کی گندگی اس کی حرمت کی دلیل بھی پہلی دلیل کی طرح غلط ہے۔ اول تو روایت مذکورہ ہی قابل استدلال نہیں۔ اور اگر اسے تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی مفید حرمت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ وہ اس طرح کہ خرگوش میں گندگی اس وجہ سے بیان کی گئی ہے کہ یہ ایک بدکار اور فاحشہ عورت تھی۔ اپنے خاوند کی نافرمان تھی۔ کیونکہ یہ حیض ختم ہونے پر غسل نہیں کرتی تھی۔ گویا خرگوش دراصل عورت تھی۔ اب انسانوں میں سے عورت ہو یا مرد اس کے حرام ہونے کی وجہ سے نفاس یا جنابت وغیرہ سے پاک نہ ہونا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کرامت و عظمت کے پیش نظر اسے حرام قرار دیا ہے۔ اگر یہی علت ہوتی۔ تو پھر ہر اس مرد و عورت کو حلال سمجھ کر کھانا درست ہوتا۔ جن میں یہ گندگی نہ ہوتی۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ تو جب یہ طے پایا کہ مرد و عورت کی حرمت اس کی تکریم کے باعث ہے۔ تو اگر ایک عورت کی شکل کسی غلطی کے ارتکاب سے مسخ کر دی گئی۔ تو اس میں حرمت حیض وغیرہ سے کیسے آگئی۔ علاوہ ازیں اگر یہ عجیب و غریب منطقی و دلیل دیکھی جائے۔ تو زیادہ سے زیادہ مادہ خرگوش کی حرمت ثابت کرے گی۔ زرخرگوش میں جب یہ علت نہیں تو پھر اسے کیوں حرام کہا جاتا ہے عنقریب اس پر ایک حوالہ آرہے۔ لہذا خرگوش کی حرمت کی علت، حیض، قرار دینا بھی درست نہ ہوا۔

جواب وجہ ثالث

خرگوش دراصل مسخ شدہ عورت ہے۔ اس لیے مسخ شدہ ہونے کی وجہ سے یہ حرام ہے۔ اس کی تردید پہلے تو یہ ہے کہ روایت مذکورہ صحیح نہیں۔ جو حرمت کی

دلیل بن سکے۔ کیونکہ حرمت کے لیے دلیل قطعی چاہیے۔ جو آپ کے پاس ہے نہیں۔

اسی علت کی دوسری تردید ہم یوں کرتے ہیں۔ کہ جن مردوں یا عورتوں کی عورتوں کی شکلیں مسخ کی گئیں۔ آخر ان کی کوئی وجہ ہوگی۔ کوئی شدید نافرمانی ان سے صادر ہوئی ہوگی۔ تبھی تو اللہ پاک نے انہیں شکل انسانی میں رہنے نہ دیا۔ اس سلسلے میں اہل تشیع جو درجہ بیان کرتے ہیں۔ وہ قابل دیدنی بھی ہے۔ اور قابل عبرت بھی۔

وسائل الشیعہ

فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَسَحَ قَوْمًا سَبْعِمِائَةَ أُمَّةٍ
عَصَوْا آلَ أَوْصِيَاءِ بَعْدَ الرَّسُولِ فَأَخَذَ أَرْبَعِمِائَةَ
مِنْهُمْ مَبْرًا وَتَلَا ثَمَائَةَ بَحْرًا تَرْتَلَاهُذِهِ الْآيَةَ
”فَجَعَلْنَا هُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَا هُمْ كُلَّ مُمَرِّقٍ“

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۳۸۶)

کتاب الاطعمۃ

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے سات سو قسم کے لوگوں کی شکلیں مسخ کیں۔ انہوں نے انبیاء کرام کے بعد ان کے ”وصی،“ لوگوں کی نافرمانی کی۔ ان میں سے چار سو خطی میں پلے گئے۔ اور تین سو سمندر دریاؤں میں جا بسے۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ فجعنا ہم احادیث الخ،

خرگوش اور مختلف جانوروں کی صورت میں جن مردوں اور عورتوں کی شکلیں مسخ کی گئی۔ اس کی عجیب علت آپ نے ملاحظہ کی۔ یہ علت اس لیے عجیب ہے کہ

اس کی وجہ سے ہی اہل تشیع کے نزدیک انبیاء و کرام پر ابتلاء و آزمائش کا دور گزارا۔ آدم نے اس کی پاداش میں جنت گنویا۔ ساراں بھرتو بہ تاٹب کرنا پڑا۔ نوح کو طوفان کا سامنا کرنا پڑا۔ ابراہیم کو آگ میں جانا اور اسماعیل کو چھری تلے لیٹنا پڑا۔ ان تمام خرافات کا تذکرہ ہم عقائد جعفریہ جلد اول میں تفصیل سے کر چکے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ خرگوش کے مسخ ہونے کو علت حرمت قرار دینا کسی طرح درست نہیں ہے۔

ترویج و جہ ثالث

خرگوش ایک بدکار کی مسخ شدہ صورت کا نام ہے۔ اس لیے حرام ہے۔ یہ بھی دھوکہ اور عقل و نقل کے خلاف ہے۔ کیونکہ اہل تشیع و اہل سنت دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جن لوگوں کی شکلیں مسخ ہوئی۔ وہ تین دن سے زائد تک زندہ نہ رہے۔ اس لیے خرگوش جو کسی عورت کی بدکرداری کی صورت میں بنا تھا۔ وہ تو تین دن کے بعد فنا ہو گیا۔ تین دن تک کا اتفاق ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

محمد بن علی بن حسین قال رَوَى أَنَّ الْمُسُوخَ لَمْ
يَبْقَ أَكْثَرُ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَإِنْ هَذَا مَثَلٌ لَهَا فَتَهَيَّ
اللَّهُ هَذَا وَجَبَلٌ عَنِ أَكْبَلَا

۱- وسائل الشیعہ جلد ۱۶

ص ۲۸۳

۲- البنایہ فی شرح الہدایہ

جلد ۹ ص ۸۹

ترجمہ:

محمد بن علی بن حسین نے کہا کہ جن اشخاص کی شکلیں مسخ کر دی گئیں۔ وہ تین دن سے زائد زندہ نہ رہے۔ اور اس وقت جو موجود ہیں۔ وہ ان کی مثل ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

اس حوالہ سے یہ ثابت ہوا کہ تمام مسخ شدہ صورتوں والے تین دن کے بعد ختم ہو گئے تھے۔ لہذا ان کے کھائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب اس حوالہ کے آخری الفاظ پر غور کریں۔ تو دراصل یہ خرگوش کی حرمت کی ایک طرح سے چوتھی علت بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ چونکہ اس کی شکل و صورت بھی اسی خرگوش کی طرح ہے۔ جو ایک عورت کے مسخ کرنے پر بنی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے کھانے سے منع کر دیا ہے۔ یہ بہانہ بھی اسی طرح کلبے سرپا ہے جس طرح پچھلے دو تین تھے۔ شاید اس کا استدلال کچھ یوں کیا گیا ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کی شکلیں بندر اور خنزیر کی بنا دی تھیں۔ اور ان دونوں کا ذکر قرآن کریم میں یوں موجود ہے۔ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ۔ (ہم نے ان میں سے کچھ بندر اور کچھ خنزیر بنا دیئے۔) اب کوئی فقہی مکتب نکران دونوں میں سے کسی کی علت کا قائل نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو خنزیر کی حرمت خود قرآن کریم میں بیان فرمادی۔ تو معلوم ہوا کہ جن لوگوں کی شکلیں خنزیر کی سی بنا دی گئی تھیں۔ وہ تین دن کے بعد ختم ہو گئے۔ لیکن اب خنزیر کو اس لیے حرام کیا گیا ہے۔ کہ اس کی شکل اس جیسی ہے لہذا ہم اہل تشیع ابھی یہی کہہ رہے ہیں۔ کہ خرگوش کی حرمت بھی اسی خرگوش سے شکل ملنے کی بنا پر ہے۔ اگرچہ وہ مسخ شدہ خرگوش تین دن کے بعد باقی نہ رہا۔

ہم اس عجیب و غریب دلیل کے جواب میں عرض کریں گے۔ کہ خنزیر کی شکل میں کسی کا مسخ ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہوا۔ جب ان لوگوں نے مختلف گناہ کیے۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ تو انہیں یہ سزا دی گئی۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان

رَدَّ جَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ أَي مَسَخَلَهُمْ
 قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ قَالَ الْمُفْتَسِرُونَ يَعْنِي بِالْقِرَدَةِ
 اصْحَابَ السَّبْتِ وَالْخَنَازِيرَ كَقَارَ مَا يُدْعَى عَيْسَى -
 (تفسیر مجمع البیان جلد سوم ص ۲۱۶ مطبوعہ

تہران جدید)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دیا۔ یعنی ان لوگوں
 کی شکلیں مسخ کر کے بندر اور سور بنا دیئے گئے۔ مفسرین نے کہا ہے۔ کہ
 بندر کی شکل بننے والے وہ لوگ تھے جو ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے
 نہ باز آئے۔ اور سور بننے والے وہ کافر تھے۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 پر اترنے والے مادہ کی ناشکری کی۔

اہل تشیع کی اس تفسیر سے واضح ہوا۔ کہ خنزیر ان لوگوں کو بنایا گیا تھا۔ جو مادہ
 کے منکر اور ناشکرے ہو گئے تھے۔ اور یہ معجزہ حضرت عیسیٰ کو عطا ہوا تھا۔ اس سے قبل
 کسی نبی کی امت کے کسی فرد کو بطور سزا سور کی شکل میں مسخ نہیں کیا گیا۔ لیکن خنزیر بہر حال
 پہلے موجود تھا۔ اور اس کی حرمت بھی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی اس کی حرمت خود
 اہل تشیع کو تسلیم ہے۔ حالانکہ ان دونوں پیغمبروں کے درمیان تقریباً ایک ہزار سال کا طویل
 عرصہ ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو

و مسائل الشیعہ:

إِنَّ الْخَنَازِيرَ مُحَرَّمَاتٌ فِي شَرِيعَةِ مُوسَى

وَمَا وَقَعَ الْمَسْحُ الَّذِي فِي الرَّوَائِدِ إِلَّا عَلَى
عَلَمِ الْمَسِيحِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا مَرَّ

(وسائل الشیخہ جلد ۱۶ ص ۲۸۵)

ترجمہ:

بے شک خنزیر، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی حرام تھا اور
جو مسخ شدہ خنزیر ہے۔ وہ روایت کے مطابق حضرت عیسیٰ السلام کے
دور میں ہوا۔ جیسا کہ گذر چکا ہے۔

اسی طرح خرگوش کا مسخ بھی ہے۔ کہ جب مسخ شدہ خرگوش سے پہلے کا خرگوش
بھی تھا۔ تو اس میں مسخ شدہ کی مثلیت کہاں مستحق تھی۔ لہذا یہ مثلیت کا پہانہ بھی بیکار ہے
جب اہل تشیع کی حرمت کی تمنوں (چاروں) عتیں عقل و نقل کے خلاف ثابت ہو
گیں۔ تو پھر انہیں بھی تسلیم کر لینا چاہیے۔ کہ خرگوش حرام نہیں۔ جس طرح اہل سنت
اس کی حلت کے قائل ہیں۔ وہ بھی قائل ہو جائیں۔ اب آخر میں ہم اہل سنت کا نظریہ
اسی خرگوش کے مسخ میں پیش کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام دونوں اطراف کے دلائل کا
تقابل مطالعہ کر کے کس نتیجہ پر بخوبی پہنچ سکیں۔

خرگوش کی حلت پر اہل سنت کے دلائل

خرگوش کی حلت پر اگرچہ ہم بہت سے دلائل عقیدہ بھی قائم کر سکتے اور رکھ
سکتے ہیں۔ لیکن جب اس سلسلہ میں نصوص قطعیہ موجود ہوں۔ تو پھر عقل دلائل کی
ضرورت باقی نہیں رہتی۔ حلت خرگوش پر کثیر احادیث موجود ہیں۔ لیکن ہم سب سے
ایک دو حوالہ جات ہی پیش کریں گے۔

البنایہ فی شرح الہدایہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْنَبٍ قَدْ
 شَقَّاهَا فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَمْسَكَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَ يَأْكُلُ وَأَمَرَ
 الْقَوْمَ أَنْ يَأْكُلُوا وَزَادَ فِي اللَّفْظِ "فَلَا تِي
 لَوْ اِشْتَهَيْتُمُهَا أَكَلْتُمُهَا....." عَنْ عُمَرَ بْنِ
 الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ اَعْرَابِيًّا جَاءَ
 إِلَى النَّبِيِّ بِأَرْنَبٍ يَلْدِيهَا إِلَيْهِ فَقَالَ مَا هَذِهِ؟
 قَالَ هَدْيَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ لَا يَأْكُلُ مِنْ
 الْهَدْيَةِ حَتَّى يَأْمُرَ صَاحِبُهَا فَيَأْكُلُ مِنْهَا مِنْ
 أَجْلِ الشَّاةِ الَّتِي أَهْدَيْتَ إِلَيْهِ بِخَيْبَرَ فَقَالَ لَدَى
 النَّبِيِّ كُلُّ فَقَالَ إِنْ مَاتَ قَالَ تَصُومُ مَاذَا؟
 قَالَ ثَلَاثَةَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ فَاجْعَلْهَا الْبَيْضَ
 الْغَرَّ ثَلَاثَةَ عَشْرَ وَارْبَعَةَ عَشْرَ وَخَمْسَةَ عَشْرَ
 قَالَ فَأَوْهَى رَسُولُ اللَّهِ بِيَدِهِ إِلَى الْأَرْنَبِ لِيَأْخُذَ
 مِنْهَا فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ أَمَا إِنِّي رَأَيْتُهَا تَدْفِي يَعْصِي
 تَجِيضٌ فَقَالَ لِلْقَوْمِ كُلُوا وَلَمْ يَأْكُلْ

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۱)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی ہاتھ میں بھٹنا ہوا خرگوش لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور وہ خرگوش اس نے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے اور اسے نہ کھایا۔ اور موجود لوگوں سے فرمایا۔ تم کھاؤ۔ یہ بھی الفاظ زیادہ مذکور ہیں۔ اگر مجھے خواہش ہوتی تو میں بھی اسے کھا لیتا۔۔۔۔۔۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ایک اعرابی خرگوش بطور ہدیے کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اپنے پرچھا۔ یہ کیا ہے؟ کہنے لگا۔ ہدیہ ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ اس وقت نہیں کھاتے جب تک کہ اس کا دینے والا اس میں سے خود نہ کھائے۔ یہ اپنے طریقہ اس لیے اپنا رکھا تھا۔ کہ ایک مرتبہ خیبر میں ایک بکری آپ کو ہدیہ کے طور پر بھیجی گئی۔ جس کے کھانے سے کئی صحابہ کرام شہید ہو گئے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہدیہ لانے والے کو فرمایا۔ تم کھاؤ۔ اس نے عرض کیا حضور! میں روزے سے ہوں۔ فرمایا۔ کیسے روزے؟ کہنے لگا کہ میں ہر مہینہ میں تین روزے رکھتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اُس سے ۱۵، ۱۴، ۱۳ مقرر کر لو۔ راوی بیان کرتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اس سے کچھ لے لو۔ اعرابی نے کہا۔ کہ میں نے اسے دیکھا۔ کہ اسے حیض آتا ہے۔ اس پر آپ نے توڑ سے فرمایا۔ تم کھاؤ۔ خود نہ کھایا۔

نوٹ:- مذکورہ روایات میں خرگوش کی اگرچہ حرمت بیان نہیں ہوئی۔

لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے تناول نہ فرمانا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ کو ناپسند تھا۔ اور یہی کراہت ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مذکورہ حدیث میں ہی اس کی وضاحت موجود ہے۔ وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہاں مجھے خواہش ہوتی تو میں کھا لیتا، ان الفاظ میں آپ نے اسے کھانے کا اظہار فرما کر واضح کر دیا۔ کہ یہ کھانے کی چیز ہے۔ اگر کھانا چاہو تو کھالیا کرو۔ دوسرا یہ بھی استدلال ہے کہ آپ نے تو نہ کھایا لیکن آپ نے دوسروں کو اپنے سامنے کھاتا دیکھ کر منع بھی نہیں فرمایا۔ یہ بھی درست ہے، ہی کی ایک قسم ہے۔ لہذا اگر حرام ہوتا تو آپ کھانے کا اظہار بھی نہ فرماتے۔ اور صحابہ کرام کو کھاتے دیکھ کر خاموش بھی نہ رہتے۔ مزید برآں ایک اور روایت ہم ذکر کرتے ہیں۔ جس میں صراحتاً آپ کا تناول فرمانا موجود ہے۔

حوالہ ملاحظہ ہو۔

البنایہ فی شرح الہدایہ

قَالَ لَا بَأْسَ بِأَكْلِ الْأَرَنْبِ لِأَنَّ النَّبِيَّ أَكَلَ
مِثْلَهُ حِينَ أَمَدَى إِلَيْهِ مَشْرِيًّا وَأَمْرًا صَحَابَةً
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ بِالْأَكْلِ مِثْلَهُ۔

البنایہ فی شرح

الہدایہ جلد ۹ صفحہ ۱۷

مطبوعہ دار لفکر

ترجمہ:

خرگوش کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش تناول فرمایا۔ جب کسی نے مجھنا ہوا بطور جبر آپ کی

خدمت میں پیش کیا تھا۔ اور آپ نے اپنے صحابہ کو بھی اس میں سے کھانے کا ارشاد فرمایا۔

اس روایت میں دو ٹوک انداز میں مذکور ہے۔ کہ سرکہ و دودھ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھنا ہوا خرگوش خود بھی تناول فرمایا۔ اور حضرات صحابہ کرام کو بھی کھانے کا حکم دیا۔ گویا فعلی اور قولی سنت ہو گیا۔ اس واقعہ میں اعرابی نے وہ علت بھی پیش کی تھی جسے شیعہ لوگ حرمت کی وجہ سے ہیں۔ (یعنی حیض آنا) اس کے باوجود اپنے اُسے کھانے کی اجازت دے دی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حیض آنے کی علت اس میں حرمت ثابت نہیں کر سکتی۔ یہ اہل تشیع کی خود ساختہ علت ہے۔ جو عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ)

ماخذ و مراجع

کتاب اہل تشیع

مقام طباعت	مصنف	نام کتاب
جدید	اہرجعفر محمد بن حسن طوسی	الاستبصار
جدید	سید ابن	ایمان الشیعہ
جدید	نعمت اللہ جزاوی	انوار نعمانیہ
جدید	محمد بن یعقوب کلینی رازی	اصول کافی
قدیم	سید مظہر حسین	تحفۃ العوام
جدید	اہرجعفر طوسی شیخ الطائفہ	تہذیب الاحکام
قدیم	مقبول احمد شیعہ	ترجمہ مقبول
جدید	شیخ عبداللہ امقانی	تنقیح المقال
	آیت اللہ خمینی	توضیح المسائل
جدید	اہرجعفر طوسی شیخ الطائفہ	تکمیل الشافی
انوار نجف	اشیر جاوہی شیمی	جرازا متعہ
جدید	محمد بن اردبیلی	جامع الرواۃ
جدید	ملا باقر مجلسی	ملاء العیون
		حلیۃ المتقین
جدید	آقائے بزرگ طہرانی	الدرر

متن یا طباعت	مصنف	نام کتاب
قدیم	لکھنؤ	ذخیرۃ المعاد
جدید	تہران	رجال کشی
جدید	نجف	فرق الشیعہ
جدید	تہران	فروع کافی
		الفقہ علی المذاہب الخمسہ
		فتوحات شیعہ
جدید	قم	فقہ الامام جعفر صادق
جدید	تہران	الکئی والالقباب
قدیم	لاہور	لوامع التشریح
جدید	تہران	من لایحضرہ الفقیہ
جدید	تہران	منہج الصادقین
جدید	تہران	مجمع البیان
جدید	تہران	مسائل الایہام
جدید	تہران	معالم الاصول
جدید	تبریز	مجالس المؤمنین
جدید	بیروت	ہنج البلاغہ
جدید	تہران	وسائل الشیعہ
		شیخ زین العابدین
		محمد بن عمر کشی
		ابو محمد بن موسیٰ نوکنتی
		محمد بن یعقوب کلینی رازی
		مولوی محمد اسماعیل گوجروی
		شیخ عباسی قمی
		سید علی حائری رضوی
		ابو جعفر محمد بن علی صدوق
		ملاح علی کاشانی
		ابو علی فضل بن حسن طبرسی
		نور اللہ شہرستری
		سید ابوالحسن شریف محمد رضی

marfat.com